
دو بوندیں ساون کی
علیم الحق حقی

ڈاکٹر نے نوزائیدہ بچے کو اُلٹا لٹکایا اور اسکی پیٹھ پر چپت ماری بچہ رونے لگا۔ بوسٹن کا وہ اسپتال امیرانہ علاج میں لاثانی تھا۔ کبھی کبھار وہاں کسی ایسے بچے کی ولادت ہوتی تھی جو منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوتا تھا ورنہ میساچوسٹس جنرل اسپتال میں عموماً زچاؤں کی دردناک چیخیں نہیں سنائی دیتیں۔ ڈیلیوری روم کے باہر ایک جوان العمر شخص بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اندر ڈاکٹر کے علاوہ دو نرسیں بھی تھیں۔ جوان العمر شخص پہلی اولاد کے معاملے میں کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ یہ دو نرسیں بھی محض احتیاطاً رکھی گئی تھیں، جوان العمر شخص جانتا تھا کہ تشویش کی کوئی بات نہیں، اس کے باوجود وہ مضطرب تھا۔ این کو صبح اسپتال لایا گیا تھا۔ ڈاکٹروں نے یقین دلایا تھا کہ ولادت بعد دوپہر ہوگی جوان العمر شخص بے حد اصول پرست تھا۔ اس کے خیال میں بچے کی ولات کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ جس سے زندگی کے معمولات متاثر ہوں۔ نرسیں اور ڈاکٹر اس کے پاس سے گزرتے تو آوازیں دھیمی کر لیتے لیکن اسے اس کا احساس نہ ہوتا۔ وہ اس مودبانہ رویے کا عادی تھا۔ وہ ٹہلتا رہا اور سوچتا رہا۔ اگر لڑکا ہوا تو وہ اسپتال کا وہ ونگ تعمیر کرا دے گا، جس کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ وہ ایک لائبریری اور اسکول پہلے ہی بنوا چکا تھا۔ اس نے اخبار پڑھنے کی کوشش کی۔ الفاظ اس کی نگاہوں کے سامنے ناچ رہے تھے لیکن وہ مفہوم سے محروم تھے۔ وہ کچھ نروس اور فکر مند تھا۔ لڑکا ہی ہونا چاہیے تا کہ ایک روز اُس کی جگہ بینک کا صدر بن سکے۔

اُس نے پھر اخبار پر نظر ڈالی۔ امریکہ کی تاریخ کا بدترین زلزلہ...... چار سو افراد ہلاک...... گویا لوگ سوگ منا رہے ہوں گے۔ اسے یہ بات بالکل پسند نہ آئی۔ لوگ اس کے بیٹے کی پیدائش کو اہمیت نہیں دیں گے۔ اُنہیں زلزلہ یاد رہے گا۔ اُسے ایک لمحے کے لیے بھی خیال نہ آیا کہ لڑکی بھی پیدا ہو سکتی ہے پھر وہ تجارتی خبریں پڑھنے لگا۔ اُس نے اسٹاک کی قیمتیں دیکھیں۔ نامعقول

زلزلے نے اُس کے شیئرز کی قیمت پر ایک لاکھ ڈالر کی ضرب لگا دی تھی۔ تاہم اب بھی وہ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر کا مالک تھا۔ وہ صرف اپنے سرمائے کے سود کے بل پر ہی شاہانہ زندگی گزار سکتا تھا۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر اس لڑکے کے لئے بچائے جا سکتے تھے، جو ہٹ دھری کا مظاہرہ کر رہا تھا...... اور ابھی تک پیدا نہیں ہوا تھا۔

دفعتاً دروازہ کھلا، ڈاکٹر باہر نکلا۔ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ ڈاکٹر کچھ نروس تھا، لیکن وہ اپنی گھبراہٹ بینکار پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ''مبارک ہو جناب...... آپ ایک ننھے سے صحتمند اور خوبصورت ...... لڑکے کے باپ بن گئے ہیں۔''

''لوگ نوزائیدہ بچوں پر کس قدر احمقانہ تبصرے کرتے ہیں، بچے کے باپ نے سوچا بچہ۔ ننھا سا پیدا نہ ہوگا تو کیا چھ فٹ کا ہوگا؟ ابھی تک اطلاع اپنی تمام تر اہمیت کے ساتھ اس کے شعوری اُفق پر طلوع نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کے اگلے جملے نے اسے پوری طرح احساس دلایا۔ ''آپ، اس کا نام کیا رکھیں گے جناب؟''

جوان العمر شخص نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جواب دیا۔ ''ولیم لاویل کین''

......❀......

بچے کی آمد کا ہیجان ختم ہو چکا تھا سب لوگ سو چکے تھے۔ لیکن ماں اس بچے کو سینے سے چمٹائے جاگ رہی تھی۔ ہیلن کو زندگی کے بہاؤ پر یقین تھا۔ اُس نے نو بچوں کو جنم دے کر یہ بات ثابت کر دی تھی۔ اگرچہ مفلسی نے ایام شیر خواری ہی میں اُن میں سے تین بچے چھین لیے تھے لیکن ہیلن نے اتنی آسانی سے اپنی گود نہیں اُجڑنے دی تھی۔ وہ پل پل مفلسی کے رُوپ میں آنے والی موت سے لڑتی رہی تھی کیونکہ وہ طبعاً جنگجو تھی۔ 35 سال کی عمر میں اُسے یقین ہو چکا تھا کہ اس کی آغوش میں کوئی ننھی زندگی نہیں مچلے گی لیکن خدا نے اس بچے کو اُس کی آغوش تک پہنچانے کا سامان نہ کیا ہوتا۔ وہ راسخ العقیدہ عورت تھی اور خدا پر اُس کا ایمان کامل تھا وہ دُبلی پتلی تھی...... کیونکہ غربت کا یہی تقاضا تھا۔ لیکن وہ بے حد محنتی تھی...... اپنی جسمانی کمزوری کے باوجود، وہ کبھی مشکلات کا شکوہ نہ کرتی لیکن اس کے چہرے پر کھنچنے والی لکیروں میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ وہ ماں کی عمر میں دادی نظر آتی تھی۔ اس نے پوری زندگی میں کبھی نیا لباس نہیں پہنا تھا۔ اُس نے سوکھی ہوئی بنجر دھرتی کو نچوڑ کر دودھ نکالنے کی کوشش کی۔ بچہ بھی جبلی طور پر غذا کے لیے جدوجہد کر رہا تھا۔ اُس کی نیلی آنکھیں کھلیں اور جدوجہد کے نتیجے میں اسکی ننھی سی ناک پر پسینے کا ایک قطرہ نمودار ہوا۔ نیلی آنکھوں میں آسودگی اور قناعت سی لہرائی۔ شاید اسے دودھ کے چند قطرے میسر آ گئے تھے۔ ''مما کے ننھے سے بچے۔'' ہیلن نے اسے محبت سے پکارا۔ پھر نہ چاہنے کے باوجود اس کی آنکھ لگ گئی۔

جوزیو صبح پانچ بجے اُٹھا تو اس نے اپنی بیوی کو بچے کے ساتھ کرسی پر بیٹھے بیٹھے سوتے ہوئے پایا۔ اس نے تلخی سے بچے کی طرف دیکھا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ کم از کم وہ اس وقت رو نہیں رہا ہے۔ پھر اُس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ کام کے لیے نکل جائے۔ بچے کے معاملے میں اُلجھنا بے سود تھا۔ زندگی اور موت کی فکر عورت کرتی رہے گی۔ اُسے تو سورج کی پہلی کرن سے پہلے بیرن کی جاگیر پہنچنا ہے۔ اُس نے بکری کے دودھ کا ایک طویل گھونٹ لیا اور آستین سے اپنی گھنی مونچھیں صاف کرنے لگا پھر اس نے رات کی بچی کھچی روٹی اُٹھائی اور دبے قدموں گھر سے نکل گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بیوی جاگ جائے۔ اگر جاگ جاتی تو وہ اس سے بچے کے سلسلے میں بحث کے بغیر نہ رہتا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ وہ بیوی کو قائل نہیں کر سکے گا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا جنگل کی طرف چل دیا۔ خوش گوار خیال اُس کا زادِ سفر تھا کہ اس نے مداخلت کار بچے کو آخری مرتبہ دیکھا تھا زندہ رہنا اتنا آسان نہیں ہے۔ کڑیل جوان ہار جاتے ہیں...... ایک ننھے سے بچے کی آخری بساط ہی کیا ہے۔

باپ کے بعد سب سے بڑی لڑکی فلورینا اُٹھی وہ کچن میں گئی۔ اسی وقت بوڑھے کلاک نے چھ بجنے کا اعلان کیا۔ معمول کے مطابق اُسے ناشتہ تیار کرنا تھا۔ اس میں سب سے کٹھن کام بکری کے تھوڑے سے دودھ اور رات کی بچی کھچی روٹی کو آٹھ افراد میں تقسیم کرنا تھا۔ اس کام کو بطریق احسن کرنے کے لیے بزرگوں کی سی دانش درکار ہوتی تھی...... تاکہ کوئی بھی دوسروں کے حصے پر اعتراض نہ کر سکے۔ فلورینا پہلی ہی نظر میں خوبصورت نظر آتی تھی اور دیکھنے والوں کو اندازہ ہو جاتا تھا کہ جوزیو، اس کی ماں پر کیوں فدا ہوا ہوگا لیکن وہ غریب گزشتہ تین سال سے انہی کپڑوں کا ایک جوڑا پہننے پر مجبور تھی۔ اس کے لمبے بال اور خوبصورت سیاہ آنکھوں کی بے پناہ چمک گواہی دیتی تھی کہ اس کا حسن مفلسی سے کامیاب جنگ لڑ رہا ہے۔ وہ دبے قدموں اُس کرسی کی طرف گئی، جس پر اس کی ماں ننھے بچے کو سینے سے لگائے سو رہی تھی وہ غور سے بچے کو دیکھتی رہی، جو اسے پہلی ہی نظر میں بھا گیا تھا۔ آٹھ سال کی زندگی میں فلورینا کو کبھی گڑیا میسر نہیں آئی تھی۔ البتہ اس نے زندگی میں صرف ایک بار، بیرن کے محل میں ایک دعوت کے دوران، گڑیا ضرور دیکھی تھی...... لیکن وہ اس خوبصورت گڑیا کو چھو بھی نہیں سکتی تھی۔ اچانک اس کے دل میں، اس بچے کو گود میں لینے کی خواہش پوری شدت سے اُبھری۔ اُس نے جھک کر آہستگی سے بچے کو گود میں لے لیا اور بچے کی نیلی آنکھوں میں جھانک کر کچھ گنگنانے لگی بچے کو ماں کی گرم آغوش سے سرد ناتواں ہاتھوں میں منتقل ہونا پسند نہ آیا اور وہ رونے لگا آواز سن کر ماں جاگ گئی اور پشیمان نظر آنے لگی کہ وہ غیر ذمے داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سو کیوں گئی تھی۔ ''میرے خدا...... یہ تو اب بھی زندہ ہے۔'' اس نے بیٹی سے کہا ''تم ناشتہ کرو۔ میں اسے ناشتہ کرانے کی کوشش کرتی ہوں۔''

فلورینا نے ہچکچاتے ہوئے، بچے کو ماں کی طرف بڑھا دیا۔ جو اسے دُودھ پلانے لگی۔

"جلدی کرو" ماں نے کہا "اور لوگ بھی بھوکے ہوں گے۔"

فلورینا کام میں مصروف ہوگئی۔ اس کے بھائی جو سب کے سب اُوپر والے کمرے میں سوتے تھے، ایک ایک کر کے آئے انہوں نے ماں کو سلام کیا اور پھر ننھے مہمان کو حیرت سے دیکھتے رہے۔ انہیں علم تھا کہ وہ بچہ ان کی ماں کا نہیں ہے۔ اس روز فلورینا عجیب سی کیفیت میں مبتلا تھی اس سے ناشتہ نہیں کیا گیا۔ بھائیوں نے اس کا ناشتہ آپس میں تقسیم کرلیا اور ماں کے حصے کا ناشتہ میز پر چھوڑ دیا کسی کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ ننھے مہمان کی آمد کے بعد سے ماں نے اب تک کچھ نہیں کھایا ہے۔

ہیلن کو وسکی کو یہ اطمینان تھا کہ اس کے بچوں نے کم عمری ہی میں زندگی کو برتنا سیکھ لیا تھا۔ جانوروں کو چارہ کھلانا، دودھ دوہنا، سبزیاں اُگانا...... انہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی وہ خود ہی خاموشی سے اپنے اپنے کام میں جت جاتے تھے شام کو جوزو گھر آیا تو ہیلن کو خیال آیا کہ اس نے جوزیو کے لیے کچھ نہیں پکایا...... لیکن اس وقت تک فلورینا اپنے شکاری بھائی کے لائے ہوئے خرگوش کی کھال اتار کر انہیں پکانے میں مصروف ہو چکی تھی۔ فلورینا اس روز اس اضافی ذمے داری پر فخر محسوس کر رہی تھی...... کیونکہ یہ کام صرف ماں کی بیماری کی صورت میں ہی اسے ملتا تھا...... اور ماں بیمار پڑتی تھی لیکن چارپائی سے لگ جانا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ اس روز اس کا شکاری بھائی فرینک، چار خرگوش لایا تھا جبکہ باپ چھ کھمبیاں اور تین آلو لے آیا تھا اور اس کا مطلب تھا، زبردست دعوت!

رات کے کھانے کے بعد جوزیو نے اپنی کرسی آگ کے قریب رکھی اور پہلی مرتبہ بچے کو بغور دیکھا۔ بچے کو کچھ فاصلے پر اپنے ہاتھوں کی مدد سے لٹکا کر کسی شکار کے انداز میں بچے کا معائنہ کیا بچے کے چہرے پر سب سے نمایاں چیز اس کی نیلی آنکھیں تھیں، جنہوں نے ابھی مرکوز ہونا نہیں سیکھا تھا۔ اسے ایک عجیب چیز نظر آئی۔ اس نے برا سا منہ بنا کر بچے کے نازک سینے کو اپنے انگوٹھے سے ملا۔ "ہیلن...... تم نے دیکھا...... اس ملعون کے سینے پر صرف ایک گھنڈی ہے۔"

ہیلن نے حیرت سے دیکھا۔ اس کا شوہر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ وہ بھی بڑی نرمی سے بچے کا سینہ انگوٹھے سے ملنے لگی، جیسے اس طرح ناموجود دوسری گھنڈی نمودار ہو جائے گی۔ بائیں چھاتی پر گھنڈی موجود تھی جبکہ دائیں چھاتی ہموار تھی۔ ہیلن کی خوش اعتقادی عروج پر پہنچ گئی۔ "دیکھ لو۔" اس نے جوزیو سے کہا۔ "مجھے یہ بچہ خدا نے دیا ہے، اس نے اپنی نشانی بھی چھوڑی ہے۔"

جوزیو نے برہم ہو کر بچہ اُسے پکڑا دیا "تم بے وقوف ہو ہیلن۔ اس بچے کی رگوں میں اچھا خون نہیں ہے۔" اس نے ایک طرف تھوک دیا۔ "بہرحال، میں اس بات پر ایک آلو کی شرط لگاتا

حماقت سمجھوں گا کہ یہ زندہ رہے گا۔ دیکھ لینا...... یہ مر جائے گا۔"

جوزیو کے نزدیک اس بچے کی زندگی سے کہیں زیادہ اہم ایک آلو تھا۔ وہ سفاک آدمی نہیں تھا...... لیکن وہ بچہ اس کا اپنا تو نہیں تھا۔ ویسے بھی خوراک طلب کرنے والے ایک ذہن کا اضافہ اُس کے لیے ایک مسئلے کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن بچے کے زندہ رہنے کی صورت میں، وہ خدا سے یہ سوال کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا کہ اس پر...... اور اس کے بچوں پر یہ ظلم کیوں کیا گیا ہے۔ چنانچہ بچے کا خیال ذہن سے جھٹک کر اُس نے آنکھیں بند کرلیں، اور چند لمحے بعد، بے خبری کی نیند میں ڈوب گیا۔

دن گزرتے گئے...... اور جوزیو کو یقین ہوتا چلا گیا کہ بچہ زندہ رہے گا۔ اگر...... اُس نے شرط لگا لی ہوتی تو یقیناً ایک آلو ہار گیا ہوتا۔ اس کے سب سے بڑے بیٹے فرینک نے چھوٹے بھائیوں کی مدد سے ایک چھوٹا سا پلنگ بنا لیا تھا۔ پلنگ کے لیے لکڑیاں بیرن کے جنگل سے حاصل کی گئی تھیں۔ فلورینا نے اپنے کپڑوں سے کتر بیونت کر کے کچھ کپڑا نکالا اور بچے کے لئے لباس سی دیا بچے کے نام کے سلسلے میں شدید اختلاف رائے پیدا ہوا تھا۔ گزشتہ کئی ماہ میں کوئی گھریلو مسئلہ اتنا سنگین ثابت نہیں ہوا تھا، جتنا کہ بچے کا نام رکھنے کے سلسلے میں پیش آیا تھا۔ بالآخر متفقہ طور پر بچے کا نام لاڈیک تجویز کیا گیا...... اگلے اتوار کو بیرن کی جاگیر والے چرچ میں بچے کے نام کی تقریب ہوئی۔ اب وہ لاڈیک کو وسکی تھا۔ ماں نے مسیح کے سامنے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ایک تحفہ عنایت کیا اور از راہِ کرم اسے زندگی بخشی۔

اس شام کو وسکی کے گھر میں دعوت کا سا سماں تھا۔ تقریب کے سلسلے میں بیرن کی طرف سے ایک مرغابی عطا ہوئی تھی۔ اُن سب نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا۔ اگلے روز فلورینا کے کام میں ترمیم ہوگئی۔ کیونکہ آئندہ سے اسے کھانے کے نوحصے کرنا تھے۔



این اس رات سکون سے سوئی تھی۔ صبح اسپتال کی نرس اس کے ننھے ولیم کو لائی تو اس نے بے تابانہ بچے کو اپنی آغوش میں بھرلیا۔

مسز کین بچے کو ناشتہ کرادیں۔" نرس نے کہا۔

"این کو احساس ہوا کہ ماں کے سینے میں زندگی کے سرچشمے ابل رہے ہیں۔ ایک لمحے کو اسے خفت کا احساس ہوا...... پھر اس نے خود کو یاد دلایا کہ وہ ایک ماں ہے...... اور ماں ہونا کوئی خفت کی بات نہیں ہے۔ ننھے [illegible] کو دودھ پلاتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں [illegible] تکتی رہی۔ اس کی آنکھیں اپنے باپ سے زیادہ نیلی تھیں این کو خوشی اور طمانیت کا احساس [illegible]۔ وہ کابوٹ گھرانے کی بیٹی اور لاویل گھرانے کی بہو تھی۔ دونوں بینکار گھرانے تھے۔ گویا [illegible] گھرانوں کی میراث تھا۔ این

دو گھنٹے تک ننھے ولیم سے باتیں کرتی رہی...... لیکن وہ یکطرفہ گفتگو تھی پھر گویا دودھ پینے کی مشقت نے ننھے ولیم کو تھکا دیا اور وہ سو گیا۔ این نے اسے نرمی سے اپنے پہلو میں، ننھے سے بستر پر منتقل کر دیا۔ اس کی عمر 21 سال تھی اور وہ بے حد خوبصورت تھی۔ فیشن میگزین اس کی تصویر شائع کر کے فخر محسوس کرتے تھے...... اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ کون یقین کرے گا کہ اس نے گزشتہ روز ایک صحت مند بچے کو جنم دیا ہے۔ ''خدا کا شکر ہے کہ لڑکا پیدا ہوا۔'' اس نے زیر لب کہا۔

دوپہر کو ہلکا پھلکا کھانا کھانے کے بعد وہ ملاقاتیوں سے ملنے کے لیے تیار ہونے لگی۔ اس کی پرائیویٹ سیکرٹری پہلے ہی ملاقاتیوں کی فہرست میں ترمیم کر چکی تھی۔ صرف گھر کے لوگ یا پھر معززین ہی اس سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے والے تھے۔ وہ اسپتال کے جس کمرے میں تنہا تھی، اس میں پانچ مزید بستروں کی گنجائش تھی۔ این نے سوئچ دبا کر روشنی کر دی۔ ویسے بجلی اب بھی اُس کے لیے نئی چیز تھی۔ سب سے پہلے اس کی ساس مسز کین اس سے ملنے کے لئے آئیں۔ گزشتہ سال مسٹر کین آنجہانی ہو چکے تھے اور اب وہی خاندان کی سربراہ تھیں۔ اس اعتبار سے بچے کو سب سے پہلے دیکھنے کا حق انہی کو تھا۔ دولت، مرتبہ اور ایسی تمام چیزیں تو ان کی سمجھ میں آتی تھیں۔ لیکن وہ محبت کی اہمیت سے ناواقف تھیں ان کا کہنا تھا کہ محبت فطری چیز تو ہے لیکن وہ دیرپا نہیں ہوتی۔ انہوں نے بڑی شفقت سے این کی پیشانی چوم لی۔ این نے سوئچ دبایا اور بزر کی آواز سنائی دی۔ مسز کین چونک گئیں۔ اُن کے خیال میں برقی رواتنی قوی نہیں ہو سکتی تھی کسی نئی دریافت کو آدمی اتنی آسانی سے کہاں قبول کرتا ہے۔ لیکن بزر دبتے ہی نرس نمودار ہوئی۔ کین لاویل گھرانے کا نومولود وارث اس کی گود میں تھا۔ مسز کین نے اس کا یوں معائنہ کیا، جیسے بنک کا گوشوارہ چیک کر رہی ہو پھر گویا وہ مطمئن ہو گئیں اور انہوں نے نرس کو واپس جانے کا اشارہ کر دیا۔ بہت خوب این، انہوں نے اپنی بہو کو یوں داد دی جیسے کسی کھیل میں اس کی کارکردگی کو سراہ رہی ہو۔ ''ہمیں تم پر فخر ہے۔''

کچھ دیر بعد این کی ماں، مسز کابوٹ آگئیں۔ مسز کین کی طرح وہ بھی حال ہی میں بیوہ ہوئی تھیں۔ اُن کا ظاہری روپ بھی مسز کین جیسا ہی تھا...... لیکن وہ اپنے نواسے اور بیٹی میں نسبتاً زیادہ دلچسپی لے رہی تھیں۔ پھر دونوں خواتین پھولوں اور پھول بھیجنے والوں کے ناموں کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد وہ واپس گئیں تو بے حد مطمئن تھیں۔ دونوں گھرانوں کو ایک وارث مل گیا تھا اور وہ انہیں پہلی ہی نظر میں اس وراثت کا اہل لگا تھا۔ اس کے بعد این اور رچرڈ کے احباب، قیمتی تحائف اور دلی دُعاؤں کے ساتھ آتے رہے۔ آخر میں رچرڈ اپنے کاروباری کام نمٹا کر آیا تو اُس وقت تک این تھک چکی تھی۔ ایک مرتبہ پھر ننھے ولیم کو زحمت دی گئی۔ رچرڈ نے اس کا یوں معائنہ کیا، جیسے اس کے سامنے اس کا پہلا نومولود لڑکا نہ ہو بلکہ بیلنس شیٹ ہو۔ وہ مطمئن نظر آنے لگا۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک

تھا بچے کے دو ہاتھ، دو ٹانگیں اور ہاتھ پیروں کی دس دس انگلیاں تھیں۔ چنانچہ ولیم کو پھر واپس بھیج دیا گیا۔ ''میں نے گزشتہ شام سینٹ پال کے ہیڈ ماسٹر کو ٹیلی گرام کر دیا تھا۔'' رچرڈ نے بتایا۔ ''ولیم ستمبر 1918ء میں وہاں داخل ہو جائے گا۔''

این خاموش رہی۔ وہ جانتی تھی کہ رچرڈ نے اپنی فطرت کے مطابق ابھی سے ولیم کے مستقبل کے بارے میں پروگرام بنانا شروع کر دیا ہے۔

''اور تم کیسی ہو؟ کمزوری تو محسوس نہیں کر رہیں؟'' رچرڈ نے پوچھا۔

''نہیں، بالکل بھی نہیں۔'' این نے کمزور لہجے میں جواب دیا۔ وہ آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے شوہر کو آنسوؤں سے نفرت ہے۔

ننھے ولیم کین لاویل کے نام کی تقریب، سینٹ پال چرچ میں ہوئی۔ بوسٹن کے عمائدین اس تقریب میں شریک تھے۔ بینکار جے پی مورگن اور ایلین لائیڈ ولیم کے گاڈ فادر اور این کی سب سے قریبی سہیلی ملی پیٹرسن، ولیم کی گاڈ مدر تھی۔ بشپ نے ولیم کے سر پر مقدس پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ ننھے ولیم نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔ شاید وہ ابتدا ہی سے امیرانہ طور طریق سیکھ رہا تھا۔ این نے خدا کا شکر ادا کیا...... رچرڈ نے بھی خدا کا شکر ادا کیا۔ وہ خدا کو کین گھرانے کے تحفظ کا امین تصور کرتا تھا۔ ساتھ ہی اس نے سوچا کہ احتیاطاً ایک اور وارث کے لیے بھی کوشش کرنا چاہیے۔ کوئی ہنگامی صورتِ حال بھی تو پیش آ سکتی تھی!



لاڈیک کووسکی کی نشوونما کا عمل بے حد سست تھا۔ ہیلن کو اندازہ ہو گیا کہ اس لڑکے کی صحت ہمیشہ مسئلہ بنی رہے گی۔ وہ اُن تمام بیماریوں کا شکار ہوا، جو عام طور پر بچوں کو لاحق ہوتی ہیں۔ لیکن وہ ایسی متعدد بیماریوں میں بھی مبتلا ہوا، جو بچوں کو عموماً نہیں ہوتیں۔ ایسی بیماریوں میں اُس نے کووسکی گھرانے کے دوسرے بچوں کو بھی حصے دار بنایا۔ ہیلن نے اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہا۔ جوزیو جب بھی کبھی لاڈیک کی اپنے کنبے میں موجودگی کو خدا کا عطیہ کی بجائے شیطان کی شرارت قرار دیتا، وہ بپھر جاتی۔ دوسری طرف فلورینا اس پر اتنی محبت نچھاور کرتی، جیسے وہ اسی کے وجود کا ایک حصہ رہا ہو۔ وہ اس سے، شدت سے محبت کرتی۔ وہ شدت اس خوف کا نتیجہ تھی کہ غربت اور لاغری کی وجہ سے کوئی بھی شخص، اس سے شادی نہیں کرے گا...... یوں وہ اولاد سے محروم رہے گی۔ اس نے طے کر لیا کہ لاڈیک اسی کا بچہ ہے۔

سب سے بڑا لڑکا...... شکاری فرنک، جو لاڈک کو لایا تھا، اُس سے محبت کرتا تھا لیکن وہ باپ سے اتنا خوفزدہ رہتا تھا کہ بچے سے محبت کا اظہار اس کے لیے ممکن نہ تھا اور باقی تینوں بھائی

،اسٹیفن، جوزف، اور جان، لاڈیک میں دل چسپی نہیں لیتے تھے۔ البتہ ننھی صوفیہ کو تو نوچنے کھسوٹنے کے لیے ایک ہدف مل گیا تھا لیکن ایک بات کا جوزیو اور ہیلن کو اندازہ ہو سکا۔ انہیں علم نہیں تھا کہ ننھا لاڈیک اُن کے بچوں سے کس قدر مختلف ثابت ہوگا...... جسمانی طور پر بھی اور ذہنی طور پر بھی! کووسکی گھرانے کے بچے سب طویل القامت، چوڑی ہڈی اور سیاہ آنکھوں والے تھے جب کہ لاڈیک پستہ قامت اور گول مٹول تھا، اور اس کی آنکھیں گہری نیلی تھیں۔ کووسکی گھرانے کے بچے غبی تھے اور انہیں فارغ التحصیل ہونے سے قبل ہی اسکول سے فارغ کر دیا جاتا تھا۔ لاڈیک چلنے اور بولنے کے معاملے میں تو تاخیر کا شکار ہوا۔ لیکن وہ تین سال کی عمر میں پڑھنا سیکھ گیا۔ وہ بغیر کسی کی مدد کے خود کپڑے بھی نہیں پہن سکتا تھا۔ پانچ سال کی عمر میں وہ لکھنا سیکھ گیا۔ ماں اس پر فخر کرتی تھی اور باپ اُس سے نالاں تھا۔ اُس کی زندگی کے پہلے چار برس صرف اس اعتبار سے یادگار تھے کہ ان میں بیماری کے حوالے سے، اس نے زندگی کو مسترد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی لیکن ہیلن اور فلورینا کی نگہداشت نے اس کی ہر کوشش ناکام بنادی۔ اب وہ دن بھر کالج کے باہر ننگے پاؤں دھجیوں سے بنا ہوا لباس پہنے، ماں کے پیچھے پیچھے پھرتا۔ وہ ہر وقت اس سے چپکا رہتا۔ پھر جب فلورینا اسکول سے واپس آتی تو اس کی طرف متوجہ ہو جاتا اور سونے سے پہلے اس سے جدا نہ ہوتا۔ فلورینا کھانے کی تقسیم کے وقت اپنے حصے کا آدھا کھانا اسے دے دیتی جن دنوں وہ بیمار ہوتا، وہ اپنا پورا حصہ اُسے کھلا دیتی اور خود بھوکی رہتی۔ وہ اس کے لیے کپڑے سیتی اور سوتے وقت اُسے لوریاں دیتی۔

لاڈیک، فلورینا سے بہت مانوس تھا۔ فلورینا اسکول جاتی تو وہ اس سے دور ہو جاتا یہی وجہ تھی کہ اس کے دل میں اسکول جانے کی اُمنگ وقت سے پہلے جاگ اُٹھی۔ پھر وہ فلورینا کی اُنگلی تھام کر اسکول جانے لگا۔ سلونم کا اسکول اُن کے کالج سے نو میل کے فاصلے پر تھا۔ نارنگی اور صنوبر کے درختوں کے درمیان انہیں یہ فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔

لاڈیک کو اسکول پہلی ہی نظر میں بھا گیا درحقیقت وہ پسندیدگی کالج سے بیزاری کی ایک شکل تھی۔ اسکول میں اُسے علم ہوا کہ رُوسی فوجیں مشرقی پولینڈ پر قبضے کے بعد کس قدر شقاوت کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ اسے یہ بھی پتہ چل گیا کہ اس کی مادری زبان صرف اسکولوں اور گھروں میں بولی جاتی ہے۔ ورنہ عام طور پر رُوسی زبان میں ہی کاروبار حیات چلتا ہے۔ اسے احساس ہوا کہ اُس کے ساتھی بچے اپنی کچلی ہوئی تہذیب اور اپنی مادری زبان سے کس قدر محبت کرتے ہیں اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اسکول کے اُستاد اس کے ساتھ وہ حقارت بھرا برتاؤ نہیں کرتے، جو گھر میں اُس کا باپ اُس کے ساتھ روا رکھتا ہے گھر کی طرح وہ کلاس میں بھی سب سے چھوٹا تھا۔ لیکن جلدی ہی وہ سوائے قد کے ہر معاملے میں اپنے تمام ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ گیا۔ اس کے منحنی سے جسم کو حوالہ بنانے والے ہمیشہ اس

کے متعلق غلط اندازہ لگاتے۔ پانچ سال کی عمر میں وہ سوائے آئرن ورک کے ہر مضمون میں اول آیا۔

رات کو جب دوسرے بھائی کالج کے عقبی باغیچے میں پھول توڑ رہے ہوتے، یا خرگوش کے شکار میں مصروف ہوتے لاڈیک پڑھائی میں مصروف ہوتا۔ وہ اُن کتابوں کا مطالعہ کرتا، جن سے ان کے بڑے بھائی کی جان نکلتی تھی پھر وہ فلورینا کی کتابیں پڑھنے لگا۔ جلد ہی ہیلن کو اندازہ ہو گیا کہ خدا نے اس روز تین خرگوشوں کے بدلے، لاڈیک کی شکل میں جو انعام دیا تھا، وہ اس کے تصور سے بڑھ کر قیمتی ہے۔ اب لاڈیک اس سے ایسے سوال کرنے لگا تھا، جس کے جواب اُسے بھی معلوم نہیں تھے اس بے چاری کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس بچے کے لیے کیا کرے۔ اسے تقدیر پر یقین تھا۔ اسی لیے جب ایک روز تقدیر نے اسے فیصلے کی زحمت سے بچالیا تو اس نے تقدیر کے سامنے سرخم کر دیا۔

1911ء کے موسم خزاں کی ایک شام، لاڈیک کی زندگی میں پہلا انقلاب لے کر آئی۔ وہ سب کھانا کھا چکے تھے جوزیو آگ کے پاس کرسی پر بیٹھا تھا ہیلن کچھ سی رہی تھی بچے کھیل کود میں مگن تھے لاڈیک ماں کے قدموں میں بیٹھا، پڑھ رہا تھا، اچانک دروازے پر دستک ہوئی...... تقدیر کی دستک! وہ کالج سلونم سے نو میل اور بیرن کی جاگیر سے تین میل دور تھا۔ وہاں کوئی ملنے والا نہیں آتا تھا۔ اسی لیے دستک سن کر سب کو حیرت ہوئی۔ وہ بے یقینی سے دروازے کو گھورتے اور مزید دستک کا انتظار کرتے رہے۔ اس مرتبہ دستک زیادہ زوردار تھی جوزیو اُٹھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے بڑی احتیاط سے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی لاڈیک کے سوا، سب لوگ نووارد کے سامنے سر بہ خم ہو گئے۔ لاڈیک اس خوش لباس اور وجیہہ شخص کو بے خوف نگاہوں سے گھورتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا...... 'یہ کون شخص ہے' جس سے میرا باپ بھی خوف زدہ ہے؟

جوزیو نے لبوں پر مسکراہٹ سجائی اور بیرن کو اندر آنے کی دعوت دی سب خاموش بیٹھے تھے بیرن پہلے کبھی ان کے گھر نہیں آیا تھا۔ لاڈیک اپنی کتاب ایک طرف رکھ کر اُٹھا اور اجنبی کی طرف بڑھ گیا۔ اس سے پہلے کہ اس کا باپ اسے روکتا، وہ بیرن کی طرف ہاتھ بڑھا چکا تھا۔ ''شام بخیر جناب'' اس نے بیرن سے کہا۔

بیرن رونسکی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ چند لمحے وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکتے رہے۔ بیرن نے اس کا ہاتھ چھوڑا تو اسے محسوس ہوا کہ بچہ اس کی کلائی میں پڑے ہوئے کنگن پر کندہ عبارت پڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

''تم یقیناً لاڈیک ہو گے۔'' بیرن نے کہا۔

''جی ہاں جناب۔'' بچے نے سادگی سے جواب دیا، جیسے اس کے نزدیک یہ بات کوئی اہمیت نہ رکھتی ہو کہ بیرن اسے جانتا ہے۔

"میں تمہارے ہی سلسلے میں یہاں آیا ہوں۔"

لاڈیک، بیرن کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ جوزیو نے اپنے بچوں کو اشارہ کیا کہ وہ سب اُسے آقا کے ساتھ تنہا چھوڑ دیں۔ چھ بچے ادب سے بیرن کے سامنے سرِخم کرتے ہوئے نکل گئے لاڈیک اپنی جگہ سے نہیں ہلا...... اور نہ کسی نے اس سے باہر جانے کو کہا۔ تب بیرن نے جوزیو سے کہا "میں تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔"

"حکم کریں جناب...... حکم کریں۔" جوزیو کے لہجے میں حیرت تھی۔ ایسا کون سا کام تھا، جس کے لیے بیرن کو اس کے گھر آنا پڑ گیا۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"میرے بیٹے لیون کی عمر چھ سال ہے۔" بیرن نے کہا۔ "وہ محل ہی میں پڑھتا ہے۔ میں نے اُس کی تعلیم کے لیے دو اُستاد رکھے ہیں۔ ایک ہم وطن ہے اور دوسرا جرمن ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ میرا لڑکا ذہین ہے، لیکن مسابقت سے محروم ہے جبکہ مسابقت ذہن کے جلا کے لیے بہت ضروری ہے۔ میں نے سلونم اسکول کے اُستاد سے بات کی تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ صرف اور صرف لاڈیک ہی وہ مسابقت فراہم کر سکتا ہے، جس کی لیون کو ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لاڈیک کو اسکول چھوڑنے...... اور میرے محل میں لیون کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے دو۔"

لاڈیک اس دوران بیرن کے چہرے پر نظریں جمائے رہا تھا...... لیکن اس کی چشمِ تصور کے سامنے نت نئے کھانوں اور خوش رنگ ملبوسات کے دروازے کھل گئے تھے۔ وہ تصور میں وہ کتابیں دیکھ رہا تھا جو جوزیو کی استطاعت سے باہر تھیں۔ اسے ان استادوں کے چہرے نظر آ رہے تھے جو اس کے تجسس کی تسکین کر سکتے تھے، اُس نے ایک نظر ماں کی طرف دیکھا۔ وہ بھی سحر زدہ سی بیرن کو دیکھے جا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر تعجب بھی تھا اور تاسف بھی...... باپ نے اس کی ماں کی طرف دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ باتیں ہوئیں، پھر جوزیو نے نگاہیں جھکا کر کہا۔ "یہ تو ہماری عزت افزائی ہے، آقا۔"

بیرن نے سوالیہ نگاہوں سے ہیلن کی طرف دیکھا...... وہ دھیرے سے بولی "خدا مجھے معاف رکھے، میں اپنے بچے کا راستہ کیسے کھوٹا کر سکتی ہوں لیکن یہ بھی خدا ہی جانتا ہے کہ مجھ پر کیا گزرے گی۔"

"بچہ آپ سے ملنے آتا رہے گا۔"

"جی ہاں جناب، مجھے یقین ہے کہ ابتداء میں ایسا ہی کرے گا۔" اس کی آواز میں خدشوں کی چھنکار تھی۔

"تو یہ بات طے ہوگئی۔" بیرن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بچے کو کل صبح سات بجے محل

لے آنا پھر یہ کرسمس کے موقعے پر گھر واپس آ جائے گا۔"

اچانک لاڈیک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تو جوزیو نے کہا "خاموش ہو جاؤ لڑکے۔"

"میں نہیں جاؤں گا۔" لاڈیک نے روتے ہوئے کہا...... حالانکہ اس کا دل جانے کو چاہ رہا تھا۔

"کیوں؟" بیرن نے پوچھا۔

"میں فلورینا سے دور نہیں رہ سکتا۔"

"فلورینا...... یہ کون ہے؟"

"میری سب سے بڑی بیٹی جناب" جوزیو نے وضاحت کی۔ "لیکن آپ فکر نہ کریں۔ جناب۔ اس کا تو باپ بھی جائے گا۔"

سب خاموش رہے۔ بیرن چند لمحے کسی سوچ میں گم رہا۔ لاڈیک بدستور آنسو بہاتا رہا تھا۔ "لڑکی کی عمر کیا ہے؟" بیرن نے پوچھا۔

"چودہ سال کی ہے۔" جوزیو نے جواب دیا۔

"کچن میں کام کر سکتی ہے؟" بیرن نے ہیلن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں اس مرتبہ عورت باقاعدہ رونا نہ شروع کر دے۔

"جی ہاں جناب۔" ہیلن بولی۔ "وہ کھانا پکا سکتی ہے، کپڑے سی سکتی ہے اور......"

"بہت خوب۔ تب تو وہ بھی آ سکتی ہے۔ کل صبح میں ان دونوں کا انتظار کروں گا۔" بیرن نے کہا اور دروازے کی طرف چل دیا۔ دروازے تک پہنچنے سے پہلے، بیرن نے پلٹ کر لاڈیک کی طرف دیکھا اور اسے ایک حوصلہ افزا مسکراہٹ سے نوازا۔ لاڈیک بھی مسکرا دیا۔ وہ زندگی کی پہلی سودے بازی میں کامیاب رہا تھا۔ بیرن کے جاتے ہی ہیلن نے اسے اپنی آغوش میں بھینچ لیا۔ "مما کے سب سے چھوٹے بچے" اُس نے بڑی شفقت سے کہا۔ "اب تم کیا بنو گے؟"

رات میں ہیلن نے لاڈیک اور فلورینا کا سامان باندھ دیا۔

صبح وہ سب کاٹیج کے دروازے پر کھڑے اُن دونوں کو رخصت ہوتے دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں اپنا اپنا سامان اُٹھائے ہوئے تھے۔ فلورینا بار بار پلٹ دیکھتی اور ہاتھ لہراتی رہی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ لیکن لاڈیک نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ فلورینا، بیرن کے محل تک اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے رہی۔ اب اُن دونوں کے کردار تبدیل ہو چکے تھے۔ اس دن کے بعد فلورینا کو لاڈیک پر انحصار کرنا تھا۔ اُنہوں نے ڈرتے ڈرتے محل کے عظیم الشان پھاٹک پر دستک دی۔ ایک باوردی ملازم نے دروازہ کھولا۔ وہ اُن کا منتظر تھا۔

ہال میں سرخ ودبیز قالین پر چلتے ہوئے لاڈیک قدرے جھجک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اُسے جوتے باہر ہی اتار دینا چاہیے تھے۔ قالین اتنا دبیز تھا کہ ان کے قدموں کی ہر آہٹ کو نگل رہا تھا۔ ملازم انہیں محل کے غربی حصے میں لے گیا، جہاں ان کے لیے الگ الگ خواب گاہ کا بندوبست کیا گیا تھا۔ دونوں کمروں کے درمیان ایک دروازہ بھی تھا، جسے دیکھ کر لاڈیک نے سکون کا سانس لیا۔ وہ تنہا سونے کا عادی نہیں تھا۔ فلورینا کو کچن میں پہنچا دیا گیا اور لاڈیک کو محل کے جنوبی حصے میں واقع پلے روم کی طرف لے جایا گیا، جہاں بیرن کے بیٹے لیون سے اسکی ملاقات ہوئی۔

لیون دراز قامت، خوش رو اور خوش مزاج لڑکا تھا۔ اس نے والہانہ انداز میں لاڈیک کا استقبال کیا۔ لاڈیک اسے پسند کیے بغیر نہ رہ سکا۔ درحقیقت لیون بھی تنہائی کا شکار تھا۔ اسے کھیلنے کے لیے اپنی آیا کے سوا کوئی ساتھی میسر نہ تھا۔ اس کی ماں اُس کے ایام شیرخواری ہی میں موت کا شکار ہو گئی تھی۔ انا نے اسے دودھ پلایا تھا اور اس کی پرورش کی تھی۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ جنگل پار سے آنے والا یہ گول مٹول سالڑکا اچھا ساتھی ثابت ہوسکتا ہے اور وہ جانتے تھے کہ کم از کم ایک لحاظ سے دونوں ہم پلہ ہیں۔

لیون سب سے پہلے لاڈیک کو محل کی سیر کرانے لے گیا۔ صبح کا سارا وقت اس سیر میں گزر گیا اور ان دونوں کو وقت کے گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ لاڈیک کے لیے محل کی وسعت، اس کی خوبصورتی آرائش اور فرنیچر کی دیدہ زیبی مسحور کن تھی۔ لیکن لیون کے سامنے اُس نے محض متاثر کن قرار دیا۔ اُسے احساس تھا کہ محل میں اُس کا داخلہ اُس کی قابلیت کی بنیاد پر ممکن ہوا ہے۔ لیون نے سے بتایا کہ محل قومی طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔ لاڈیک نے یوں اثبات میں سر ہلایا، جیسے وہ قومی طرز تعمیر پر اتھارٹی ہو پھر لیون اُسے وسیع وعریض تہ خانے میں لے گیا، جہاں گرد سے ڈھکی ہوئی شراب کی سر بند بوتلوں کا ذخیرہ موجود تھا۔ لاڈیک کو ڈائننگ ہال نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ وہ بہت بڑا ہال تھا اور اس کی دیواروں پر شکار کیے ہوئے جانوروں کے حنوط شدہ سر آویزاں تھے۔ لیون اسے اُن جانوروں کے نام بتاتا رہا۔ دیوار پر دوستوسکی گھرانے کا نصب العین بھی سنہرے دھاتی حروف کی شکل میں جڑا ہوا تھا۔ خوش قسمتی بہادروں کا ساتھ دیتی رہی۔

دوپہر کا کھانا لاڈیک نے بہت تھوڑا سا کھایا کیونکہ وہ چھری کانٹا استعمال کرنا نہیں جانتا تھا۔ کھانے کے بعد اس کو دونوں اُستادوں سے ملوایا گیا جو لیون کے برعکس انتہائی سردمہری سے ملے رات کو اُس نے تصور سے بھی زیادہ نرم اور اپنی خیال دُنیا سے زیادہ وسیع وعریض بستر پر لیٹ کر فلورینا کو محل کے متعلق بتایا۔ فلورینا کی نظریں اس کے چہرے کا طواف کرتی رہیں۔ حیرت سے اُس کا منہ کھل گیا تھا...... اور چھری کانٹے کا تذکرہ سنتے وقت تو اُس کی حیرت دیدنی تھی۔

اگلی صبح پڑھائی کا آغاز ٹھیک سات بجے، ناشتے سے پہلے ہوا۔ پھر وہ سارا دن پڑھتے رہے۔ اس دوران میں وقفے بھی ہوتے رہے۔ ابتدا میں لیون کو لاڈیک پر واضح برتری حاصل تھی۔ لیکن لاڈیک کتابی کیڑا بن کر رہ گیا۔ چند ہفتے بعد وہ برتری دھیرے دھیرے سمٹنے لگی۔ اس دوران، دونوں میں دوستی اور رقابت بیک وقت نمو پاتی رہی۔ دونوں اُستاد، دونوں لڑکوں کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ وہ لاڈیک کی ذہانت کی تعریف کرتے ہوئے بھی ہچکچاتے تھے۔ تاہم بیرن کے استفسار پر انہوں نے تسلیم کیا کہ سلونم اسکول کے اُستاد کا انتخاب بالکل درست ہے۔ لاڈیک کو اُستادوں کے رویے کی کوئی پروا نہیں تھی، کیونکہ لیون اس کے ساتھ برابری کا سلوک کرتا تھا۔

بیرن دونوں لڑکوں کی کارکردگی سے خوش تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً لاڈیک کو کپڑوں اور کھلونوں کی صورت میں انعام سے نوازتا رہا، دھیرے دھیرے لاڈیک، بیرن کی بے انتہا عزت کرنے لگا۔ پھر جب کرسمس پر کالج واپس جانے کا موقع آیا تو وہ لیون سے جدا ہوتے ہوئے افسردہ ہو گیا محل سے جانا اس کے لیے باعث آزار تھا...... حالانکہ وہ تین ماہ سے بچھڑی ہوئی ماں سے ملنے کے لیے تڑپ رہا تھا لیکن محل میں رہنے کے بعد اس پر اپنے گھر کی تمام حقیقت کھل گئی تھی چھٹی کے دن گزارنے عذاب ہو گئے۔ کالج میں وہ خود کو قیدی محسوس کرتا تھا۔ کھانے کے وقت اور مصیبت ہوتی۔ کھانا اسے اچھا نہ لگتا...... اس پر ہاتھ سے کھانے کی مصیبت...... محل میں کھانے کو نوحصوں میں تقسیم نہیں کیا جاتا تھا۔ دو ہفتے بعد ہی لاڈیک محل واپس جانے کے لیے بے چین ہو گیا۔ فلورینا، جو محل میں صرف کچن تک محدود رہی تھی، لاڈیک کی بے چینی کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ دوسری طرف جوزیو کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس خوش لباس اور خوش اطوار لڑکے کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرے۔ جو چھ سال کی عمر میں ایسی باتیں کر رہا تھا، جن سے وہ خود لاعلم رہا تھا۔ جنہیں وہ جاننا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس کے نزدیک لڑکا سوائے کتابوں میں وقت ضائع کرنے کے کچھ نہیں کرتا۔ آخر اس لڑکے کا ہوگا کیا؟ وہ سوچتا۔ اگر اسے کلہاڑی چلانا نہ آئی...... اگر اس نے شکار کرنا نہ سیکھا تو کیا چوریاں کر کے پیٹ پالے گا! وہ بے چارہ خود دعا کر رہا تھا کہ چھٹیاں جلد گزر جائیں کیونکہ جتنے دن لاڈیک اس کی نظروں کے سامنے رہے گا وہ اُسے دیکھ کر کڑھتا رہے گا۔

ہیلن، لاڈیک کو دیکھ کر فخر سے پھولی نہ سما رہی تھی، شروع میں تو اس نے یہ حقیقت تسلیم ہی نہ کی کہ اس کے اور لاڈیک کے درمیان ایک خلیج سی حائل ہو گئی ہے۔ لیکن وہ زیادہ دیر اس حقیقت کو نہ جھٹلا سکی۔ ایک خلیج لاڈیک اور دوسرے بچوں کے دریمان حائل ہو چکی تھی۔ ایک شام جنگ کا کھیل کھیلتے ہوئے اسٹیفن اور فرینک نے، جو جنرل بنے ہوئے تھے، لاڈیک کو اپنی فوج میں لینے سے انکار کر دیا۔

"مجھے ہمیشہ باہر کردیتے ہیں۔" لاڈیک نے روتے ہوئے کہا۔ "حالانکہ میں لڑنا بھی سیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تم ہم میں سے نہیں ہو۔" اسٹیفن نے کہا۔ "تم ہمارے بھائی نہیں ہو۔"

چند لمحے خاموشی رہی، پھر فریک بولا۔ "پاپا تمہارے خلاف تھے۔ بس مما کی وجہ سے تم ہمارے ہاں رہ سکے ہو۔"

لاڈیک ساکت کھڑا سب بچوں کے چہرے ٹٹولتا رہا۔ ان میں فلورینا نہیں تھی۔

"فریک کہہ رہا تھا کہ میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔" کچھ دیر بعد لاڈیک نے فلورینا سے شکایت کی۔

تب اسے اپنی پیدائش کے واقعات کا علم ہوا۔ اسے پتہ چلا کہ وہ اپنے بہن بھائیوں سے مختلف کیوں ہے لاڈیک کو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ اسکی رگوں میں گھٹیا جوزیو کی بجائے کسی نامعلوم شخص کا خون دوڑ رہا ہے لیکن اس نے اس خوشی کا برملا اظہار نہیں کیا۔

بالآخر چھٹیوں کے ناخوشگوار دن گزر گئے اور لاڈیک ہنسی خوشی محل میں واپس چلا گیا۔ لیون اس سے لپٹ گیا۔ وہ خود میں اور لاڈیک میں ایک مماثلت محسوس کر چکا تھا۔ جیسے جوزیو کی غربت نے لاڈیک کو اکیلا پن دیا تھا، ویسے ہی بیرن کی دولت اور امارت نے اُسے تنہا کر دیا تھا۔ یہ عجیب درد مشترک تھا۔ اس دوری کے بعد دونوں لڑکوں کے درمیان قربت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ ایک پل کے لیے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے۔ گرمی کی چھٹیاں آئیں تو لیون نے بیرن سے التجا کی لاڈیک کو محل ہی میں رہنے دیا جائے۔ بیرن بھی لاڈیک سے محبت کرنے لگا تھا۔ چنانچہ اس نے یہ بات مان لی۔ لاڈیک بھی خوش تھا۔ اس کے بعد وہ صرف ایک مرتبہ جوزیو کے کاٹج میں داخل ہوا۔

دونوں لڑکے پڑھائی مکمل کرنے کے بعد کھیلتے۔ آنکھ مچولی ان کا پسندیدہ کھیل تھا۔ محل میں 72 کمرے تھے۔...... یعنی محل کی وسعت اس کھیل کے لیے مثالی تھی۔ لاڈیک کی پسندیدہ جگہ زیرِ زمین کوٹھریاں تھیں، جہاں اس قدر اندھیرا تھا کہ موم بتی کی روشنی کے بغیر چلنا محال تھا۔ لاڈیک کی سمجھ میں اُن کوٹھریوں میں مصرف نہیں آتا تھا اس سلسلے میں نوکر بھی اس کی مدد کرنے سے قاصر تھے۔ کیونکہ انہوں نے ان کوٹھریوں کو کبھی زیرِ استعمال نہیں دیکھا تھا۔

لاڈیک کو احساس تھا کہ وہ صرف پڑھائی کے معاملے میں لیون کا ہم پلہ ہے۔ لیون کھیل کود میں بہت تیز تھا اور سوائے شطرنج کے لاڈیک کسی کھیل میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ان دونوں کے کھیل کا میدان دریائے اسٹرچ تک پھیلا ہوا تھا، جو بیرن کی جاگیر کے ساتھ ساتھ بہتا تھا۔ موسم بہار میں مچھلیاں پکڑتے، گرما میں نہاتے اور سرما میں دریا منجمد ہو جاتا تو وہ اسکیٹس باندھ کر

برف پر ایک دوسرے کے پیچھے پھسلا کرتے۔ فلورینا دریا کے کنارے بیٹھی تشویش آمیز لہجے میں انہیں سمجھاتی رہتی کہ کہیں برف پتلی اور کمزور نہ ہو۔

لیون کی نشوونما کا عمل بہت تیز تھا۔ لاڈیک اسے دیکھتا تو اسے شدت سے اپنی جسمانی کمزوری کا احساس ہونے لگتا۔ وہ گھنٹوں آئینے کے سامنے کھڑا اپنے عکس کو دیکھتا، سوچتا اور کڑھتا رہتا کہ آخر قدرت نے اُسے صرف ایک ہی چھاتی کیوں دی ہے سینے کے دوسرے حصے اور گھنڈی سے محرومی اس کے لیے عذاب ہوگئی تھی اپنی دانست میں گویا وہ نسل انسانی سے ہی خارج ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ اپنی گھنڈی سے محروم چھاتی کو اُنگلی سے سہلاتا رہتا اور خود ترسی میں مبتلا ہو جاتا۔ بالآخر وہ دُعا کرتے کرتے سو جاتا کہ صبح جب وہ سو کر اُٹھے تو ایک کامل انسان ہو، لیکن اس کی دُعا کبھی قبول نہ ہوئی۔ رات کے وقت وہ اپنے کمرے میں ورزش کرتا۔ بڑی کوشش کے بعد اس نے چلنے کا ایسا انداز اپنایا، جس سے وہ قدرے لمبا نظر آئے۔ وہ چھت سے لٹکتا کہ شاید اسی طرح اُس کا قد بڑھ جائے...... جبکہ لیون بے فکری سے سونے کے باوجود قد نکالتا رہا اور وہ تمام تر کوششوں کے باوجود پستہ قامت رہا۔ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ قد کے معاملے میں وہ ہمیشہ لیون سے کم رہے گا۔ لیکن لیون کا رویہ لاڈیک کے لیے حوصلہ افزا تھا۔ لیون نے کبھی اپنے دوست کو اُس کے جسمانی بھدے پن اور کمزوری کا احساس نہیں دلایا تھا۔ وہ تو لاڈیک سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا بیرن کی لاڈیک سے محبت دن بدن بڑھتی رہی۔ لاڈیک کی آمد سے اُس کے لیون کو ایک چھوٹا بھائی مل گیا تھا۔ رات کا کھانا وہ دونوں ہمیشہ بیرن کے ساتھ کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد بیرن انہیں پولینڈ کی تاریخ کے متعلق بتاتا۔ لاڈیک بار بار اصرار کر کے ٹیڈ کوزکو کی کہانی سنتا۔

"وہ ہیرو تھا۔" بیرن بتاتا۔ "وہ جدوجہد آزادی کی علامت تھا۔ اُس نے فرانس میں تربیت حاصل کی تھی۔"

"یہی وجہ ہے کہ ہم فرانسیسیوں سے محبت کرتے ہیں، اسی طرح جس طرح روسیوں اور آسٹرین سے نفرت، ہمارے خمیر میں ہے۔" لاڈیک ٹکڑے لگاتا۔ اسے وہ سب، لفظ بہ لفظ یاد تھا۔

"کون کسے کہانی سُنا رہا ہے لاڈیک؟" بیرن ہنستے ہوئے کہتا اور کہانی جاری رہتی۔ "ادھر امریکہ میں جارج واشنگٹن، آزادی اور جمہوریت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ 1792ء میں اس نے ڈوبینکا کی جنگ میں پولش لوگوں کی قیادت کی۔ پھر جب ہمارا مردود شاہ آگٹس، رُوسیوں کے ہاتھوں بک گیا۔ تب کوزکو، پولینڈ واپس آیا تاکہ زار کی غلامی کا جوا گردن سے اتار پھینکے۔ اس نے کون سی جنگ جیتی تھی، لاڈیک؟"

"ریکلا وائس کی جنگ...... جس میں اس نے وارسا کو آزاد کرایا تھا۔"

درست ہے میرے بچے...... پھر رُوسیوں نے طاقت بڑھائی...... اسے شکست دی اور اسے قیدی بنا کر لے گئے۔ اس جنگ میں میرے جدِ محترم، کوز کو کے شانہ بشانہ لڑے تھے، پھر میرے جدِ امجد نے نپولین کے ساتھ بھی جنگوں میں حصہ لیا۔"

"اور آپ کا یہ لقب بیرن رڈنسکی انہی خدمات کا صلہ ہے۔" لاڈیک کے لہجے میں فخر تھا۔

"اچھے دن پھر آئیں گے۔" بیرن نے پر امید لہجے میں کہا۔ "کاش، میں اس وقت تک زندہ رہوں۔"



کرسمس کے روز سب دیہاتی اپنے اپنے طور پر تحائف لے کر محل آتے، بچے شام کے ستارے کی کھوج میں لگ جاتے۔ شام کا ستارہ نظر آتے ہی دعوت کا آغاز ہوتا۔ بیرن کے دسترخوان پر انواع و اقسام کی نعمتیں سجی ہوتیں اور وہاں کوئی بھی آ سکتا تھا۔ لاڈیک، جوزیو کو کھانے پر ٹوٹتا دیکھ کر بیزار ہو جاتا۔ وہ جانتا تھا کہ واپسی میں جوزیو جنگل میں اُلٹیاں کرتا پھرے گا۔ دعوت کے بعد لاڈیک جب دیہاتی بچوں کو کرسمس ٹری سے تحفے توڑ کر دیتا تو اُسے بہت لطف آتا۔ ان میں اس کے اپنے بہن بھائی بھی ہوتے۔ صوفیہ کے لیے گڑیا، جوزف کے لیے چاقو، فلوریتا کے لیے نیا ملبوس...... وہ پہلی فرمائش تھی جو لاڈیک نے بیرن سے کی تھی۔

1914ء کے موسم بہار تک لاڈیک پڑھائی میں اور تیز، اور جسمانی اعتبار سے خاصا مضبوط ہو چکا تھا۔ پھر جولائی میں اچانک جرمن ٹیوٹر انہیں الوداع کہے بغیر کہیں چلا گیا۔ دونوں لڑکے، اس کے جانے کی وجہ سے ناواقف تھے۔ انہیں پتہ بھی نہ چلا کہ اس کی واپسی کا تعلق آرچ ڈیوک فرڈین کے قتل سے ہے، جسے ایک انارکسٹ طالب علم نے قتل کر دیا تھا دوسری طرف بیرن بھی تھکا تھکا نظر آنے لگا تھا۔ لڑکے اس کی وجہ بھی سمجھنے سے قاصر تھے۔ پھر نوجوان ملازمین ایک ایک کر کے غائب ہونے لگے۔ وہ سال یونہی گزر گیا۔ لیون اس دوران دراز تر اور لاڈیک مضبوط تر ہوتا گیا۔ اگلے سال موسم گرما کی ایک صبح بیرن وارسا کے سفر پر روانہ ہوا کیونکہ اسے وہاں اہم کام تھا۔ وہ پچیس دن محل سے غیر حاضر رہا...... اُن میں سے ہر دن لاڈیک کے لیے بوریت کا دن تھا۔ اس کی واپسی کے دن، دونوں لڑکے سلونم ریلوے اسٹیشن گئے تاکہ بیرن کو خوش آمدید کہیں۔ اسٹیشن سے محل تک سفر کے دوران، وہ تینوں ہی خاموش رہے۔

بیرن بہت بوڑھا اور تھکا تھکا نظر آنے لگا آئندہ چند ہفتوں میں اس کا رویہ عجیب سا رہا۔ اکثر وہ ملازمین سے تشویش آمیز سخت لہجے میں باتیں کر رہا ہوتا...... وہ اس کے قریب جاتے تو بیرن خاموش ہو جاتا۔ دونوں لڑکے خوف زدہ رہنے لگے۔ کیونکہ وہ رویہ بیرن کے فطری انداز سے ہٹ کر

تھا۔ لاڈیک کو خوف تھا کہ شاید بیرن اسے واپس بھجوانے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔

ایک شام بیرن نے دونوں لڑکوں کو ہال میں طلب کیا۔ وہ خوف زدہ سے اس کے حضور پہنچے بیرن نے بلاتمہید بتایا کہ انہیں ایک طویل سفر کرنا ہے۔ وہ مختصر سی گفتگو اُس وقت لاڈیک کو غیر اہم لگی تھی۔ لیکن پھر وہ زندگی بھر اسے بھول نہ سکا۔

"میرے بچو۔" بیرن نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "جنگ باز جرمن، آسٹرین اور ہنگرین، وارسا کی شہہ رگ تک آ چکے ہیں۔ کسی بھی لمحے وہ ہمارے سروں پر پہنچ جائیں گے۔"

لاڈیک کو پولش ٹیوٹر کا ایک جملہ یاد آ گیا۔ "گویا غرقابی کی ساعت آ پہنچی ہے؟" اس نے پوچھا۔

بیرن نے اُسے بڑی شفقت سے دیکھا۔ "ڈیڑھ سو سال کا جبر و استبداد بھی ہماری قومی رُوح کو نہیں کُچل سکا ہے، میرے بچے۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن اس وقت پولینڈ کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے۔ ہم اتنے کمزور ہیں کہ تاریخ پر اپنی مرضی کی تحریر بھی کندہ نہیں کر سکتے۔ ہم اس وقت تین پڑوسی طاقتوں کے رحم و کرم پر ہیں۔"

"ہم مضبوط ہیں...... لڑ سکتے ہیں۔" لیون نے کہا۔ "ہماری تلواریں زنگ آلود نہیں ہیں۔ ہم جرمنوں یا رُوسیوں سے خوف زدہ نہیں ہو سکتے۔"

"میرے بیٹے، تم نے جنگ کا محض کھیل کھیلا ہے۔ فی الحال ہمیں ایک ایسی پناہ گاہ تلاش کرنا ہے، جہاں ہم اس وقت تک رہ سکیں جب تک پولینڈ کی قسمت کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ میری دُعا ہے کہ ایسا نہ ہو...... لیکن شاید یہ تمہارے بچپن کا قبل از وقت اختتام ہے۔"

لیون اور لاڈیک دونوں گنگ ہو کر رہ گئے۔ ان کے نزدیک جنگ ایک پر لطف چیز تھی جبکہ بیرن انہیں جنگ سے گریز کا حکم دے رہا تھا۔ ملازمین نے سامان باندھنا شروع کر دیا تھا۔ یہ طے ہو چکا تھا کہ آنے والے پیر کو وہ اپنے موسم گرما کے چھوٹے سے مکان میں منتقل ہو جائیں گے۔

دونوں لڑکے بدستور اپنی پڑھائی اور کھیل کود میں مصروف رہے...... لیکن اب ان کے پے چیدہ سوالوں کے جواب دینے والا کوئی نہیں تھا ہفتے کی صبح وہ پڑھائی میں مصروف تھے کہ گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔ شروع میں تو انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ شکاری، جنگل میں فائرنگ کرتے ہی رہتے تھے۔ لیکن پھر قریب سے سنائی دینے والی رائفل کی گرج نے انہیں چونکا دیا۔ پھر شور سنائی دیا۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔ مختصر سی زندگی میں انہیں کوئی ایسا تجربہ نہیں ہوا تھا جس کی بنا پر وہ خوف زدہ ہوتے۔ ٹیوٹر انہیں تنہا چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ پھر قریب سے ایک اور گولی کی آواز آئی۔ اس بار آواز دروازے کے باہر والی راہداری سے آئی تھی۔ وہ دونوں ساکت بیٹھے رہے ان کے دل کسی انجانے

خوف سے لرز رہے تھے...... پھر ایک دھماکے سے دروازہ کھلا اور ایک فوجی وردی والا شخص اندر داخل ہوا۔ لیون، لاڈیک سے لپٹ گیا...... لاڈیک آنے والے کو گھورنے لگا۔ فوجی نے جرمن میں اُس سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے۔ وہ جرمن جانتے تھے لیکن کوئی جواب نہ دے سکے۔ پھر ایک اور فوجی اندر آ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر اُنہیں گردن سے پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے راہداری اور پھر وہاں سے باغ میں لے گیا۔ وہاں فلورینا ہسٹریائی انداز میں چیخے جا رہی تھی۔ اس کی نظریں اپنے قدموں کے سامنے، گھاس پر جمی ہوئی تھیں۔ لیون سے وہ منظر دیکھا نہ گیا اور اُس نے لاڈیک کے کندھے کے پیچھے منہ چھپا لیا، لاڈیک حیرت اور دہشت کے عالم میں اُن لاشوں کو تکتا رہا۔ ان میں سے بیشتر اُن کے ملازم تھے۔ پھر وہ سکتے میں رہ گیا۔ ان میں اس کے باپ، جوزیو کی لاش بھی تھی۔ وہاں خون کا تالاب سا بن گیا تھا۔

''کیا پاپا بھی ہیں؟'' لیون نے پوچھا۔

لاڈیک نے لاشوں کی طرف دیکھا۔ خدا کا شکر ہے، ان میں بیرن نہیں تھا۔ وہ لیون کو اطلاع دینے ہی والا تھا کہ ایک فوجی لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے پاس چلا آیا۔ ''بیرن کا بیٹا کہاں ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''میں ہوں۔'' لاڈیک نے اکڑ کر کہا۔

فوجی نے رائفل بلند کی اور نال لاڈیک کے سر سے ٹکرائی۔ وہ گر پڑا۔ اُس کا چہرہ خون میں نہا گیا تھا۔ لیون تیزی سے اس پر گر گیا۔ وہ لاڈیک کو فوجی کے دوسرے وار سے بچانا چاہتا تھا۔ رائفل کی نال کا سفر جاری رہا۔ اگلے ہی لمحے وہ، لیون کی کھوپڑی کے عقبی حصے سے ٹکرائی۔ اب دونوں لڑکے بے حس و حرکت پڑے تھے۔ لاڈیک اس لیے کہ پہلے وار نے اسے چکرا دیا تھا...... اور پھر لیون کا بوجھ اس کی سانسیں روک رہا تھا۔ لیون اس لیے کہ وہ مر چکا تھا۔

لاڈیک نے دوسرے فوجی کی آواز سنی، جو اپنے ساتھی کو ڈانٹ رہا تھا۔ انہوں نے لیون کو اُٹھانا چاہا لیکن لاڈیک اس سے چمٹ کر رہ گیا تھا۔ بدقت تین سپاہیوں نے لاڈیک کو اس کے مردہ دوست سے جدا کیا۔ لیون کی لاش بڑی بے پروائی سے دوسری لاشوں کے ساتھ ڈال دی گئی۔ لاڈیک پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اپنے دوست کی لاش کو دیکھتا رہا۔ پھر اسے چند بچے کھچے ملازمین کے ساتھ زیرِ زمین کوٹھریوں کی طرف لے جایا گیا اور دروازے بند کر دیے گئے۔ لاڈیک کی آنکھوں کے سامنے آنکھوں کو پتھرا دینے والا ایک اور منظر تھا۔ تہ خانے کی دیوار سے ٹیک لگائے بیرن بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بے حد اُجڑا اُجڑا سا لگ رہا تھا۔ بیرن نے نظریں اُٹھائیں۔ چند لمحے وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے...... پہلی ملاقات کی طرح! پھر لاڈیک نے ہاتھ بڑھایا اور بیرن نے اُسے پہلے کی

طرح تھام لیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے...... پہلی ملاقات کی طرح! پھر لاڈیک نے ہاتھ بڑھایا اور بیرن نے اُسے پہلے کی طرح تھام لیا۔ وہ دونوں ہی خاموش تھے۔ لاڈیک، بیرن کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو دیکھے جا رہا تھا۔ اُن کا درد مشترک تھا۔ دونوں سے وہ ہستی چھین لی گئی تھی، جسے وہ دنیا میں سب سے زیادہ چاہتے تھے۔



ولیم کین تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ گرد و پیش کے ماحول میں ہر شخص کے نزدیک وہ ایک ایسا بچہ تھا، جو چاہے جانے کے قابل تھا۔ لوئس برگ اسکوائر میں کین فیملی کے آبائی مکان کی اوپری منزل، نرسری کوارٹر میں تبدیل کر دی گئی تھی۔ وہیں نرس کے لیے ایک خواب گاہ اور ایک کمرہ نشست کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ وہ پہلی مرتبہ کب بولا، کب اُس نے دانت نکالا، کب وہ پہلی مرتبہ چلا...... یہ سب باتیں این نے فیملی بک میں ریکارڈ کر لی تھی، فیملی بک میں اس کے علاوہ ہر ماہ اس کا قد اور وزن بھی درج کیا جاتا تھا۔ ولیم کی نرس انگریز تھی اور وہ ضابطوں کے مطابق اس کی نگہداشت کرتی رچرڈ کین ہر شام چھ بجے، بچے سے ملنے آتا، وہ بچوں سے غوں غاں کی زبان میں یا تتلا کر بولنے کا قائل نہیں تھا۔ چنانچہ باپ، بیٹے کے درمیان کوئی گفتگو نہ ہوتی۔ وہ بس ایک دوسرے کو ٹکر ٹکر دیکھتے رہتے۔ ولیم اپنے باپ کی انگشت شہادت پکڑ لیتا، وہ اُنگلی جس سے بیلنس شیٹ چیک کی جاتی ہے وہ باپ کی اُنگلی بڑی مضبوطی سے پکڑتا۔ رچرڈ زیرِ لب مسکراتا کہ پوت کے پاؤں پالنے ہی میں نظر آنے لگے ہیں۔

پہلے سال کے اختتام پر، معمولات میں معمولی سی تبدیلی آئی۔ اب بچے کو نیچے آ کر اپنے باپ سے ملنے کی اجازت مل گئی تھی۔ رچرڈ اپنی بلند و بالا چرمی کرسی پر بیٹھا، اپنے بیٹے کو چاروں ہاتھ پیروں پر چلتے ہوئے اور راستے میں رُکاوٹ بننے والے فرنیچر کے درمیان غروب ہوتے اور پھر خلافِ توقع طلوع ہوتے دیکھتا، بچہ ہر رُکاوٹ عبور کرتا ہوا، باپ تک پہنچ جاتا، رچرڈ نے اس کی ثابت قدمی سے اندازہ لگایا کہ وہ مستقبل میں ایک کامیاب سینیٹر ثابت ہو سکتا ہے۔ ولیم نے تیرہ ماہ کی عمر میں زندگی کا پہلا قدم، باپ کا کوٹ تھام کر اُٹھایا۔ اس کی زبان سے ادا ہونے والا لفظ ڈاڈا سب کے لیے خوش کن ثابت ہوا تھا۔ نانی اور دادی بھی اس سے ملنے کے لیے آتی رہتی تھیں۔ وہ اس کی پرام تو نہیں دھکیلتی تھیں۔ لیکن جب نرس، ولیم کو پرام میں بٹھا کر بوسٹن کی سیر کراتی تو وہ دونوں اس کے پیچھے پیچھے ہوتیں...... پھر ڈاکٹر میکنزی نے رچرڈ اور این کو بتایا کہ این کا دوبارہ ماں بننا مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔ یوں رچرڈ کین کو ایک ہی ولی عہد پر اکتفا کرنا پڑا۔ وہ اپنے انداز میں این سے بہت محبت کرتا تھا حالانکہ یہ محبت بھی ضابطوں کی پابند تھی۔ ڈاکٹر کی تنبیہہ کے بعد گھر میں کبھی دوسرے بچے کا تذکرہ

نہیں ہوا۔ یہ تنبیہہ اس لیے اور بھی موثر ثابت ہوئی تھی کہ ولیم کی پیدائش کے دو سال بعد این کی زچگی کا کیس بگڑ گیا تھا۔ بچہ مردہ پیدا ہوا تھا اور خود این مرتے مرتے بچی تھی۔

رچرڈ 1904ء میں کین اینڈ کابوٹ بینکنگ کا صدر بنا تھا۔ اس کے نزدیک بینک کے کام عبادت کی حیثیت رکھتے تھے۔ بینک کی عمارت اسٹیٹ اسٹریٹ میں تھی اور اس کی شاخیں نیویارک، لندن اور سان فرانسسکو میں تھیں۔ ولیم کی پیدائش کے وقت سان فرانسسکو والی شاخ میں گڑ بڑ ہوئی تو بینک تباہ ہوگیا۔ معاشی اور مالی اعتبار سے نہیں...... بلکہ زلزلے نے اس عمارت کو ملیا میٹ کر دیا۔ رچرڈ ایک محتاط آدمی تھا۔ اس نے لائیڈز لندن سے بیمہ کروا رکھا تھا۔ بیمے سے ملنے والی رقم کے ذریعے نئی عمارت تعمیر کرائی گئی۔ اکتوبر 1907ء میں نئے آفس نے کام شروع کردیا۔ عمارت کی تعمیر کے دوران وہ چھوٹے چھوٹے مسائل پر توجہ نہ دے سکا۔ سان فرانسسکو سے نمٹ کر ہی ان کی طرف متوجہ ہو سکا۔ نیویارک میں بینک کا کاروبار خاصا مندا ہوگیا تھا۔ بیشتر اکاؤنٹس سے بڑی بڑی رقمیں نکلوائی جارہی تھیں وہ بہت ہی بحرانی دور تھا۔ ایسے میں مائٹی بینک کے جے پی مورگن نے رچرڈ کو انضمام کی پیش کش کی۔ رچرڈ نے اسے قبول کرلیا پھر کئی بے خواب راتوں کی قیمت پر وہ بحران سے سرخ رو نکل آئے۔

دوسری طرف ننھا ولیم بے فکری سے سوتا رہا اسے نہ تو زلزلے سے غرض تھی اور نہ ہی کاروباری بحران سے کوئی مطلب تھا۔

اگلے سال ایام بہار میں رچرڈ کو ہنری فورڈ کی فرم میں سرمایہ کاری کے بدلے ایک کھلونا ملا۔ ہنری فورڈ لوگوں کے لیے کار بنانا چاہتا تھا۔ فورڈ سے اس سلسلے میں گفتگو ہوئی۔ ہنری فورڈ نے آٹھ سو پچاس ڈالر مالیت کا ماڈل ''ٹی'' پیش کیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اگر بینک اس سے تعاون کرے تو کار کی قیمت مزید کم ہو سکتی ہے۔ چند برسوں میں اس قیمت کو ساڑھے تین سو ڈالر تک لایا جاسکتا ہے...... پھر ہر شخص کار خرید سکے گا...... یوں کاروبار چمکے گا اور بینک کو اپنی سرمایہ کاری پر زبردست منافع حاصل ہوگا۔ رچرڈ نے اُسے سرمایہ فراہم کیا۔ وہ پہلا موقع تھا، جب وہ کسی ایسے شخص کی مدد کر رہا تھا جو اپنی مصنوعات کی قیمت نصف کرنے پر تلا ہوا تھا۔ رچرڈ کو خوف تھا کہ اس کی کالی کار بینک کے چیئر مین کے لیے شایانِ شان تصور نہیں کی جائے گی۔ لیکن کار کی طرف اُٹھنے والی ستائشی نگاہوں نے اس خوف کی تردید کردی۔ کار کی رفتار دس میل فی گھنٹہ تھی اور وہ گھوڑے سے کہیں زیادہ پرشور تھی...... لیکن وہ سڑک پر گرد وغبار کا طوفان نہیں اُٹھاتی تھی۔ رچرڈ کو فورڈ سے ایک اختلاف تھا کہ کار مختلف رنگوں کی ہو لیکن فورڈ اسے تسلیم نہیں کرتا تھا۔

ولیم کو کار پہلی ہی نظر میں پسند آگئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس کے لیے خریدی گئی ہے

اور اس کی پرام کا متبادل ہے۔ پھر وہ نرس کے مقابلے میں ڈرائیور کو پسند کرنے لگا، جو ہیٹ اور گاگلز میں اسے کسی اور ہی دُنیا کا مخلوق دکھائی دینے لگا۔ دادی کین اور نانی کابوٹ نے تہیہ کرلیا کہ وہ اس خوفناک سواری میں کبھی نہیں بیٹھیں گی...... اور وہ واقعی کبھی نہیں بیٹھیں۔ اگرچہ دادی کین تدفین کے لیے کار میں لے جائی گئی تھیں...... تاہم انہیں اس کا پتہ ہی نہیں چل سکا ہوگا۔

آئندہ دو سال میں بینک اور ولیم دونوں کی جسامت بڑھ گئی۔ لوگ دل کھول کر سرمایہ کاری کررہے تھے۔ رچرڈ، بینک اور ولیم، دونوں کے ارتقا سے مطمئن تھا۔ ولیم کی پانچویں سالگرہ پر اس نے ولیم کو عورتوں کے ہاتھ سے لینے کا فیصلہ کیا اور بچے کے لیے ساڑھے چار سو ڈالر ایک ٹیوٹر رکھ دیا اس کی سیکریٹری نے آٹھ امیدوار منتخب کیے تھے جن میں سے اس نے مسٹر منرو کا انتخاب کیا۔ مسٹر منرو کی ذمے داری یہ تھی کہ وہ بارہ سال کی عمر تک ولیم کو سینٹ پال میں داخلے کا اہل بنادیں۔ ولیم فوراً ہی مسٹر منرو پر ملتفت ہوگیا۔ اس کے خیال میں وہ بہت بڑے اور بہت زیادہ عقلمند تھے۔ مسٹر منرو کی عمر صرف 23 سال تھی اور وہ ایڈبزگ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے۔ ولیم نے پڑھنا لکھنا بہت تیزی سے سیکھا لیکن اسے ریاضی سے خصوصی لگاؤ تھا۔ اسے شکایت یہ تھی کہ ہفتے میں صرف ایک دن ریاضی کا سبق دیا جاتا ہے۔ اس کی تلافی اس نے یوں کی کہ وہ ہر ملنے والے سے جمع تفریق کے سوال پوچھنے کو کہتا اور پھر زبانی جواب دیتا۔ نانی کابوٹ کی سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی کہ کسی عدد کو چار سے تقسیم کیا جائے یا چوتھائی سے ضرب دیا جائے تو جواب ایک ہی کیوں آتا ہے۔ انہوں نے جلد ہی نواسے کے حسابی ذہن کے سامنے ہار مان لی۔ البتہ دادی کین پیچیدہ سوال گھڑنے میں لاجواب تھیں۔ وہ کبھی تو سود در سود کے سوال کرتیں اور کبھی آٹھ کیک پیس نو بچوں کے درمیان تقسیم کرنے کی فرمائش کرتیں۔ لیکن جلد ہی ان کا ذخیرہ بھی ختم ہوگیا جبکہ ولیم بدستور کسی جن کی طرح ان کے سر پر ''اور کوئی سوال؟'' کی فرمائش لیے سوار رہتا تھا۔

''آپ مجھے بڑا والا پیمانہ دلا دیں...... تب میں آپ کو پریشان نہیں کروں گا۔''

دادی کین حیران رہ گئیں۔ انہیں یقین نہیں تھا کہ ولیم اُسے صحیح طور پر استعمال کرسکے گا۔ تاہم انہوں نے اسے پیمانہ دلوا دیا۔ یہ ان کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ انہوں نے کسی دُشواری کو اس طرح سہل بنانا قبول کیا ہو۔

رچرڈ کی مشکلات اب اسے مشرق کی سمت کھینچ رہی تھیں۔ لندن برانچ کے صدر کی موت کے بعد اُس کا لندن جانا ضروری ہوگیا۔ اس نے تجویز پیش کی کہ این اور ولیم بھی اس کے ساتھ چلیں۔ این پہلے کبھی یورپ نہیں گئی تھی۔ اس لیے فوراً تیار ہوگئی اس نے اپنے جدید ملبوسات تین بڑے صندوقوں میں پیک کرلیے۔ ولیم کو ماں سے شکایت تھی کہ وہ خود تو تین صندوقوں میں کپڑے

لے جا رہی ہیں، جبکہ اسے سائیکل لے جانے کی بھی اجازت نہیں۔ انہوں نے نیو یارک تک ٹرین میں سفر کیا۔ این جلد ہی پر ہجوم نیو یارک سے اُکتا گئی۔ جب کہ ولیم کو اس عظیم شہر نے بے حد متاثر کیا۔ اس سے پہلے وہ سمجھتا تھا کہ بوسٹن میں اس کے باپ کے بینک کی عمارت، امریکہ کی سب سے اونچی عمارت ہے پھر وہ آئس کریم کے لیے ضد کرنے لگا لیکن رچرڈ نے اس کی ایک نہ سنی وہ کبھی جیب سے ریز گاری لے کر سفر نہیں کرتا تھا...... اور پھیری والے کے پاس بڑے نوٹ کا کھلا ہونے کا امکان نہیں تھا پھر وہ بحری جہاز میں سوار ہو گئے ولیم کو یہ عظیم الشان جہاز بہت پسند آیا اور اس نے جلد ہی کیپٹن سے دوستی گانٹھ لی۔ کیپٹن نے اس کو جہاز کی سیر کرائی عملے کے لوگ بھی اس پر فدا ہو چکے تھے۔ رچرڈ اور این نے کیپٹن سے معذرت کی کہ بچہ عملے کا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے۔

''بالکل نہیں۔'' سفید ریش کیپٹن نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ولیم سے میری گہری دوستی ہو گئی ہے۔ کاش...... میں وقت، رفتار اور فاصلے کے متعلق اس کے تمام سوالوں کا درست جواب دے سکتا۔ ہر رات میں فرسٹ انجینئر سے مشورہ کرتا ہوں تا کہ ولیم کے سوالات کے لیے تیار ہو سکوں...... لیکن ہر بار کچھ نہ کچھ کمی رہ جاتی ہے۔''

چھ روز بعد بحری جہاز ساؤتھ امپٹن میں لنگر انداز ہوا۔ ولیم جہاز چھوڑنے پر رضا مند نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن جب اس نے شوفر سمیت رولس رائس دیکھی تو وہ جہاز بھول گیا رچرڈ نے فیصلہ کر لیا کہ دورہ مکمل ہوتے ہی کار بوسٹن بھجوا دے گا تا کہ مستقلاً استعمال میں آتی رہے۔ وہ ہنری فورڈ کو بھی یہ کار دکھانا چاہتا تھا۔

بینک کا دفتر رٹنر ہوٹل کے قریب ہی تھا، اس لیے وہ ہمیشہ رٹنر میں قیام کرتا تھا۔ رچرڈ بینک میں مصروف ہوتا تو این ولیم کو لندن کی سیر کرانے لے جاتی ولیم کو وہ سب کچھ بہت اچھا لگتا...... لیکن اسے انگریزوں کی انگریزی سمجھنے میں بہت دُشواری ہوتی تھی۔ ممی...... یہ لوگ ہماری طرح کیوں نہیں بولتے اس نے پوچھا۔ یہ سن کر اسے حیرت ہوئی کہ یہ سوال تو انگریز امریکنوں سے کرتے ہیں۔ رچرڈ کو بکنگھم پیلس کے باہر محافظوں کی ڈیوٹی تبدیل ہونے کا منظر بھی بہت پسند آیا۔ سرخ، چمکدار وردیاں، سنہرے بٹن...... اُس نے اُن سے باتیں کرنے کی کوشش کی ...... لیکن وہ خلا میں دیکھتے رہے۔ انہوں نے اپنی پلکیں بھی نہیں جھپکائیں۔

''ممی...... ہم ان میں سے ایک کو گھر نہیں لے جا سکتے۔'' ولیم نے پوچھا۔

''نہیں بیٹے...... انہیں یہاں رہ کر بادشاہ کی حفاظت کرنا ہوتی ہے۔''

''لیکن ممی...... بادشاہ کے پاس تو اتنے بہت سے ہیں۔ مجھے ایک بھی نہیں مل سکتا!''

این اور ولیم کے لیے چھٹیاں بڑی تیزی سے گزر رہی تھیں۔ دوسری طرف رچرڈ اپنے کام

سے مطمئن تھا۔ اس نے ایک مناسب چیئر مین چن لیا تھا۔ اب وہ واپس آنا چاہتا تھا۔ بوسٹن سے آنے والے ٹیلی گرام اسے تشویش میں مبتلا کر رہے تھے۔ پھر اسے اطلاع ملی کہ لارنس کے 25 ہزار مزدوروں نے ہڑتال کر دی ہے۔ رچرڈ کے بینک نے اس مل میں بھاری سرمایہ کاری کی تھی۔ وہ پریشان تو ہوا لیکن یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ اس کی روانگی میں صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ ولیم واپسی کے لیے بہت بے چین تھا وہ مسٹر منرو کو بتانا چاہتا تھا کہ انہوں نے اسے لندن کی جن جگہوں کے قصے سنائے تھے، وہ سب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنی نانی اور دادی سے ملنے کے لیے بے قرار تھا۔

روانگی سے ایک روز پہلے بینک کے نئے چیئر مین نے ان لوگوں کی دعوت کی۔ ولیم کی ان کے آٹھ سالہ بچے استوارٹ سے دوستی ہو گئی۔ دعوت زیادہ اچھی نہ رہی، کیونکہ استوارٹ کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ دعوت کے بعد ہوٹل واپس آ کر این سامان پیک کرنے میں مصروف ہو گئی۔ اس رات اس نے بچے کو بستر پر لٹایا تو پتہ چلا کہ ولیم بُری طرح بخار میں پھنک رہا تھا اس نے رچرڈ کو بتایا۔ گھر جانے کی خوشی اور ہیجان کا اثر ہے۔'' رچرڈ نے بے پروائی سے کہا۔

''کاش ایسا ہی ہو...... میں اسے بیماری کی حالت میں ساتھ لے کر چھ روز کا بحری سفر نہیں کرنا چاہتی۔''

اگلی صبح این نے دیکھا تو ولیم کے جسم پر سرخ دانے نکلے ہوئے تھے اور ٹمپریچر 103 تھا۔ ہوٹل کے ڈاکٹر نے خسرہ تشخیص کیا اور کہا کہ بچہ اس حال میں بحری سفر نہیں کر سکتا۔ اس طرح جہاز کے دوسرے مسافر بھی خطرے میں پڑ جائیں گے۔ اگلے جہاز کی روانگی تین ہفتے بعد تھی...... اور رچرڈ تین، ہفتے کی تاخیر کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ تنہا چلا جائے گا۔ ولیم بھی اس کے ساتھ جانے پر مصر تھا۔ بڑی مشکل سے رچرڈ اسے قائل کر سکا کہ اس کی صحت کے پیش نظر، یہ نامناسب ہے ''صرف تین ہفتے کی تو بات ہے۔'' اس نے ولیم کو سمجھایا۔

این، رچرڈ کو الوداع کہنے کے لیے جہاز تک گئی۔ ''رچرڈ...... لندن تمہارے بنا سونا سونا لگے گا۔'' اس نے رچرڈ کی ناراضگی مول لیتے ہوئے کہا۔ رچرڈ کو جذباتیت سخت ناپسند تھی۔

''ڈیئر...... میں بھی بوسٹن میں خود کو تنہا محسوس کروں گا۔'' رچرڈ نے کہا...... لیکن اس کا ذہن مل کے ہڑتالیوں میں اُلجھا ہوا تھا۔

این اُسے الوداع کہہ کر واپس آ گئی۔ اسے وہ تین ہفتے پہاڑ سے معلوم ہو رہے تھے۔ اگلی صبح ولیم کی حالت بہتر ہو گئی۔ دانے بھی مرجھا گئے تھے۔ لیکن ولیم کو بستر تک ہی محدود رہنا پڑا۔

جمعرات کی صبح وہ جلدی اُٹھ گیا۔ وہ بالکل نارمل تھا۔ وہ جا کر این کے بستر میں گھس گیا تو

اس کے سرد ہاتھوں سے این جاگ گئی۔ وہ مطمئن تھی کیونکہ بچہ بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آرہا تھا۔ اس نے روم سروس کو ناشتے کا آرڈر دیا اور دونوں ماں بیٹے نے ناشتہ بستر ہی میں کیا۔ رچرڈ موجود ہوتا تو یہ بات بھی پسند نہ کرتا۔ ناشتے کے ساتھ اخبار بھی تھی۔ ولیم کئی دن سے کھانے کو ترسا ہوا تھا۔ وہ ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔ این، ٹائمز کی سرخیوں سے اُلجھ گئی۔ ''ممی''...... وہ دیکھیے ڈیڈی کے جہاز کی تصویر!'' ولیم خوشی سے چیخا۔ ''لیکن ممی...... اس کا کیا مطلب ہے؟ کے...... لے...... مٹی۔''

اُس نے ہجے کر کے لفظ پڑھا۔

این نے چونک کر دیکھا۔ اخبار کے آدھے صفحے پر ٹیٹانک جہاز کی تصویر چھپی ہوئی تھی۔ اگلے ہی لمحے وہ اپنے اکلوتے بچے کو سینے سے چمٹائے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ ننھے ولیم کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا تھا۔ این جانتی تھی کہ اُن سے وہ ہستی چھن گئی ہے۔ جسے وہ دونوں ہی دُنیا میں سب سے زیادہ چاہتے تھے۔

❁

اسٹوارٹ کے والد سر کیمبل جہاز کے حادثے کی خبر سنتے ہی رٹنر پہنچے۔ وہ این کے منتظر تھے۔ این اپنے سوئٹ میں، وہ واحد گہرے رنگ کا لباس منتخب کر رہی تھی، جو اس کے ٹرنک میں موجود تھا۔ ولیم اب بھی یہ سوچ کر اُلجھ رہا تھا کہ کلیمٹی کا کیا مطلب ہے۔ وہ اپنی عمر سے زیادہ عقلمند ہونے کے باوجود تباہی کا مفہوم نہیں سمجھ سکتا تھا۔ این نے سر کیمبل سے کہا کہ وہ ولیم کو اس سانحے کے بارے میں بتا دیں۔

ولیم نے وہ منحوس خبر سننے کے بعد صرف اتنا کہا۔ ''میں ان کے ساتھ جانا چاہتا تھا...... لیکن کسی نے مجھے جانے ہی نہیں دیا۔'' وہ بالکل نہیں رویا۔ اسے یقین تھا کہ دُنیا کی کوئی طاقت اس کے باپ سے جیت نہیں سکتی...... اُسے ہلاک نہیں کر سکتی۔ وہ یقیناً بچنے والوں میں ہوں گے۔

سر کیمبل نے اس قدر ضبط اور اعتماد کسی اتنے چھوٹے بچے میں نہیں دیکھا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ ولیم کو یہ اعتماد رچرڈ کین سے ملا ہے...... پھر امریکہ سے، بچنے والے خوش نصیبوں کی فہرست آ گئی۔ این نے اُسے کئی کئی مرتبہ چیک کیا۔ لیکن اُن میں رچرڈ کین کا نام نہیں تھا۔ ایک ہفتے بعد ولیم نے بھی امید کا دامن چھوڑ دیا۔ این واپسی کا سفر بحری جہاز سے نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن ولیم مصر تھا۔ سفر کے دوران، وہ تمام وقت عرشے پر بیٹھا، سمندر کی لہروں کو کھوجتا رہا۔ ''دیکھ لینا ممی...... کل میں انہیں تلاش کر لوں گا۔'' ہر روز وہ یہی جملہ دُہراتا۔ ابتدا میں اس کا لہجہ پر یقین تھا۔ پھر دھیرے دھیرے اس کے الفاظ میں کھوکھلا پن آتا گیا۔

''ولیم۔ میرے بیٹے...... کوئی شخص تین ہفتے سمندر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ این نے اُسے سمجھایا۔

''میرے ڈیڈی بھی نہیں رہ سکتے۔''

''ہاں...... وہ بھی نہیں رہ سکتے۔''

این، بوسٹن پہنچی تو دونوں، بوڑھی خواتین، ریڈ ہاؤس میں اُس کی منتظر تھیں۔ وہ اس ذمے داری کو پورا کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھیں، جو وقت نے، اس بڑھاپے میں ان پر تھوپ دی تھی۔ این کے لیے اب ولیم کے سوا دُنیا میں کچھ نہیں رہا تھا۔ لیکن ولیم کو سنبھالنے کی ذمے داری اُس کی دادی اور نانی پر تھی۔ ولیم کا رویہ ٹھیک ٹھاک تھا لیکن وہ تعاون نہیں کر رہا تھا۔ دن میں خاموشی سے مسٹر منرو سے پڑھتا اور رات کو ماں سے لپٹ کر آنسو بہاتا۔

''اسے دوسرے بچوں کی صحبت درکار ہے۔'' دونوں بوڑھی خواتین نے فیصلہ سنایا۔ انہوں نے نرس اور ٹیوٹر کو رخصت کر دیا اور ولیم کو سائر اکیڈمی بھیج دیا تا کہ وہ حقیقی دُنیا سے روشناس ہو سکے اور دوسرے بچوں کے ساتھ گھل مل کر پہلے جیسا ہو جائے۔

رچرڈ نے اپنی تمام جائیداد ولیم کے نام چھوڑی تھی۔ اس کے اکیس سال کی عمر کو پہنچنے تک سب کچھ ایک ٹرسٹ کی صورت میں رہنا تھا۔ وصیت کے مطابق کین اینڈ کابوٹ کی صدارت اسے صرف اہلیت کی بنیاد پر مل سکتی تھی۔ ولیم کو اس ایک شرط نے مہمیز کیا...... کیونکہ باقی ہر چیز پر تو اس کا پیدائشی حق تھا۔ این کو پانچ لاکھ ڈالر نقد اور ایک لاکھ ڈالر سالانہ ملنا تھے۔ دوسری شادی کی صورت میں، سالانہ رقم خود بخود رُک جاتی۔ اس کے علاوہ اسے بیکن ہل والا مکان، ساحلی بنگلہ اور کیپ کوڈ کی طرف ایک چھوٹا سا جزیرہ بھی ملا۔ جزیرہ اس کے مرنے کی صورت میں خود بخود ولیم کا ہو جاتا۔ دونوں خواتین کو ڈھائی ڈھائی لاکھ ڈالر اور رچرڈ کی ناگہاں موت کی صورت میں، ولیم کی تربیت کی ذمے داری ملی۔ فیملی ٹرسٹ کی نگرانی بینک کے سپرد تھی...... اور وہ ولیم کے گاڈ فادر زاور گاڈ مدر ٹرسٹی تھے۔ ٹرسٹ کی سالانہ آمدنی کی سال بہ سال محفوظ سرمایہ کاری کی جانا تھی۔ ولیم کی دادی اور نانی کو سنبھلنے میں ایک سال لگ گیا۔ وہ وقت، این پر بھی کڑا تھا۔ اس کی عمر صرف 28 سال تھی۔ این کے برعکس بوڑھی خواتین اپنا دکھ ولیم سے چھپاتی تھیں۔ رفتہ رفتہ ولیم اُن کی اس بات سے چڑنے لگا۔

''آپ کو میرے ڈیڈی یاد نہیں آتے؟'' وہ دادی کین کو نیلی نیلی آنکھوں سے گھورتا۔ یہ آنکھیں، دادی کین کو بیٹے کی یاد دلاتی تھیں۔

''ہاں میرے بچے...... وہ یاد آتا ہے لیکن ہم ہر وقت تو افسوس نہیں کر سکتے۔''

''لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم سب ہمیشہ انہیں یاد رکھیں...... ہمیشہ۔'' ولیم کی آواز چیخنے لگی۔

''ولیم...... اب میں تم سے اس طرح بات کروں گی، جیسے بڑے لڑکوں سے کی جاتی ہے۔ ہم اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے...... لیکن اسے خراج تحسین پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ

توقعات پوری کی جائیں جو اس نے ہم سے وابستہ کی تھیں۔ تم اب اس گھرانے کے سربراہ ہو اور ساری دولت تمہاری ہے۔ تمہیں خود کو اس کا اہل ثابت کرنا ہے۔ تمہیں اس دولت کو بڑھانا ہے۔"

ولیم نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن اسے زندگی کا محرک میسر آ گیا تھا۔ وہ دادی اور نانی کا مشورہ مانتا۔ اس نے اپنا دُکھ چھپانا سیکھ لیا۔ پھر وہ تندہی سے حصولِ تعلیم میں مصروف ہو گیا۔ وہ اپنے آپ سے اس وقت مطمئن ہوتا جب دادی کین متاثر نظر آتیں۔ یوں ہر مضمون میں وہ سب سے آگے تھا لیکن ریاضی میں تو وہ اپنی عمر سے بھی کہیں آگے تھا۔ وہ ماں سے قریب تر ہو گیا۔ گھر سے باہر کا ہر شخص اس کے نزدیک مشکوک تھا۔ یوں وہ تنہائی پسند ہو گیا۔ ولیم کی ساتویں سالگرہ پر بوڑھی خواتین نے طے کیا کہ اب اسے دولت کی اہمیت سے آگاہ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ انہوں نے اسے ہر ہفتے ایک ڈالر جیب خرچ دینا شروع کر دیا۔ لیکن ولیم ایک ایک سینٹ کا حساب رکھتا۔ اس نے پچانوے سینٹ کا ایک لیجر خریدا۔ یہ رقم اس کے ہفتہ وار جیب خرچ میں سے کاٹ لی گئی۔ ولیم کے اخراجات میں باقاعدگی تھی۔ وہ پچاس سینٹ کی سرمایہ کاری کرتا، بیس سینٹ خرچ کرتا، دس سینٹ خیرات کرتا اور بیس سینٹ آڑے وقتوں کے لیے محفوظ رکھتا۔

دونوں خواتین ہر سہ ماہی پر اس لیجر کا جائزہ لیتیں۔ لیجر کے ساتھ ولیم انہیں رقم کے لین دین کی مفصل تحریری رپورٹ بھی پیش کرتا۔ پہلی سہ ماہی کے دوران اس نے نئی قائم شدہ بوائے اسکاؤٹس تنظیم کو ایک ڈالر بیس سینٹ دیے اور چار ڈالر بچائے۔ بچت کے سلسلے میں اس نے دادی کین سے درخواست کی کہ وہ رقم کے گاڈ فادر، جے پی مورگن کے بینک میں جمع کرا دی جائے۔ یہ اس کی پہلی سرمایہ کاری تھی۔ تین ڈالر آٹھ سینٹ اس نے خرچ کیے تھے اور ایک ڈالر ریزرو میں تھا۔ بوڑھی خواتین کو اس کی کارکردگی نے بہت متاثر کیا۔ انہیں یقین ہو گیا کہ تربیت دشوار ثابت نہیں ہوگی۔ ولیم کین ہر اعتبار سے رچرڈ کین کا جانشین ثابت ہو رہا تھا۔ اسکول میں ولیم نے محدود سے چند دوست بنائے۔ وہ شرمیلا تھا اور گھلنا ملنا پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ بات این کے لیے باعث تشویش تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اُس کا بیٹا عام انسانوں کی طرح خوش و خرم رہے۔ اسے لیجر اور سرمایہ کاری والا پروگرام پسند نہیں آیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ بچہ، بوڑھے مشیروں کی بجائے ہم عمر دوستوں میں اُٹھے بیٹھے، کپڑوں کا ستیاناس کرے اچھل کود کرے اور چھلے ہوئے گھٹنے لے کر گھر آئے۔ لیکن ولیم کا لباس ہمیشہ بے داغ رہتا تھا۔ وہ ڈسپلن کے ساتھ زندگی گزارنا سیکھ رہا تھا۔ لیکن این اپنی ماں اور ساس کو یہ سب کیسے سمجھاتی۔ وہ تو صرف ولیم کو دیکھتی تھیں۔ اس کی سنتی تھیں، جیسے دنیا میں اس کے سوا، ان کے لیے کوئی اور موجود نہ ہو۔

نویں سالگرہ پر ولیم نے اپنا لیجر دوسرے سالانہ معائنے کے لیے دادی کی خدمت میں

پیش کر دیا۔ سبز لیجر گزشتہ دو سال میں پچاس ڈالر سے زائد بچت کی نشاندہی کر رہا تھا۔ ولیم نے بڑے فخر سے دونوں خواتین کو ایک مخصوص اندراج دکھایا۔ اس نے عظیم سرمایہ دار کے مرنے کی خبر سنتے ہی اپنی رقم جے پی مورگن کے بینک سے نکلوا لی تھی۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ اس کے باپ کی موت کے بعد اس کے بینک کے شیئرز کی قیمتیں گر گئی تھیں۔ تین ماہ بعد اس نے اپنی رقم پھر اسی بینک میں جمع کرا دی۔ اُس وقت تک لوگوں کو یہ یقین آ چکا تھا کہ کمپنی، مرنے والے انسان سے بھی بڑی ہے۔ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ بوڑھی خواتین بے حد متاثر ہوئیں۔ انہوں نے ولیم کو پرانی سائیکل بیچ کر نئی سائیکل خریدنے کی اجازت دے دی۔ ولیم نے اپنے سرمائے سے اسٹینڈرڈ آئل کمپنی کے حصص خریدنے کو کہا۔ اس کا خیال تھا کہ اسٹینڈرڈ آئل کے حصص کی قیمت میں اضافہ ہونے والا ہے۔

اکیسویں سالگرہ تک وہ اپنی رقم کا باقاعدہ حساب رکھتا رہا۔ اس وقت اگر دونوں بوڑھی خواتین زندہ ہوتیں تو دائیں جانب والے کالم میں، اثاثے کی سرخی کے نیچے آخری اندراج دیکھ کر بے حد خوش ہوتیں۔



زندہ بچنے والوں میں صرف لاڈیک ہی ایسا تھا، جو زیر زمین کوٹھریوں سے خوب واقف تھا۔ آزادی کے دنوں میں لیون کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے اس نے بے شمار خوش گوار ساعتیں اُن سنگی کوٹھریوں میں گزاری تھیں۔ انہیں کوٹھریاں کہنا زیادتی تھی۔ بہر حال، وہاں مجموعی طور پر دو منزلوں پر چار سنگی کمرے تھے۔ دو کمرے زمین کی سطح پر تھے۔ ان میں ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا تھا۔ روشنی آنے کا واحد ذریعہ وہ جنگلا تھا، جو خاصی بلندی پر نصب تھا۔ کوئی پانچ قدم نیچے دو مزید کمرے تھے۔ نچلے کمروں میں روشنی اور ہوا بہت کم تھی۔ لاڈیک نے بیرن کے لیے بالائی حصے والا چھوٹا کمرہ منتخب کیا۔ بیرن وہاں خاموش بیٹھا، خلا میں موجود کسی غیر مرئی چیز کو گھورتا رہتا۔ پھر لاڈیک نے فلورینا کو بیرن کی خدمت اور نگہداشت پر مامور کر دیا۔ لاڈیک وہ واحد ہستی تھا، جو بیرن کے کمرے میں ٹھہرنے کی جرأت کرتا تھا...... چنانچہ ملازمین نے اس کا حکم ماننا شروع کر دیا۔ نو سال کی عمر میں لاڈیک، ساتھی قیدیوں کے معاملات اور معمولات کا نگران بن گیا۔ تہ خانے کی حدود میں وہ ان کا آقا تھا۔ اس نے باقی ماندہ ملازمین کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ان کی آٹھ آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی مقرر کر دی۔ یوں اس نے شفٹ سسٹم کو فروغ دیا۔ پہلے آٹھ گھنٹے اوپری کمروں میں، تاکہ روشنی، ہوا، کھانا اور ورزش میسر آ سکے۔ دوسری شفٹ، محل پر قابض جرمنوں کی خدمت گزاری کے لیے آخری شفٹ نچلے کمرے میں سونے کے لیے مخصوص کر دی۔ بیرن اور فلورینا کے سوا کسی کو معلوم نہیں تھا کہ لاڈیک خود کب سوتا ہے۔ وہ ہر شفٹ کے اختتام پر موجود ہوتا...... تاکہ کسی بھی طرح کی بدنظمی نہ ہو۔ کھانا ہر

بارہ گھنٹے بعد تقسیم ہوتا۔ پہرے دار ہمیشہ بکری کا دودھ، سیاہ روٹی، باجرہ...... اور کبھی کبھی اخروٹ دیتے۔ لاڈیک اخروٹ کو ہمیشہ اٹھائیس حصوں میں تقسیم کرتا اور ہمیشہ بیرن کو دو حصے دیتا، اس طرح کہ بیرن کو پتہ بھی نہ چلتا اور ملازمین کو احساس تک نہ ہوتا کہ ایک نو سالہ بچہ ان پر حکمرانی کر رہا ہے۔ ہر شفٹ کے خاتمے پر لاڈیک، بیرن کے پاس جاتا۔ اس کی خواہش ہوتی کہ بیرن اس سے کچھ کہے...... لیکن بیرن کے ہونٹوں پر خاموشی کے تالے پڑے رہے۔

بیرن نے قید کے دوران کبھی زبان نہیں کھولی تھی۔ اس کی داڑھی بڑھ کر سینے تک آ پہنچی تھی۔ اس کے چوڑے چکلے کاندھے جھکنے لگے تھے۔ چہرے پر وقار کی جگہ، بے بسی نظر آتی تھی۔ لاڈیک اپنے محبوب آقا کی آواز سننے کو ترس گیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے شاید اب وہ بیرن کی آواز کبھی نہیں سن سکے گا۔ بالآخر اس نے بیرن کی اس ان کہی خواہش کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اور بیرن کی موجودگی میں خود بھی خاموش رہنے لگا۔

آزادی کے دنوں میں تیزی سے گزرتے ہوئے لمحے لاڈیک کو گزشتہ روز کے بارے میں سوچنے کی مہلت نہیں دیتے تھے۔ اب یہ حال تھا کہ پتہ ہی نہ چلتا تھا، کتنا عرصہ بیت گیا ہے۔ ہر چیز جیسے ٹھہر گئی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ قید ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا ہے۔ کھانے کی آمد اور اندھیرے اُجالے کی آنکھ مچولی سے پتہ چلتا تھا کہ مزید بارہ گھنٹے گزر گئے ہیں...... لیکن بارہ گھنٹے کے ان وقفوں کی گنتی کہاں تک یاد رکھی جا سکتی تھی۔ پھر جنگلے پر برف جمنے لگی...... پھر برف پگھل جاتی...... موسم بدلتا...... یوں لاڈیک فطرت سے ہم آہنگ ہو گیا طویل راتوں کے دوران اُسے موت کی وہ بُو تنگ کرتی۔ جو چاروں کمروں میں رچ گئی تھی۔ کبھی کبھی صبح کی دُھوپ یا ٹھنڈی ہوا اس بو کو ہلکا کر دیتی۔ بارش بھی ایک بڑی نعمت تھی۔ ایک روز بارش کے بعد اوپری کمرے کے فرش پر جمع ہونے والا پانی سے لاڈیک اور فلورینا نے فائدہ اٹھایا۔ اس روز طوفانی بارش ہوئی تھی، اس لیے اتنا پانی جمع ہو گیا تھا وہ جسم کی صفائی کر سکتے تھے۔ انہیں احساس ہی نہیں ہوا کہ بیرن کس قدر دلچسپی سے لاڈیک کو دیکھ رہا ہے۔ لاڈیک نے اپنی قمیص اتار دی تھی...... اور جانوروں کی طرح پانی میں لوٹیں لگاتے ہوئے اپنے جسم کو رگڑ رہا تھا۔ اچانک بیرن نے لاڈیک کو پکارا۔ وہ آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہیں تھی۔ ''لاڈیک، یہاں آؤ۔''

لاڈیک اتنے عرصہ بعد بیرن کی آواز سن کر بھونچکا رہ گیا۔ اسے شک ہونے لگا کہ کہیں وہ بھی اسی دیوانگی کا شکار تو نہیں ہو گیا، جو حال ہی میں دو ملازمین کو چاٹ چکی تھی۔

''یہاں آؤ لڑکے۔'' بیرن نے اُسے پھر پکارا۔

اس بار لاڈیک خوفزدہ سے انداز میں بیرن کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ بیرن نے ٹٹولنے

والے انداز میں اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ تمہارے سینے پر صرف ایک ہی گھنڈی کیوں ہے؟''

''یہ پیدائشی ہے جناب۔ میری ماں کہتی تھی کہ یہ خدا کی نشانی ہے۔''

''بے وقوف عورت......'' بیرن بڑبڑایا۔ ''یہ تمہارے باپ کی نشانی ہے، بیٹے۔'' پھر وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ لاڈیک ساکت کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد بیرن نے سر اُٹھایا اور نرم لہجے میں بولا۔ ''بیٹھ جاؤ۔''

لاڈیک بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہوئے اس کی نظر بیرن کے خاندانی نقرئی کنگن پر پڑی، جو اب بھی بیرن کی کلائی میں جھول رہا تھا...... لیکن اب وہ بہت ڈھیلا ہو گیا تھا۔ ''میں نہیں جانتا کہ جرمن ہمیں یہاں کب تک قید رکھیں گے۔'' بیرن نے کہنا شروع کیا۔ ''پہلے میں سمجھتا تھا کہ یہ جنگ محض چند ہفتوں میں ختم ہو جائے گی لیکن میں غلطی پر تھا۔ شاید یہ جنگ بہت طول پکڑے گی۔ چنانچہ اپنے وقت کو مناسب طور پر استعمال کرنا چاہیے...... خاص طور پر اس صورت میں کہ میری زندگی اختتام کو پہنچ رہی ہے۔''

''نہیں...... ایسا نہ کہیے۔''

بیرن نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے روک دیا۔ ''جبکہ تمہاری زندگی کا ابھی آغاز ہو رہا ہے۔ چنانچہ تمہاری تعلیم کا سلسلہ پھر شروع ہوگا۔ میں تمہیں پڑھاؤں گا۔''

یوں لاڈیک کو ایک نیا ٹیوٹر مل گیا۔ لیکن اس کے پاس کتابیں نہیں تھیں۔ انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو کچھ بیرن بولتا، لاڈیک اسے دُہرا لیتا۔ بیرن نے اسے عظیم شعرا کے کلام سے روشناس کرایا۔ جغرافیے اور ریاضی کے علاوہ بیرن نے اسے چار زبانیں، روسی، جرمن، فرانسیسی اور انگریزی سکھائیں۔ لیکن لاڈیک کو حسب سابق تاریخ میں سب سے زیادہ لطف آتا تھا پولینڈ کی سو سالہ تاریخ ایک کچلی ہوئی قوم کی تاریخ تھی۔ لاڈیک کا خواب تھا کہ کبھی پولینڈ متحد ہو کر آزادی حاصل کر سکے گا۔ بیرن ہر روز اسے اپنے خاندان کی تاریخ سے بھی روشناس کراتا تھا۔ وہ دن لاڈیک کے لیے بے حد خوش گوار اور پر مسرت تھا...... قید کے باوجود!

تہ خانے کے دروازے پر پہرے داروں کی ڈیوٹی ہر چار گھنٹے بعد تبدیل ہوتی تھی۔ ان کی باہمی گفتگو سے لاڈیک کو جنگ کی صورتِ حال سے متعلق نامکمل معلومات حاصل ہوتی تھیں۔ جن سے وہ نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ قیدیوں کے لیے تہ خانے سے نجات کی واحد صورت موت ہے۔ کبھی کبھی وہ سوچتا کہ اس کی عمر اسی تہ خانے میں گزر جائے گی۔ بیرن کی سماعت اور بینائی دھیرے دھیرے زائل ہو رہی تھی۔ اس کے باوجود اس نے لاڈیک کی تعلیم کا سلسلہ

جاری رکھا۔ دوسری طرف تہ خانے کی فضا بے حد غیر صحت مند ہوگئی تھی۔ کبھی کبھی پہرے دار فلوریتا کو ریت سے بھری ایک بالٹی دے دیتے۔ وہ ریت فلوریتا آلائش پر ڈال دیتی۔ چند روز تک بدبو اور تعفن کافی حد تک کم ہو جاتا۔ کیڑے مکوڑے، غذا کی تلاش میں، تہ خانے میں رینگتے اور اپنے پیچھے بیماریوں کے جراثیم چھوڑ جاتے۔ لاڈیک کا جی ہمیشہ متلاتا۔ وہ صاف ستھری زندگی کو ترس گیا تھا۔ نہانا ایک ایسی متروک عیاشی تھی، جسے وہ اب صرف یاد ہی کر سکتا تھا۔ 1918ء کے موسم بہار تک قیدیوں کی تعداد 26 سے گھٹ کر 15 رہ گئی۔ بیرن اب بھی سب کا حاکم اور لاڈیک اس کا نائب تھا۔ لاڈیک کو سب سے زیادہ ترس فلوریتا پر آتا تھا، جو اب بیس سال کی ہو چکی تھی وہ زندگی سے مایوس ہونے کے باوجود جینے کے لیے مجبور تھی اسے یقین تھا کہ ساری زندگی کی شمع تہ خانے میں پگھل کر ختم ہو جائے گی۔ لاڈیک اس کی موجودگی میں کبھی ناامیدی ظاہر نہیں کرتا تھا حالانکہ اس وقت اس کی عمر صرف بارہ سال تھی۔

موسم خزاں کی ایک شام فلوریتا بڑے کمرے میں اس کے پاس آئی۔ ''بیرن تمہیں بلا رہے ہیں۔'' اُس نے کہا۔

لاڈیک جلدی سے اُٹھا۔ اس نے کھانے کی تقسیم کا کام ایک ملازم کے سپرد کیا اور بوڑھے بیرن کے پاس جا پہنچا۔ بیرن شدید تکلیف میں مبتلا تھا۔ وہ ڈھانچہ بن کر رہ گیا تھا۔ بیرن نے پانی طلب کیا۔ فلوریتا پانی لے آئی۔ پانی پی کر بیرن نے ایک طویل سانس لی اور گویا۔ لیکن نقاہت کی وجہ سے اُسے بولنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ ''لاڈیک...... تم اتنی اموات دیکھ چکے ہو کہ ایک اور موت تمہیں خوف زدہ نہیں کر سکے گی۔ مجھے اعتراف ہے کہ...... اب زندگی سے موت کی صورت فرار، مجھے دلکش لگتا ہے۔''

''نہیں جناب، ایسا نہ کہیں۔'' لاڈیک نے چیخ کر کہا اور بے تاب ہو کر زندگی میں پہلی مرتبہ بیرن سے لپٹ گیا۔ ''ہم جیتنے والے ہیں جناب۔ یہ حوصلہ ہارنے کا وقت نہیں۔ کڑا وقت تو ہم جھیل چکے ہیں۔ پہرے داروں کا کہنا ہے کہ جنگ ختم ہونے والی ہے اور جلد ہی ہم آزاد ہو جائیں گے۔''

''یہ تو کئی مہینوں سے کہا جا رہا ہے لیکن مجھے یقین نہیں آتا۔ ویسے بھی میں اُس دُنیا میں جینا پسند نہیں کروں گا، جو یہ لوگ تخلیق کر رہے ہیں۔'' بیرن نے کہا...... پھر وہ چند لمحے روتے ہوئے لاڈیک کو دیکھتا رہا۔ ''بیٹے، میرے بٹلر اور ملازم کو بلا لاؤ۔'' چند لحوں کے توقف کے بعد اس نے کہا۔

لاڈیک کی سمجھ میں کچھ نہ آیا...... لیکن اس نے بیرن کی ہدایت پر عمل کیا۔ چند لمحے بعد دونوں ملازم، بیرن کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ اب بھی اپنی وردیوں میں تھے...... لیکن وردیوں کے رنگ اُڑ گئے تھے اور وہ چیتھڑوں میں تبدیل ہوگئی تھیں۔

''کیا وہ آگئے؟'' بیرن نے لاڈیک سے پوچھا۔

''جی ہاں جناب۔'' لاڈیک نے جواب دیا۔ پہلی مرتبہ اسے اندازہ ہوا کہ بیرن بینائی سے محروم ہو چکا ہے۔

''انہیں قریب لاؤ تاکہ میں انہیں چھو کر دیکھ سکوں۔'' بیرن نے کہا۔

لاڈیک انہیں بیرن کے نزدیک لے گیا۔ بیرن نے اُن کے چہرے کو چھوا...... ''بیٹھ جاؤ لڈوک اور الفانسو...... تم میری آواز سن رہے ہو؟'' بیرن کے لہجے میں دبدبہ تھا۔

''جی ہاں جناب۔''

''میرا نام بیرن رونسکی ہے۔''

''ہم جانتے ہیں جناب۔''

بیرن نے کہا۔ ''میں مرنے والا ہوں۔''

موت اتنی ارزاں ہو چکی تھی کہ وفادار ملازم احتجاج بھی نہ کر سکے۔

''میرے پاس کاغذ نہیں ہے کہ میں اپنی وصیت مرتب کر سکوں۔ چنانچہ میں تم دونوں کو گواہ بنا کر وصیت کر رہا ہوں۔ یہ پولینڈ کے قدیم قانون کے عین مطابق ہے۔ تم سمجھ رہے ہو نا۔''

''جی ہاں۔'' وفادار ملازم بولے۔

''میرا پہلا بیٹا لیون مر چکا ہے۔ اب میں اپنی تمام جائداد لاڈیک کو دسکی کے نام چھوڑ رہا ہوں۔'' بیرن نے کہا...... لاڈیک ششدر رہ گیا۔ ''ثبوت کے طور پر میں اپنا خاندانی کنگن اسے دے رہا ہوں۔'' بوڑھے بیرن نے اپنی کلائی سے کنگن اتارا اس نے لاڈیک کے سینے پر ہاتھ پھیرا تاکہ تصدیق کر سکے وہ لاڈیک ہی ہے۔ پھر اس نے کنگن، لاڈیک کی کلائی میں ڈال دیا۔

رات لاڈیک، بیرن سے لپٹ کر روتا رہا...... نہ جانے کس وقت اسے احساس ہوا کہ بیرن کا دل خاموش ہو چکا ہے۔ صبح پہرے دار بیرن کی لاش لے گئے۔ لاڈیک کو اجازت دی گئی کہ وہ اسے اس کے بیٹے، لیون کی قبر کے برابر دفن کر دے۔ قبر لاڈیک نے خود کھودی۔ جب وہ بیرن کو قبر میں اتار رہا تھا تو اچانک بیرن کی قمیص سرک گئی۔ لاڈیک پھٹی پھٹی آنکھوں سے مردہ بیرن کے سینے کو دیکھتا رہ گیا۔ بیرن کی ایک چھاتی گھنڈی سے محروم تھی۔



بارہ سالہ لاڈیک کو ورثے میں ساٹھ ہزار ایکڑ زمین ایک محل، دو مکانات، ستائیں کاریں، بے شمار قیمتی تصاویر اور بے حساب زیورات ملے۔ لیکن وہ زیر زمین چھوٹے سے کمرے میں رہنے پر مجبور تھا۔ اس روز سے تمام ملازمین نے اسے اپنا آقا تسلیم کر لیا۔ حالانکہ اس کی مملکت چار زیر زمین

کمروں تک محدود تھی۔ اس کی رعایا میں تیرہ ملازمین تھے...... اور اسے محبت کرنے کے لیے صرف فلورینا میسر تھی...... وہی اس کی ماں تھی، وہی بہن تھی اور وہی دوست بھی تھی۔

1918ء کے اواخر تک زندگی تکلیف دہ معمولات کے مطابق بسر ہوتی رہی۔ پھر ایک روز قیدیوں کو گولیوں کی گھن گرج اور چیخ و پکار سنائی دی۔ لاڈیک کو یقین ہوگیا کہ پولینڈ فوج اسے آزاد کرانے کے لیے آگئی ہے۔ اور اب وہ جائداد حاصل کر سکے گا، جس کا وہ قانونی طور پر مستحق تھا۔ جرمن پہرے دار تہ خانے کے آہنی دروازے سے ہٹ گئے۔ لیکن قیدی دم سادھے بیٹھے رہے۔ لاڈیک اُٹھا اور اپنی کلائی کے کنگن کو گھماتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ اپنے محسنوں کی آمد کا منتظر تھا۔ لیکن جرمنوں کو شکست دینے والے وہ زبان بول رہے تھے، جس سے وہ بچپن ہی سے واقف تھا...... وہ جرمنوں سے کہیں زیادہ اُن لوگوں سے خوف زدہ رہتا تھا۔ وہ رُوسی تھے۔ لاڈیک کو دیگر قیدیوں سمیت گھسیٹ کر باہر نکالا گیا۔ پھر سرسری معائینے کے بعد انہیں دوبارہ تہ خانے میں پھینک دیا گیا۔ فاتحین کو علم نہیں تھا کہ اس وسیع وعریض محل کا مالک وہ بارہ سالہ لڑکا ہے۔ لاڈیک کو پتہ چلا کہ بندر بانٹ کے نتیجے میں پولینڈ کا وہ حصہ رُوس کو مل گیا ہے۔ اس کے باوجود اس کے دل میں آزادی کی اُمید کا چراغ روشن تھا...... لیکن تہ خانے میں دوراتیں گزارنے کے بعد وہ اُمید بھی دم توڑ گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ غلامی کا ایک دور انہیں دوسرے دور کو سونپ کر رخصت ہوگیا ہے۔ دروازے پر اب بھی پہرے دار موجود تھے۔ بس وردیاں بدل گئی تھیں زبان بدل گئی تھی...... لیکن قیدیوں کی تقدیر نہیں بدلی تھی۔ رُوسی، جرمنوں سے زیادہ سخت اور ظالم تھے۔

تیسری صبح اُن سب کو گھسیٹتے ہوئے قلعے کے سامنے والے گھاس کے میدان میں پہنچا دیا گیا۔ صبح کی نامانوس دُھوپ نے ان کی آنکھیں چندھیا دیں۔ ان میں سے دو ملازم ڈھیر ہو گئے۔ لاڈیک کو بھی دھوپ گراں گزر رہی تھی۔ وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ سپاہیوں نے اُن سب کو دریا میں اتر کر خود کو صاف ستھرا کرنے کا حکم دیا۔ لاڈیک نے نقرئی کنگن اپنے کپڑوں میں چھپا کر رکھ دیا اور دریا کی طرف بڑھ گیا۔ کمزوری کی وجہ سے اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ وہ پانی میں کود گیا۔ پانی بے حد ٹھنڈا تھا۔ اس کی سانسیں رُکنے لگیں۔ لیکن اس کی جلد کے لیے پانی کا لمس بے حد خوش گوار تھا۔ وہ ہانپتا کانپتا پانی سے باہر آیا تو اس نے کچھ پہرے داروں کو عجیب نگاہوں سے فلورینا کی طرف دیکھتے پایا۔ فلورینا دریا کے پانی سے اپنا آپ صاف ستھرا کر رہی تھی۔ اور سپاہی اس کی طرف اشارے کر کے ہنس رہے تھے۔ پھر ایک بدشکل پہرے دار نے فلورینا کا ہاتھ پکڑ کر پانی سے باہر کھینچ لیا۔ وہ پہرے دار پر جھپٹا اور اس کے پیٹ میں ٹکر ماری۔ پہرے دار لڑکھڑاتا ہوا اُٹھا اس دوران ایک دوسرے سپاہی نے لائیک کو پیچھے سے پکڑ کر اسے بے بس کر دیا۔ دوسرے سپاہی بھی اس

طرف متوجہ ہو گئے۔ لاڈیک کو بے بس کرنے والا سپاہی وحشیانہ انداز میں قہقہے لگا رہا تھا۔ دوسرے سپاہیوں کے بے رحمانہ تبصرے، لاڈیک کے وجود میں سینکڑوں جہنم دہکا رہے تھے۔ "غیرت مند ہے۔" کسی نے کہا۔ "قوم کی آبرو بچانے آیا تھا۔"

لاڈیک کو بے بس کرنے والے نے اسے ایک ایسی جگہ کھڑا کر دیا، جہاں سے فلورینا کی بے بسی کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔ فلورینا کے حلق سے ایسی فلک شگاف چیخ نکلی، جو لاڈیک کی سماعت کے لیے بالکل نئی چیز تھی۔ دوسرے سپاہی ہنستے رہے، باتیں کرتے رہے...... فلورینا کی چیخیں، دل چیر دینے والی تھیں...... لیکن شاید وہ پتھروں کا...... بے حس لوگوں کا ٹولہ تھا۔ لاڈیک پر غصے اور نفرت کا زلزلہ طاری تھا۔ وہ خود کو چھڑانے کے لیے دیوانگی کی حدود کو پہنچ گیا لیکن سپاہی کی گرفت بہت سخت تھی۔ پہلا سپاہی دریا کی طرف چلا گیا لیکن فلورینا کا عذاب ختم نہیں ہوا۔ یوں لگتا تھے جیسے ہر سپاہی اپنی جھولی میں انگارے بھر کر لا رہا ہو اور ان انگاروں کو فلورینا پر پھینک دیتا ہو۔

لاڈیک بے بسی سے وہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ اس نے آنکھیں بند نہیں کیں۔ وہ یہ منظر ہمیشہ یاد رکھنا چاہتا تھا۔ فلورینا سولہ سپاہیوں کے پھینکے ہوئے انگاروں میں دفن ہو کر مرگئی تو بیشتر سپاہی ہنستے ہوئے، دریا کی طرف بڑھ گئے تھے۔ لاڈیک کو چھوڑ دیا گیا تو وہ پاگلوں کیطرح فلورینا کی طرف لپکا۔

اس نے دو ملازمین کی مدد سے فلورینا کو اُٹھایا اور دریا کے کنارے لے آیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ اس نے اپنی جیکٹ اتار کر اپنی مردہ بہن...... ماں...... دوست اور غم گسار کو کفن پہنایا...... پھر مردہ فلورینا کی سرد پیشانی چوم لی...... وہ اس کی زندگی کا پہلا بوسہ تھا...... موت کا بوسہ! اس کے بعد وہ اُسے بیرن اور لیون کی قبروں کی طرف لے گیا۔ اس نے بیرن کی قبر کے برابر فلورینا کے لیے قبر کھودنا شروع کر دی۔ قبر مکمل ہوگئی تو سورج غروب ہو رہا تھا۔ لاڈیک نے تدفین کے بعد قبر پر لکڑی کی صلیب لگا دی اور قبروں کے درمیان ڈھیر ہوگیا۔ مردہ عزیزوں اور دوستوں کے درمیان سونا کتنا اچھا لگتا ہے! وہ ایسے سویا، جیسے اب کبھی آنکھ کھول کر اس بے رحم دنیا کو دیکھنا نہ چاہتا ہو۔



ستمبر میں ولیم، سائر اکیڈمی واپس چلا گیا۔ اسے اپنی کلاس کے لڑکوں میں مسابقت کے لیے کوئی میسر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے سے سینئر طلباء سے مقابلہ کرنے لگا۔ وہ جو کام بھی شروع کرتا اسے انتہا تک پہنچاتا۔ اس کے اپنے طبقے کے لڑکے تحریک سے محروم تھے۔ البتہ نچلے طبقے کے لڑکے بہت زیادہ محنت کرتے تھے۔ 1915ء میں سائر اکیڈمی میں ماچس کے لیبل جمع کرنے کا خبط شروع ہوا۔ ولیم خاموشی سے تماشا دیکھتا رہا چندروز کے اندر اندر عام سے لیبل کی قیمت دس سینٹ تک پہنچ گئی۔ ولیم نے صورت حال کا جائزہ لیا اور طے کیا کہ وہ لیبل جمع کرنے کی بجائے ان کا ڈیلر بننا پسند

کرے گا۔ ہفتے کے روز وہ بوسٹن میں تمباکو کی سب سے بڑی دُکان پر گیا۔ وہاں وہ ماچس بنانے والی فیکٹریوں کے نام اور پتے نوٹ کرتا رہا۔ ان میں غیر ملکی فیکٹریاں بھی شامل تھیں۔ اس نے بیرون ممالک فیکٹریوں کے پتے بالخصوص نوٹ کیے، جو جنگ میں شریک نہیں تھے۔ پھر اس نے لفافے، خط لکھنے کے کاغذ اور ڈاک کے ٹکٹوں پر پانچ ڈالر خرچ کیے۔ اس کے بعد اس نے ہر فیکٹری کے چیئرمین یا صدر کے نام ایک ذاتی خط لکھا۔ وہ بہت سادہ سا خط تھا۔

''جناب چیئرمین یا جناب صدر، مجھے ماچس کے لیبل جمع کرنے کا بہت شوق ہے مگر میں تمام لیبل خرید نہیں سکتا کیونکہ مجھے ہر ہفتے صرف ایک ڈالر جیب خرچ ملتا ہے۔ میں تین سینٹ کا ڈاک ٹکٹ ارسال کر رہا ہوں تاکہ آپ کو اس مشغلے کے سلسلے میں میری سنجیدگی کا یقین ہو جائے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو زحمت دی۔ لیکن آپ ہی کا نام ایسا تھا کہ خط لکھنے کی ترغیب دیتا تھا۔

آپ کا دوست ولیم (عمر نو سال)

نوٹ: آپ میری پسندیدہ ترین شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔

تین ہفتے کے اندر اندر پچیس فیصد خطوں کے جوابات موصول ہوئے اور اس کے پاس 178 قسم کے لیبل جمع ہو گئے۔ تقریباً ہر جگہ سے اس کا تین سینٹ کا ٹکٹ واپس کر دیا گیا تھا۔ ولیم کو اس بات کی توقع بھی تھی۔ اگلے سات روز میں، اسکول کی حدود میں ولیم، ماچس کے لیبلوں کی مارکیٹ کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس دوران وہ یہ بھی دیکھتا رہا کہ خریداروں کا رجحان کیا ہے۔ اس نے بھانپ لیا کہ لڑکے صرف خوبصورت لیبل خریدتے ہیں۔ انہیں لیبل کی انفرادیت یا کم یابی سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ اس نے لیبلوں کے تبادلے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا، اور عام لڑکوں سے عام لیبل کے عوض انوکھے لیبل حاصل کر کے یہ انوکھے لیبل خوش ذوق لڑکوں کو منہ مانگی قیمت پر فروخت کیے۔ مزید دو ہفتے بعد اُسے اندازہ ہو گیا کہ مارکیٹ اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ پندرہ دن بعد اسکول کی چھٹیاں ہونے والی تھیں۔ اس نے اندازہ لگایا کہ اب لیبلوں میں دلچسپی ختم ہونے والی ہے۔ اس نے معمولی لاگت کے ہینڈ آؤٹ چھپوائے اور فرداً فرداً ہر لڑکے تک پہنچا دیے۔ ہینڈ آؤٹ میں اعلان کیا گیا تھا کہ وہ 211 لیبلوں پر مشتمل اپنا تمام اسٹاک نیلام کرنا چاہتا ہے۔

نیلام، لنچ کے وقفے کے دوران واش روم میں ہوا اور وہاں ہاکی کے میچ سے زیادہ ہجوم تھا۔ ٹکٹ 57 ڈالر 32 سینٹ میں بک گئے...... یعنی ولیم کو اپنی بنیادی سرمایہ کاری پر 52 ڈالر اور 32 سینٹ کا منافع ہوا۔ اس نے 25 ڈالر 2½ فی صد منافع کی شرح پر بینک میں جمع کرا دیے، گیارہ ڈالر کا کیمرہ خریدا، پانچ ڈالر وائی ایم سی کو عطیہ دیا، جو اُن دنوں مہاجرین کی امداد کے لیے کام کر رہی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے ماں کے لیے پھول خریدے۔ اس کے باوجود اس کی جیب میں چند ڈالر موجود تھے۔

چھٹیوں سے پہلے ہی لیبلوں کا خبط یک دم ختم ہو گیا۔ یہ پہلا موقع تھا، جب ولیم ٹاپ مارکیٹ سے اچانک باہر نکل آیا تھا۔

چھٹیوں کے دوران ولیم سوچتا رہا کہ اُسے اپنے 25 ڈالر پر 2½ سے بہتر منافع حاصل کرنا چاہیے۔ یوں وال اسٹریٹ جرنل اس کی زندگی میں داخل ہوا۔ اس نے دادی کے توسط سے شیئرز خریدے۔ چونکہ ماچس کے لیبلوں سے کمایا ہوا تقریباً آدھا منافع ان شیئرز کی نذر ہو گیا تھا اس لیے ولیم نے پھر کبھی وال اسٹریٹ جرنل پر انحصار نہیں کیا۔ اس نے ایسٹر کی تعطیلات کے دوران یہ کھوئی ہوئی رقم واپس لینے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے آتے ہی ان تقریبات کی فہرست تیار کی جن میں شمولیت کے سلسلے میں اس کی ماں اصرار کر سکتی تھی۔ یوں اسے اندازہ ہو گیا کہ اس کے پاس فرصت کے صرف چودہ دن ہوں گے۔ اس نے تمام شیئرز بیچ دیے تو صرف بارہ ڈالر اسکے ہاتھ آئے۔ اس نے لکڑی کا ایک چپٹا سا تختہ، پہیوں کے دو سیٹ، ایک ایکسل اور رسی خریدی۔ اس خریداری میں پانچ ڈالر خرچ ہوئے۔ پھر اس نے ایک پرانا سوٹ پہنا سر پر مزدوروں والی ٹوپی رکھی اور لوکل ریلوے اسٹیشن کی طرف چل دیا۔

وہ اسٹیشن کے باہر کھڑا ہو گیا۔ وہ صورت سے خود کو بھوکا اور تھکا ماندہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ منتخب مسافروں کو بتاتا کہ بوسٹن کے بیشتر اچھے ہوٹل اسٹیشن سے قریب ہی ہیں، چنانچہ انہیں ٹیکسی کرنے کی ضرورت نہیں...... وہ ان کا سامان ہتھ گاڑی پر رکھ کر ہوٹل پہنچا دے گا اور ٹیکسی والے کے کرائے کا پانچواں حصہ وصول کرے گا۔ ساتھ ہی انہیں وہ پیدل چلنے کے فوائد بھی گنواتا رہتا۔ یوں چھ گھنٹے کام کر کے وہ اوسطاً چار ڈالر کمانے لگا۔

تعطیلات ختم ہونے سے پانچ روز پہلے تک وہ نہ صرف پچھلا نقصان برابر کر چکا تھا بلکہ مزید دس ڈالر بھی ہاتھ آ گئے تھے...... لیکن انہی دنوں اسے ایک مسئلے کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور اس کے خلاف ہونے لگے۔ ولیم نے پیش کش کی کہ اسے اپنی ٹرالی کی رقم واپس مل جائے تو وہ یہ دھندا ترک کر دے گا۔ اس نے تجویز پیش کی کہ ہر ٹیکسی والا اسے پچاس سینٹ ادا کر دے تو وہ اس مقام سے

ہٹ جائے گا۔ اس طرح اسے ساڑھے آٹھ ڈالر مزید ملے۔ ٹیکسی ڈرائیوروں کو ٹرالی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو صرف اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے لہٰذا وہ ٹرالی ساتھ لے آیا وہ پھر بیکن ہل جاتے ہوئے اس نے یہ ٹرالی اپنے سے دو سال سینئر ایک کلاس فیلو کے ہاتھ پانچ ڈالر میں فروخت کر دی۔

چھٹی کے آخری روز اس نے تمام رقم 2½ فی صد منافع شرح پر بینک میں جمع کرا دی۔ اب وہ مطمئن تھا کہ اس کی رقم بڑھتی رہے گی۔

بحری جہاز لوئیسانا، کی غرقابی، اور اپریل 1917ء میں صدر ولسن کا جرمنوں کے خلاف اعلان جنگ، اس پر اثر انداز نہ ہوسکا۔ امریکہ کو کوئی شکست نہیں دے سکتا، اس نے اپنی ماں کو یقین دلایا۔ اپنا یقین ثابت کرنے کے لیے اس نے لبرٹی بانڈز میں دس ڈالر کی سرمایہ کاری بھی کر دی۔

گیارھویں سالگرہ کے موقع پر اس کے لیجر میں منافع کے کالم کے نیچے 412 ڈالر کی رقم درج تھی۔ اس موقع پر اس نے اپنی دادی اور نانی کی دو خوبصورت بروچ اور ماں کو فاؤنٹین پین تحفے میں پیش کیا۔ فاؤنٹین پین پار کر تھا۔ جب کہ بروچ اس نے ایسے ڈبوں میں پیک کیے تھے جو جیولری اسٹور کے عقب میں ایک کوڑے دان سے...... تلاش بسیار کے بعد برآمد ہوئے تھے۔ وہ ان بوڑھی خواتین کو دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا لیکن اس نے ماچس کے لیبلوں کے معاملے میں اچھی پیکنگ کی اہمیت بھانپ لی تھی۔ لہٰذا اس تجربے کو آزمائے بغیر نہ رہ سکا۔ توقع کے مطابق بوڑھی خواتین تحفہ پا کر فخر سے پھولی نہ سمائیں۔

ولیم بارہ سال کا ہوا تو دونوں خواتین نے فیصلہ کیا کہ آنجہانی رچرڈ کے پروگرام کے مطابق وقت آ گیا ہے کہ ولیم کو سینٹ پال اسکول میں داخل کروا دیا جائے۔ ولیم نے اسکول میں ریاضی کی بدولت پہلی پوزیشن اور وظیفہ حاصل کیا تھا۔ یوں اس نے تین سو ڈالر سالانہ اخراجات بچائے تھے۔ ولیم نے وظیفہ تو قبول کر لیا، لیکن دادی نے وہ رقم کسی غریب طالب علم کو دینے کے لیے واپس کر دی۔ این کے لیے ولیم کے نیو ہمشائر جانے کا تصور روح فرسا تھا لیکن دونوں بوڑھی خواتین مصر تھیں۔ اس کے علاوہ این کو احساس تھا کہ یہ رچرڈ کی خواہش تھی۔ اس نے ولیم کے تمام کپڑے اپنے ہاتھ سے سیے، بیج خود کاڑھے حتیٰ کہ سامان کی پیکنگ میں بھی کسی ملازم کو شریک نہیں کیا ولیم جانے لگا تو این نے پوچھا کہ اسے جیب خرچ کے لیے کتنی رقم درکار ہوگی۔

''مجھے رقم کی ضرورت نہیں۔'' ولیم نے ماں کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ این اس کی دوری کو کتنا زیادہ محسوس کرے گی۔ اس نے اپنا سوٹ کیس اُٹھایا اور کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی شوفر نے رولز رائس آگے بڑھا دی۔ اس نے ایک بار بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ این ہاتھ ہلاتی رہی...... ہلاتی رہی اور جب کار نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو

پڑی۔ ولیم بھی رونا چاہتا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کا باپ زندہ ہوتا تو اس بات کو کبھی پسند نہ کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

نئے اسکول میں ولیم کو یہ بات بہت انوکھی لگی کہ وہاں کسی کو کسی کی پروا نہیں تھی۔ وہ کون ہے اور کس کا بیٹا ہے، اس بات کی کسی کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہاں کوئی اسے پرستائش نظروں سے نہیں دیکھتا تھا۔ ایک لڑکے نے اس کا نام پوچھا، تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ وہ اس کا نام سن کر ذرا بھی متاثر نہیں ہوا کچھ لڑکوں نے اسے بل کہہ کر پکارنا چاہا لیکن ولیم نے ٹوک دیا اور انہیں بتایا کہ اس کے باپ کا نام رچرڈ تھا تاہم کسی نے کبھی اسے ڈک کہہ کر نہیں پکارا۔

ولیم کی نئی مملکت ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جس میں بک شیلف، دو میز، دو کرسیاں، دو بیڈ اور ایک آرام دہ کاؤچ تھی۔ وہ اس مملکت کا بلاشرکت غیرے مالک نہیں تھا۔ ماتھیو نامی ایک لڑکا اس کا روم میٹ تھا۔ ولیم کی طرح ماتھیو بھی نیو یارک کے ایک بینکار کا بیٹا تھا۔ وہ جلد ہی اسکول کے معمولات کا عادی ہو گیا۔ تمام طلباء ساڑھے سات بجے کمرہ طعام میں ناشتہ کرتے...... دو سو بیس لڑکے! خاصی دھینگا مشتی ہوتی۔ پھر وہ چرچ چلے جاتے۔ اس کے بعد لنچ سے پہلے پچاس پچاس منٹ کے تین پریڈ ہوتے۔ دو پریڈ لنچ کے بعد ہوتے۔ آخر میں موسیقی کا پیریڈ ہوتا، جو ولیم کو پسند نہیں تھا کیونکہ وہ سر میں گا نہیں سکتا تھا۔ اسے کوئی ساز بجانے کا شوق بھی نہیں تھا، البتہ موسم خزاں میں فٹ بال اور سرما میں ہاکی اور اسکواش ضرور کھیلتا تھا۔ موسم بہار میں کشتی رانی اور ٹینس اس کے مشاغل ہوتے۔ ریاضی کا ٹیچر ہفتے میں تین مرتبہ خاص طور پر اسے پڑھاتا۔

پہلے ہی سال اس نے خود کو وظیفے کا اہل ثابت کر دیا۔ تمام مضامین میں، وہ کلاس کے گنے چنے طلبا، میں شامل تھا۔ ریاضی میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ریاضی میں اس کے بعد کلاس کا سب سے اچھا طالب علم ماتھیو تھا۔ شاید اس لیے کہ وہ ولیم کا روم میٹ تھا۔ جلد ہی ولیم اپنی قابلیت اور ایک چھوٹے سرمایہ کار کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔ یوں تو پہلی سرمایہ کاری تباہ کن ثابت ہوئی تھی لیکن اس نے حوصلہ نہ ہارا۔ بارہ سال کی عمر میں اس نے اپنے طور پر سرمایہ کاری کے خاصے تجربے کر ڈالے۔ اس نے اپنے حصص کی خرید و فروخت کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا تھا۔ ہر مہینے کے اختتام پر وہ اپنے اقدامات کا تنقیدی جائزہ لیتا۔ وہ بڑی کمپنیوں میں کبھی سرمایہ کاری نہ کرتا، بلکہ چھوٹی اور گمنام کمپنیوں کو ترجیح دیتا۔ اس سرمایہ کاری سے ولیم چار نتائج حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اپنے محدود سرمایے میں قدرے اضافہ، کاروباری شعور، مارکیٹ کے اتار چڑھاؤ سے واقفیت اور عمیق مشاہدہ...... وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔ روز بروز سرمایہ کاری کی تکنیک بہتر ہوتی چلی گئی کسی شیئر کی قیمت دگنی ہوتے ہی وہ

اپنے آدھے شیئرز بیچ دیتا تھا۔ گویا باقی ماندہ شیئرز منافع میں شمار ہوتے تھے۔ اس نے کوڈک، ایسٹ مین اور آئی بی ایم جیسی کمپنیوں کو اُن کے آغاز ہی میں اہمیت دی۔ اس نے پہلی ڈاک کمپنی کے شیئرز بھی خریدے۔ اس کا خیال تھا کہ یہ کاروبار جلد ہی ترقی کرے گا۔ اس سے اس کی کاروباری بصیرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جب کہ اس کی عمر صرف بارہ سال کی تھی۔

اسکول میں اپنے پہلے سال کے اختتام پر، وہ اسکول کے آدھے سے زیادہ لڑکوں، بلکہ چند لڑکوں کے والدین کا بھی، کاروباری مشیر بن چکا تھا، اپنی ان کامیابیوں پر وہ بہت خوش تھا۔

ادھر اس کی ماں، بیٹے کی دوری سے بے حد اداس تھی۔ تنہائی اسے ستا رہی تھی۔ اس کی سماجی زندگی بوڑھی ماں اور بوڑھی ساس تک محدود تھی۔ اس کی عمر تیس سال تھی لیکن اب وہ پہلے جیسی حسین نہیں رہی تھی۔ تنہائی سے اکتا کر اس نے اپنے پرانے دوستوں جان اور ملی سے ملنا جلنا شروع کردیا۔ ملی، ولیم کی گاڈ مدر بھی تھی۔ وہ اسے کثرت سے اپنے ہاں مدعو کرنے لگی۔ وہ کوشش کر رہی تھی کہ کسی طرح این کے لیے کوئی مناسب ساتھی تلاش کر دے۔ این اس کی کوششوں پر دل ہی دل میں ہنس دیتی۔ پھر ولیم موسم سرما کی چھٹیاں گزارنے گھر آ گیا تو این کے وہ دن بہت اچھے گزرے۔

ولیم کی واپسی کے بعد این ایک روز ملی کے ہاں مدعو تھی۔ اس روز ملی کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں این کی ملاقات ہنری بورن سے ہوئی۔ ہنری کا قد چھ فٹ سے کچھ نکلتا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں اور بال سیاہ تھے، اور وہ بے حد خوبرو تھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہنری نے شکاگو کی ایک اسٹیٹ ایجنسی میں کام کیا تھا۔ جنگ کے دوران اس نے جرمنوں کے خلاف لڑنے کا ارمان بھی پورا کیا تھا۔ اس نے این کو دورانِ جنگ...... پیش آنے والے بے شمار واقعات سنائے۔ رچرڈ کی موت کے بعد جان اور ملی نے ان کو اس طرح کھل کر ہنستے نہیں دیکھا تھا۔ ان دونوں نے معنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا اور زیر لب مسکرا کر رہ گئے۔ کھانے کے بعد ہنری نے این کو لفٹ کی پیش کش کی۔ جسے این نے قبول کرلیا۔

”جنگی ہیرو کی حیثیت سے اپنے وطن واپس آنے کے بعد اب تمہارا کیا کرنے کا ارادہ ہے۔“ این نے راستے میں پوچھا۔

”خوش قسمتی سے میرے پاس تھوڑی سی رقم ہے۔ سوچتا ہوں اسٹیٹ ایجنسی ہی کھول لوں۔“

”شکاگو واپس جانے کا ارادہ نہیں؟“

”نہیں۔ وہاں جا کر کیا کروں گا۔ میرے والدین مر چکے ہیں اور میں بالکل تنہا ہوں۔ مجھے از سر نو زندگی شروع کرنا ہے۔“

ہنری نے کار روکی، این کے ساتھ گھر کے دروازے تک آیا اور پھر شب بخیر کہہ کر رخصت

ہوگیا۔ این اس کی کار کو دور ہوتے ہوئے دیکھتی رہی۔ وہ اس سے دوبارہ ملنا چاہتی تھی۔ اگلی صبح ہنری نے اُسے فون کیا تو اسے حیرت سے زیادہ خوشی ہوئی۔ ہنری پیر کی شام اسے موسیقی کی ایک محفل میں لے جانا چاہتا تھا۔ این نے ہامی بھر لی۔

آیندہ چند روز کے دوران این کو خود اپنے رویے پر تشویش ہونے لگی۔ وہ بڑی بے قراری سے پیر کے دن کا انتظار کر رہی تھی۔ پیر کی شام این کے لیے بے حد خوبصورت ثابت ہوئی تمام وقت ہنری اس کا ہاتھ تھامے رہا۔ رچرڈ کی موت کے بعد ولیم کے سوا اسے کسی کا لمس میسر نہیں آیا تھا۔ چنانچہ ہنری کے ہاتھ کا لمس اسے بے حد خوشگوار لگا۔ اسے وقت گزرنے کا احساس بھی نہ ہوا۔ ہنری، این کو کبھی ہنساتا اور کبھی رُلاتا۔ وہ ہارورڈ کے دلچسپ قصے سنا کر این کو ہنسنے پر مجبور کرتا تو جنگ کے دلدوز واقعات سنا کر اسے رُلا دیتا۔ این جانتی تھی کہ ہنری کی عمر اس سے کم ہے۔ لیکن ہنری کے انداز کی پختگی کے سامنے وہ خود کو بچہ سمجھنے لگتی تھی۔

اس کے بعد ان کی شامیں، ایک ساتھ گزرنے لگیں۔ ملی سارے بوسٹن میں ڈینگیں مارتی پھری کہ اُن دونوں کو یکجا کرانے کا سہرا اسی کے سر ہے۔ موسم گرما میں این اور ہنری کی منگنی کا اعلان سوائے ولیم کے کسی کے لیے حیران کن ثابت نہ ہوا۔ ولیم نے ہنری کو پہلی ہی ملاقات میں ناپسند کیا تھا اور این انہیں ملوا کر پچھتائی تھی۔ ولیم نے ہنری کے دوستانہ رویے کے جواب میں سرد مہری کا مظاہرہ کیا تھا۔ این نے اس کے رویے کو حاسدانہ سمجھ کر فطری قرار دیا اور ہنری کو یقین دلایا کہ وقت کے ساتھ ساتھ ولیم کا رویہ تبدیل ہو جائے گا۔

رچرڈ کین کی بیوہ این، اکتوبر میں مسز ہنری بورن بن گئی۔ ولیم بیماری کا بہانہ بنا کر شادی میں شریک نہیں ہوا۔ بوڑھی خواتین شادی میں شریک تو ہوئیں، لیکن ان کے انداز سے ناپسندیدگی چھپی نہ رہ سکی۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ ہنری عمر میں این سے چھوٹا تھا۔ ”اس شادی کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔“ دادی کین نے شادی کے بعد تبصرہ کیا۔

نو بیاہتا جوڑا ہنی مون منانے کے لیے یونان روانہ ہوگیا۔ اور وہ دسمبر کے دوسرے ہفتے، بوسٹن واپس آ گئے۔ ولیم کرسمس کی تعطیلات کے لیے گھر آیا تو اُسے یہ دیکھ کر ذہنی صدمہ ہوا کہ مکان کی آرائش یکسر تبدیل ہوگئی ہے۔ اب وہ مکان اس کے باپ رچرڈ کین کی یاد نہیں دلاتا تھا ہنری کے دیے ہوئے کرسمس کے...... تحائف کے باوجود ولیم کا رویہ مزید خراب ہوتا گیا۔ یہ تحائف اس کے نزدیک رشوت تھے۔ ہنری نے ولیم کے رویے پر دم سادھ لیا اور این دُکھی ہوگئی۔ اسے افسوس ہوا کہ اس کے شوہر نے ولیم کا دل جیتنے کی اتنی بھرپور کوششیں نہیں کیں جتنی اسے کرنی چاہیے تھیں۔

ولیم کو گھر کاٹنے کو دوڑتا تھا۔ چنانچہ وہ زیادہ تر وقت گھر سے باہر گزارنے لگا۔ این اس سے

کچھ پوچھتی تو وہ کوئی جواب نہ دیتا۔ کرسمس کی چھٹیاں ختم ہوتے ہی ولیم نے سکون کا سانس لیا۔ دوسری طرف ہنری بھی مطمئن ہو گیا۔ البتہ این خود کو چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پِستا محسوس کر رہی تھی۔



''اُٹھو......لڑکے، اُٹھو'' ایک سپاہی نے لاڈیک کی پسلیوں میں رائفل کی نال چبھوتے ہوئے کہا۔ لاڈیک بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے اجنبی نگاہوں سے اپنی بہن، لیون اور بیرن کی قبروں کو دیکھا اور جب وہ سپاہی کی طرف مڑا تو اُس کی آنکھوں میں کوئی آنسو نہیں تھا۔

میں زندہ رہوں گا۔ تم مجھے نہیں مار سکو گے۔'' اس نے پولش زبان میں کہا۔ ''یہ میرا گھر ہے میری دھرتی ہے تم......تم مداخلت کار ہو۔''

سپاہی نے اسکے منہ پر تھوکتے ہوئے اُسے لان کی طرف دھکیل دیا جہاں ملازمین ننگی مجسموں کی طرح کھڑے تھے۔ انہوں نے قیدیوں کا سا لباس پہن رکھا تھا جس پر نمبر لکھے ہوئے تھے۔ لاڈیک انہیں دیکھ کر لرز گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ سپاہی اسے ایک طرف لے گیا۔ جہاں ایک تیز دھار چاقو کی مدد سے اس کے سر کے بال مونڈ دیے گئے پھر اُسے قیدیوں والا لباس پہننے کا حکم دیا گیا۔ لاڈیک کسی نہ کسی طرح نقرئی کنگن چھپانے میں کامیاب رہا۔ پھر وہ اپنے ملازمین کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔ اب وہ سب اپنے ناموں سے محروم تھے۔ اور صرف نمبر ہی ان کی پہچان تھے۔ معاً ایک عجیب سی آواز سنائی دی۔ لاڈیک نے چار پہیوں والی ایک عجیب سی گاڑی آتے دیکھی۔ اس کو گھوڑے یا بیل نہیں کھینچ رہے تھے۔ تمام قیدی حیرت اور بے یقینی سے گاڑی کو دیکھنے لگا۔ گاڑی ان کے قریب آ کر رُک گئی۔ سپاہی قیدیوں کو دھکیلتے ہوئے لے گئے اور انہیں گاڑی پر چڑھا دیا۔ گاڑی گھوم کر واپس چل دی۔ لاڈیک ٹرک کے عقبی حصے میں بیٹھا تھا۔ وہ الوداعی نگاہوں سے محل کو نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھتا رہا۔

گاڑی، انہیں سلونم کی طرف لے جا رہی تھی۔ اگر لاڈیک کو اور فکریں لاحق نہ ہوتیں تو وہ یقیناً یہ سوچ کر پریشان ہوتا کہ یہ گاڑی چل کیسے رہی ہے۔ چند میل آگے جانے کے بعد گاڑی رُک گئی اور انہیں اتار دیا گیا۔ یہ مقامی ریلوے اسٹیشن تھا۔ لاڈیک یہاں صرف ایک بار آیا تھا...... لیون کے ساتھ، بیرن کو لینے! اُس وقت گارڈ نے انہیں سلوٹ کیا تھا...... لیکن اس وقت وہ قیدی تھے۔ انہیں کھانے میں سیاہ روٹی، گوبھی کا شوربہ اور بکری کا دودھ دیا گیا۔ لاڈیک نے اس بار بھی انچارج کی حیثیت سے کام سنبھال لیا اور کھانے کو چودہ افراد کے درمیان تقسیم کیا۔ اس رات وہ تاروں بھرے آسمان کے نیچے زمین پر سوئے۔ تہ خانے کی شب بسری کے مقابلے میں وہ رات گویا انہوں نے جنت میں بسر کی۔

صبح ہو گئی۔ لاڈیک نے ملازمین کو ورزش کرائی۔ لیکن وہ چند ہی منٹ میں ڈھیر ہو گئے۔ ان میں گیارہ مرد اور دو عورتیں تھیں۔ گھنٹوں گزر گئے اور ٹرین نہ آئی۔ پھر ٹرین آئی بھی تو چند قیدیوں کو اتار کر چلی گئی لاڈیک اور اس کے ساتھیوں کی وہ رات بھی پلیٹ فارم پر گزری۔ لاڈیک ستاروں کی چادر اوڑھے لیٹا رہا اور فرار کے بارے میں سوچتا رہا۔ اسی رات ایک ملازم نے فرار کی کوشش کی تو اسے گولی مار دی گئی۔ لاڈیک خوفزدہ ہو گیا۔ زندگی، بہرحال آزادی سے، قیمتی تھی۔ اگلی صبح کسی نے اس واقعے کا تذکرہ نہیں کیا۔ وہ سب ملازم کی لاش سے نظریں چرا رہے تھے جواب بھی ریل کی پٹریوں کے درمیان پڑی تھی۔ وہ بیرن کا بٹلر تھا...... بیرن کی لاڈیک کے حق میں وصیت کا گواہ۔ گویا موت نے ایک اہم گواہ کو چاٹ لیا تھا۔

تیسرے روز شام کو ایک ٹرین آئی۔ اس میں وہ ڈبے لگے ہوئے تھے جن میں مویشی لے جائے جاتے ہیں۔ ہر ڈبے میں لوگ بھرے ہوئے تھے۔ لاڈیک کو وہ سب اپنے ہی جیسے دکھائی دے رہے تھے۔ لاڈیک اور اس کے ساتھیوں کو بھی ایک ڈبے میں دھکیل دیا گیا اور سفر شروع ہو گیا ہر تین ڈبوں کے لیے ایک گارڈ مقرر تھا، جو درمیان والے ڈبے کی چھت پر بیٹھا رہتا تھا۔ سفر کے دوران وقتاً فوقتاً فائر کی آوازیں لاڈیک کو بتاتی رہیں کہ فرار کی کوشش مخدوش ثابت ہو گی۔ ٹرین ایک اسٹیشن پر رُکی، جہاں انہیں کھانا دیا گیا...... پھر سفر شروع ہوا تو ٹرین تین دن تک کسی اسٹیشن پر نہ رُکی کچھ قیدی بھوک سے دم توڑ گئے انہیں چلتی ٹرین سے نیچے پھینک دیا گیا پھر ٹرین رُکی تو دو روز تک رُکی رہی اسے گزرنے والی دوسری ٹرینوں کو راستہ دینا تھا جن میں فوجی بھرے ہوئے تھے۔ لاڈیک فرار ہونے کے لیے بے تاب تھا، لیکن تین وجوہ کے تحت اس نے خود کو روکے رکھا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ اب تک کوئی شخص فرار ہونے میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ دوسرے ریل کی پٹری کے دونوں جانب حد نظروں تک ویرانے ہی ویرانے تھے۔ تیسرے اسے ان لوگوں کے تحفظ کا خیال تھا، جو اس پر انحصار کرتے تھے۔ لاڈیک ہی انہیں کھانا دیتا...... اور وہی انہیں زندہ رہنے کی ترغیب دلاتا تھا۔ وہ سب سے کم عمر تھا لیکن زندگی پر اس کا یقین پختہ تھا۔ رات کو سخت سردی ہوتی تھی۔ وہ سب ڈبے کے فرش پر ایک دوسرے سے چپک کر لیٹ جاتے تھے ایک دوسرے کے جسم سے گرمی ملتی رہے۔ روٹ بدلنا اس وقت تک ممکن نہ ہوتا جب تک سب اس بات پر متفق نہ ہوتے۔ لاڈیک محافظوں کی تبدیلی سے وقت کا اندازہ لگاتا تھا کبھی کسی جسم پر بے حس و حرکت ہونے کا گمان ہوتا تو وہی محافظ کو مطلع کرتا۔ پھر اس بدنصیب قیدی کو چلتی ٹرین سے نیچے پھینک دیا جاتا۔ وہ آزادی کی انتہا تھی۔ گارڈ احتیاطاً لاش کے سر میں دو چار گولیاں بھی اُتار دیتے کہ اگر یہ حرکت فرار ہونے کے لیے کی گئی ہو تو ناکام ثابت ہو۔

ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر گاڑی رُکی تو کچھ اور قیدی لاڈیک کے ڈبے میں ٹھونس دیے

گئے یہ لوگ روسی زبان بولتے تھے۔ ان کا لیڈر لاڈیک ہی کا ہم عمر تھا۔ لاڈیک اور اس کے دس ساتھی جن میں ایک عورت تھی، نئے آنے والوں کی طرف سے مشکوک تھے۔ انھوں نے ڈبے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ کئی دن دونوں گروہ ایک دوسرے سے لاتعلق رہے۔ ایک رات لاڈیک ڈبے کے فرش پر لیٹا ستاروں کو دیکھ رہا تھا کہ اسے نقل و حرکت کے احساس نے چونکا دیا۔ دوسرے گروہ کا لیڈر ہاتھ میں رسی کا پھندا لیے دبے قدموں لاڈیک کے ایک ساتھی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر اُس نے وہ پھندا الفانس کی گردن میں ڈال دیا۔ لاڈیک کو اندازہ ہوگیا کہ اگر وہ تیزی سے اُٹھا تو لڑکا واپس بھاگ جائے گا چنانچہ وہ پیٹ کے بل رینگتے ہوئے، دھیرے دھیرے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ لاڈیک کے ساتھی اسے اپنے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھتے رہے...... لیکن کوئی کچھ نہ بولا۔ قریب پہنچ کر لاڈیک لڑکے پر جھپٹ پڑا اور اس سے اگلے ہی لمحے ڈبے میں موجود سب لوگ جیسے بیدار ہو گئے، لیکن الفانس ساکت پڑا تھا۔

لاڈیک کا حریف نسبتاً زیادہ توانا اور پھرتیلا تھا۔ لیکن لاڈیک نے اسے ابتدا ہی میں دبا لیا تھا۔ وہ وحشیانہ انداز میں لڑتے رہے اور گارڈ قہقہے لگاتے رہے، حتیٰ کہ وہ شرطیں بھی لگانے لگے۔ پھر ایک گارڈ لڑائی میں جان نہ پڑتی دیکھ کر بیزار ہوگیا تو اس نے ایک خنجر ڈبے کے فرش پر پھینک دیا۔ دونوں خنجر پر جھپٹے لیکن لاڈیک کا حریف خنجر تک پہلے پہنچا۔ اس کے ساتھی تالیاں بجانے لگے۔ لڑکے نے خنجر لاڈیک کی ٹانگ میں جھونک دیا۔ پھر اس نے خنجر کھینچ کر دوسرا وار کیا۔ دوسری مرتبہ خنجر لاڈیک کے کان کے قریب سے گزرتا ہوا ڈبے کے فرش میں پیوست ہوگیا۔ وہ اسے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا کہ لاڈیک اس کے پیٹ میں ٹھوکر مارنے میں کامیاب ہوگیا ذرا سی مہلت ملی تو اس نے بچی کھچی قوت مجتمع کر کے لڑکے کو ایک طرف اچھال دیا۔ پھر لاڈیک نے خنجر پکڑا اور لڑکے پر چھا گیا۔ خنجر لڑکے کی شہ رگ میں پیوست ہوا تو وہ چیخ بھی نہ سکا۔ لاڈیک نے اسے اٹھایا اور ڈبے کے باہر پھینک دیا۔ پھر وہ لنگڑاتا ہوا الفانس کی طرف بڑھا اور جھک کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ اس کا دوسرا گواہ بھی مر چکا تھا۔ اب کون یقین کرے گا کہ وہ بیرن رونسکی کا وارث ہے؟ اب زندگی میں کیا رہ گیا ہے؟ وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا اور خنجر ہاتھ میں لے کر بلند کیا، خنجر کا رُخ اس کے پیٹ کی طرف تھا۔ اسی وقت ایک گارڈ ڈبے میں کود آیا۔ اس نے لاڈیک کے ہاتھ سے خنجر چھین لیا۔ ''نہیں احمق۔'' وہ غرایا۔ ''ہمیں کمپ میں کام کرنے کے لیے آدمی درکار ہیں۔''

لاڈیک نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا۔ پہلی مرتبہ اسے اپنی ٹانگ میں درد کا احساس ہوا۔ اس روز اُس نے اپنا ترکہ تو گنوا دیا تھا لیکن اب وہ پورے ڈبے کا لیڈر بن گیا تھا۔ اس کی مملکت وسیع ہو گئی تھی۔ اب اس کی رعایا بیس افراد پر مشتمل تھی۔ لاڈیک کو ان کی زبان جو روسی اور

پولش کا مرکب تھی، سیکھنے میں زیادہ وقت نہ لگا۔ اسی دوران اسے یہ پتہ چل گیا کہ ٹرین انہیں کہاں لے جا رہی ہے۔ لاڈیک اب عوامی روسی زبان بڑی روانی سے بولنے لگا تھا۔ آخر کار تین ماہ اور تین ہزار سے زائد میل کی مسافت طے کر کے وہ ارکٹک جا پہنچے۔ وہاں ریلوے لائن ختم ہو جاتی تھی۔

انہیں ٹرین سے اُتار کر کھانا کھلایا گیا پھر گرم جوتے اور کپڑے دیے گئے لیکن سردی ان کپڑوں کے مقابلے میں کہیں شدید تھی۔ اس کے بعد خود کار گاڑیاں آ پہنچیں۔ ان کے ہاتھ زنجیروں سے باندھ دیے گئے پھر وہ پیدل بھی چلتے رہے۔ بارہ گھنٹے پیدل چلنے کے دوران انہیں صرف دو گھنٹے آرام کرنے کا وقفہ ملا۔ اس طرح تین دن گزر گئے۔ لاڈیک کو یقین ہونے لگا کہ وہ مر جائے گا۔ انہیں دو وقت کھانا ملتا۔ جب وہ کافی سفر کر چکے اور فرار کا کوئی امکان باقی نہ رہا تو اُن کی زنجیریں کھول دی گئیں۔ اب وہ برف میں گڑھے کھودتے اور ان گڑھوں میں سو جاتے تھے تاکہ اُن کے جسم نسبتاً گرم رہیں۔ وہ دن بڑا اچھا ہوتا جب انہیں کسی جنگل میں پڑاؤ ڈالنا ہوتا۔ لفظ تعیش کے نئے نئے مفاہیم سامنے آ رہے تھے۔ وہ چلتے رہے...... منجمد جھیلوں اور دریاؤں سے گزرتے رہے۔ ہوا سرد سے سرد تر ہوتی جا رہی تھی۔ دوسری طرف لاڈیک کی زخمی ٹانگ کی تکلیف میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ جلد ہی اس تکلیف کے سامنے، سردی میں ٹھٹھرنے کی اذیت، بے حقیقت ہو کر رہ گئی۔ دور دور تک زندگی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ لاڈیک جانتا تھا کہ ایسے میں فرار اُسے زندگی ہی سے آزادی دلا سکتا ہے۔ بوڑھے اور بیمار لوگ مرنے لگے۔ مرنے والوں کو وہیں برف کے سینے پر چھوڑ دیا جاتا۔ بچنے والے شمال کی طرف بڑھتے رہے۔ رفتہ رفتہ لاڈیک وقت کے احساس سے بھی محروم ہو گیا۔ ہر رات، شب بسری کے لیے گڑھا کھودتے ہوئے اسے احساس ہوتا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر کھود رہا ہے۔

......❁......

این مستقبل کی طرف سے فکر مند تھی۔ ازدواجی زندگی کے ابتدائی چند ماہ بے حد خوشگوار تھے۔ بس تشویش کی ایک ہی بات تھی اور وہ ہنری کے لیے ولیم کی ناپسندیدگی تھی، جو دن بدن بڑھتی جا رہی تھی...... دوسری طرف ہنری ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ اس نے اب تک کوئی کام شروع نہیں کیا تھا۔ ہنری کا کہنا تھا کہ وہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہتا ہے۔ این جب بھی اصرار کرتی، وہ کہتا کہ وہ مستقبل کے سلسلے میں جلد بازی سے کام لینا نہیں چاہتا۔ یہی بات ان کے پہلے جھگڑے کا نقطہ آغاز ثابت ہوئی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اسٹیٹ ایجنسی کیوں نہیں کھول لیتے۔'' این نے کہا۔ ''جب کہ یہ تمہاری خواہش بھی ہے۔''

''ہر کام مناسب وقت پر ہی اچھا لگتا ہے۔ آج کل اس کاروبار میں مندی ہے۔''

"ایک سال ہو گیا ہے تمہیں یہ کہتے ہوئے۔ میرے خیال میں تو یہ مندی ہمیشہ ہی رہے گی۔"

"بات یہ ہے کہ کامیابی کے لیے سرمایہ بہت ضروری ہے۔ اگر تم مجھے کچھ رقم قرض دو تو میں کل ہی کام شروع کر دوں۔"

"ناممکن، رچرڈ کی وصیت کے مطابق میرا الاؤنس اسی روز بند ہو گیا تھا، جب میں نے تم سے شادی کی تھی۔ میرے پاس زیادہ رقم نہیں ہے۔"

"میرا کام کسی حد تک چل ہی جائے گا۔" ہنری نے بے نیازی سے کہا۔ "اور پھر تمہارا قیمتی لڑکا...... اس کے ٹرسٹ میں دو کروڑ ڈالر کی رقم موجود ہے۔"

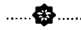
"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" این نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کمال ہے این...... میں تمہارا شوہر ہوں۔ تمہارے گھر میں کوئی بن بلایا مہمان تو نہیں ہوں۔"

"تمہاری رقم کہاں گئی؟ تم نے تو بتایا تھا کہ تمہارے پاس اتنی رقم موجود ہے کہ تم اپنا کاروبار شروع کر سکتے ہو۔"

"تمہیں شروع ہی سے علم تھا کہ میں رچرڈ کی طرح دولت مند نہیں ہوں...... اور این ایک وقت تھا جب تم نے کہا تھا کہ تمہیں اس کی کوئی پروا بھی نہیں۔ تم نے کہا تھا، ہنری، اگر تم بالکل قلاش ہو، تب بھی میں تم سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔" ہنری نے اس کا مضحکہ اڑایا۔

این رونے لگی۔ ہنری اُسے دلاسہ دیتا رہا۔ شام تک وہ اس مسئلے پر غور و فکر اور باتیں کرتے رہے۔ پھر این کو احساس ہونے لگا کہ اس کا رویہ نامناسب تھا۔ کوئی اچھی بیوی ایسا طرز عمل نہیں کر سکتی۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ اس کے پاس ہنری کی ضرورت سے کہیں زیادہ رقم موجود تھی۔ یا وہ اپنے شوہر پر اعتبار نہیں کر سکتی؟ اسے اعتبار کرنا چاہیے۔ اس نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی۔ چنانچہ اس نے ہنری کو بوسٹن میں فرم قائم کرنے کے لیے ایک لاکھ ڈالر دے دیے ایک مہینے کے اندر بوسٹن کے فیشن ایبل علاقے میں اپنا شاندار دفتر...... قائم کر لیا۔ جلد ہی وہ کاروباری اور سیاسی حلقوں میں خوب گھل مل گیا اس کا یہ نیا حلقہ باتیں بنانے کا ماہر تھا۔ این کو ان سب باتوں کا کوئی شعور نہیں تھا وہ مطمئن تھی کہ ہنری خوش ہے اور کامیابی کی طرف گامزن ہے۔



ولیم اب چودہ سال کا تھا۔ وہ سینٹ پال میں اس کا تیسرا سال تھا۔ وہ اہلیت کے اعتبار سے اپنی کلاس میں چھٹے نمبر پر تھا، جب کہ ریاضی میں سب سے آگے تھا۔ اس کے علاوہ وہ مباحثوں میں بھی حصہ لے رہا تھا اور تیزی سے مقبول ہو رہا تھا۔ وہ ہر ہفتے ماں کو خط لکھتا اور اپنی تعلیمی سرگرمیوں کے بارے رپورٹ پیش کرتا لیکن خط ہمیشہ مسز رچرڈ کین کے نام ہوتا۔ گویا اس نے ماں کو مسز ہنری

تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ این کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بیٹے سے اس سلسلے میں کیسے بات کرے۔ وہ ہر پیر کو بڑی احتیاط سے لیٹر بکس سے خط نکالتی تا کہ اس پر ہنری کی نظر نہ پڑے۔ اسے توقع تھی کہ ولیم آہستہ آہستہ ہنری کو پسند کرنے لگے گا لیکن جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ محض اس کی خام خیالی ہے۔ یہ اندازہ اس نے ولیم کے ایک خط سے لگایا جس میں اس نے اجازت طلب کی تھی کہ وہ گرمیوں کی تعطیلات اپنے دوست ماتھیو کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے۔ این کو بہت دُکھ ہوا لیکن مسئلے کا آسان حل بھی یہی تھا چنانچہ اس نے ولیم کو اجازت دے دی۔ تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ ہنری کے نزدیک بھی یہ ایک معقول فیصلہ تھا۔

ولیم اور ہنری کے دلوں میں نفرت پلتی رہی...... آہستہ آہستہ، لیکن مسلسل...... ولیم کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ خدا کا شکر ادا کرتا تھا کہ ہنری اس سے ملنے اسکول نہیں آتا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکول کے ساتھی، اس شخص کو اس کی ماں کے ساتھ دیکھیں، جو اس کا باپ نہیں تھا...... یہی اذیت کم نہیں تھی کہ وہ بوسٹن میں، اس کے گھر میں رہتا ہے۔

ماں کی شادی کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ولیم آنے والی تعطیلات سے خوفزدہ تھا۔ وہ ماتھیو کے درمونٹ میں واقع اس کے گھر چلا گیا۔ دوران سفر ماتھیو نے پوچھا کہ سینٹ پال سے فارغ ہونے کے بعد اس کا کیا ارادہ ہے۔

"اسکول چھوڑتے وقت میں ٹاپ پر ہوں گا...... اس کے علاوہ میں ریاضی کا پرائز جیت چکا ہوں گا۔" ولیم نے بغیر ہچکچائے جواب دیا۔

"تم اس بات کو اتنی اہمیت کیوں دیتے ہو؟"

"یہ وہ کام ہیں، جو میرے ڈیڈی نے کیے تھے میں بھی کرنا چاہتا ہوں۔ جب تم اپنے ڈیڈی سے آگے نکل جاؤ گے، تب میں تمہیں اپنے باپ سے ملواؤں گا۔"

"ولیم یہ سن کر مسکرا دیا۔

دونوں لڑکوں نے چار پر لطف ہفتے ساتھ گزارے۔ شطرنج سے لے کر امریکن فٹ بال تک کوئی کھیل انہوں نے نہیں چھوڑا۔ مہینے کے اختتام پر وہ نیو یارک گئے۔ ماتھیو کے سب گھر والے ساتھ تھے۔ ماتھیو کی بارہ سالہ بہن سوزن، بھائی کو 'موٹے' کے نام سے پکارتی تھی۔ ولیم کو اس پر بہت ہنسی آتی تھی کیونکہ ماتھیو دھان پان سا لڑکا تھا جب کہ خود سوزن موٹی تھی۔

"کوئی یقین کر سکتا ہے کہ سوزن میری بہن ہے۔" ماتھیوں نے چڑ کر کہا۔

"نہیں......" ولیم نے مسکراتے ہوئے سوزن کی طرف دیکھا۔ "یہ تم سے اتنی زیادہ خوبصورت ہے کہ تمہاری بہن نہیں لگتی۔"

اس لمحے سے سوزن، ولیم کو بے تحاشہ چاہنے لگی۔

ولیم نے ماتھیوں کے باپ کو پہلی ہی نظر میں پسند کیا۔ وہ اسے کئی اعتبار سے اپنے باپ کی یاد دلاتا تھا۔ مسٹر چارلس نے اسے اپنے بینک آنے کی دعوت دی جس کا وہ چیئرمین تھا۔ ولیم سے پہلے کوئی بچہ 17، براڈ اسٹریٹ کے حاطے میں داخل نہیں ہوا تھا...... حتیٰ کہ ماتھیو بھی نہیں۔ اتوار کی شام چارلس نے اُسے اپنے بینک کی عمارت دکھائی۔ ولیم مسحور ہو کر رہ گیا۔ بڑے بڑے دفاتر...... زبردست اسٹرانگ روم...... بورڈ روم اور پھر چیئرمین کا آفس۔ چارلس لیسٹر بینک، کین اینڈ کابوٹ کے مقابلے میں کہیں زیادہ بڑا تھا۔ واپسی کے سفر میں ولیم خاموش تھا اور کچھ سوچ رہا تھا۔

''کچھ لطف آیا ولیم؟'' چارلس نے اس سے پوچھا۔

''جی ہاں۔ مجھے آپ کا بینک بہت اچھا لگا میری آرزو ہے کہ میں ایک روز آپ کے بینک کا چیرمین بنوں۔'' ولیم نے کہا۔

چارلس نے قہقہہ لگایا۔ پھر اس نے یہ لطیفہ ہر شخص کو سنایا اور یہ لطیفہ جس شخص نے بھی سنا، وہ ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ صرف ولیم جانتا تھا کہ اس نے یہ بات مذاق میں نہیں کہی ہے۔

......❁......

نو دن کا سفر کرنے کے بعد وہ کیمپ نمبر 201 پہنچے۔ وہ ایسی جگہ نہیں تھی، جسے دیکھ کر خوشی ہوتی۔ لیکن اتنے صبر آزما سفر کے بعد لاڈیک کو وہ جگہ جنت ہی معلوم ہوئی۔ وہاں چھوٹے چھوٹے بے شمار چوبی کیبن تھے۔ قیدیوں کی طرح کیبنوں کے بھی نمبر تھے۔ لاڈیک کے کیبن کا نمبر 33 تھا۔ کیبن کے وسط میں ایک چھوٹا سا سیاہ اسٹوو رکھا تھا۔ چوبی دیواروں میں لکڑی کے تختے لگے تھے، جن پر چٹائیاں پڑی تھیں۔ ان تکلیف دہ بستر پر پہلی رات تو کوئی سو ہی نہیں سکا۔ اوڑھنے کے لیے ایک کاغذی کمبل کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس رات کیبن نمبر 33 میں سنائی دینے والی کراہیں، باہر بھیڑیوں کی ہولناک چیخوں پر حاوی تھیں۔

اگلی صبح طلوع آفتاب سے پہلے ہتھوڑے کا شور سنائی دیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ قیدیوں کے لیے بیدار ہونے کا حکم تھا۔ وہ بالکل ویسا ہی گھنٹہ تھا جیسے عموماً اسکول میں لٹکائے جاتے ہیں۔ کھڑکی کے دونوں طرف ہالا جما ہوا تھا۔ لاڈیک کو یقین ہوگیا کہ جلد ہی یہ شدید سردی اس کی جان لے لے گی۔ ناشتہ ایک بے حد سرد ہال میں کیا گیا۔ ناشتہ باسی مچھلی کے شوربے پر مشتمل تھا۔ جس میں گوبھی کے پتے تیر رہے تھے۔ نئے قیدیوں نے مچھلی کی ہڈیاں میز پر تھوک دیں جب کہ تجربہ کار قیدی سوائے برتنوں کے سب کچھ چٹ کر گئے۔ ناشتے کے بعد انہیں کام سونپے گئے۔ لاڈیک کو لکڑیاں کاٹنے کا کام دیا گیا، اسے سات میل دور ایک جنگل میں پہنچا دیا گیا اور اس کے لیے یومیہ کام

طے کر دیا گیا۔ لکڑہاروں کا وہ چھوٹا سا گروہ چھ قیدیوں پر مشتمل تھا۔ پہرے دار انہیں چھوڑ جاتے۔ ان کی خوراک بھی ساتھ ہوتی۔ وہ خوراک بدذائقہ دلیے اور سوکھی روٹی پر مشتمل ہوتی...... پہرے داروں کو یہ خوف نہیں تھا کہ قیدی فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔ قریب ترین آبادی ایک ہزار میل دور تھی۔ اس پر ستم یہ کہ سمتوں کا اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا۔

ہر شام پہرے دار آتے، ہر قیدی کے کاٹے ہوئے درخت شمار کرتے اور درخت کم ہونے کی صورت میں پورا گروہ اگلے روز غذا سے محروم ہو جاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ جب پہرے دار انہیں لینے آتے تو اندھیرا پھیل چکا ہوتا۔ ایسے میں وہ کٹے ہوئے درخت کیسے گن سکتے تھے۔ لاڈیک نے یہ بات بھانپ لی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ شام کا آخری پہر وہ گزشتہ روز کے کٹے ہوئے درختوں پر سے برف صاف کرنے میں صرف کیا کریں تاکہ انہیں اس روز کے کام میں شامل کیا جا سکے۔ یوں اس کا گروہ ایک بار بھی غذا سے محروم نہیں ہوا کبھی وہ لوگ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں اپنی ران کے ساتھ باندھ کر کیمپ لے آتے۔ اس رات سردی سے مقابلے کے لیے انہیں اضافی حرارت میسر آ جاتی۔ اس کام میں بھی احتیاط ضروری تھی۔ کیونکہ ہر بار کیمپ میں داخل ہوتے وقت ان میں سے کم از کم ایک قیدی کی تلاشی ضرور لی جاتی۔ کسی کے پاس سے کچھ برآمد ہو جاتا تو پورے گروہ کو تین دن کے کھانے سے محروم ہونا پڑتا۔ لیکن ایسا کبھی ہوا نہیں۔

کئی ہفتے گزر گئے۔ لاڈیک کی زخمی ٹانگ کی تکلیف بڑھتی گئی۔ ٹانگ اکڑ رہی تھی۔ وہ سرد ترین دنوں کا انتظار کرنے پر مجبور ہوگیا۔ جب بھی درجہ حرارت منفی چالیس تک پہنچ جاتا تھا، کام کی چھٹی کر دی جاتی اور اس کے بدلے انہیں اتوار کو کام کرنا پڑتا تھا۔ عام حالات میں وہ اتوار کا پورا دن بستر پر گزارتے تھے۔

ایک شام جب لاڈیک کٹے ہوئے درخت ایک طرف لگا رہا تھا کہ ٹانگ کی تکلیف ناقابل برداشت ہوگئی۔ اس نے زخم کا جائزہ لیا۔ سوجن بہت بڑھ گئی تھی اور زخم کے اردگرد کا بڑا حصہ سیاہی مائل نیلگوں ہو گیا تھا۔ اس رات لاڈیک نے اپنا زخم ایک پہریدار کو دکھایا۔ پہرے دار نے اسے حکم دیا کہ وہ صبح ہی صبح کیمپ کے ڈاکٹر کے پاس پیش ہو جائے۔ لاڈیک رات بھر اپنی ٹانگ اسٹوو کے سامنے رکھے بیٹھا رہا۔ لیکن اسٹوو کی حرارت اس قدر محدود تھی کہ اس کا درد کم نہ ہو سکا۔

اگلی صبح لاڈیک معمول سے ایک گھنٹہ قبل اٹھا۔ کام کے اوقات سے پہلے ڈاکٹر سے ملنا نہایت ضروری تھا۔ وہ ڈاکٹر کے پاس جا پہنچا اور اسے اپنا نام اور نمبر بتایا۔ ڈاکٹر پائر لے ایک نرم دل اور مہربان بوڑھا تھا۔ لاڈیک کو وہ بیرن سے بھی زیادہ معمر لگا۔ اس کا سر بالوں سے یکسر محروم تھا۔ اس نے بڑی خاموشی سے لاڈیک کی ٹانگ کا معائنہ کیا۔ ''یہ زخم ٹھیک ہو جائے گا ڈاکٹر؟'' لاڈیک نے پر

تشویش لہجے میں پوچھا۔

''تم روسی زبان بول سکتے ہو؟'' ڈاکٹر نے اس کی بات کا جواب دیے بغیر پوچھا۔

''جی ہاں جناب۔''

''تمہاری ٹانگ تو ٹھیک ہو جائے گی لڑکے، البتہ لنگ رہ جائے گا۔لیکن ٹانگ ٹھیک ہونے سے کیا ہوتا ہے۔تمہیں یہیں گھسٹ گھسٹ کر مرنا ہے۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''نہیں ڈاکٹر، میں یہاں سے فرار ہونا چاہتا ہوں، میں پولینڈ جاؤں گا۔''

ڈاکٹر نے تیز نگاہوں سے اُسے دیکھا۔''آواز دھیمی رکھو احمق۔اب تک تمہیں اندازہ ہو جانا چاہیے کہ یہاں سے فرار ہونا ممکن نہیں ہے میں پندرہ برس سے یہاں ہوں اور کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب میں نے فرار ہونے کے متعلق نہ سوچا ہو لیکن یہ ممکن نہیں ہے کوئی شخص یہاں سے فرار ہو کر زندہ نہیں رہا۔ یہاں فرار ہونے کے متعلق گفتگو کرنا بھی جرم ہے اور سزا...... دس روز کی قید تنہائی۔ وہاں پر تیسرے روز کھانا ملتا ہے۔تم اسٹوو بھی تیسرے ہی روز جلا سکو گے...... اور وہ بھی اس لیے کہ دیواروں پر جمی ہوئی برف پگھل سکے۔ اگر تم وہاں سے زندہ بچ کر واپس آ گئے تو ہمیشہ اپنی قسمت پر رشک کیا کرو گے، کیا سمجھے؟''

''دیکھ لینا میں یہاں سے فرار ہو جاؤں گا......'' لاڈیک نے بوڑھے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔اس کے لہجے میں ایک عزم تھا۔

ڈاکٹر مسکرایا۔''میرے دوست! یہ بات کبھی زبان پر نہ لانا...... ورنہ وہ تمہیں ختم کر دیں گے۔اب جاؤ...... اور ہاں اپنی ٹانگ کے بارے میں رپورٹ کرنا نہ بھولنا۔''

لاڈیک معمول کے مطابق جنگل چلا گیا، لیکن ٹانگ کی تکلیف اتنی شدید تھی کہ کام کرنا دوبھر ہو گیا۔ اگلی صبح ڈاکٹر نے پھر اس کی ٹانگ کا معائنہ کیا۔

''زخم اور خراب ہو گیا ہے۔'' ڈاکٹر نے کہا۔''لڑکے تمہاری عمر کیا ہے؟''

''میرا خیال ہے میں تیرہ سال کا ہوں۔'' لاڈیک بولا۔''یہ کون سا سن ہے؟''

''1919ء۔'' ڈاکٹر نے جواب دیا۔

''اور آپ کی کیا عمر ہے؟''

ڈاکٹر نے لڑکے کی نیلی آنکھوں میں جھانکا۔اس کی نگاہوں میں حیرت تھی۔''اڑتیس سال۔''

''اوہ میرے خدا!'' لاڈیک ششدر رہ گیا۔

''پندرہ سال کی قید کے بعد تمہارا بھی یہی حال ہو گا۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''آپ یہاں کیوں ہیں؟ اتنے عرصے میں انہوں نے آپ کو آزاد کیوں نہیں کیا؟''

''مجھے 1904ء میں ماسکو میں پکڑا گیا تھا اسی سال میں تعلیم مکمل کی تھی۔ میں نے فرانسیسی سفارت خانے میں ملازم تھا۔انہوں نے مجھے جاسوس قرار دے کر ماسکو جیل بھیج دیا۔ مجھے وہ جیل جہنم معلوم ہوتی تھی۔ لیکن یہاں آ کر پتہ چلا کہ جیل تو مقابلتاً جنت تھی۔اب تو فرانسیسی بھی مجھے فراموش کر چکے ہیں۔کیمپ نمبر 201 میں قید کی مدت پوری کرنے کا دستور نہیں۔ میں مر کر ہی آزاد ہو سکوں گا۔''

''نہیں ڈاکٹر، امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔'' لاڈیک نے اسے سمجھایا۔

''امید؟ اسے تو میں نے برسوں پہلے خیر باد کہہ دیا تھا۔ میں تمہارے سلسلے میں امید کی تجدید کر سکتا ہوں لیکن وعدہ کرو کہ اپنا ارادہ کسی کے سامنے زبان پر نہیں لاؤ گے۔ یہاں ایسے قیدی بھی ہیں، جو ایک روٹی یا ایک کمبل کے لیے مخبری کر سکتے ہیں۔لاڈیک...... میں تمہاری ڈیوٹی ایک ماہ کے لیے کچن پر لگا رہا ہوں۔ اس عرصے میں تمہاری ٹانگ بچ سکتی ہے۔ میں تمہاری ٹانگ کاٹنا پسند نہیں کروں گا۔ یہاں پورے آلات بھی دستیاب نہیں ہیں۔'' ڈاکٹر نے ایک خم دار چاقو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

لاڈیک کانپ کر رہ گیا۔

ڈاکٹر نے ایک پرچی پر لاڈیک کا نام لکھ لیا۔ اگلی صبح لاڈیک نے کچن میں رپورٹ کی، جہاں اسے برتن دھونے اور کھانا پکانے میں مدد کرنے کے کام پر مامور کر دیا۔ دن بھر لکڑیاں کاٹنے اور کلہاڑی چلانے کے مقابلے میں وہ ایک خوشگوار تبدیلی تھی۔ اس کے علاوہ سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ اسے بہتر کھانا ملنے لگا۔ چولہوں کے قریب رہ کر سردی سے بڑی حد تک نجات مل گئی۔ ایک بار تو اسے نصف انڈا بھی میسر آ گیا۔ لاڈیک کا زخم آہستہ آہستہ ٹھیک ہونے لگا لیکن چال کا لنگ باقاعدگی اختیار کرتا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر جدید قسم کی دواؤں اور طبی سہولتوں کے بغیر ہی اس کے علاج پر بھرپور توجہ دے رہا تھا۔ دن گزرتے گئے۔ لاڈیک، اور ڈاکٹر کے درمیان دوستی کا رشتہ استوار ہو گیا۔ لاڈیک، ڈاکٹر کے لیے مستقبل کی جوان امید کی حیثیت اختیار کر گیا۔ ہر صبح وہ مختلف زبانوں میں گفتگو کرتے۔ لیکن ڈاکٹر کو اپنی مادری زبان فرانسیسی سب سے زیادہ پسند تھی۔

''سات روز بعد تمہیں اپنی پرانی ڈیوٹی پر واپس جانا ہو گا۔'' ایک صبح ڈاکٹر نے کہا۔''میری بات غور سے سنو۔ میں نے تمہارے فرار کا منصوبہ تیار کر لیا ہے۔''

''میرے لیے نہیں ڈاکٹر...... ہمارے لیے کہو۔''

''نہیں، صرف تم جاؤ گے۔ میں اتنے طویل سفر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ فرار میرا پندرہ سال پرانا خواب ہے۔ اس کی تعبیر میرے لیے نہیں بلکہ تمہارے لیے ہے۔ میرے اطمینان کے لیے تمہاری کامیابی ہی کافی ہے۔ تم پہلے آدمی ہو جس سے مل کر مجھے کامیابی کا یقین ہوتا ہے صرف تم ہی کامیاب ہو سکتے ہو۔''

لاڈیک زمین پر بیٹھا بڑی خاموشی سے ڈاکٹر کا منصوبہ سنتا رہا۔

''میں نے گزشتہ پندرہ سال میں بڑی مشکل سے دو سو روبل جمع کیے ہیں۔ روسی اپنے قیدیوں کو اوور ٹائم نہیں دیتے۔ یہ رقم میں نے دواؤں کی ایک شیشی میں چھپا رکھی ہے۔ جاتے وقت مجھ سے رقم لے لینا۔ میں اسے تمہارے لباس میں سی دوں گا۔''

''کیسا لباس؟ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟''

''میرے پاس ایک سوٹ اور قمیص بھی ہے۔ یہ لباس بارہ سال پہلے میں نے ایک پہرے دار سے حاصل کیا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مجھے زندگی اور فرار، دونوں پر یقین تھا۔ سوٹ پرانا سہی لیکن تمہارے کام آئے گا۔''

لاڈیک حیران رہ گیا۔ دو سو روبل، ایک سوٹ اور ایک قمیص...... وہ ڈاکٹر کی پندرہ برس کی کمائی تھی، جسے وہ ایک لمحے میں قربان کر رہا تھا۔ یہ لاڈیک کی زندگی کا انمٹ لمحہ تھا۔

''آئندہ جمعرات کو تمہیں پہلا اور شاید آخری مناسب موقع میسر آسکتا ہے۔'' ڈاکٹر نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''اس روز ٹرین نئے قیدیوں کو لے کر آئے گی...... ایسے موقعے پر کچن سے چار آدمی پہرے داروں کے ساتھ کھانے کے ٹرک پر جاتے ہیں۔ میں نے سینئر باورچی سے بات کر لی ہے۔ وہ تمہیں ٹرک پر بھیج دے گا۔ کچھ دواؤں کے بدلے یہ سودا مہنگا نہیں ہے جب ٹرک واپس آئے گا تو تم ٹرک پر نہیں ہو گے اسٹیشن پہنچنے کے بعد قیدیوں کی ٹرین کا انتظار کرنا۔ ٹرین آجائے اور قیدی اُتر جائیں تو ریلوے لائن پار کر کے ماسکو جانے والی ٹرین میں بیٹھ جانا۔ ماسکو والی ٹرین قیدیوں کی ٹرین کی آمد سے پہلے روانہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ پٹری صرف ایک ہے۔ دعا کرنا کہ پہرے دار سینکڑوں نئے قیدیوں کی طرف متوجہ رہیں۔ تمہاری کامیابی کا انحصار صرف اسی بات پر ہے۔ ایک مرتبہ تم ماسکو جانے والی ٹرین میں بیٹھ گئے تو سمجھ لینا بیڑا پار ہے۔ ایک بات یاد رکھنا، اگر انکی نظر پڑ گئی تو وہ بلا تامل تمہیں گولی مار دیں گے...... پندرہ سال پہلے، جب میں یہاں آیا تھا تو میں نے یادداشت کے سہارے ماسکو سے ترکی تک راستے کا ایک نقشہ بنایا تھا۔ ممکن ہے اب کچھ تبدیلیاں ہوگئی ہوں لیکن یہ نقشہ بہرحال تم ساتھ رکھنا، تمہارے کام آئے گا۔ خیال رکھنا کہ کہیں روس، ترکی پر بھی تو قابض نہیں ہوگیا ہے روسیوں کی ہوسِ ملک گیری کی کوئی حد نہیں ہے۔'' ڈاکٹر دواؤں کے کیبنٹ کی طرف بڑھا۔ اس نے ایک بوتل نکالی جس میں بھورے رنگ کا سفوف بھرا ہوا تھا۔ اس نے وہ بوتل کھول کر اُس میں سے ایک کاغذ نکالا۔ گزشتہ برسوں نے روشنائی کو دھندلا...... دیا تھا کاغذ پر اکتوبر ۱۹۰۴ کی تاریخ تحریر تھی۔ اس میں ماسکو سے اوڈیسا اور اوڈیسا سے ترکی تک کا راستہ دکھایا گیا تھا۔ یعنی آزادی سترہ سو میل کے فاصلے پر لاڈیک کی منتظر تھی۔

''تمام ہفتے، ہر صبح تمہیں میرے پاس آنا ہوگا۔ ہم منصوبے کی تفصیلات دہراتے رہیں گے تاکہ تمہیں ازبر ہو جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ قسمت کی خرابی سے قطع نظر تمہیں ناکام نہیں ہونا چاہیے اور ہماری تیاری میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔''

اب لاڈیک ہر رات جاگتا رہتا۔ وہ منصوبے کی جزئیات ذہن نشین کرتا رہتا۔ ہر صبح ڈاکٹر سے اس کی منصوبے کے سلسلے میں گفتگو ہوتی۔ بدھ کی شام ڈاکٹر نے نقشہ تہ کیا اور اسے بھی پچاس روبل والے چار نوٹوں کے ساتھ سی دیا۔ لاڈیک نے قیدیوں والا لباس اُتار کر ڈاکٹر کا سوٹ پہنا اور سوٹ کے اوپر قیدیوں والا لباس پہن لیا۔ اسی دوران ڈاکٹر کی نظر بیرن کے کنگن پر پڑ گئی جو کہنی کے اوپر پھنسا ہوا تھا۔

''یہ کیا ہے؟'' ڈاکٹر نے پوچھا۔ ''بے حد خوب صورت ہے۔''

''یہ میرے باپ کا تحفہ ہے۔'' لاڈیک نے فخریہ لہجے میں کہا۔ ''آپ رکھ لیں۔ یہ آپ کو یاد دلاتا رہے گا کہ میں آپ کا کس قدر مشکور ہوں۔'' اس نے کنگن اتارا اور ڈاکٹر کی طرف بڑھا دیا۔

ڈاکٹر چند لمحے کنگن کو دیکھتا رہا پھر نفی میں سر ہلا دیا۔ ''ہرگز نہیں۔ یہ خاندانی امانت ہے۔ تمہارا باپ یقیناً کوئی بڑا آدمی رہا ہوگا۔'' ڈاکٹر نے کنگن لاڈیک کی کلائی میں ڈال دیا۔ پھر بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ ''خدا تمہاری مدد کرے لاڈیک۔'' اس نے لرزیدہ آواز میں کہا۔ ''میری دُعا ہے کہ آئندہ ہماری ملاقات کبھی نہ ہو۔''

وہ ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ پھر لاڈیک اپنے کیبن میں لوٹ آیا۔ اس نے دُعا کی کہ کاش اس کیبن میں یہ اس کی آخری رات ہو۔ اس رات وہ بالکل نہیں سویا۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں پہرے دار اس کے لباس کے نیچے سوٹ کی جھلک نہ دیکھ لیں۔ صبح گھنٹہ بجتے ہی وہ باہر نکل آیا اور کچن کا رُخ کیا۔ ٹرک کے آتے ہی سینئر باورچی نے لاڈیک کو ٹرک کی طرف دھکیل دیا۔ چار منتخب قیدیوں میں لاڈیک سب سے کم سن تھا۔ ''اسے کیوں بھیج رہے ہو؟'' ایک پہرے دار نے اعتراض کیا۔ ''اسے تو یہاں آئے ہوئے ایک سال بھی نہیں ہوا ہے۔''

لاڈیک کا جسم سرد پڑ گیا اور دل بری طرح دھڑکنے لگا۔ کیا منصوبہ ابتدا سے پہلے ہی ناکام ہو جائے گا۔ وہ کانپ کر رہ گیا۔

''یہ بہت اچھا باورچی ہے۔'' سینئر باورچی نے جواب دیا۔ ''اس نے ایک بیرن کے قلعے میں تربیت پائی ہے۔ پہرے داروں کو ہمیشہ اچھا باورچی ملنا چاہیے۔''

''ہاں، یہ بات تو ہے۔'' پہرے دار نے دانت نکال دیے۔ پھر وہ لاڈیک کی طرف متوجہ ہوا۔ ''چلو، جلدی کرو۔''

چاروں قیدی ٹرک پر سوار ہوئے اور قافلہ فوراً ہی روانہ ہوگیا۔

سفر بڑی سست رفتاری سے طے ہو رہا تھا۔ لیکن لاڈیک مطمئن تھا کہ اسے پیدل نہیں چلنا پڑ رہا تھا۔ لاڈیک بڑی تندہی سے کھانا پکانے میں جتا رہا۔ سفر کے دوران اس نے چیف کک کے سوا کسی سے بات نہیں کی۔

ارکسک پہنچنے میں انہیں سولہ دن لگے۔ ماسکو جانے والی ٹرین اسٹیشن پر پہلے ہی کھڑی تھی۔ صرف قیدیوں والی ٹرین کی آمد کا انتظار تھا۔

لاڈیک ساتھی قیدیوں کے ساتھ پلیٹ فارم پر ایک طرف بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھی کسی چیز میں بھی دل چسپی نہیں لے رہے تھے۔ لیکن لاڈیک بڑی دل چسپی سے گردوپیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ بالآخر اس نے دوسرے پلیٹ فارم پر پہنچنے کے لیے ایک مناسب راستہ منتخب کرلیا۔ ''کیا تم فرار ہونے کے چکر میں ہو؟'' اچانک چیف کک نے پوچھا۔

لاڈیک اس بار بھی کچھ نہ بولا۔ چیف کک نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے اس تیرہ سالہ لڑکے کو بغور دیکھا، پھر اس نے خود ہی اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''خدا تمہاری مدد کرے۔ میں کوشش کروں گا کہ انہیں کم از کم دو دن تک تمہاری کمی کا احساس نہ ہو۔'' اس کے لہجے میں خلوص تھا۔

کچھ دیر بعد آنے والی ٹرین کی جھلک دکھائی دی لاڈیک کے اعصاب تن گئے۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ نظریں سپاہیوں پر جمی ہوئی تھیں جن کی نقل و حرکت میں تیزی آ گئی تھی۔ ٹرین رُک گئی تو سینکڑوں تھکے ہارے قیدی پلیٹ فارم پر آئے۔ ان کی حالت بہت خستہ تھی۔ جلد ہی اسٹیشن پر ہنگامہ ہاؤ ہو شروع ہوگیا۔ تمام پہرے دار پوری طرح قیدیوں کی طرف متوجہ ہوگئے۔ لاڈیک تیزی سے پلیٹ فارم سے اُترا اور گاڑی کے نیچے سے گزرتا ہوا دوسری ٹرین میں چڑھ گیا۔ ٹرین میں کسی نے خصوصیت سے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ لاڈیک نے بیت الخلا کا رُخ کیا پھر خود کو اندر بند کرلیا اور دل ہی دل میں دعا کرنے لگا۔ ہر لمحہ اسے دھڑکا لگا رہا کہ بیت الخلا کے دروازے پر دستک ہونے والی ہے۔ ٹرین کے حرکت میں آنے تک ہر لمحہ اس کے لیے قیامت خیز ثابت ہوا، حالاں کہ یہ وقفہ صرف سترہ منٹ پر محیط تھا۔

ٹرین چلتے ہی اس نے ایک طویل اور اطمینان بخش سانس لی۔ دور ہوتا ہوا اسٹیشن لحہ بہ لحہ مختصر ہوتا نظر آ رہا تھا۔ لاڈیک مزید کچھ دیر بیت الخلا میں بیٹھا رہا۔ اب وہ الجھن میں تھا کہ اس کا آئندہ اقدام کیا ہونا چاہیے۔ اچانک کسی نے بیت الخلا کا دروازہ پیٹ ڈالا۔ لاڈیک پریشان ہوگیا کون ہوسکتا ہے۔ اس نے سوچا۔ گارڈ، ٹکٹ کلکٹر یا...... کوئی سپاہی ہر صورت میں اس کے لیے خطرہ ہی خطرہ تھا۔ اس کے سارے جسم سے ٹھنڈا پسینہ پھوٹ پڑا۔ دروازے کو پیٹے جانے کا سلسلہ زور وشور سے جاری تھا۔

ہنری نے دوسری مرتبہ این کے سامنے دستِ سوال دراز کیا تو این کو شدید ذہنی جھٹکا لگا۔

''تمہاری رقم محفوظ رہے گی۔'' ہنری نے کہا۔ ''یقین نہ آئے تو ایلن لائڈ سے پوچھ لو۔ اس سے زیادہ تمہارے مفادات کا خیال کون رکھ سکتا ہے۔''

''لیکن ڈھائی لاکھ۔''

''ڈیئر، یقین کرو، یہ دولت کمانے کا سنہری موقع ہے۔ دو سال کے اندر اندر تمہاری رقم دُگنی ہو جائے گی۔'' ہنری نے کہا۔

خاصی تلخ و ترش گفتگو کے بعد این نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس نے اپنا اکاؤنٹ چیک کیا۔ اب اس میں صرف ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر تھے۔ لیکن یہ بات اطمینان بخش تھی کہ ہنری کے ملاقاتیوں کا سلسلہ بڑھتا جا رہا تھا۔ جائداد کے کام میں تعلقات کی بہرحال اہمیت ہوتی ہے۔ اسے ٹھیک ٹھاک کام بھی مل رہا تھا۔ این نے سوچا کہ اس سلسلہ میں ایلن لائڈ سے بھی بات کرلی جائے...... لیکن پھر خود ہی اس خیال کو مسترد کر دیا۔ وہ کسی پر یہ تاثر نہیں چھوڑنا چاہتی تھی کہ اسے اپنے شوہر پر اعتبار نہیں ہے۔ ویسے بھی یقینی کامیابی کا امکان نہ ہونے کی صورت میں ہنری اس سے یہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ ایلن لائڈ سے پوچھ لو۔

این ڈاکٹر میکنزی سے بھی ملتی رہی اور اس سے بچے کے امکان پر گفتگو کرتی رہی۔ لیکن ڈاکٹر نے اسے صاف لفظوں میں بتا دیا کہ ماں بننے کی کوشش اس کے لیے مہلک ثابت ہوگی۔ این نے اس معاملے میں اپنی ماں اور ساس سے بھی مشورہ کیا۔ لیکن وہ ڈاکٹر کے فیصلے سے متفق تھیں۔ ویسے بھی وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ہنری کی اولاد، کین فیملی کی دولت پر دعویٰ کر کے ولیم کے لیے کوئی مسئلہ کھڑا کردے۔ حالانکہ اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ تھک ہار کر این نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ولیم اس کی پہلی اور آخری اولاد رہے گا ہنری کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ بہت برہم ہوا۔ اس کا کہنا تھا کہ رچرڈ اگر زندہ ہوتا تو این کم از کم ایک کوشش کیے بغیر نہ رہتی۔ این سوچتی رہ گئی کہ اس کی زندگی میں آنے والے دو مرد ایک دوسرے سے کتنے مختلف ہیں۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس نے کس طرح ان دونوں ہی سے محبت کی۔ تاہم اس نے ہنری کو تسلی دینا چاہی۔ ساتھ ہی وہ ہنری کی کاروباری کامیابیوں کے لیے بھی دعا کرتی رہی۔ تاکہ اس کا دھیان کاروبار کی طرف مرکوز رہے۔ گزشتہ چند ہفتوں میں اس کی مصروفیات بہت بڑھ گئی تھیں...... اور وہ بہت دیر سے گھر آنے لگا تھا۔

اکتوبر میں انہوں نے اپنی شادی کی دوسری سالگرہ منائی۔ اسی دوران این کو گمنام خطوط موصول ہونے لگے کہ ہنری دوسری عورتوں میں دل چسپی لینے لگا ہے۔ وہ ایک خاص خاتون پر ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ملتفت ہے۔ خط لکھنے والے نے نیچے اپنے نام کی جگہ صرف دوست لکھا

تھا...... لیکن دوست نے اس خاص خاتون کا نام ظاہر نہیں کیا تھا۔ شروع میں تو این نے بڑی بے پروائی سے وہ خطوط جلا دیے۔ اس سلسلے میں اُسے ہنری سے بھی بات کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ جب ہنری نے اس سے مزید ڈیڑھ لاکھ طلب کیے، تب بھی وہ اس سے اس موضوع پر بات نہ کر سکی۔

''اگر مجھے فوری طور پر رقم نہ ملی تو سارے کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔'' ہنری نے اہمیت جتائی۔

''لیکن ہنری...... تمہیں یہ رقم دینے کے بعد میرے پاس کچھ بھی نہیں بچے گا۔''

''دو لاکھ کا یہ مکان ہے۔'' ہنری نے کہا۔ ''تم اسے رہن رکھوا سکتی ہو۔''

''یہ مکان ولیم کا ہے۔''

''ولیم...... ولیم، ولیم۔'' ہنری نے پاؤں پٹختے ہوئے کہا۔ ''ہمیشہ میری کامیابی کے راستے میں یہی ایک نام آتا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔

وہ آدھی رات کو واپس آیا...... اور اس نے بڑے نرم لہجے میں این کو بتایا کہ اسے رقم نہیں چاہیے۔ اسے کاروبار کا خسارہ منظور ہے لیکن وہ این کو گنوانا پسند نہیں کرے گا۔ این کو اس کی باتوں نے مطمئن کر دیا۔ اس نے صبح خود ہی ڈیڑھ لاکھ ڈالر کا چیک لکھ کر اس کے حوالے کر دیا۔ اب وہ بالکل قلاش تھی لیکن اسے کوئی پروا نہیں تھی کیونکہ ہنری کی کامیابی کچھ زیادہ دور نہیں تھی۔ تاہم وہ سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ اتفاق سے ہنری نے اتنی ہی رقم طلب کی ہے، جتنی اس کے پاس موجود تھی۔

اگلے ماہ اسے پتہ چلا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ ڈاکٹر میکنزی پریشان ہو گیا...... لیکن اس نے کوشش کی کہ اس کی پریشانی عیاں نہ ہونے پائے۔ دونوں بوڑھی خواتین یہ اطلاع سن کر دہل گئیں۔ ہنری البتہ بہت خوش تھا۔ اس نے این سے کہا کہ یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے۔ وہ اتنا خوش تھا کہ اسپتال کا ونگ بنوانے پر بھی آمادہ ہو گیا جس کا وعدہ آنجہانی رچرڈ نے کیا تھا۔

ولیم کو ماں کے خط کے ذریعے یہ اطلاع ملی تو وہ سارا دن چپ چپ رہا۔ وہ اس سلسلے میں اپنے عزیز ترین دوست ماتھیو سے بھی بات نہیں کر سکتا تھا۔ ہفتے کی اس نے اسکول سے چھٹی لی اور بوسٹن پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے اپنے اکاؤنٹ سے ایک سو ڈالر نکلوائے اور جیفرسن اسٹریٹ میں کوہن کے دفتر جا پہنچا۔ کوہن اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ''یہ پہلا موقع ہے کہ کوئی سولہ سالہ لڑکا میرا موکل بننا چاہتا ہے۔'' اس نے کہا۔ ''یہ میرے لیے ایک نیا تجربہ ہے کین۔'' کین کا نام لیتے ہوئے اس کے ذہن میں رچرڈ کین کی یاد تازہ ہو گئی۔ ''تمہارا باپ ہمارے جیسے لوگوں کے لیے نہایت مہربان تھا۔''

''جی ہاں...... وہ ذہین لوگوں کے قدر دان تھے۔ وہ آپ کی فرم کی خدمات حاصل کیا

کرتے تھے۔ میں نے ان کی زبان سے بارہا آپ کا نام سنا۔ اسی لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں نے آپ کو منتخب کیا ہے نہ کہ آپ نے مجھے......''

کوہن کو اندازہ ہو گیا کہ ولیم کو سولہ سالہ موکل سمجھنا حماقت ہے۔ ''جی ہاں، آپ رچرڈ کین کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے عمر کے کلیے سے مستثنیٰ ہیں۔ بتائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔'' اس مرتبہ اس کے لہجے میں احترام تھا۔

''آپ کو میرے لیے تین سوالوں کا جواب حاصل کرنا ہے۔'' ولیم نے کہا۔ ''پہلی بات تو یہ کہ اگر میری ماں، مسز ہنری کسی بچے کو جنم دیتی ہے تو کیا اس بچے کا میری جائداد پر کوئی حق ہے، دوسری یہ، کہ میری ماں کے شوہر ہونے کی حیثیت سے، ہنری کا بھی میری جائداد پر کوئی حق بنتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ مجھے کس عمر میں یہ حق حاصل ہوگا کہ میں ہنری کو اپنے لوئیس برگ والے مکان سے بے دخل کر سکوں۔''

اس دوران کوہن کا قلم سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر چلتا رہا۔ ولیم نے سو ڈالر میز پر رکھ دیے۔ وکیل چند لمحے بڑی بے یقینی سے نوٹوں کو دیکھتا رہا۔ اس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی لیکن پھر اس نے نوٹ اٹھائے اور انہیں گننا شروع کر دیا۔

''اخراجات کی پروا نہ کریں مسٹر کوہن۔'' ولیم نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ ''ہارورڈ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد تو مجھے خصوصاً ایک اچھے وکیل کی ضرورت ہوگی۔''

''گویا آپ کو ہارورڈ میں داخلہ مل چکا ہے میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کریں، مسٹر کین مجھے امید ہے میرے بیٹے کو بھی داخلہ مل جائے گا۔''

''مجھے ابھی تو نہیں البتہ دو سال بعد داخلہ ضرور مل جائے گا۔'' ولیم نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں ایک ہفتہ بعد پھر بوسٹن آؤں گا لیکن یہ معاملہ میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ اس سلسلے میں اگر میں نے کسی تیسرے فرد سے ایک لفظ بھی سن لیا تو وہ میرے اور آپ کے کاروباری تعلق کا آخری دن ہوگا۔ خدا حافظ۔''

کوہن جواباً اسے خدا حافظ بھی نہیں کہہ سکا۔ ولیم اس سے پہلے ہی دروازہ کھول کر جا چکا تھا۔



''باہر نکلو۔'' کسی نے روسی زبان میں چیخ کر کہا۔ لہجہ بہت خراب تھا۔

لاڈیک کے سامنے دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔ کھڑکی میں سے تو کوئی چھ سالہ بچہ بھی نہیں گزر سکتا تھا۔ زیادہ دیر بیت الخلا میں بند رہ کر وہ دوسرے مسافروں کو اپنی طرف مشکوک کر سکتا تھا۔ اس نے جلدی سے قیدیوں والا لباس اُتارا اور گٹھری بنا کر کھڑکی سے باہر اُچھال دیا۔ پھر کوٹ کی

جیب سے ہیٹ نکالا اور اسے سر پر رکھ لیا۔ اس کے بعد اس نے دروازہ کھول دیا۔ ایک مسافر تیزی سے اندر آ گھسا۔ انداز سے پتہ چلتا تھا کہ حاجت نے اسے بری طرح بے چین کر رکھا ہے۔ اس نے دروازہ بند کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی۔ لاڈیک بوکھلا کر باہر نکل آیا۔

راہ داری میں نکلتے ہی اسے تنہا اور نمایاں ہونے کے احساس نے آلیا۔ اس کا سوٹ متروک فیشن کا تھا۔ وہ فوری طور پر دوسرے بیت الخلا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ بالآخر اسے ایک بیت الخلا خالی مل ہی گیا۔ اس نے اندر سے چٹخنی چڑھائی، پھر کوٹ کی آستین والی سلائی ادھیڑ کر نوٹ نکالے اور تین نوٹ کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر ایک نوٹ پتلون کی جیب میں ٹھونس لیا۔ اس کے بعد وہ باہر نکل آیا۔ اب اسے کسی ایسے ڈبے کی تلاش تھی جو کچھ زیادہ ہی پر ہجوم ہوتا کہ وہ غیر نمایاں رہے۔

ڈبے میں کچھ لوگ سکہ اُچھالنے والا جوا کھیل رہے تھے۔ محل میں لاڈیک اس کھیل میں ہمیشہ لیون کو شکست دیتا رہا تھا۔ اس کا کھیلنے کو جی چاہا، لیکن اس میں قباحت یہ تھی کہ وہ اس طرح خود کو نمایاں کر لیتا۔ کھیل جاری رہا۔ اور اس دوران لاڈیک کھیل سے متعلق اپنی یادیں ہی تازہ کرتا رہا حتیٰ کہ وہ اپنے دو سو روبل داؤ پر لگانے پر تیار ہو گیا۔ یہ خواہش زور پکڑتے پکڑتے ناقابل مدافعت ہو گئی۔ ایک شخص جو خاصی رقم ہار چکا تھا، جماہی لیتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ”قسمت نے تمہارا ساتھ نہیں دیا۔“ لاڈیک نے اس سے کہا۔ اسے اپنی آواز خود بھی اجنبی لگی۔ ٹرین پر سوار ہونے کے بعد یہ اس کا پہلا جملہ تھا۔

”قسمت کی بات نہیں۔“ جواری نے کراہتے ہوئے کہا۔ ”میں ان سب کو لوٹ لیتا لیکن میری جیب خالی ہو گئی۔“

”اپنا کوٹ بیچو گے؟“ لاڈیک نے پوچھا۔

وہ جواری، مسافروں میں واحد آدمی تھا، جس کے جسم پر پرانا لیکن بے حد گرم کوٹ تھا۔ اس نے بغور لاڈیک کی طرف دیکھا۔ ”تمہارے سوٹ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تم میرے کوٹ خریدنے کی اہلیت نہیں رکھتے ہو، میں اس کے 75 روبل لوں گا۔“

”میں چالیس دے سکتا ہوں۔“

”ساٹھ۔“

”پچاس۔“

”نہیں ساٹھ سے کم میں نہیں دوں گا۔“ جواری اڑ گیا۔ ”یہ سو روبل کا کوٹ ہے۔“

”کبھی رہا ہوگا۔“ لاڈیک نے بے نیازی سے کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اندرونی جیب سے نوٹ نکال کر تڑوانا ٹھیک نہیں۔ اس طرح لوگ اس کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ ”میں پچاس روبل دے سکتا ہوں اور بس......“ یہ کہہ کر لاڈیک وہاں سے ہٹنے لگا۔

”ٹھہرو، ٹھہرو۔“ جواری نے اُسے پکارا۔ ”چلو پچاس روبل ہی سہی۔“

لاڈیک نے پتلون کی جیب سے پچاس روبل کا نوٹ نکال کر جواری کی طرف بڑھا دیا۔

جواری نے اپنا کوٹ اُتار کر اُسے دے دیا۔ کوٹ لاڈیک کے لیے بہت بڑا تھا اور تقریباً فرش کو چھو رہا تھا...... تاہم متروک فیشن کے اس سوٹ کو چھپانے کے لیے انتہائی مناسب تھا کوٹ پہننے کے بعد وہ چند لمحے اس جواری کو دیکھتا رہا جو فوراً ہی پھر جوا کھیلنے بیٹھ گیا تھا۔ اور بیٹھتے ہی پھر ہارنے لگا تھا۔ اس جواری سے لاڈیک نے دو سبق سیکھے۔ پہلا...... جب تک مکمل اور غیر معمولی مہارت حاصل نہ ہو، جوا کھیلنے کبھی نہ بیٹھو۔ دوسرا...... ایک حد مقرر کر لو اور اس سے آگے کبھی نہ کھیلو......

وہ اس ڈبے سے نکل آیا۔ بڑے کوٹ کی موجودگی میں وہ خود کو نسبتاً زیادہ محفوظ سمجھنے لگا تھا۔ اس نے پوری ٹرین کا جائزہ لیا۔ یوں وہ اور پر اعتماد ہو گیا۔ ڈبے صرف دو طرح کے تھے۔ عام کلاس...... جس میں لوگ یا تو کھڑے تھے یا پھر چوبی نشستوں پر بیٹھے تھے۔ دوسرے خاص ڈبے تھے، جن میں گدی والی سیٹیں تھیں۔ خاص ڈبے بھی کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے...... لیکن ایک ڈبہ ایسا بھی تھا جس میں صرف ایک خاتون سفر کر رہی تھیں۔ وہ ادھیڑ عمر کی قدرے فربہ اندام عورت تھی۔ اس نے نیلا لباس پہن رکھا تھا اور اس کے سر پر اسکارف تھا۔ اس نے مسکرا کر لاڈیک کی طرف دیکھا۔ اس حوصلہ افزائی نے لاڈیک کو ڈبے میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا۔

”کیا میں بیٹھ سکتا ہوں۔“ اس نے پوچھا۔

”ضرور بیٹھو۔“ خاتون نے کہا اور لاڈیک کو بغور دیکھنے لگی۔ جواباً لاڈیک نے بھی خاتون پر تفصیلی نگاہ ڈالی اور پھر ڈبے کا جائزہ لینے لگا۔ عورت کی فربہی گواہ تھی کہ اسے پیٹ بھر کھانا میسر آتا ہے۔ اس کے سیاہ بال اور بھوری آنکھیں ظاہر کر رہی تھیں کہ وہ کسی زمانے میں حسین بھی رہی ہوگی۔ ریک پر دو بیگ رکھے تھے۔ لاڈیک خود کو نڈھال محسوس کرنے لگا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ کاش اسے سونے کا موقع مل جائے۔ ”کہاں جا رہے ہو؟“ خاتون نے پوچھا۔

سوال اس قدر اچانک تھا کہ پہلے تو لاڈیک گنگ سا ہو کر رہ گیا۔ پھر اس نے تیزی سے کوئی جواب سوچنے کی کوشش کی۔ ”ماسکو۔“ بالآخر اس نے جواب دیا۔

”میں بھی وہیں جا رہی ہوں۔“

لاڈیک نے چونک کر خاتون کو دیکھا۔ وہ پچھتانے لگا کہ اس نے اس ڈبے کا رُخ ہی کیوں کیا تھا، اور اگر کیا بھی تھا تو اس عورت سے بات کرنے کی کیا تک تھی۔ ڈاکٹر نے اسے تنبیہ کی تھی کہ کسی سے گفتگو نہ کرنا۔ کسی پر بھروسہ نہ کرنا۔ لیکن عورت ایک سوال کرنے کے بعد خاموش ہو گئی۔ چنانچہ وہ قدرے مطمئن ہو گیا۔ ابھی اس کا اعتماد بحال ہو ہی رہا تھا کہ ٹکٹ کلکٹر نازل ہو گیا۔ لاڈیک

ایک بار پھر پسینے میں تر بتر ہو گیا۔ ٹکٹ کلکٹر نے خاتون سے ٹکٹ طلب کیا پھر وہ لاڈیک کی طرف متوجہ ہوا۔ ''ٹکٹ دکھایئے کامریڈ۔'' اس نے مہذب انداز میں کہا۔

''لاڈیک کا ہاتھ کوٹ کی جیب کی طرف بڑھا لیکن اس کی زبان پر تالے پڑ گئے تھے۔

''یہ میرا بیٹا ہے۔'' خاتون نہ جانے کیوں بول پڑی۔

ٹکٹ کلکٹر نے پہلے تو خاتون کو اور پھر لاڈیک کو دیکھا۔ پھر اس نے بڑے احترام سے خاتون کے سامنے سر کو خم کیا اور ڈبے سے نکل گیا۔

لاڈیک ممنون نگاہوں سے خاتون کی طرف دیکھنے لگا۔ ''شکریہ خاتون۔'' چند لمحے بعد اس نے بدقت تمام کہا۔

''میں نے تمہیں قیدیوں والی ٹرین کے نیچے سے نکل کر آتے دیکھا تھا۔'' خاتون نرم لہجے میں بولی...... لاڈیک لرز کر رہ گیا۔ راز فاش ہو چکا تھا۔ ''لیکن میں کسی کو نہیں بتاؤں گی بیٹے، میرا کزن ایسے ہی کسی کیمپ میں قید کاٹ رہا ہوگا۔ میں ہی نہیں۔ ہر شخص خوفزدہ ہے ہر شخص جانتا ہے کہ وہ کسی بھی وقت خود کو ایسے ہی کسی کیمپ میں پا سکتا ہے۔ خیر چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ تم نے اس کوٹ کے نیچے کیا پہن رکھا ہے؟''

لاڈیک سوچ میں پڑ گیا کہ کوٹ کے بٹن کھول کر دکھائے یا ڈبہ چھوڑ کر بھاگے لیکن بھاگنا بے سود تھا۔ اس طرح اسے نجات نہیں مل سکتی تھی۔ آہستہ آہستہ اس نے کوٹ کے بٹن کھول دیے۔

''بہت خوب، مجھے خدشہ تھا کہ کہیں نیچے قیدیوں والا لباس نہ ہو۔'' خاتون نے سکون کا سانس لیا...... ''قیدیوں والے لباس کا تم نے کیا کیا؟''

''باہر پھینک دیا تھا۔''

''کاش وہ لباس انہیں جلدی نہ ملے۔'' خاتون نے پرخلوص لہجے میں کہا۔ ''ماسکو میں کوئی ہے تمہارا۔''

لاڈیک نے پھر ڈاکٹر کی نصیحت پر غور کیا۔ کسی پر اعتبار نہیں کرنا...... لیکن اس عورت پر اعتبار کرنا اس کی مجبوری تھی۔ ''میرا کوئی ٹھکانہ نہیں۔'' وہ بڑبڑایا۔

''تو جب تک تمہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا میرے ساتھ قیام کرو۔'' عورت نے پیش کش کی۔ ''میرا شوہر ماسکو میں اسٹیشن ماسٹر ہے۔ یہ ڈبہ سرکاری ملازمین کے لیے مخصوص ہے تم کسی غلطی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ پہلی ہی غلطی تمہیں واپس کیمپ پہنچا دے گی۔''

لاڈیک تھوک نگل کر رہ گیا۔ ''تو کیا میں اس ڈبے سے نکل جاؤں۔''

''نہیں...... اب تو ٹکٹ کلکٹر تمہیں دیکھ چکا ہے۔ اور وہ تمہیں میرے بیٹے کی حیثیت سے

جانتا ہے۔ تم میرے ساتھ زیادہ محفوظ رہو گے...... تمہارے پاس شناختی کاغذات ہیں؟''

''نہیں...... وہ کیسے ہوتے ہیں؟''

''انقلاب کے بعد ہر شہری کے لیے شناختی کاغذات جاری کیے گئے ہیں۔ ان کاغذات میں ان کی رہائش اور کام کے متعلق تفصیل لکھی جاتی ہے۔ یہ کاغذات نہ دکھائے جائیں تو آدمی کو بغیر کسی جرم کے جیل بھیج دیا جاتا ہے، جہاں اس کی پوری زندگی گزر جاتی ہے۔ خاتون...... قدرے توقف کے بعد پھر گویا ہوئیں۔ ''ماسکو پہنچ کر میرے قریب رہنا اور اپنا منہ سختی سے بند رکھنا، ورنہ......''

''آپ بہت مہربان ہیں۔'' لاڈیک نے کہا۔ لیکن اس کا لہجہ شک آمیز تھا۔

''زار کی موت کے بعد ہم میں سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ میں خوش نصیب تھی کہ میری شادی اس دور کے موزوں آدمی سے ہوئی۔'' خاتون نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ ''اس وقت روس میں بشمول سرکاری افسروں کے کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو گرفتاری یا موت سے خوفزدہ نہ ہو...... تمہارا نام کیا ہے؟''

''لاڈیک۔'' اس نے جواب دیا۔

''اچھا نام ہے۔ اب یوں کرو، کہ سو جاؤ۔ تم بہت نڈھال دکھائی دے رہے ہو۔ جب کہ سفر بہت طویل ہے۔'' خاتون نے کہا۔

لاڈیک لیٹتے ہی سو گیا۔ کئی گھنٹے بعد وہ جاگا باہر اندھیرا چھا چکا تھا۔ وہ ممنونیت آمیز نگاہوں سے مہربان خاتون کو دیکھتا رہا۔ خاتون اسے دیکھ کر مسکرائی۔ جواباً وہ بھی مسکرا دیا۔ لیکن وہ اب بھی خائف تھا کہ خاتون اس کے بارے میں کسی افسر کو نہ بتا دے۔ کیا پتہ وہ ایسا کر بھی چکی ہو۔ آخر وہ اتنی دیر سوتا رہا تھا۔ خاتون نے ایک بیگ میں سے کھانے کا پیکٹ نکالا اور لاڈیک کو کھانے کی دعوت دی، جسے لاڈیک نے بلا جھجک قبول کر لیا۔ اگلے اسٹیشن پر کچھ مسافر اتر گئے۔ خاتون بھی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ''میرے پیچھے آؤ۔'' اس نے کہا۔

لاڈیک اس کے پیچھے پلیٹ فارم پر اتر گیا۔ اس کا دل اندیشوں کے بوجھ تلے لرز رہا تھا۔ خاتون نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ اب ایک ایسی ماں نظر آ رہی تھی، جو اپنے 13 سالہ بیٹے کے ساتھ طویل سفر کر رہی ہو۔ وہ لاڈیک کا ہاتھ تھام کر خواتین والے ٹائیلٹ کی طرف لے گئی۔ اندر پہنچنے کے بعد اس نے نل کھول دیا۔ پانی پتلی سی دھار کی صورت میں نمودار ہوا لیکن وہ بہت گدلا تھا۔ خاتون نے پانی کی رنگت دیکھ کر برا سا منہ بنایا لیکن لاڈیک کیمپ کے پانی سے آشنا تھا۔ اسے وہ گدلا پانی بھی نعمت عظمیٰ محسوس ہوا۔ خاتون تولیا بھگو کر اس کے زخم دھونے لگی۔ ٹانگ کا زخم دیکھ کر اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ لاڈیک منہ بھینچے کھڑا رہا۔ زخموں پر ہر لمس آگ کا سا کام کر رہا تھا۔ لاڈیک کے لیے

چیخیں روکنا دشوار ہوگیا۔ حالاں کہ خاتون نے اپنا ہاتھ بہت نام رکھا تھا۔ ''گھر چل کر میں ان کی ڈریسنگ کردوں گی۔'' خاتون نے کہا۔ ''اس وقت اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ پھر خاتون کی نظر نقرئی کنگن پر پڑگئی۔ اس نے کنگن پر کندہ تحریر کا جائزہ لیا اور بولی۔ ''یہ تمہارا ہے؟ کہاں سے چرایا؟''

لاڈیک کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ اسے توہین کا احساس ہوا۔ ''میں چور نہیں ہوں۔ یہ میرے باپ نے اپنی موت سے قبل مجھے دیا تھا۔''

لاڈیک کو خاتون نے بغور دیکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں ایک مختلف تاثر نظر آیا۔ وہ خوف تھا یا احترام...... لاڈیک یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ خاتون نے سر جھکا لیا اور بولی۔

''لاڈیک بیٹے محتاط رہنا، اس کے لیے تو کوئی تمہاری جان بھی لے سکتا ہے؟''

لاڈیک نے سر کو تفہیمی جنبش دی اور پھر وہ ٹائیلٹ سے نکل کر اپنے ڈبے میں واپس آگئے۔ ٹرین مزید ایک گھنٹہ رُکی رہی۔ لاڈیک اس دوران دم سادھے بیٹھا رہا۔ ٹرین حرکت میں آئی تب کہیں اس نے سکون کا سانس لیا۔

ٹرین کو ماسکو پہنچنے میں بارہ دن لگے۔ جب بھی کوئی نیا ٹکٹ کلکٹر آیا۔ پہلا ڈرامہ نسبتاً بہتر تاثر سے دُہرایا جاتا۔ لاڈیک معصوم لڑکا نظر آنے کی کوشش کرنے لگتا اور خاتون ایک مہربان ماں کا کردار نبھانے لگتی۔ ہر ٹکٹ کلکٹر خاتون کے سامنے احترام سے سرخم کرتا اور ڈبے سے نکل جاتا۔ لاڈیک یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ روس میں اسٹیشن ماسٹر کا عہدہ بہت اہم ہوتا ہے۔

ماسکو تک ایک ہزار میل کا سفر ختم ہوا تو لاڈیک خاتون پر اعتماد کرنے لگا تھا، بلکہ اب تو وہ اس کا گھر دیکھنے کے لیے بھی بے تاب ہو رہا تھا۔ ٹرین ماسکو پہنچی تو شام ہو چکی تھی۔ لاڈیک نے اس سے پہلے کوئی بڑا شہر نہیں دیکھا تھا۔ جب کہ اس وقت وہ روس کے دارالحکومت میں سانس لے رہا تھا...... موہوم سے خدشات نے اسے گھیر لیا۔ وہاں اتنے سارے لوگ تھے...... اور اتنی بہت سی سمتوں میں چل رہے تھے۔ وہ بے چین ہوگیا۔ خاتون نے اسکی گھبراہٹ محسوس کرلی۔ ''خاموشی سے میرے پیچھے چلتے رہو۔ ہیٹ ہرگز نہ اتارنا۔'' خاتون نے اسے سمجھایا۔

لاڈیک نے ڈبے کے ریک سے خاتون کے بیگ اتارے، ہیٹ کو کچھ اور نیچے کھینچا اور خاتون کی تقلید میں پلیٹ فارم پر اُتر آیا۔ باہر نکلنے کے لیے تنگ سے دروازے پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ دروازے کے اردگرد جنگلے تھے ہر شخص کے ہاتھ میں اس کے شناختی کاغذات تھے۔ جنگلے کے پاس پہنچتے پہنچتے لاڈیک کا دل تیز رفتاری کے تمام ریکارڈ توڑ چکا تھا۔

گارڈ نے خاتون کے کاغذات بے حد سرسری انداز میں دیکھے۔ ''کامریڈ۔'' اس نے آہستہ سے کہتے ہوئے سیلوٹ مارا...... پھر وہ لاڈیک کی طرف متوجہ ہوا۔

''میرا بیٹا ہے۔'' خاتون نے کہا۔

''بہت بہتر کامریڈ'' گارڈ نے دوبارہ سیلوٹ کیا۔

لاڈیک ماسکو میں داخل ہو چکا تھا۔

خاتون پر مکمل اعتماد کے باوجود، باہر نکلتے ہی لاڈیک کا جی چاہا کہ بھاگ کھڑا ہو۔ لیکن ڈیڑھ سو روبل میں وہ کتنے دن گزار سکتا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اس خاتون کے ساتھ کچھ دن گزارنے میں کوئی مضائقہ نہیں بعد میں کسی بھی وقت وہاں سے کھسکا جاسکتا ہے...... اسٹیشن کے باہر ایک بگھی انہیں گھر لے جانے کے لیے موجود تھی۔

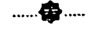
لاڈیک، خاتون کے گھر پہنچا تو اسٹیشن ماسٹر وہاں موجود نہیں تھا۔ خاتون نے جلدی جلدی لاڈیک کے لیے بستر لگادیا۔ پھر پانی گرم کرکے ٹب بھرنے کے بعد لاڈیک کو غسل کرنے کا حکم دیا۔

چار سال کے عرصے میں وہ لاڈیک کا پہلا غسل تھا۔ صابن جیسی نعمت کو تو وہ اس عرصے میں بھول ہی چکا تھا۔ اس کی جلد جگہ جگہ سے چٹخی ہوئی تھی۔ پانچ منٹ کے اندر اندر ٹب میں موجود پانی کا رنگ تبدیل ہوگیا۔ تب لاڈیک کو ٹھیک سے اندازہ ہوا کہ وہ کس قدر غلیظ رہا تھا۔ جہاں زندگی لٹکی ہوئی تلوار کے نیچے گزرتی ہو، وہاں غلاظت کی پروا بھی کون کرتا ہے...... خاتون نے ٹب دوبارہ بھردیا۔ ٹب سے نکلنے کے بعد خاتون نے اس کے زخمیوں پر مرہم لگایا۔ اس دوران خاتون کی نظر اس کے گھنڈی سے محروم سینے پر پڑگئی۔ لاڈیک نے جلدی جلدی خاتون کا لایا ہوا گاؤن پہن لیا۔ پھر مہربان خاتون اسے کچن میں لے گئی۔ جہاں عمدہ اور لذیذ کھانا لاڈیک کا منتظر تھا۔ وہ برسوں کے کسی بھوکے کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ کھانے کے بعد خاتون نے لاڈیک کو ہدایت کی کہ وہ اپنے بستر پر جا کر آرام کرلے۔ ''میں چاہتی ہوں کہ تمہارے بارے میں اپنے شوہر سے بات کرلوں۔'' خاتون نے کہا۔ ''اس سے پہلے تمہاری ملاقات ٹھیک نہیں۔''

لاڈیک نے تعمیل کی اور بستر پر لیٹ کر دعا مانگتا رہا کہ مہربان خاتون کا شوہر اسے اپنے گھر ٹھہرنے کی اجازت دے دے۔ بستر پر دراز ہو کر اسے ایک عجیب سے احساس نے گھیر لیا۔ وہ خود بے حد صاف ستھرا تھا۔ بستر بے داغ تھا...... گدا بے حد نرم تھا...... یہی حال تکیے کا بھی تھا۔ یہ شدید اجنبیت کا احساس تھا۔ اگر وہ بہت زیادہ تھکا ہوا نہ ہوتا تو اس قدر صاحب بستر پر سونا اس کے لیے ناممکن ہوتا۔ لیکن تھکن ہر احساس پر حاوی آگئی۔ اس نے تکیہ نیچے پھینک دیا اور نرمی وصفائی جیسی اجنبی چیزوں کے باوجود اسے نیند آگئی۔

چند گھنٹے بعد تیز آواز میں گفتگو کرنے کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ آوازیں کچن کی طرف سے آرہی تھیں۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کتنی دیر سویا ہے۔ تاہم باہر اندھیرا ہو چکا تھا۔ وہ بستر

سے اترا...... اور دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور کچن سے آنے والی آوازیں سننے لگا۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ تیز و تند گفتگو اسی کے بارے میں ہو رہی ہے۔ وہ خوف زدہ ہوگیا۔ شاید مہربان خاتون کا شوہر نامہربان ثابت ہو رہا تھا...... شاید وہ اس کے بارے میں مخبری کرنے کے لیے بیوی سے جھگڑ رہا ہے......



ولیم ٹھیک سات روز بعد دوبارہ کوہن کے دفتر میں داخل ہوا۔ ''ہیلو مسٹر کین۔'' کوہن نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ ''آپ کی آمد میرے لیے باعث مسرت ہے۔ کافی منگواؤں۔''

''جی نہیں۔ شکریہ۔'' ولیم نے جواب دیا۔

''کوکا کولا؟''

اس بار ولیم نے جواب بھی نہیں دیا۔

''اوہ آپ کاروباری گفتگو کے لیے بے چین ہیں، کوہن کے لہجے میں پشیمانی تھی۔ ''ٹھیک ہے، مسٹر کین، میں نے آپ کے معاملات کے متعلق خاصی تفتیش کی ہے جو معاملات خالص علمی نوعیت کے نہیں تھے، ان کے لیے تو میں نے ایک قابل اعتماد ایجنسی کی خدمات حاصل کی تھیں۔ میرا خیال ہے، میں آپ کے تمام سوالوں کے جوابات حاصل کر چکا ہوں۔ آپ کے پہلے سوال کا جواب نفی میں ہے۔ مسٹر ہنری کی اولاد کو آپ کے ٹرسٹ سے کچھ نہیں مل سکتا۔ البتہ آپ کی ماں اپنے حصے کے پانچ لاکھ ڈالر اس کے نام کر سکتی ہیں۔'' کوہن نے نظریں اُٹھا کر ولیم کو دیکھا اور اپنی بات جاری رکھی۔ ''یہ بات شاید آپ کے لیے دل چسپی کا باعث ہو کہ آپ کی ماں گزشتہ ڈیڑھ سال میں یہ تمام رقم بینک سے نکلوا چکی ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ رقم کہاں خرچ ہوئی۔ ممکن ہے کہ انہوں نے کسی اور بینک میں اکاؤنٹ کھول لیا ہو۔''

ولیم کے چہرے پر حیرت کا شدید تاثر اُبھرا۔ کوہن نے پہلی مرتبہ اسے ضبط سے محروم ہوتے دیکھا تھا۔

''نہیں...... یہ وجہ نہیں ہوسکتی۔'' ولیم نے جلد ہی خود پر قابو پالیا۔ اب اس کے انداز میں پھر اعتماد تھا۔ ''وہ رقم صرف ایک شخص کے ہتھے چڑھ گئی ہے۔''

وکیل چند لمحے خاموش رہا۔ اس کا خیال تھا کہ ولیم کچھ اور بھی کہے گا لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا اور خاموش ہی رہا۔ بالآخر کوہن نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ''آپ کے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسٹر ہنری کسی بھی اعتبار سے آپ کے جائیداد کے حق دار نہیں ہوسکتے۔ آپ کی والدہ کو آپ کے ٹرسٹ کے دوسرے دو اراکین ایلن اور...... ملی ہیں۔ اکیس سال کی عمر میں سب کچھ آپ کے

ہاتھوں میں ہوگا۔'' کوہن نے پھر نظریں اُٹھا کر ولیم کی طرف دیکھا...... لیکن ولیم کا چہرہ بے تاثر تھا۔ اب کوہن سپاٹ چہرے کا مفہوم سمجھنے لگا تھا، چنانچہ اس نے بات جاری رکھی۔ ''تیسرا جواب یہ ہے مسٹر ولیم کہ آپ مسٹر ہنری کو اس وقت تک مکان سے بے دخل نہیں کرسکتے، جب تک کہ وہ آپ کی ماں کا شوہر ہے اور ان کے ساتھ قیام پذیر ہے۔ ماں کی موت کے بعد مکان خود بخود آپ کے نام ہو جائے گا، اس وقت آپ اسے نکال سکیں گے۔ میرا خیال ہے مسٹر ولیم کہ آپ میرے کام سے مطمئن ہوں گے۔''

''شکریہ مسٹر کوہن۔'' ولیم نے کہا۔ ''میں آپ کی کارکردگی اور رازداری سے بے حد خوش ہوں۔ اب آپ اپنے بل کے بارے میں بتا دیں۔''

''کام تو سو ڈالر سے زیادہ کا تھا مسٹر کین، لیکن مستقبل کے تعلقات کے پیش نظر......''

''نہیں مسٹر کوہن۔ یہ انداز مجھے پسند نہیں ہے۔ آپ وہ فیس طلب کریں جو عام مؤکلوں سے طلب کرتے ہیں۔ یہ بتایئے میں آپ کو اور کیا پیش کروں؟''

کوہن چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ ''عام حالات میں ہم دو سو بیس ڈالر طلب کرتے ہیں۔''

ولیم نے اپنی جیب سے بیس ڈالر والے چھ نوٹ نکالے اور وکیل کی طرف بڑھا دیے۔ اس مرتبہ وکیل نے نوٹ گننے کی زحمت نہیں کی۔

''میں اس تعاون پر آپ کا شکر گزار ہوں مسٹر کوہن۔'' ولیم نے کہا۔ ''مجھے یقین ہے کہ ہم آئندہ بھی ملتے رہیں گے، خدا حافظ۔''

''خدا حافظ مسٹر کین۔ مجھے آپ کے والد کے ساتھ زیادہ کام کرنے کا موقع نہیں ملا، تاہم آپ کو دیکھتے ہوئے سوچتا ہوں، کاش ایسا ہوا ہوتا۔''

ولیم مسکرا دیا۔ ''شکریہ جناب۔'' اس نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔



این، آنے والے ننھے مہمان کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ ان دنوں وہ بہت جلد تھک جاتی تھی۔ وہ ہنری سے اکثر پوچھتی کہ کاروبار کیسا جا رہا ہے؟ ہنری ہمیشہ اسے آنے والی کامیابیوں کی نوید سناتا لیکن تفصیلات سے کبھی آگاہ نہ کرتا۔ اچانک ہی ایک صبح گمنام خطوط کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا۔ اس مرتبہ گمنام خطوط تفصیلات پر مبنی تھے۔ ہنری کس تاریخ کو، کس وقت اور کس عورت سے ملا۔ این وہ خطوط فوراً جلا دیتی۔ وہ نام اور مقام بھی یاد رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اس بات پر یقین نہیں کرنا چاہتی تھی کہ اس کا شوہر بے وفائی کا مرتکب ہو رہا ہے...... اور وہ بھی ان دنوں جب وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ وہ اس خیال سے بہل گئی کہ کوئی عورت، ہنری کے نظر انداز

کرنے کی وجہ سے اس کی دشمن ہوگئی ہے۔

خطوط موصول ہوتے رہے۔ ہر بار کچھ نئے ناموں کا اضافہ ہو جاتا۔ لیکن اب وہ خطوط اس کے اعصاب پر سوار ہونے لگے تھے۔ وہ کسی سے اس مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتی تھی، لیکن سوال یہ تھا کہ وہ کس سے بات کرے۔ اس کی ماں اور ساس تو ویسے ہی ہنری کی مخالف تھیں۔ ایلن لائڈ ان مسائل کو سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ تجرد کی زندگی گزار رہا تھا۔ ولیم سے بھی بات نہیں کی جاسکتی تھی کیونکہ وہ ابھی بچہ ہی تھا۔ کوئی بھی تو نہیں تھا جس سے دل کا حال کہہ سکتی۔ اس نے سوچا کہ کسی ماہر نفسیات سے رجوع کرے۔ لیکن ذاتی مسائل اجنبیوں کے سامنے رکھنا خاندانی روایت کے خلاف تھا...... پھر ایک دن پانی سر سے گزر گیا۔ پیر کا وہ دن این کے لیے بے حد پریشان کن تھا۔ اس روز اسے تین خط ملے۔ تینوں خط پریشان کن تھے۔ پہلا خط ولیم کا تھا۔ مسز رچرڈ کین کے نام۔ اس نے حسب سابق گرمیوں کی چھٹیاں ماتھیو کے ساتھ گزارنے کی اجازت طلب کی تھی۔ دوسرا خط ایلن لائڈ کی طرف سے تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ بینک فون کر کے اس سے ملاقات کا وقت طے کر لے۔ ایلن نے زندگی میں صرف ایک مرتبہ این کو خط لکھا تھا۔ وہ بھی تعزیتی خط تھا۔ جو رچرڈ کی موت کے سلسلے میں لکھا گیا تھا۔ این پریشان ہوگئی اُسے ڈر تھا کہ اس بار بھی ایلن کا خط کسی بری خبر کے سلسلے میں ہی ہوسکتا ہے۔ تیسرا خط سب سے اذیت ناک تھا۔ وہ گمنام خط تھا اور اس میں اطلاع دی گئی تھی کہ ہنری ملی پریسٹن سے محبت کرتا ہے۔ ملی جو این کی عزیز ترین سہیلی تھی اور جس نے این کو ہنری سے ملوایا تھا، جو ولیم کی گاڈ مدر بھی تھی۔

این نے سب سے پہلے بینک فون کیا۔ "ایلن...... تم مجھ سے ملنا چاہتے ہو؟" اُس نے ایلن لائڈ سے رابطہ ملتے ہی کہا۔

"ہاں مائی ڈیر۔ کچھ بات کرنا ہے۔ کب وقت نکال سکتی ہو؟"

"کوئی بری خبر ہے؟"

"ارے نہیں، لیکن میں فون پر بات کرنا نہیں چاہتا۔ بہر حال، پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ میرے ساتھ لنچ کر سکتی ہو؟"

"ضرور ایلن۔"

"تو ایک بجے رٹنر میں ملو۔ خدا حافظ این۔"

اس وقت دس بجے تھے۔ این، ملی پریسٹن کے متعلق سوچنے لگی۔ کیا خط والی بات میں صداقت ہوسکتی ہے؟ لیکن وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی۔ اس کی طبیعت بھی گری گری سی تھی۔ وہ خوف زدہ ہوگئی۔ ابھی سے یہ حال ہے تو بچے کی ولادت پر کیا ہوگا؟ اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا اور

گہری سانس لی۔

*****

ایلن لائڈ مقررہ وقت پر این کی پیشوائی کے لیے موجود تھا۔ وہ اسکا ہاتھ تھام کر اسے کارنر کی میز کی طرف لے گیا۔ "بچہ کب متوقع ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"ابھی تین ماہ باقی ہیں۔" این نے جواب دیا۔

"کوئی پیچیدگی تو نہیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے......"

"ڈاکٹر ہر ہفتے میرا معائنہ کرتا ہے۔" این نے اُس کی بات کاٹ دی۔ "وہ میرے بلڈ پریشر کی وجہ سے پریشان ہے، لیکن میں فکر مند نہیں ہوں۔"

"مجھے خوشی ہے ڈیئر۔ ویسے تم بہت تھکی تھکی لگ رہی ہو۔ اپنا خیال رکھو۔" ایلن نے شفقت آمیز لہجے میں کہا۔ "خیر...... تو اس وقت مجھے تمہارا مشورہ درکار ہے۔"

این پریشان ہوگئی۔ معاملہ مشورے کا نہیں ہوسکتا تھا۔ ایلن بہت مہربان آدمی تھا، اسی لیے یہ ظاہر کر رہا تھا، جیسے وہ خود کسی مسئلے سے دو چار ہے۔ حالانکہ وہ معاملہ برعکس تھا۔ این خاموشی سے منتظر رہی کہ ایلن مزید کچھ کہے۔

"ہنری کا کاروبار کیسا چل رہا ہے؟" کچھ توقف کے بعد ایلن نے پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں۔ میں نے مردوں کے کاروباری معاملات میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔ تم تو جانتے ہی ہو۔ بات کیا ہے؟ کوئی تشویش ناک بات ہے؟"

"نہیں، نہیں۔" ایلن نے جلدی سے کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ ہنری اسپتال کی تعمیر کے بڑے ٹھیکے کے حصول کی کوشش کر رہا ہے۔ میں تو صرف اس لیے پوچھ رہا تھا کہ ہنری نے حال ہی میں بینک سے پانچ لاکھ ڈالر کا قرضہ طلب کیا ہے۔"

این ششدر رہ گئی۔ وہ منہ سے کچھ بھی نہ کہہ سکی۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں حیرت ہوئی ہے۔" ایلن نے کہا۔ "اسٹاک کے جائزے سے پتہ چلا ہے کہ تمہارے اثاثہ بیس ہزار ڈالر ہے جب کہ تمہارے اکاؤنٹ پر سترہ ہزار ڈالر کا اوور ڈرافٹ دیا جا چکا ہے۔"

این کھانا بھول گئی۔ اُسے اندازہ نہیں تھا کہ اُس کی مالی حالت اس قدر دگرگوں ہے۔ ایلن اسے پریشان دیکھ کر خود بھی پریشان ہوگیا۔

"لیکن میں نے اس سلسلے میں بات کرنے کے لیے تمہیں لنچ پر مدعو نہیں کیا ہے۔" اُس نے تسلی دی۔ "بینک تمہارے اکاؤنٹ پر عمر بھر اوور ڈرافٹ دے سکتا ہے۔ ولیم کا ٹرسٹ سالانہ دس لاکھ

ڈالر کا منافع حاصل کر رہا ہے۔ اس لیے تمہارے اوور ڈرافٹ کی کوئی اہمیت نہیں۔ بلکہ ان پانچ لاکھ ڈالر کی بھی اہمیت نہیں جو ہنری طلب کرتا ہے۔ بشرطیکہ ولیم کی سرپرست کی حیثیت سے تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہو۔"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ ولیم کے ٹرسٹ پر میرا بھی کچھ اختیار ہے۔"

"اصل پر رقم پر تو واقعی نہیں ہے۔ لیکن اس پر حاصل ہونے والے سود کی سرمایہ کاری کے سلسلے میں تم، میں اور ملی پریسٹن اختیار رکھتے ہیں۔ منافع کا روشن امکان ہو تو ہم سرمایہ کاری کر سکتے ہیں۔ اگر تم اجازت دو تو ولیم کے ٹرسٹ کا چیئرمین ہونے کی حیثیت سے میں ہنری کے کاروبار میں پانچ لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری کی منظوری دے سکتا ہوں۔ ملی پہلے ہی مجھے مطلع کر چکی ہے کہ وہ اس سرمایہ کاری کے حق میں ہے۔ اگر تم اور ملی اس سرمایہ کاری کے حق میں ہو تو میری رائے کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔"

"ملی منظوری دے چکی ہے؟" این کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں...... کیا اُس نے تمہیں مطلع نہیں کیا؟"

این چند لمحے خاموش رہی۔ "تمہاری کیا رائے ہے؟" بالآخر اُس نے پوچھا۔

"میں نے ابھی تک ہنری کی کمپنی کے حسابات چیک نہیں کیے ہیں۔ ویسے بھی اس کا اکاؤنٹ ہمارے بینک میں نہیں ہے۔ یعنی میں کمپنی کی مالی حالت سے لاعلم ہوں۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں گزشتہ اٹھارہ ماہ میں ہنری کو اپنے اکاؤنٹ سے پانچ لاکھ ڈالر دے چکی ہوں۔"

"میں بڑے اور اہم اکاؤنٹس سے بے خبر نہیں رہتا۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ رقم تم نے ہنری کے لیے نکلوائی ہے۔ بہرحال، وہ تمہاری رقم تھی۔ میں تمہیں روک تو نہیں سکتا تھا۔" ایلن نے کہا۔ "لیکن ٹرسٹ کا معاملہ مختلف ہے۔ اگر تم ہنری کی کمپنی میں سرمایہ کاری کے حق میں ہو تو مجھے ہنری کی کمپنی کے حسابات چیک کرنا ہوں گے۔ رچرڈ نے ولیم کی طرف سے قرض دینے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ صرف سرمایہ کاری کی جا سکتی ہے۔ میں ہنری کو یہ سب کچھ بتا چکا ہوں۔ اس کے علاوہ ولیم خود بھی اپنے ٹرسٹ میں دلچسپی لیتا ہے۔ اُسے ہر سرمایہ کاری کے بارے میں پتہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اُسے اس کا علم بھی ہو جائے گا۔ یہ بھی بتا دوں کہ اپنی سولہویں سالگرہ کے بعد سے ولیم خود بھی سرمایہ کاری کے سلسلے میں تجاویز پیش کرتا رہا ہے۔ پہلے تو میں نے اس کی تجاویز میں زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی، لیکن پھر میں اُن کا احترام کرنے پر مجبور ہو گیا، تمہارا بیٹا زبردست کاروباری سوجھ بوجھ رکھتا ہے۔

"لیکن اس سے پہلے ولیم کے ٹرسٹ کے سلسلے میں مجھ سے کبھی مشورہ نہیں لیا گیا؟" این

نے کہا۔

"تمہیں ہر سہ ماہی کے اختتام پر مفصل رپورٹیں موصول ہوتی رہی ہوں گی۔ تمہیں حق حاصل ہے کہ تم کسی بھی سرمایہ کاری پر اعتراض کر دو۔" ایلن نے کہا اور جیب سے ایک کاغذ نکال لیا۔ "بینک میں ولیم کے دو کروڑ دس لاکھ ڈالر اس کی 21 ویں سالگرہ تک کے لیے جمع ہیں۔ اس رقم سے ساڑھے چار فیصد سالانہ کے حساب سے ہر تین ماہ بعد سود ملتا ہے۔ اس سود سے ہم سرمایہ کاری...... کرتے ہیں...... حصص خریدتے ہیں۔ ماضی میں، ہم نے کبھی کسی پرائیویٹ کمپنی میں سرمایہ کاری نہیں کی۔ تم یہ سن کر حیران ہو گی کہ اب ہم پچاس فیصد سرمایہ کاری ولیم کے مشوروں کے مطابق کرتے ہیں۔ اس سال تو ولیم نے ہمارے ڈائریکٹر برائے سرمایہ کاری، سائمن سے رولس رائس کار کی شرط لگالی ہے کہ اُس کی مجوزہ سرمایہ کاری زیادہ منافع بخش ثابت ہو گی۔"

"اور اگر وہ شرط ہار گیا تو دس ہزار ڈالر کی رولس رائس کیسے دے گا۔ اکیس سال کا ہونے تک اسے ٹرسٹ سے تو کچھ بھی نہیں ملے گا۔" این پریشان ہو گئی۔

"یہ تو مجھے نہیں معلوم...... لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اس کے پاس رقم ہو گی، تبھی اُس نے شرط لگائی ہو گی، تم نے حال ہی میں اُس کا وہ مشہور زمانہ لیجر بھی دیکھا ہے؟"

"نہیں...... مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ سلسلہ اب بھی چل رہا ہے۔"

"چل رہا ہے...... اور چلتا رہے گا۔ تمہیں معلوم ہے، اُس کا ذاتی اکاؤنٹ نیویارک کے لیسٹرز بینک میں ہے...... اور وہ لوگ دس ہزار ڈالر سے کم رقم کا کھاتہ قبول ہی نہیں کرتے۔"

این سوچ میں پڑ گئی۔ "تمہیں پتہ ہے، بارھویں سالگرہ کے بعد سے، اُس نے مجھ سے، کبھی ایک پنی تک نہیں لی اور یہ بھی بتا دوں کہ وہ ہنری کی کمپنی میں پانچ لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری ہرگز نہیں کرے گا۔"

"ان دونوں کی آپس میں نہیں بنتی؟" ایلن نے پوچھا۔

"ذرا بھی نہیں بنتی۔"

"مجھے افسوس ہوا یہ سن کر...... اگر ولیم اُس کی مخالفت پر اُتر آیا تو پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ مجھے علم ہے کہ ولیم ٹرسٹ کے سلسلے میں اپنی قانونی پوزیشن معلوم کرنے کے لیے ایک وکیل سے رابطہ قائم کر چکا ہے حالانکہ وہ، یہ بات ہم سے بھی معلوم کر سکتا تھا۔"

"میرے خدا...... ابھی سے یہ حال ہے۔" الفاظ کے برعکس این کا لہجہ فخریہ تھا۔ "میں سوچتی ہوں، تیس سال کی عمر میں اُس کا کیا حال ہو گا۔"

"دیکھو...... اگر وہ کسی حسین لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو گیا تو وہ رچرڈ کی طرح خاصا تبدیل ہو

جائے گا تمہیں معلوم ہے، رچرڈ کی سب سے بڑی قوت تم تھیں۔"

"تم مجھے بنا رہے ہو ایلن۔" این نے محجوب لہجے میں کہا۔ "ہاں، تو اس معاملے کو فی الحال ٹالا نہیں جاسکتا۔ میرا خیال ہے، پہلے میں ہنری سے بات کرلوں۔"

"بالکل ٹالا جاسکتا ہے۔" ایلن نے ویٹر کو میز صاف کرنے اور کافی لانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور ہاں این...... اپنا خاص خیال رکھو۔ تم بہت قیمتی ہو۔"



این گھر لوٹ آئی۔ اب وہ باقی دونوں خطوط کے بارے میں سوچ کر فکر مند ہو رہی تھی۔ بہرحال، اُس نے فیصلہ کرلیا کہ ولیم کو تعطیلات، ماتھیو کے ساتھ گزارنے کی اجازت دینے ہی میں بہتری ہے۔ اس فیصلے کے بعد مسئلہ صرف ہنری اور ملی کے تعلقات کا رہ گیا۔ وہ آنجہانی رچرڈ کی پسندیدہ کرسی میں بیٹھی باہر دیکھتی رہی۔ وہ سوچتی رہی۔ فیصلہ کرنا اس کے لیے کبھی آسان کام نہیں رہا تھا...... لیکن وہ ایک بار فیصلہ کرتی تو اس پر سختی سے کاربند رہتی تھی۔

ہنری اس شام خلاف معمول جلدی گھر آگیا۔ این سوچنے لگی کہ اس کی بھی کوئی وجہ ہوگی...... اور پھر جلد ہی وجہ اُس کے سامنے آگئی۔

"میں نے سنا ہے کہ آج تم نے ایلن لائڈ کے ساتھ لنچ کیا ہے۔" ہنری نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"کس سے سنا؟"

"ہر طرف میرے جاسوس موجود ہیں۔" ہنری نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں...... ایلن نے مجھ مدعو کیا تھا۔ وہ ولیم کے ٹرسٹ سے تمہاری کمپنی میں پانچ لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری کے سلسلے میں میری رائے جاننا چاہتا تھا۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟" کوشش کے باوجود ہنری اپنی بے چینی چھپا نہ پایا۔

"میں نے اس سے کہا کہ پہلے تم سے بات کروں گی۔ ہنری...... تم نے باضابطہ درخواست دینے سے پہلے مجھے کیوں نہیں بتایا۔ یوں کم از کم ایلن میری حیرت سے لطف اندوز تو نہ ہوتا۔" این کے لہجے میں خفگی تھی۔

"تم میرے کاروباری معاملات میں کبھی دلچسپی ہی نہیں لیتیں۔ اور پھر مجھے یہ بات بھی درخواست دینے کے بعد معلوم ہوئی کہ تم، ایلن لائڈ اور ملی پریسٹن ٹرسٹی ہو۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی جب کہ میں خود اس بات سے بے خبر تھی؟"

"مجھے ملی نے یہ بات بتائی تھی۔ ملی میرے حق میں ووٹ دینے کے لیے تیار ہے۔ اگر تم

بھی ہامی بھر لو تو کام ہو جائے گا۔"

اس وقت ملی کا تذکرہ بھی این کو برا لگا۔ تاہم اُس نے اپنے تاثرات چھپا لیے۔ "میرا خیال ہے، ہمیں ولیم کے ٹرسٹ سے لاتعلق رہنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے آج تک ٹرسٹ میں دلچسپی نہیں لی ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ سرمایہ کاری کے معاملات میں حصہ لوں۔ یہ بینک ہی کا دردسر رہے تو اچھا ہے۔"

"لیکن اس میں ولیم کا فائدہ ہے۔ مجھے اسپتال کا ٹھیکہ ملنے والا ہے۔ بہت بڑا ٹھیکہ ہے۔ ایلن نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہوگا؟"

"ایلن نے کوئی خیال ظاہر نہیں کیا۔ تاہم اُس نے کہا تھا کہ اس ٹھیکے میں معقول منافع کا امکان ہے۔"

"اور یہ بات درست ہے۔"

"لیکن وہ پہلے تمہاری کمپنی کے حسابات چیک کرنا چاہتا ہے۔ وہ یہ بھی پوچھ رہا تھا کہ میں نے اپنے پانچ لاکھ ڈالر کہاں خرچ کیے۔"

"میرے نہیں ڈیئر، ہمارے...... اور جب اُن کا پھل سامنے آئے گا تو تم حیران رہ جاؤ گی۔ بہرحال، میں کل صبح اپنے حسابات ایلن کو بھجوا دوں گا۔ یقین کرو...... وہ میرے کاروبار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔"

"کاش ایسا ہی ہو۔ اسی میں ہم دونوں کی بہتری ہے۔ بہرحال، ایلن کی رائے بہت اہم ہے۔ تم جانتے ہو، میں اس پر کتنا انحصار کرتی ہوں۔"

"ہاں...... لیکن مجھ پر نہیں کرتیں۔"

"نہیں ہنری...... میرا یہ مطلب نہیں......"

"ارے...... میں تو مذاق کر رہا تھا۔ ویسے میرا خیال ہے، سب سے زیادہ قابل انحصار ہستی خاوند ہی کی ہوتی ہے۔"

این کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ "میں کرتی ہوں۔ اپنی ذاتی رقم کے معاملے میں مجھے کوئی پروا نہیں تھی۔ یہ معاملہ ٹرسٹ کا ہے...... اور ان دنوں میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔"

ہنری کا انداز یک لخت تبدیل ہوگیا۔ "میں جانتا ہوں ڈیئر۔ اسی لیے تمہیں اپنے کاروباری مسائل سے دور رکھتا ہوں۔ دیکھو تم جلدی سو جاؤ۔ میں کھانا باہر کھالوں گا۔ ابھی مجھے دفتر جانا ہے تاکہ حسابات کی فائلیں مکمل کر کے رکھ دوں۔ کل فائلیں ایلن کو بھجوانا ہیں۔"

این سعادت مندی سے خواب گاہ میں چلی گئی۔ لیکن تھکن کے باوجود اُس نے سونے کی

کوشش نہیں کی۔ وہ ایک ناول لے کر بیٹھ گئی۔ اُسے معلوم تھا کہ ہنری کو اپنے آفس پہنچنے میں پندرہ منٹ لگتے ہیں۔ ہنری کے جانے کے بیس منٹ بعد اُس نے اُس کے دفتر کا نمبر ڈائل کیا۔ گھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے ریسیور نہ اُٹھایا۔ بیس منٹ بعد این نے دوبارہ رنگ کیا۔ پھر وہ بیس بیس منٹ کے وقفے سے مسلسل رنگ کرتی رہی، لیکن ہنری دفتر پہنچا ہی نہیں تھا۔

ہنری آدھی رات کے بعد گھر لوٹا تو این کو جاگتا پا کر بے حد خفا ہوا۔ وہ اُس وقت بھی ناول پڑھ رہی تھی۔

''تمہیں میرے انتظار میں اتنی دیر نہیں جاگنا چاہیے تھا۔'' ہنری نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔ ''مجھے توقع سے زیادہ دیر تک رُکنا پڑ گیا۔ بہرحال میں نے فائلیں مکمل کر لی ہیں۔''

''آفس میں اتنی رات تک تنہا بیٹھتے ہوئے تو بڑی بوریت ہوتی ہوگی؟'' این نے پوچھا۔

''ارے نہیں، کام میں پتہ ہی نہیں چلتا۔'' ہنری نے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''ویسے ٹیلی فون کی گھنٹی مسلسل ڈسٹرب نہ کرے تو کام خوب ہوتا ہے اور رات کے وقت فون بھی سو جاتا ہے۔''

اگلے ہی لمحے ہنری سو چکا تھا۔ این بے چینی سے پہلو بدلتی رہی۔ ہنری جھوٹ بول رہا تھا۔ اب کل صبح اُسے اپنے دوسرے فیصلے پر عمل کرنا تھا۔



ہنری کے دفتر جاتے ہی این اخبار لے کر بیٹھ گئی۔ ویسے اب اُسے اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہنری دفتر جاتا ہے۔ اخبار میں وہ چھوٹے اشتہارات کا کالم دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے فون اُٹھایا اور جنوبی بوسٹن میں کسی سے ملاقات کا وقت طے کیا۔ بارہ بجنے میں کچھ منٹ باقی تھے کہ وہ جنوبی بوسٹن پہنچی۔ وہ وہاں پہلی بار آئی تھی۔ وہاں وہ بوسیدہ عمارتوں کو دیکھ کر متحیر ہوتی رہی۔ اگر یہ ضرورت نہ پڑتی تو شاید اُسے مرتے دم تک پتہ نہ چلتا کہ بوسٹن کا ایک حصہ اتنا پس ماندہ بھی ہے۔

گندے چوبی زینے چڑھ کر وہ ایک دروازے تک پہنچی، جس پر گلین رکارڈو...... پرائیویٹ سراغ رساں، کی تختی لگی ہوئی تھی۔ این نے دروازے پر دستک دی۔

''آ جایئے۔ دروازہ کھلا ہوا ہے۔'' اندر سے کسی نے پکارا۔

این اندر داخل ہوگئی۔ ایک شخص ڈیسک کے عقب میں بیٹھا سگار پی رہا تھا۔ این کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور سگار منہ سے گر گیا۔ اُس نے جلدی سے سگار اٹھا کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ قیمتی فر کے کوٹ میں ملبوس کوئی خاتون اُس کے دفتر میں داخل ہوئی تھی۔ ''صبح بخیر۔'' اُس نے جلدی سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں گلین رکارڈو ہوں۔ تشریف رکھیے۔ آپ شاید مسز ہنری ہیں؟''

''جی ہاں۔''

''فرمایئے، مسئلہ کیا ہے؟'' رکارڈو نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ پھر اُس نے نوٹ بک اور پنسل سنبھالی۔

''آپ کا کتا...... قیمتی زیورات...... یا شوہر...... کیا چیز گم ہوئی ہے؟''

''مسٹر رکارڈو پہلے میں مکمل راز داری کی یقین دہانی چاہوں گی۔''

''جی...... یہ تو کہنے کی بات ہی نہیں۔ ہمارا بنیادی کام راز داری برتنا ہی ہے۔''

این چند لمحے سوچتی رہی، پھر بولی۔ ''مجھے گمنام خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ ان میں الزام لگایا جاتا ہے کہ میرے شوہر کے، میری ایک قریبی سہیلی کیساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔ میں جاننا چاہتی ہوں کہ وہ خط بھیجنے والا کون ہے۔ میں یہ بھی جاننا چاہتی ہوں کہ میرے شوہر پر یہ الزام درست ہیں یا غلط۔'' یہ کہنے کے بعد این کو احساس ہوا کہ اُس کے سینے پر سے کوئی بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہے۔

''ٹھیک ہے۔ شوہر کے متعلق معلوم کرنا تو کوئی بڑی بات نہیں۔'' رکارڈو نے کہا۔ ''البتہ خط بھیجنے والے کے متعلق معلوم کرنا آسان نہیں۔ آپ نے وہ خط تو محفوظ رکھے ہیں نا؟''

''صرف آخری خط میرے پاس۔''

رکارڈو نے ایک سرد آہ بھری اور این کے سامنے ہاتھ پھیلا دیا۔ این نے ہچکچاتے ہوئے بیگ سے خط نکالا اور اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''آپ بے فکر رہیں مادام۔'' رکارڈو نے اس کی ہچکچاہٹ بھانپتے ہوئے کہا۔ ''اس کے بغیر میں ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔''

رکارڈو نے تین چار بار خط پڑھا، پھر بولا۔ ''کیا ہمیشہ خط ایسے ہی ٹائپ میں...... اور ایسے ہی لفافے میں آتے ہیں؟''

''ہاں...... میرا یہی خیال ہے۔''

''اگلا خط آئے تو ذرا غور سے جائزہ......''

''کیا ضروری ہے کہ آئندہ بھی خط آئے؟'' این نے پوچھا۔

''جی ہاں، یقیناً آئے گا۔ اسے محفوظ رکھیے گا۔'' رکارڈو نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ ''اب مجھے اپنے شوہر کے متعلق تفصیل سے بتایئے۔ اُن کی کوئی تصویر ہے آپ کے پاس؟''

این نے بیگ کھول کر ہنری کی ایک پرانی تصویر نکالی اور رکارڈو کی طرف بڑھا دی۔

''یہ تصویر کب کی ہے؟''

''پانچ سال پرانی ہے۔ اس وقت میرے شوہر فوج میں تھے۔''

اس کے بعد رکارڈو ہنری کے روزمرہ معمولات کے متعلق سوال کرتا رہا۔ دیگر سوالات کا جواب دیتے ہوئے این کو پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ وہ اپنے شوہر کی عادات اور اُس کے ماضی کے متعلق زیادہ نہیں جانتی۔

''مادام، یہ معلومات ناکافی ہیں۔ تاہم میں سرتوڑ کوشش کروں گا۔ میری فیس دس ڈالر یومیہ ہوگی۔ دیگر اخراجات علیحدہ۔ ایک ہفتے کے بعد میں تحریری رپورٹ پیش کروں گا۔ آپ کو دو ہفتے کی فیس پیشگی ادا کرنا ہوگی۔ پلیز۔'' رکارڈو نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

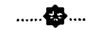
این نے بیگ سے سوڈالر والے دو نوٹ نکالے اور رکارڈو کی طرف بڑھا دیے۔ رکارڈو نے ساٹھ ڈالر واپس دے دیے۔

''مسٹر رکارڈو، آپ کو اتوار کے دن بھی کام کرنا ہوگا۔''

این نے دل ہی دل میں حساب لگاتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں مادام...... رپورٹ کے لیے آئندہ ہفتے یہی وقت مناسب رہے گا؟''

این نے اثبات میں سر ہلایا اور کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ جلد از جلد وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی۔



''تم احمق ہو۔'' مردانہ آواز میں شدید غصے کا تاثر تھا۔ ''معلوم ہے، اگر تم پکڑی جاتیں تو کیا حشر ہوتا۔ تمہیں بھی کیمپ میں بھیج دیا جاتا۔''

''لیکن پیٹر...... تم اسے دیکھتے۔ وہ بے حد خوفزدہ تھا۔'' عورت کی جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

''چنانچہ تم نے اپنا اور میرا بیڑہ غرق کرنے کی ٹھان لی۔ اُسے کسی نے دیکھا تو نہیں؟''

''نہیں۔'' عورت نے جواب دیا۔

''خدا کا شکر ہے۔ اب اس سے پہلے کہ کوئی دیکھے، اسے پہلی فرصت میں یہاں سے رخصت کردو۔ اپنی بچت کی یہی صورت ہے۔''

''لیکن پیٹر، وہ بے چارہ جائے گا کہاں؟ اُس کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے اور پھر مجھے ہمیشہ سے بیٹے کی آرزو رہی ہے۔''

''مجھے اس سے غرض نہیں۔ بس، ہمیں اُس سے پیچھا چھڑانا ہے۔''

''لیکن پیٹر، وہ شاہی خاندان کا آدمی ہے۔ اس کا باپ بیرن تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک طلائی کنگن''

''تم نے تو ڈبو ہی دیا۔ جانتی ہو، ہمارے لیڈر شاہی خاندان کے کتنے خلاف ہیں۔ اب تو کیمپ پر تان نہیں ٹوٹے گی۔ اُنہیں پتہ چل گیا تو ہمیں گولی سے اُڑا دیں گے۔''

''پیٹر...... ہمیں ہمیشہ سے بیٹے کی آرزو رہی ہے۔ کیا ہم اس آرزو کے لیے ایک بار خطرہ مول نہیں لے سکتے؟''

''تم لے سکتی ہو، میں نہیں۔ اسے فوراً یہاں سے جانا ہوگا۔''

''لاڈیک سے اور کچھ نہ سنا گیا۔ مہربان عورت نے اُس کے ساتھ بھلائی کی تھی۔ اس کا وہ کم از کم یہ صلہ تو دے سکتا تھا کہ خاموشی سے، جدھر سینگ سمائیں، نکل کھڑا ہو۔ وہ کمرے میں واپس آیا۔ اُس نے جلدی جلدی کپڑے پہنے، آرام دہ بستر کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی وہ کھڑکی کی چٹخنی گرا بھی نہیں پایا تھا کہ کمرے کا دروازہ دھماکے سے کھلا اور اسٹیشن ماسٹر کمرے میں داخل ہوا، وہ منحنی تھا اور اس کا قد لاڈیک کے برابر ہی تھا۔ ایک سفید جھالر کے سوا اُس کا سر بالوں سے یکسر محروم تھا۔ اُس کے ہاتھ میں پیرافین لیمپ تھا۔ وہ کھڑا لاڈیک کو دیکھے جارہا تھا جواب میں لاڈیک نے بھی اسے گھورنا شروع کردیا۔

''نیچے چلو۔'' اسٹیشن ماسٹر نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

لاڈیک ہچکچایا لیکن پھر اُس کے پیچھے چل پڑا۔ وہ دونوں کچن میں پہنچے تو مہربان خاتون میز سے سر ٹکائے رو رہی تھی۔

''اب غور سے میری بات سنو لڑکے......''

''اس کا نام لاڈیک ہے۔'' عورت نے اپنے شوہر کی بات کاٹ دی۔

''سنو لڑکے...... تم ہمارے لیے وبال ہو۔'' مرد نے عورت کی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد تم سے نجات حاصل کرلوں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس سلسلے میں، میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں۔''

''مدد؟'' لاڈیک نے بڑی حیرت سے اُسے دیکھا۔

''ہاں، میں تمہیں ٹرین کا ٹکٹ دوں گا۔ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟''

''میں اوڈیسا جاؤں گا۔'' لاڈیک نے بلا جھجک کہا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ اوڈیسا کہاں ہے۔ اسے تو صرف کیمپ کے ڈاکٹر کا نقشہ یاد تھا...... اور اوڈیسا کی اہمیت یاد تھی۔

''اوڈیسا...... جہاں جرم کی پرورش ہوتی ہے۔ بے شک، وہ تمہارے لیے موزوں ترین مقام ہے۔'' اسٹیشن ماسٹر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''وہاں تم جیسے بہت سے ہوں گے۔ وہاں تمہاری خوب گزرے گی۔''

"پیٹر، اسے یہیں رکھ لونا۔ میں اس کا خیال رکھوں گی۔ یہ ہمارا بیٹا بنے......"

"ہرگز نہیں۔"

"لیکن یہ پکڑا جائے گا۔" عورت نے احتجاج کیا۔

"میں اسے اوڈیسا کے لیے ورکنگ پاس بھی دوں گا۔" یہ کہہ کر اسٹیشن ماسٹر لاڈیک کی طرف مڑا۔ "اور ایک بار ٹرین میں بیٹھنے کے بعد مجھے ماسکو میں تمہاری صورت نظر آئی تو میں تمہیں جیل میں سڑوا دوں گا۔

وہاں سے تم کیمپ واپس بھیج دیے جاؤ گے۔" اسٹیشن ماسٹر نے کلاک پر نظر ڈالی۔ گیارہ بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔ وہ اپنی بیوی کی طرف مڑا۔ "ایک ٹرین رات بارہ بجے اوڈیسا کے لیے روانہ ہونے والی ہے۔ میں اسے خود اسٹیشن چھوڑ کر آؤں گا تاکہ اس کا ماسکو سے نکلنا یقینی ہو جائے۔ لڑکے...... سامان کوئی ہے تمہارے پاس؟"

لاڈیک نفی میں جواب دینے والا تھا کہ خاتون نے بہت تیزی سے کہا۔ "ہاں...... میں ابھی اس کا سامان تیار کرتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اوپر چلی گئی۔

لاڈیک اور اسٹیشن ماسٹر ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ خاتون خاصی دیر میں واپس آئی۔ اس کے ہاتھ میں براؤن کاغذ کا ایک بڑا سا پارسل تھا۔ جو ربن سے بندھا ہوا تھا۔ لاڈیک نے حیرت سے اسے دیکھا...... پھر وہ احتجاج کرنے ہی والا تھا کہ اس کی نظریں مہربان خاتون سے ملیں۔ خاتون کی نگاہوں میں خوف تھا التجا تھی۔ "شکریہ۔" لاڈیک اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکا۔

"یہ پی لو۔" خاتون نے سوپ کا بڑا سا پیالہ لاڈیک کی طرف بڑھایا۔

لاڈیک نے بھوک نہ ہونے کے باوجود نہایت سعادت مندی سے خاتون کی بات مان لی۔ اُس نے جلدی سے پیالہ خالی کر دیا۔ وہ خاتون کے لیے مزید کوئی دشواری کھڑی کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"جانور کہیں کا۔" اسٹیشن ماسٹر نے اُس کی بے صبری پر نفرت آمیز لہجے میں تبصرہ کیا۔

لاڈیک نے بڑی نفرت سے اُس شخص کو دیکھا۔ اُسے عورت پر ترس آ رہا تھا۔ اتنی مہربان عورت، اتنے سفاک شوہر کے ساتھ کیسے گزر کرتی ہوگی۔

"چلو لڑکے...... جلدی کرو۔ میں نہیں چاہتا کہ ٹرین تمہارا بوجھ اُٹھائے بغیر چلی جائے۔" اسٹیشن ماسٹر نے کہا۔

لاڈیک، اُس کے پیچھے کچن سے نکل آیا۔ عورت کے نزدیک سے گزرتے ہوئے اُس نے ہچکچاہٹ کے باوجود نرمی سے اُس کا ہاتھ چھوا۔ خاتون کا ردِ عمل بھی صرف محسوس کرنے کی چیز تھا۔ اُن کے درمیان ایک لفظ کا تبادلہ بھی نہیں ہوا۔ الفاظ اُن کے جذبات کے اظہار کا حق ادا کر بھی نہیں

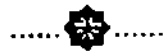
سکتے تھے۔

اسٹیشن پہنچ کر اسٹیشن ماسٹر نے اوڈیسا کا یکطرفہ ٹکٹ لاڈیک کے حوالے کر دیا۔

"اور پاس؟" لاڈیک کے لہجے میں سرکشی تھی۔

اسٹیشن ماسٹر نے جیب سے ایک فارم نکالا اور جلدی سے اُس پر دستخط کر کے اُسے لاڈیک کی طرف بڑھا دیا۔ وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ لاڈیک نے گزشتہ چار برس میں آنکھوں کا یہ تاثر ہزاروں بار دیکھا تھا۔ وہ ایک بزدل کی آنکھیں تھیں...... خوفزدہ آنکھیں!

لاڈیک کا گزشتہ چار برس میں اس آواز اور اس لہجے میں بھی ان گنت بار واسطہ پڑا تھا۔ اس نے نظریں اُٹھائیں اور چاہا کہ کچھ کہے...... لیکن اسٹیشن ماسٹر جا چکا تھا۔ لاڈیک نے قریب سے گزرتے ہوئے لوگوں کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہی آنکھیں...... وہی خوف! دُنیا میں کوئی اس زنجیر سے آزاد بھی ہے؟" اُس نے سوچا۔ پھر وہ اُس تنگ داخلی دروازے کی طرف بڑھ گیا، جس کے اطراف میں جنگلے تھے...... اور جس سے گزر کر وہ ماسکو میں داخل ہوا تھا۔ اس بار وہ پُر اعتماد تھا۔ اُس نے گارڈ کو اپنا پاس دکھایا اور اسٹیشن کی حدود میں داخل ہو گیا۔ چند لمحے بعد وہ ٹرین میں سوار ہو چکا تھا۔ ماسکو میں اس کا قیام بے حد مختصر تھا...... لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ اس شہر کو کبھی نہیں بھلا سکے گا۔ اُسے خاتون کی محبت اور شفقت ہمیشہ یاد رہے گی...... وہ خاتون جس کا اُسے نام بھی معلوم نہیں تھا۔ وہ مہربان لیکن بے نام خاتون اُس کے ذہن میں، اُس کے دل میں ہمیشہ زندہ رہے گی۔



لاڈیک جنرل کلاس میں سفر کر رہا تھا۔ اوڈیسا، ماسکو سے ساڑھے آٹھ سو میل کے فاصلے پر تھا۔ لاڈیک نے ڈاکٹر کے دیے ہوئے نقشے کو جیب میں رکھا اور جواریوں کی طرف متوجہ ہو گیا، جو سکہ اچھالنے والا کھیل کھیلنے میں مصروف تھے۔ لاڈیک کھیل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جلد ہی اُس نے دیکھ لیا کہ ایک آدمی مسلسل کھیل رہا تھا۔ لاڈیک اُسے بغور دیکھتا رہا۔ پھر اُسے پتہ چل گیا کہ وہ شخص بے ایمانی کر رہا ہے۔

لاڈیک نے اپنا رُخ بدلا۔ اب وہ اُس شخص کے سامنے تھا لیکن اب وہ اُس شخص کی بے ایمانی پکڑنے سے قاصر تھا۔ وہ آگے بڑھا...... اور اُس نے جواریوں کے گھیرے میں اپنے لیے جگہ بنائی اور کھیلنے بیٹھ گیا۔ وہ شرط کے معاملے میں بے ایمان جواری کی تقلید کرتا رہا...... اور جیتتا رہا۔ بے ایمان جواری نے بھی یہ بات بھانپ لی۔ لیکن اس نے نظریں اٹھا کر لاڈیک کو نہیں دیکھا۔ اگلے اسٹیشن تک پہنچتے پہنچتے لاڈیک چودہ روبل جیت چکا تھا۔ اگلے اسٹیشن پر اس نے ایک سیب اور ایک پیالی سوپ پر دو روبل خرچ کر دیئے۔ وہ خوش تھا کہ اسے دورانِ سفر رقم بنانے کا نسخہ مل گیا ہے۔ وہ دل

ہی دل میں خوش ہوتا ٹرین پر سوار ہونے لگا۔ پیٹ بھی بھر چکا تھا، لیکن وہ آخری سیڑھی پر پہنچا تھا کہ کسی نے ایک جھٹکے سے اُسے ایک کونے میں اچھال دیا۔ ابھی وہ سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ کسی نے اس کا بازو پکڑ کر مرڑوا اور اُس کے چہرے کو ڈبے کی چوبی دیوار کے ساتھ رگڑ ڈالا۔ اس کی ناک سے خون جاری ہوگیا۔ ساتھ ہی اُسے یہ احساس بھی ہوا کہ اُس کے کان کے اوپر چاقو کی نوک رکھی ہوئی ہے۔

''میری آواز سن رہے ہو لڑکے؟'' کسی نے درشت لہجے میں پوچھا۔

''جج...... جی...... جی ہاں۔''

''اب اگر تم میرے ڈبے میں آئے تو میں تمہارا کان کاٹ ڈالوں گا۔ سمجھے؟''

''جی...... سمجھ گیا۔''

چاقو کی نوک اُس کے کان میں چبھی...... اور اگلے ہی لمحے اُسے احساس ہوا کہ اُس کی گردن پر خون بہہ رہا ہے۔

''یہ تمہیں یقین دلانے کے لیے ہے کہ میں محض دھمکی نہیں دے رہا ہوں۔'' اس کے ساتھ حملہ آور کا گھٹنا تیزی سے حرکت میں آیا اور پوری قوت سے لاڈیک کے پہلو سے ٹکرایا۔ لاڈیک ڈھیر ہوگیا۔ پھر حملہ آور نے اُس کی جیب سے تمام رقم نکال لی۔ ''میرا خیال ہے، یہ میری رقم ہے۔'' حملہ آور نے کہا۔

لاڈیک کی ناک اور کان کی لو سے خون بہہ رہا تھا۔ چند لمحے بعد اُس نے ہمت کر کے آنکھیں کھولیں۔ کاریڈور خالی تھا۔ جواری جا چکا تھا۔ لاڈیک نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اُس سے اٹھا نہ گیا۔ کچھ دیر تک وہ اسی حال میں پڑا رہا۔ پھر بڑی مشکل سے وہ اُٹھا اور ٹرین کے افتادہ حصے کی طرف چل دیا۔ وہ جواری سے دور ہی رہنا چاہتا تھا۔ وہ ایک ایسے ڈبے میں جا گھسا، جہاں زیادہ تر عورتیں اور بچے تھے۔ وہ وہاں فرش پر لیٹ کر بے سدھ ہوگیا۔ چند لمحے بعد وہ سو چکا تھا۔

اگلے اسٹیشن پر لاڈیک ٹرین سے نہ اترا۔ اُس نے خاتون کا دیا ہوا براؤن پارسل کھولا۔ اس میں سیب تھے، روٹی تھی، اخروٹ تھے۔ اس کے علاوہ دو قمیصیں، ایک پتلون اور جوتوں کی ایک جوڑی تھی۔ لاڈیک کو مہربان خاتون پر پیار آ گیا۔ اولاد سے محروم وہ عورت ممتا کے جذبے سے کس قدر سرشار تھی...... اور اسے کیا شوہر ملا تھا!

لاڈیک نے پیٹ بھرا اور دوبارہ سو گیا۔

پانچ دن اور چھ رات کے سفر کے بعد ٹرین اوڈیسا کے اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ ایک بار پھر اُسے چیکنگ کے مرحلے سے گزرنا پڑا، لیکن گارڈ نے اُس پر دوسری نظر بھی نہ ڈالی۔ اس بار ضروری کاغذات موجود تھے لیکن وہ تنہا تھا۔ اُس کے کوٹ میں ڈیڑھ سو روبل موجود تھے۔ اور وہ انہیں محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔

وہ دن بھر قصبے میں مارا مارا پھرتا رہا تاکہ جگہ سے کچھ آشنائی ہو جائے۔ چلتے چلتے وہ بندرگاہ تک پہنچ گیا۔ دیر تک وہ بیکراں سمندر کو حیرت سے دیکھتا رہا۔ اُس نے بیرن کی زبانی سمندر کا تذکرہ سنا تھا لیکن سمندر کبھی دیکھا نہیں تھا۔ وہ محبت آمیز نگاہوں سے سمندر کو تکتا رہا۔ وہ سمندر ہی اُس کی آزادی کا راستہ تھا...... وہی اُسے روس کی حدود سے نکالنے والا تھا۔

سورج غروب ہوتے ہی اُسے شب بسری کے ٹھکانے کی فکر ہوئی۔ وہ ایک ذیلی سڑک پر چل دیا۔ کوٹ اُس نے کندھے پر ڈالا ہوا تھا اور براؤن پارسل اُس کی بغل میں دبا ہوا تھا۔ چلتے چلتے وہ ایک زنگ آلود ریلوے لائن کے پاس پہنچا، جس پر ایک بوگی کھڑی تھی، اُس نے بوگی کے اندر جھانکا۔ اندر اندھیرا تھا...... اور خاموشی تھی۔ اُس نے اپنا پارسل ڈبے میں اچھالا اور چڑھ کر، ایک کونے میں، سونے کے ارادے سے جا لیٹا۔ ابھی اس کا سر ڈبے کے چوبی فرش سے ٹکا بھی نہیں تھا کہ کوئی اچھل کر اُس کے سینے پر سوار ہوگیا۔ دو ہاتھ اُس کے گلے پر جم گئے۔ اُس کے لیے سانس لینا بھی دشوار ہوگیا۔

''کون ہو تم؟'' حملہ آور نے اُس سے پوچھا۔ ڈبے کی نیم تاریکی میں لاڈیک نے دیکھا کہ وہ ایک لڑکا ہے۔ وہ اُس کا ہم عمر ہی رہا ہوگا۔

''میں لاڈیک ہوں۔''

''کہاں سے آئے ہو؟''

''ماسکو سے۔'' لاڈیک کے منہ سے سلونم کا نام نکلتے نکلتے رہ گیا۔

''ماسکو والے...... تم یہاں، میرے ڈبے میں نہیں سو سکتے۔''

''سوری...... مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں تم رہتے ہو۔'' لاڈیک نے کہا۔

''کچھ رقم ہے تمہارے پاس؟'' لاڈیک کے حلق پر لڑکے کے ہاتھ کا دباؤ اور بڑھ گیا۔

''تھوڑی سی ہے۔''

''کتنی؟''

''سات روبل۔''

''مجھے دے دو۔''

لاڈیک نے اوور کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ساتھ ہی لڑکے نے بھی ایک ہاتھ اُس کے اوور کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔ لاڈیک کے حلق پر دباؤ کم ہوگیا تھا۔ لاڈیک بجلی کی سی تیزی سے اپنے گھٹنے کو حرکت میں لایا۔ اُس کا گھٹنا لڑکے کے پیٹ پر پڑا۔ لڑکا ڈکراتا ہوا دوسری طرف جا پڑا۔ لاڈیک اچھل کر اس پر حملہ آور ہوا۔ اس نے لڑکے کے جسم پر ایسی ایسی جگہ ضربیں لگائیں، جو

لڑکے کے تصور سے بھی باہر تھیں۔صورتِ حال تبدیل ہو چکی تھی۔لڑکا لاڈیک کی ٹکر کا تھا بھی نہیں۔ جلد ہی وہ گڑگڑانے لگے۔

''ٹھیک ہے۔اُس کونے میں چلے جاؤ اور وہیں ٹھہرے رہو۔'' لاڈیک نے کہا۔''اگر کوئی حرکت کی تو جان سے مار دوں گا۔''

''میں...... میں سمجھ گیا۔'' لڑکے نے کراہتے ہوئے کہا اور دوسرے کونے کی طرف چل دیا۔وہاں پہنچ کر وہ فرش پر ڈھیر ہو گیا۔لاڈیک اپنی جگہ چوکنا بیٹھا رہا۔چند لمحے بعد اُس نے اطمینان کا سانس لیا اور لیٹ گیا۔لیٹتے ہی اُسے نیند آ گئی۔

وہ سو کر اُٹھا تو صبح کی دھوپ متروک ڈبے کی درزوں سے در آئی تھی۔لاڈیک نے اپنے حریف کی طرف دیکھا۔وہ اب بھی سو رہا تھا۔

''اے...... یہاں آؤ۔'' لاڈیک نے تحکمانہ انداز میں اُسے پکارا۔

لڑکے نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔

'یہاں آؤ۔'' لاڈیک نے دُہرایا۔اس بار آواز زیادہ بلند تھی۔

لڑکا اُٹھا...... اور اُس کے پاس آ گیا۔لاڈیک نے اُسے بغور دیکھا۔عمر میں تو وہ اس کے برابر ہی تھا لیکن اُس کا قد لاڈیک سے کم از کم ایک فٹ زیادہ ہو گا۔

''پہلے ہو گی کام کی بات۔'' لاڈیک نے کہا۔''کھانے کے سلسلے میں کیا کرتے ہو؟''

''میرے پیچھے پیچھے آؤ۔'' لڑکے نے کہا اور اچھل کر ڈبے سے اُتر گیا۔لاڈیک لنگڑاتا ہوا اُس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔جلد ہی وہ دونوں بازار میں پہنچ گئے۔بازار اشیائے خورد ونوش سے بھرے ہوئے تھے...... پھل، سبزیاں، اخروٹ...... وہاں ہر چیز وافر مقدار میں موجود تھی۔لاڈیک کو یہ افراط دیکھے ہوئے مدتیں ہو گئی تھیں۔اُس نے صرف بیرن کے محل میں ایسی افراط دیکھی تھیں۔

''اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔'' لڑکے نے پر اعتماد انداز میں کہا۔''میں کارنر والے اسٹال پر جاؤں گا اور وہاں سے ایک نارنگی چراؤں گا۔پھر میں بھاگوں گا۔تم شور مچا دینا...... چور...... چور...... پکڑو...... پکڑو...... اسٹال والا میرے پیچھے بھاگے گا۔اس دوران تم اپنی جیبیں بھر لینا۔زیادہ لالچ نہ کرنا۔اتنا لینا کہ ایک وقت کے لیے کافی ہو۔پھر یہیں واپس آ جانا۔ سمجھ گئے؟''

''سمجھ گیا۔''

''چلو اب خود کو ثابت کرو ماسکو والے۔'' لڑکے نے زہریلے لہجے میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔لاڈیک پر ستائش نگاہوں سے اُس کی مشاقی دیکھتا رہا۔لڑکے نے کارنر اسٹال پر پہنچ کر بڑی

صفائی سے ایک نارنگی اُڑائی...... پھر اسٹال والے سے کچھ کہا...... اور آہستہ آہستہ بھاگنے لگا۔پھر اُس نے پلٹ کر لاڈیک کی طرف دیکھا، جو بھول گیا تھا کہ اسے شور مچانا ہے۔لیکن شور مچانے کی نوبت ہی نہ آئی۔اسٹال والے نے خود ہی معاملہ بھانپ لیا اور لڑکے کے پیچھے دوڑنے لگا۔وہاں ہر شخص کی توجہ لڑکے کی طرف تھی۔چنانچہ لاڈیک تیزی سے آگے بڑھا...... اور اس نے تین نارنگیاں، ایک سیب اور ایک آلو اٹھا کر اپنے اوور کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔گھبراہٹ میں وہ یہی کچھ اُٹھا سکا۔دوسری طرف اُس کے ساتھی نے پلٹ کر نارنگی اسٹال والے کی طرف اچھال دی۔اسٹال والے نے نارنگی کو کیچ کیا اور لڑکے کو برا بھلا کہتا۔اسٹال کی طرف پلٹ گیا۔

خوشی خوشی کے مارے پھولا نہیں سما رہا تھا کہ اچانک کسی نے اس کے کندھے پر مضبوطی سے ہاتھ رکھ دیا۔لاڈیک کے ہوش اُڑ گئے۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی۔وہ اُس کا ساتھی تھا۔''اے، ماسکو والے...... تم نے کچھ کیا بھی یا صرف تماشہ دیکھتے رہے؟'' اُس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

لاڈیک نے ہنستے ہوئے جیب سے مال غنیمت نکال کر اُسے دکھلایا۔لڑکا بھی اُس کی ہنسی میں شامل ہو گیا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' لاڈیک نے اُس سے پوچھا۔

''اسٹیفن۔'' لڑکے نے جواب دیا۔

''چلو ایک بار اور ہاتھ کی صفائی دکھائیں۔''

''اے ماسکو والے...... زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش نہ کرو۔اس اسکیم پر دوبارہ عمل کرنا ہے تو بازار کے اُس سرے پر جانا ہو گا...... اور ایک گھنٹہ انتظار کرنا ہو گا۔تمہیں معلوم ہے، تم اس وقت ایک پروفیشنل کے ساتھ کام کر رہے ہو۔اس کے باوجود یہ ذہن میں رکھنا کہ پکڑے بھی جا سکتے ہو۔''

وہ دونوں بازار کے آخری حصے کی طرف چل دیے۔اسٹیفن جھوم جھوم کر چل رہا تھا۔ لاڈیک بڑی حسرت سے اُس کی چال کو دیکھ رہا تھا۔اپنے لنگ کا احساس اور شدید ہو گیا تھا۔وہ خریداری کرنے والوں کے درمیان گھل مل گئے۔پھر اسٹیفن نے فیصلہ کیا کہ اب میدان عمل میں آنے کے لیے مناسب وقت ہے۔اُنہوں نے آزمودہ ترکیب پر مزید دو بار عمل کیا۔پھر وہ اپنی قیام گاہ...... یعنی ریل کے متروک ڈبے کی طرف لوٹ آئے۔وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی فتوحات کا جائزہ لیا۔چھ نارنگیاں، پانچ سیب، تین آلو، ایک خوبانی، اخروٹ، بادام اور پستے...... اور پھر انعام خصوصی ایک عدد خربوزہ۔اسٹیفن کو زندگی میں کبھی اتنی بڑی جیب میسر ہی نہیں آئی تھی۔اسے لاڈیک کے اوور کوٹ پر رشک آ رہا تھا۔

"اچھا ہے۔" لاڈیک نے آلو میں دانت گاڑتے ہوئے کہا۔

"ارے..... تو چھلکے سمیت کھا جاؤ گے؟"

"جہاں میں رہا ہوں وہاں چھلکے بھی بہت بڑی نعمت ہوتے تھے۔"

اسٹیفن پرستائش نظروں سے اُسے دیکھتا رہا۔

"ایک مسئلہ اور ہے۔" لاڈیک نے کہا۔ "رقم کیسے حاصل کی جائے؟"

"اے ماسکو والے..... تم ایک ہی دن میں سب کچھ حاصل کر لینا چاہتے ہو۔ خیر۔ اس کے لیے بندرگاہ پر کام کرنا ہوگا۔"

"مجھے دکھاؤ۔" لاڈیک نے کہا۔ "کیا کام ہے؟"

"انہوں نے آدھے پھل کھائے اور آدھے ڈبے میں چٹائی کے نیچے چھپا دیئے۔ پھر اسٹیفن، لاڈیک کو بندرگاہ لے لیا۔ وہاں لاڈیک نے بڑے بڑے جہاز دیکھے تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ بیرن جہازوں کا تذکرہ کرتا رہا تھا لیکن اتنے بڑے جہازوں کا تو لاڈیک نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

"وہ بڑا جہاز دیکھو، ہرے رنگ کا۔" اسٹیفن نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تمہیں گینگ پلینک کے نیچے سے ٹوکری بھر غلہ اٹھانا ہوگا، سیڑھی چڑھنا ہوگی اور غلے کی ٹوکری غلے کے ڈھیر پر خالی کرنا ہوگی۔ چار پھیروں کی اجرت ایک روبل ملے گی۔ گنتی آتی ہے نا..... کیونکہ انچارج بہت خبیث ہے۔ پھیروں میں ہیرا پھیری کرتا ہے اور دوسروں کی خون پسینے کی کمائی اپنی جیب میں ڈال لیتا ہے۔"

وہ دونوں شام تک مزدوری کرتے رہے۔ ان دونوں نے مل کر شام تک چھبیس روبل کما لیے۔ قیام گاہ واپس پہنچ کر اُنہوں نے چوری کے مال سے ڈنر اُڑایا..... اور ہنسی خوشی سو گئے۔ اگلی صبح بھی لاڈیک ہی پہلے بیدار ہوا۔ اسٹیفن جاگا تو لاڈیک کیمپ والے ڈاکٹر کے دیے ہوئے نقشے میں الجھا ہوا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" اسٹیفن نے پوچھا۔

"یہ روس سے باہر نکلنے کا راستہ ہے۔"

"تمہیں روس چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ تمہیں مجھ جیسا ساتھی مل گیا ہے؟"

"نہیں..... مجھے ترکی جانا ہے۔ وہاں میں پہلی بار خود کو آزاد انسان محسوس کروں گا۔ اسٹیفن تم بھی میرے ساتھ چلو نا۔"

"اوڈیسا میرا گھر ہے۔ میں اسے کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ میری عمر یہیں گزری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ اچھی جگہ ہے لیکن تمہارے ترکی سے بہر حال اچھی ہوگی۔ اگر تم فرار ہونا چاہتے ہو تو

میں تمہاری مدد کروں گا میں معلوم کر سکتا ہوں کہ کون سا جہاز کہاں سے آیا ہے۔"

"یہ کیسے پتا چلے گا کہ ترکی کون سا جہاز جا رہا ہے؟" لاڈیک نے پوچھا۔

"یہ میں جو سے معلوم کروں گا۔ بس اسے ایک روبل دینا ہوگا۔"

"میں شرط لگا سکتا ہوں کہ اس میں تمہارا حصہ بھی ہوگا۔"

"بہت تیز ہو گئے ہو۔" اسٹیفن نے پرستائش لہجے میں کہا۔ "ہاں..... آدھا روبل میرا ہوگا۔ آؤ میرے ساتھ۔"

وہ دونوں گودی کے افتادہ حصے کی طرف بڑھ گئے۔ لاڈیک دوسرے لڑکوں کو رشک آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، وہ گودی پر قلانچیں بھرتے پھر رہے تھے۔

اسٹیفن ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں گرد آلود کتابوں اور نظام اوقات کے پرانے نقشوں کا ڈھیر تھا۔ لاڈیک کو کمرہ خالی نظر آ رہا تھا۔ اچانک کتابوں کے ڈھیر کے عقب سے کسی کی آواز سنائی دی۔ "کیوں آئے ہو؟ میرے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"مجھے کچھ معلومات درکار ہیں۔" اسٹیفن نے کہا۔ "یہ بتاؤ، ترکی جانے والا جہاز کب روانہ ہوگا۔"

"پہلے پیسے نکالو۔" اس بار کتابوں کے مینار کے عقب سے ایک سر اُبھر آیا۔ وہ ایک جھریوں والا چہرہ تھا۔ سر پر ملاحوں جیسی ٹوپی تھی۔ وہ لاڈیک کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"یہ ایک بڑا عظیم ملاح رہ چکا ہے۔" اسٹیفن نے سرگوشی میں لاڈیک کو بتایا، لیکن آواز اتنی بلند تھی کہ جو تک پہنچ جائے۔

"سکے سے کام نہیں چلے گا۔ روبل نکالو۔"

"لاڈیک..... جو کو روبل کا دیدار کرا دو۔"

لاڈیک نے سکہ جو کی طرف بڑھایا، جسے جو نے تیزی سے جھپٹ لیا۔ پھر اس نے کاغذات کے انبار میں سے سبز رنگ کا ایک ٹائم ٹیبل نکالا۔ ہر طرف گرد اُڑنے لگی۔ جو خود بھی کھانسنے لگا۔ وہ چند لمحے ٹائم ٹیبل کی ورق گردانی کرتا رہا۔ "رینا آنے والی جمعرات کو کوئلہ اٹھانے کے لیے آ رہا ہے۔ غالباً ہفتے کے روز وہ ترکی کے لیے روانہ ہوگا۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے، جمعے کی رات ہی روانہ ہو جائے۔ جہاز برتھ نمبر 17 پر لنگر انداز ہوگا۔"

"شکریہ ایک دانت والے۔" اسٹیفن نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

جو گھونسہ تان کر اُس کے پیچھے لپکا..... لیکن لاڈیک اور اسٹیفن کمرے سے نکل چکے تھے۔

آئندہ تین روز اُنہوں نے معمول کے مطابق بسر کیے۔ وہ پھل چرا کر پیٹ بھرتے، جہاز

پر غلہ لاتے اور اپنے بنگلے یعنی ریل کے تنہا ڈبے میں ٹھاٹ سے سوتے جمعرات کے دن جہاز کی آمد سے قبل اسٹیفن، لاڈیک کو قائل کر چکا تھا کہ ترکی جانے کے مقابلے میں اوڈیسا میں قیام بہتر رہے گا۔ لاڈیک کو یہ نئی زندگی اچھی لگی تھی...... لیکن روسیوں کا خوف اُس کی زندگی کا سب سے اہم عنصر تھا۔

اس وقت وہ دونوں برتھ نمبر 17 پر لنگر انداز ہونے والے عظیم الشان جہاز کو حیرت اور احترام سے دیکھ رہے تھے۔

"میں جہاز پر پہنچوں گا کیسے؟" لاڈیک نے پر تشویش لہجے میں پوچھا۔

"بڑی آسان بات ہے۔" اسٹیفن نے بے پروائی سے کہا۔ "ہم مزدوری کریں گے۔ جہاز پر کوئلہ لادیں گے۔ جب کوئلہ لد جائے گا تو تم جہاز میں کہیں چھپ جانا۔ میں تمہاری ٹوکری اٹھا کر نیچے آجاؤں گا۔"

"اور میری اُجرت ہضم کر جاؤ گے تم؟"

"ظاہر ہے۔ تمہاری مدد کرنے کا کچھ تو صلہ ملنا چاہیے مجھے۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔

"اگلی صبح وہ جہاز پر کوئلہ لادنے میں جت گئے۔ شام تک دونوں کا برا حال ہوگیا، لیکن ابھی آدھا کوئلہ لدنا باقی تھا۔ اس رات وہ بڑی گہری نیند سوئے کیونکہ تھکن بہت زیادہ تھی۔ اگلی صبح انہوں نے پھر کام شروع کر دیا دوپہر تک تقریباً تمام کوئلہ لادا جا چکا تھا۔ اسٹیفن نے لاڈیک کو ٹہوکا دیا۔

"اگلے پھیرے میں، پارٹنر۔" اس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"اگلے پھیرے میں لاڈیک نے اس بے تحاشا گہرے ٹینک میں کوئلہ انڈیلا۔ ٹوکری ایک طرف پھینکی اور ٹینک میں چھلانگ لگا دی۔ اسٹیفن نے اس کی ٹوکری اٹھائی اور واپس چل دیا۔

"الوداع میرے دوست، گڈ لک۔" اس نے چیخ کر کہا۔

لاڈیک جلدی سے ٹینک کی دیوار کی طرف ہوگیا۔ اُوپر سے کوئلہ اب بھی پھینکا جا رہا تھا۔ ٹینک کی فضا گرد کی وجہ سے مسموم ہوگئی تھی۔ لاڈیک کے منہ میں، ناک میں، پھیپھڑوں میں گرد بھر گئی تھی۔ اسے سانس لینا بھی دوبھر ہو رہا تھا۔ وہ کھانس بھی نہیں سکتا تھا کہ اس طرح جہاز کا عملہ اُس کی موجودگی سے آگاہ ہو جاتا۔ عین اس وقت جب معاملہ اس کی برداشت سے باہر ہونے والا تھا، ٹینک کا ڈھکنا بند کر دیا گیا۔ لاڈیک نے سکون کا سانس لیا اور اطمینان سے کھانسنے لگا۔ اس وقت کھانسنا بھی اس کے لیے بہت بڑی عیاشی تھی۔

چند لمحے ایک اور افتاد نازل ہوگی۔ کسی نے اُس کی پنڈلی میں کاٹا تھا۔ اُسے اندازہ ہوگیا کہ اس بار اُس کا سابقہ کس مخلوق سے پڑا ہے۔ خوف کے مارے اُس کے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ اُس نے کوئلہ اُٹھا کر ملعون چوہے کو مارا...... لیکن اسی وقت دوسرا چوہا نازل ہوگیا۔ اُس کے بعد تو مز

بانوں کا تانتا بندھ گیا۔ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ وہ کہاں سے آ رہے ہیں۔ بس وہ اچانک نمودار ہوتے اور اُس کی ٹانگیں بھنبھوڑنے لگتے۔ وہ بڑی جسامت والے چوہے تھے اور بھوک سے بیتاب ہو رہے تھے۔ زندگی میں پہلی مرتبہ لاڈیک کو پتہ چلا کہ چوہوں کی آنکھیں سرخ ہوتی ہیں۔ وہ کوئلوں کے ڈھیر پر اوپر چڑھا اور ڈھکنا تھوڑا سا اُٹھا دیا۔ جیسے ہی دُھوپ اندر آئی...... چوہے کونے کھدروں کی طرف لپکے۔ اسی وقت جہاز حرکت میں آیا اور لاڈیک ایک جھٹکے سے ٹینک میں لڑھک گیا۔ اندھیرا ہوتے ہی چوہے پھر اپنی پناہ گاہوں سے نکل آئے۔ لاڈیک تیزی سے انہیں ٹھوس کوئلے مارنے میں مصروف ہوگیا، لیکن وہ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ ہر چند منٹ بعد لاڈیک ٹینک کا ڈھکنا ہٹاتا...... صرف روشنی ہی اُس کی مدد کر سکتی تھی، لیکن وہ تمام وقت ڈھکنا اُٹھا کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اندھیرا ہوتے ہی چوہے پھر حملہ آور ہو جاتے تھے۔

دو دن اور تین راتیں اسی حال میں گزریں۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سو سکا۔ جہاز قسطنطنیہ پہنچ کر لنگر انداز ہوا تو جہاز کے خلاصیوں نے ٹینک کا ڈھکنا ہٹا دیا۔ لاڈیک کوئلے ہی کی رنگت اختیار کر چکا تھا۔ اگر وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک لہولہان نہ ہوتا تو شاید خلاصی اسے دیکھ بھی نہ پاتے۔ خلاصیوں نے کھینچ کھانچ کر اُسے باہر نکالا۔ اُس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن اُس کی ٹانگیں اُس کا بوجھ نہ سہار سکیں۔ وہ عرشے پر ہی ڈھیر ہوگیا۔



ولیم نے ٹرسٹ کی سہ ماہی رپورٹ دیکھی تو اُسے یقین نہ آیا۔ ٹرسٹ نے اُس کے سوتیلے باپ ہنری کی فرم میں پانچ لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری کی تھی! ولیم کے نزدیک وہ بہت منحوس دن تھا۔ اُس روز اس کا حساب کا ٹیسٹ تھا۔ سینٹ پال میں چار تعلیمی سالوں کے دوران یہ پہلا موقع تھا کہ ولیم فرسٹ نہ آسکا ماتھیو لیسٹر فرسٹ آیا تھا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" ماتھیو نے ولیم سے پوچھا۔

ولیم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس شام ایلن لائڈ کے گھر فون کیا۔ ایلن کو کوئی حیرت نہ ہوئی کیونکہ این اسے ولیم اور ہنری کے تعلقات کے بارے میں بتا چکی تھی۔

"ولیم، کیا حال ہے۔ اسکول کے معاملات کیسے چل رہے ہیں؟" ایلن نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ٹھاک ہے جناب۔" ولیم نے جواب دیا۔ "لیکن میں نے اس سلسلے میں فون نہیں کیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ کہو...... میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں...... کل شام۔"

"کل اتوار ہے ولیم۔"

"جی ہاں...... میں صرف اتوار کے دن ہی اسکول سے آ سکتا ہوں۔ آپ جس وقت جہاں کہیں، میں آ جاؤں گا، لیکن یہ بات میری ماں کے علم میں نہیں آنی چاہیے۔"

"لیکن ولیم......"

"میں آپ کو یاد دلا دوں جناب کہ ٹرسٹ کی طرف سے کسی پرائیویٹ کمپنی میں......اور خصوصاً میرے سوتیلے باپ کی کمپنی میں سرمایہ کاری غیر قانونی نہیں، لیکن غیر اخلاقی ضرور ہے۔" ولیم کا لہجہ سرد تھا۔

ایلن لائڈ چند لمحے خاموش رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ولیم کو فون پر ہی مطمئن کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ملاقات نہ جانے کیا رنگ لائے، لیکن ولیم کے لہجے میں کوئی بات تھی، جس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ ملاقات کیے بغیر نہیں رہے گا۔ "ٹھیک ہے ولیم۔ ایک بجے دوپہر میں ہنٹ کلب میں ملوں گا۔"

"بہت شکریہ جناب۔" ولیم نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

ایلن نے دانستہ، ملاقات کے لیے ہنٹ کلب کا انتخاب کیا تھا۔ ولیم نے کلب پہنچتے ہی سب سے پہلے لنچ کیا پھر گولف کھیلنے کی فرمائش کی۔

"مجھے خوشی ہوگی بیٹے۔ تین بجے کھیلیں گے۔"

ایلن کو حیرت ہوئی کیونکہ ولیم نے کھانے کے دوران ہنری کے مسئلے پر بات نہیں کی۔ اس کے برعکس وہ ملکی سیاست پر اظہارِ خیال کرتا رہا۔ ایلن نے اندازہ لگایا کہ ولیم نے ہنری والے معاملے کو بھول جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

لنچ کے بعد انہوں نے کافی پی......اور پھر وہ دونوں پہلی ٹی کی طرف بڑھ گئے۔

"نورکاوٹوں والا کھیلیں گے جناب؟" ولیم نے پوچھا۔

"کھیل لیں گے، لیکن کیوں؟" ایلن کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دس ڈالر فی سوراخ کیسا رہے گا؟"

ایلن لائڈ چند لمحے ہچکچایا، پھر اُس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ جانتا تھا کہ ولیم گولف کا بہت اچھا کھلاڑی ہے۔

پہلے سوراخ کا کھیل خاموشی سے ہوا۔ ایلن نے چار شاٹ میں گیند سوراخ میں پہنچائی جب کہ ولیم کو پانچ شاٹ لگانا پڑے۔ ایلن نے دوسرے اور تیسرے سوراخ کا کھیل بھی بہ آسانی جیت لیا۔ اب وہ خود کو مطمئن اور پرسکون محسوس کر رہا تھا۔

چوتھے سوراخ کا کھیل شروع ہونے تک وہ کلب سے آدھا میل دور آ چکے تھے۔

"آپ میرے ٹرسٹ سے کسی ایسی کمپنی میں پانچ لاکھ ڈالر کیسے لگا سکتے ہیں، جس کا تعلق کسی بھی طرح ہنری سے رہا ہو۔" ولیم نے اچانک کہا۔

شاٹ کھیلتے ہوئے، ایلن کا ہاتھ بہک گیا۔ وہ بہت خراب شاٹ تھا۔ اس کے برعکس ولیم نے بہت خوبصورت ڈرائیو کیا تھا۔

"ولیم، تمہیں معلوم ہے، میرے علاوہ دو ٹرسٹیوں کے ووٹ اور بھی ہیں۔" ایلن نے کہا۔ "اس کے علاوہ فی الوقت ٹرسٹ کے سلسلے میں تم کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ 21ویں سالگرہ پر البتہ سب کچھ تمہارا ہوگا۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہمارا اس مسئلے پر تبادلہ خیال غیر ضروری ہے۔"

"میں قانونی پوزیشن سے آگاہ ہوں جناب، لیکن آپ کے علاوہ دونوں ٹرسٹیوں کے ہنری کے ساتھ تعلق ہیں، ایک کے جائز اور دوسری کے ناجائز!"

ایلن لائڈ دہل کر رہ گیا۔

"ایسا لگتا ہے کہ بوسٹن میں آپ واحد آدمی ہیں، جو میرے سوتیلے باپ کے ملی پریسٹن کے ساتھ معاشقے سے بے خبر ہیں۔" ولیم نے مزید کہا۔

ایلن لائڈ خاموش رہا۔

"میں یہ یقین دہانی چاہتا ہوں کہ آپ کا ووٹ میرے حق میں ہے۔" ولیم نے مزید کہا۔ "اور آپ میری ماں کو اس سرمایہ کاری کے خلاف سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ خواہ اس کے لیے آپ کو میری ماں کو ہنری اور ملی کے......تعلقات کے بارے میں بتانا پڑے۔"

اس بار ایلن کا شاٹ اور زیادہ خراب تھا۔ ولیم کے شاٹ نے گیند آدھے راستے میں پہنچا دی تھی۔ ایلن نے دوسرا شاٹ لگایا......اور گیند ایک جھاڑی میں پہنچ گئی۔

"بہت مشکل فرمائش کر رہے ہو لڑکے۔" ایلن نے کہا۔

"آپ کو اندازہ نہیں کہ مجھے آپ کی مدد حاصل نہ ہوئی تو میں کتنا بڑا قدم اٹھاؤں گا۔"

"میرا خیال ہے، رچرڈ زندہ ہوتا تو تمہارے الفاظ کو......اور تمہارے لہجے کو پسند نہ کرتا۔"

"اس سے پہلے ہی وہ ہنری جیسے آدمی کو ناپسند کر چکے ہوتے۔" ولیم نے سخت لہجے میں کہا۔

ایلن نے شاٹ لگایا......اور گیند سوراخ سے چار فٹ دور سے نکل گئی۔

"یہ بھی بتا دوں کہ ڈیڈی کی وصیت کی ایک شق یہ بھی ہے۔ اگر ٹرسٹ کسی ذاتی کمپنی میں سرمایہ کاری کرے تو راز داری کے ساتھ......ایسے کہ کمپنی کے مالک کو اس بات کا علم نہ ہو کہ سرمایہ کاری ٹرسٹ نے کی ہے۔" ولیم نے کہا۔ "میری ڈیڈی نے ایک بینکار کی حیثیت سے عمر بھر اس اصول کی پاسداری کی۔ یوں انہوں نے فیملی ٹرسٹ کو ہمیشہ بینک سے الگ رکھا۔"

"لیکن تمہاری ماں کا خیال ہے کہ گھر کے فرد کے لیے یہ اصول توڑا جاسکتا ہے۔" ایلن نے کہا۔

"ممکن ہے، اس کے نتیجے میں تمہیں عمر بھر پچھتانا پڑے۔"

"ایسا نہیں ہوسکتا جناب۔"

"ذرا سوچو کہ اس پر عمل کرنے سے تمہاری ماں پر کیا اثر پڑے گا۔"

"میری ماں اپنے پانچ لاکھ ڈالر گنوا چکی ہے۔ کیا یہ کافی نہیں ہے۔ میں اپنے پانچ لاکھ ڈالر کیوں گنواؤں؟"

"لیکن ولیم، امکانات یہ ہیں کہ سرمایہ کاری منفعت بخش ثابت ہوگی۔ تاہم ابھی مجھے ہنری کی کمپنی کے حسابات کا جائزہ لینا ہے۔"

"یقین کیجئے جناب، وہ میری ماں کی تمام رقم اُڑا چکا ہے۔ اس کے پاس اب صرف 33,412 ڈالر رہ گئے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ آپ ہنری کے پس منظر کے متعلق بھی تفتیش کریں۔ اس کے دوست، کاروباری رفیق کون لوگ رہے ہیں۔ یہ بھی بتادوں کہ وہ عادی جواری ہے۔"

اس بار ایلن کے شاٹ نے گینڈ کو جھیل میں پھینک دیا۔ کوئی اناڑی بھی اتنی نا اہلی کا مظاہرہ نہیں کرسکتا تھا۔ "تمہیں کیسے پتہ چلا ولیم؟" ایلن نے پوچھا۔ ویسے اُسے یقین تھا کہ ولیم کو یہ معلومات تھامس کوہن کے ذریعے ملی ہوں گی۔

"میں یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا جناب۔"

ایلن نے بھی اسے بتانا ضروری نہیں سمجھا کہ اُسے معلوم ہے۔ ترپ کا اکا ہاتھ میں ہونا ضروری ہے۔ "اگر تمہاری اطلاعات درست ہیں تو میں تمہاری ماں کو سمجھاؤں گا کہ یہ سرمایہ کاری مناسب نہیں ہوگی۔ یہ میرا فرض ہوگا کہ میں ہنری سے بھی کھل کر بات کرلوں۔"

"ٹھیک ہے جناب۔"

اس بار ایلن کا شاٹ نسبتاً بہتر تھا۔

"یہ بھی بتادوں کہ ہنری کو اسپتال کے ٹھیکے کے لیے پانچ لاکھ ڈالر درکار نہیں ہیں۔ بلکہ اسے شکاگو میں ایک پرانا قرضہ چکانا ہے۔ میرا خیال ہے، آپ اس بات سے بھی بے خبر ہوں گے۔" ولیم نے مزید کہا۔

ایلن خاموش رہا۔ ویسے وہ درحقیقت بے خبر تھا۔

کھیل ختم ہونے تک ایلن اٹھ سوراخ پیچھے تھا۔ اُس نے زندگی میں کبھی اتنا برا راؤنڈ نہیں کھیلا تھا۔

"کوئی اور دھاکا؟" ایلن نے ولیم سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے، پہلے آپ شاٹ کھیل لیں۔" ولیم نے ہنستے ہوئے کہا۔

ایلن نے سوچا کہ اب لڑکا ڈینگ مار رہا ہے۔ "نہیں، پہلے تم دھاکا کرو۔" اس نے کہا۔

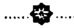
"تو سنیے۔ اسپتال کا ٹھیکہ ہنری کو ہرگز نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ افسران کو رشوت دیتا رہا ہے۔ اُس کی کمپنی کو فائنل لسٹ سے خارج کردیا گیا ہے۔ ٹھیکہ کرک اینڈ کارٹر کمپنی کو ملے گا۔ یہ آخری اطلاع خفیہ ہے۔ خود کرک اینڈ کارٹر والے بھی اس سے بے خبر ہیں۔"

ایلن نے آخری شاٹ بھی بہت خراب لگایا۔ جواب میں ولیم نے گیند سوراخ میں ڈال دی۔ ایلن نے بڑی گرم جوشی سے، اُس سے ہاتھ ملایا۔

"شکریہ جناب...... میرا خیال ہے میں آپ سے 90 ڈالر وصول کرنے کا حق دار ہوگیا ہوں۔"

ایلن نے جیب سے بٹوہ نکالا اور اس میں سے سو ڈالر کا نوٹ نکال کر ولیم کی طرف بڑھایا۔ "ولیم۔" اس نے کہا۔ "میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ تم میرے ساتھ آپ جناب کرنا چھوڑ دو۔ میرا نام ایلن ہے۔"

"شکریہ ایلن۔" ولیم نے اسے دس ڈالر واپس دیتے ہوئے کہا۔



پیر کی صبح ایلن بینک پہنچا تو ذہنی طور پر خاصا پریشان تھا۔ اس نے پانچ مینیجرز کو فوراً اس کام میں لگادیا کہ وہ ولیم کے الزامات کے متعلق تحقیق کریں۔ اُس نے ان سب کو ہدایت کی تھی کہ وہ اپنی رپورٹ مکمل راز داری کے ساتھ صرف اُسی کو پیش کریں۔ اُسے خدشہ تھا کہ ولیم کے الزامات درست ثابت ہوں گے اور ہنری کے ساتھ ساتھ این کی پوزیشن بھی خراب ہوگی۔ بدھ تک پانچوں رپورٹیں اُس کی میز پر موجود تھیں۔ تمام مینیجرز نے ولیم کے نکتہ نظر کی تائید کی تھی، لیکن اُنہوں نے بعض جزئیات کی تصدیق کے سلسلے میں مہلت طلب کی تھی۔ ایلن نے فیصلہ کیا کہ این کو قبل از وقت پریشان کرنا نامناسب ہوگا۔ ٹھوس شواہد کے بغیر وہ این سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس رات ہنری نے اپنے گھر ڈنر پارٹی کا اہتمام کیا تھا۔ ایلن نے فیصلہ کیا کہ وہ ہنری کی فرم میں سرمایہ کاری کے سلسلے میں این کو مشورہ دے گا کہ وہ عجلت سے کام نہ لے۔

ایلن پارٹی میں پہنچا تو این کو دیکھ کر اسے شدید ذہنی تکلیف ہوئی۔ این بے حد تھکی اور نڈھال نظر آرہی تھی۔ پھر اسے این کے ساتھ تنہائی میں بات کرنے کا موقع مل ہی گیا۔

"آمد کا شکریہ ایلن۔" این نے کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ تم بے حد مصروف آدمی ہو۔"

"لیکن میں تمہاری پارٹی تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔" ایلن نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ "اور ہاں تم

نے سرمایہ کاری والے مسئلے پر بھی سوچا؟''

''مجھے وقت ہی نہیں ملا۔ ویسے حسابات کی کیا پوزیشن ہے؟''

''ٹھیک ہے...... لیکن ہمیں صرف ایک سال کے حسابات دیے گئے ہیں ہمیں خصوصی اکاؤنٹنٹ سے مدد لینا ہوگی۔''

اس دوران کچھ اور لوگ این کی طرف آ گئے تھے۔ ایلن خاموشی سے، وہاں سے کھسک لیا۔ پارٹی میں سیاستدان اور سرکاری افسر بڑی تعداد میں شریک تھے۔ ایلن کو خدشہ محسوس ہونے لگا کہ ٹھیکے کے سلسلے میں ولیم کی معلومات درست ثابت نہیں ہو سکیں گی، لیکن ٹھیکے کے سلسلے میں ٹاؤن ہال کا فیصلہ اگلے ہفتے سامنے آنے والا تھا۔ اسی وقت صحیح صورت حال سامنے آ سکے گی۔

پارٹی کے دوران این نے ہنری اور ملی پر خاص نظر رکھی۔ بظاہر اُن کے درمیان کوئی خاص تعلق نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہنری، ملی سے زیادہ اُس کے شوہر کو توجہ دے رہا تھا۔ این سوچنے لگی کہ وہ خواہ مخواہ ہی شک میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اگلے روز وہ رکارڈو کو فون کر کے تفتیش کا سلسلہ منسوخ کرا دے گی۔

پارٹی تاخیر سے ختم ہوئی۔ این نے لباس تبدیل کیا اور خواب گاہ میں آ گئی۔

''ڈیئر...... ایلن سے کچھ بات ہوئی؟'' ہنری نے اس سے پوچھا۔

''ہاں، ہوئی ہے حسابات کی چیکنگ کے لیے بینک نے ایک اکاؤنٹنٹ کی خدمات حاصل کر لی ہے۔ بینک کا یہی طریق کار ہے۔''

''ہرگز نہیں۔ یہ سب کچھ ولیم کے اشارے پر ہو رہا ہے۔ تم نہیں سمجھتیں۔''

''تم یہ بات اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''اتوار کو ولیم گولف کلب میں ایلن سے ملنے آیا تھا۔ ایلن نے یہ بات تمہیں نہیں بتائی؟''

''نہیں، مجھے یقین نہیں آتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ولیم بوسٹن آئے اور مجھ سے ملے بغیر چلا جائے۔ ہنری، تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔''

''ڈیئر...... گولف کلب میں سینکڑوں افراد نے انہیں ایک ساتھ دیکھا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، ولیم اتنی دور سے ایلن کے ساتھ گولف کھیلنے کے لیے آیا ہوگا۔ نہیں ڈیئر، میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ یہ قرضہ میرے لیے بہت اہم ہے ورنہ میں اسپتال کے ٹھیکے سے محروم ہو جاؤں گا ایک ہفتے کے اندر اندر مجھے رقم نہ ملی تو میں ٹاؤن ہال والوں پر اپنی مالی اہلیت ثابت نہیں کر سکوں گا۔ سمجھیں؟ میں نااہل قرار پاؤں گا...... محض اس لیے کہ ولیم کو میری اور تمہاری شادی ناپسند تھی۔ پلیز این...... تم کل ہی ایلن کو فون پر کہہ دو کہ وہ مجوزہ رقم میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دے۔''

ہنری کے لہجے میں اتنی تندی تھی کہ این چکرا گئی۔ ''نہیں ہنری، کل تو ممکن نہیں۔ جمعے تک انتظار کر لو۔'' اس نے کہا۔ ''کل تو میں بہت مصروف ہوں گی۔''

ہنری نے بڑی کوشش کر کے خود کو سنبھالا۔ ''مجھے بھی آنجہانی رچرڈ کی طرح اپنے بچے کے مستقبل کی فکر ہے۔''

وہ بولا۔

اگلی صبح این کافی دیر تک خود سے لڑتی رہی۔ لیکن بالآخر اُس نے ٹیکسی پکڑی اور رکارڈو کے دفتر پہنچ گئی۔ اس نے دروازے پر دستک دی اور پھر اندر داخل ہو گئی۔

''آہا...... مسز ہنری، تشریف رکھیے۔'' رکارڈو نے کہا۔ این بیٹھ گئی۔ ''میرے پاس آپ کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔''

این کا دل ڈوبنے لگا۔

''گزشتہ ایک ہفتے میں مسٹر ہنری کسی عورت سے نہیں ملے۔''

''لیکن آپ تو کہہ رہے تھے کہ اچھی خبر نہیں۔'' این نے حیرت سے کہا۔

''جی ہاں۔ اس کا مطلب ہے، آپ کو طلاق کے لیے بنیاد نہیں مل سکے گی۔''

''کمال ہے۔ آپ نے تو مجھے بہت اچھی خبر سنائی ہے۔'' این نے طمانیت آمیز لہجے میں کہا۔

''بس مسٹر رکارڈو، اب مزید تفتیش کی ضرورت نہیں رہی۔ مجھے یقین ہے کہ تم دوسرے ہفتے بھی ایسی کوئی بات نہیں دیکھ سکو گے۔''

''لیکن مسز ہنری...... ایک ہفتے میں سامنے آنے والے نتائج پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔'' رکارڈو کے لہجے میں احتجاج تھا۔

''ٹھیک ہے مسٹر رکارڈو۔ آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ کوئی منفی نتیجہ نہیں نکلے گا۔'' این نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

''کچھ بھی ہو، مجھے تو اپنا فرض نبھانا ہے۔ میں آپ سے دو ہفتے کی پیشگی فیس وصول کر چکا ہوں۔''

اس لمحے، پہلی بار این کو وہ شخص بہت اچھا لگا۔ وہ حرام خوری کا قائل نہیں تھا۔

''اور خطوط کے سلسلے میں کیا رہا؟'' این نے پوچھا۔

''میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ گمنام خطوط لکھنے والوں کا سراغ لگانا دشوار ہوتا ہے۔ بہرحال میں کوشش کر رہا ہوں۔ آئندہ ہفتے اسی وقت میں آپ کو رپورٹ پیش کر دوں گا۔''

این، رکارڈو کے دفتر سے نکلی تو بہت خوش اور مطمئن تھی۔



این نے اُس رات ہنری کو بتایا کہ وہ قرض کے سلسلے میں مثبت فیصلہ کر چکی ہے۔ ہنری یہ

سن کر بہت خوش ہوا۔ اُس نے فوراً این کی طرف کاغذات بڑھا دیے، جن پر این کو دستخط کرنا تھا۔ این سوچ میں پڑ گئی۔ ہنری نہ جانے کب سے کاغذات تیار کیے بیٹھا تھا۔ ٹی پریسٹن پہلے ہی کاغذات پر دستخط کر چکی تھی۔ اس کے ذہن میں پھر شکوک سر اُبھارنے لگے۔ لیکن اُس نے جلدی ہی اُن شکوک کو ذہن سے جھٹک دیا۔

اگلی صبح ایلین نے اُسے فون کیا تو وہ اُس کی توقع کر رہی تھی۔

''این، اس معاملے کو جمعرات تک ٹال دو۔ اُس وقت تک ہمیں پتہ چل جائے گا کہ ٹھیکہ کسے ملا ہے۔'' ایلین کے لہجے میں التجا تھی۔

''نہیں ایلین، یہ ممکن نہیں۔ ہنری کو فوری طور پر رقم کی ضرورت ہے۔ اسے ٹاؤن ہال والوں پر اپنی مالی اہلیت ثابت کرنا ہے، ورنہ ٹھیکہ اُسے نہیں مل سکے گا اور تمہیں دو ٹرسٹیوں کی تائید حاصل ہو چکی ہے۔''

''اس صورت میں بینک ہنری کو رقم دینے کی بجائے ٹاؤن ہال والے ہماری ضمانت بلا چون و چرا قبول کر لیں گے۔ بہر حال، ابھی تک میں کمپنی کے حسابات کو پوری طرح پڑتال نہیں کر سکا ہوں۔''

''اوہ...... لیکن تمہیں ولیم کے ساتھ لنچ کے لیے تو بہر حال فرصت مل گئی تھی۔''

دوسری طرف ایک لمحے خاموشی رہی۔ پھر ایلین کی آواز سنائی دی۔ ''این، میں......''

''کوئی تاویل مت پیش کرو۔ جب تم ہماری پارٹی میں آئے تھے تو مجھے یہ بات بتا سکتے تھے۔ لیکن تم نے نہیں بتایا۔ البتہ تم نے مجھے مشورہ دیا کہ میں جلد بازی سے کام نہ لوں۔''

''این، مجھے افسوس ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم اس کا غلط مطلب لو گی۔ لیکن یقین کرو، میں نے بلا وجہ یہ سب کچھ نہیں کیا۔ تم کہو تو میں آ کر وضاحت سے تمہیں سب کچھ سمجھا دوں۔''

''نہیں، ایلین، تم مجھے مطمئن نہیں کر سکتے۔ تم میرے شوہر کے خلاف سازش کر رہے ہو۔ تم اُسے اپنی اہلیت ثابت کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے...... لیکن میں اسے یہ موقع فراہم کروں گی۔''

یہ کہہ کر این نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ مطمئن تھی۔ ایک وفا دار بیوی اپنے شوہر کے لیے یہی کچھ کر سکتی ہے۔ اسے اپنے شوہر پر شک ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس نے شک کیا تھا لیکن اب تلافی کے لیے بھی تیار تھی۔

ایلین نے دوبارہ فون کیا۔ لیکن این نے ملازمہ سے کہلوا دیا کہ وہ باہر گئی ہوئی ہے۔ ہنری واپس آیا تو این نے اسے یہ سب احوال سنا دیا۔ ہنری بہت خوش ہوا۔

''اب تم دیکھنا۔'' اس نے کہا۔ ''اس کے اچھے نتائج نکلیں گے۔ جمعرات کی صبح ٹھیکہ مجھے مل جائے گا۔ اس وقت تک ایلین کو نظر انداز کرنا ہی بہتر ہے۔ بعد میں بات برابر کر لیں گے۔ ایسا

کرتے ہیں کہ جمعرات کو رٹنر میں لنچ پارٹی ترتیب دے لیتے ہیں۔''

این مسکرائی اور رضامند ہو گئی۔ اسے یاد تھا کہ جمعرات کو بارہ بجے اسے رکارڈو سے بھی ملنا ہے۔

اس روز ایلین مسلسل فون کرتا رہا...... اور خادمہ مسلسل اسے ٹرخاتی رہی۔ کاغذات پر دو ٹرسٹیوں کے دستخط موجود تھے، لہٰذا وہ ادائیگی، چوبیس گھنٹے سے زیادہ نہیں روک سکتا تھا۔ ہنری کے نام پانچ لاکھ ڈالر کا چیک جاری ہوتے ہی، ایلین نے ولیم کو ایک طویل خط لکھا۔ اسے احساس تھا کہ وہ اصول راز داری کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہا ہے۔

ولیم اسکول میں ماتھیو کے ساتھ ناشتہ کر رہا تھا۔ کہ اسے ایلین لائڈ کا خط ملا۔ وہ جمعرات کی صبح تھی۔

جمعرات کی صبح بیکن ہل میں ناشتہ تو معمول کے مطابق تھا لیکن ہنری کی ذہنی اور عصبی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اُس نے ٹاؤن ہال کے ایک اہلکار کو ٹیلی فون کیا۔ اُسے بتایا گیا کہ کامیاب پارٹی کا نام دس بجے نوٹس بورڈ پر لگا دیا جائے گا۔ این، ریکارڈو سے ملنے کے لیے بے چین تھی۔ اُسے ایک دن میں دو فتوحات حاصل ہونے والی تھیں۔ اس بات کا ثبوت کہ ہنری بے وفا نہیں ہے اور ہنری کا کاروباری زندگی کا شاندار نقطہ آغاز۔ وہ بہت خوش تھی۔ لیکن دوسری طرف ہنری کے ہاتھ بری طرح لرز رہے تھے۔

''آج تمہاری کیا مصروفیات ہیں؟'' ہنری نے پوچھا۔

''کوئی خاص نہیں۔ بس تمہاری کامیابی کی خوشی میں دیا جانے والا لنچ میری واحد مصروفیت ہے۔ ہنری...... تم اسپتال میں بچوں کا ونگ بنا سکتے ہو...... رچرڈ کی یادگار کے طور پر؟'' این نے پوچھا۔

''رچرڈ کی یادگار نہیں ڈیئر۔ وہ میری کامیابی کا سنگ میل ہوگا۔'' ہنری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''وہ ونگ تم سے منسوب ہوگا...... مسز این ہنری ونگ۔''

''کتنا اچھا خیال ہے۔'' این نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ ''اور ہاں...... آج مجھے ڈاکٹر میکنزی کے پاس چیک اپ کے لیے جانا ہے۔ تمہیں یہ کب پتہ چلے گا ڈیئر کہ ٹھیکہ؟ یں مل گیا ہے؟''

''جس کلرک سے میں نے ابھی بات کی ہے، وہ بہت پر یقین ہے۔ لیکن سرکاری اعلان دس بجے ہوگا۔'' ہنری نے جواب دیا۔

''ہنری، پہلا کام یہ کرنا کہ فون کر کے ایلین کو یہ خبر سنا دینا۔ گزشتہ ہفتے، میں نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ہے۔ اب میں احساس جرم کا شکار ہو رہی ہوں۔'' این نے کہا۔

''احساس جرم کا کیا سوال ہے۔ اُسے ولیم سے ملاقات کے بارے میں تمہیں بتانا چاہیے تھا۔''

"وہ وضاحت کرنا چاہتا تھا ہنری، لیکن میں نے اُسے موقع ہی نہیں دیا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں محض تمہاری خوشی کے لیے اُسے مطلع کردوں گا۔ اچھا...... اب مجھے چلنا چاہیے۔" اُس نے ہنری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"گڈ لک ہنری۔"

"شکریہ میں ایک بجے رٹز میں تمہارا انتظار کروں گا۔ خدا حافظ ڈیئر۔"



ایلن لائڈ کے سامنے ناشتہ رکھا تھا لیکن اُس نے ناشتے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ وہ تو اخبار کے مطالعے میں غرق تھا۔ ایک چھوٹی سی خبر اس کی توجہ کا مرکز تھی، جس کی رو سے اسپتال کے ٹھیکے کے سلسلے میں کامیاب پارٹی کے نام کا اعلان دس بجے صبح ہونا تھا۔

ایلن فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر اسپتال کا ٹھیکہ ہنری کو نہ ملا...... اور ولیم کے تمام دعوے درست ثابت ہوئے تو اسے کیا قدم اُٹھانا ہے۔ اسے یقین تھا کہ اگر آنجہانی رچرڈ اس قسم کی صورت حال سے دوچار ہوتا تو وہ بھی یہی فیصلہ کرتا۔ اُسے تو ہر حال میں بینک کے مفادات کو پیش نظر رکھنا تھا۔ ہنری کے مالی معاملات سے متعلق تازہ ترین معلومات مایوس کن تھیں۔ ہنری جوئے کے سلسلے میں بہت مقروض تھا۔ دوسری طرف بینک سے جاری کردہ پانچ لاکھ ڈالر ہنری کی فرم کے اکاؤنٹ میں نہیں پہنچے تھے۔

ایلن لائڈ نے صرف مالٹے کا جوس پیا اور باقی ناشتہ ویسے کا ویسا ہی چھوڑ دیا۔ پھر وہ ہاؤس سے معذرت کرتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ پیدل ہی بینک کی طرف چل دیا۔ وہ بے حد خوشگوار ن تھا۔



"ولیم، آج شام ٹینس کھیلنے کا موڈ ہے؟" ماتھیو لیسٹر نے ولیم سے پوچھا۔ اس وقت ولیم، ایلن لائڈ کی طرف سے موصول ہونے والا خط دوسری بار پڑھ رہا تھا۔

"کیا کہا تم نے؟" ولیم نے پوچھا۔

"یار، بہرے ہوگئے ہو کیا؟" ماتھیو جھلا گیا۔ "میں پوچھ رہا تھا کہ کیا تم آج شام ٹینس کورٹ میں میرے ہاتھوں اپنی درگت بنوانا پسند کرو گے۔"

"نہیں ماتھیو۔ آج شام میں یہاں موجود نہیں ہوں گا۔ مجھے کئی اہم کام کرنا ہیں۔"

"اوہ...... مجھے تو احساس ہی نہیں تھا کہ آج تمہیں پھر وائٹ ہاؤس کا پُراسرار اور خفیہ دورہ کرنا ہے۔ صدر مملکت تم سے مالی معاملات پر مشورہ طلب کریں گے بلکہ ممکن ہے، وہ تمہیں وزیر خزانہ

بنانے کے سلسلے میں غور کررہے ہوں۔ اُن کی پیشکش تمہیں منظور ہے بشرطیکہ اٹارنی جنرل کا عہدہ عالی مرتبت، مجھ لیسٹر کو پیش کیا جائے۔" ماتھیو نے مضحکہ اُڑایا۔ لیکن ولیم پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ اب بھی ایلن کے خط میں کھویا ہوا تھا۔

"مجھے احساس ہے کہ میں اچھی کامیڈی نہیں کرسکا ہوں۔ لیکن پھر بھی تمہیں از راہ دوست نوازی کم از کم مسکرانا چاہیے۔" ماتھیو نے کہا۔ پھر اُس نے بڑے غور سے ولیم کو دیکھا۔

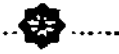
"ماتھیو، مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔" ولیم نے خط کو لفافے میں رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ خط میری بہن کی طرف سے آیا ہے؟" ماتھیو نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

"مذاق مت کرو ماتھیو۔ اگر تمہارے باپ کا بینک لوٹا جارہا ہو تو کیا تم اُس وقت بھی اسی طرح مذاق کرو گے؟"

ماتھیو کو احساس ہوگیا کہ معاملہ سنجیدہ ہے۔ وہ خود بھی سنجیدہ ہوگیا۔ "نہیں، اس صورت میں، میں ایسا کیسے کرسکتا ہوں؟" اس نے کہا۔

"بس پھر یہاں سے نکلو میں تمہیں تفصیل سے بتانا چاہتا ہوں۔"



این دس بج کر کچھ منٹ پر گھر سے نکلی۔ اُس کا ارادہ شاپنگ کے بعد رکارڈو کے دفتر جانے کا تھا وہ باہر نکلی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ خادمہ نے ٹیلی فون ریسیو کیا، پھر کھڑکی سے جھانکا اور فیصلہ کیا کہ مالکہ اتنی دور جا چکی ہے کہ اب بلانا مناسب نہ ہوگا۔ اگر این وہ فون خود ریسیو کرلیتی تو اسے پتہ چل جاتا کہ اسپتال کا ٹھیکہ کسے ملا ہے۔ لیکن وہ تو اس وقت پرفیوم خرید رہی تھی۔ وہ رکارڈو کے آفس پہنچی تو بارہ بج چکے تھے۔

"مسٹر رکارڈو...... میں لیٹ تو نہیں ہوں؟"

"تشریف رکھیے۔" ریکارڈو نے کہا۔ لیکن وہ بہت ناخوش نظر آرہا تھا۔ اُس نے ایک فائل کھولی اور اس میں سے کچھ کاغذات نکالے۔ "تو مسز ہنری، ہم گمنام خطوط سے بات شروع کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟" اُس نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔"

"وہ خطوط آپ کو مسز روبی فلاور نے بھیجے تھے۔"

"وہ کون ہے...... اور اس نے وہ خط کیوں بھیجے؟" این کے لہجے میں بے تابی تھی۔

"وہی وجہ ہے جس کے تحت وہ آپ کے شوہر پر مقدمہ کررہی ہے۔"

"چلیں...... یہ معمہ تو حل ہوا۔ وہ انتقام لینا چاہتی ہے۔ کتنی رقم کا دعویٰ کررہی ہے وہ؟"

''معاملہ قرض کا نہیں ہے مسز ہنری۔''

''تو پھر جھگڑا کیا ہے؟''

''رکارڈو اُٹھ کھڑا ہوا۔''کیس وعدہ خلافی کا ہے خاتون۔'' اُس نے جواب دیا۔

''کیسی وعدہ خلافی ؟''

'' آپ سے ملنے سے پہلے آپ کے شوہر نے مسز روبی سے منگنی کی تھی۔ پھر بغیر کی
کے منگنی توڑ دی۔''

''اور اب وہ ہنری سے دولت اینٹھنا چاہ رہی ہوگی؟''

''ایسا نہیں ہے۔ مسز روبی بھی کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ آپ کی
پلہ تو نہیں ہیں لیکن اُن کے آنجہانی شوہر نے اُن کے لیے بہت کچھ چھوڑا ہے۔''

''......اُس کی عمر کیا ہوگی؟''

رکارڈو نے فائل میں لگے ہوئے کاغذات پر نظر ڈالی۔''53 سال۔'' اُس نے جواب دیا۔

''میرے خدا...... وہ بے چاری تو مجھ سے نفرت کرنے پر مجبور ہے۔''

''جی ہاں۔ خیر، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اب میں آپ کو آپ کے شوہر کی دیگ
سرگرمیوں کے بارے میں بتاؤں۔''

این کی حالت غیر ہوگئی۔ اب وہ یہاں آکر پچھتا رہی تھی وہ کچھ نہیں جاننا چاہتی تھی۔ اُس
کا جی چاہا کہ اُٹھ کر بھاگ جائے، لیکن اس کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ وہ خالی خالی نظروں
سے رکارڈو کو دیکھتی رہی، جو پھر فائل پر جھک گیا تھا۔

''گزشتہ ہفتے مسٹر ہنری دوبار، تین تین گھنٹے تک مسز ملی پریسٹن کے ساتھ رہے۔''

''اس سے تو کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ وہ ایک اہم مالی دستاویز کے سلسلے میں ملے ہوں گے۔
یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔''

''وہ دونوں بار لاسیل اسٹریٹ کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں ملے تھے۔'' ریکارڈو نے
کہا۔'' تنہا کمرے میں...... وہ ہوٹل میں داخل ہوئے تو ایک دوسرے کی بانہوں میں تھے اور قہقہے لگا
رہے تھے۔ واپسی میں بھی یہی کیفیت تھی۔ میرے پاس تصویریں موجود ہیں۔''

''ان تصویروں کو پھاڑ دو۔''

''جو آپ کا حکم مادام۔ لیکن ابھی میری رپورٹ مکمل نہیں ہوئی ہے۔ مسٹر ہنری، ہاورڈ میں
کبھی نہیں پڑھے، نہ ہی وہ کبھی فوج میں رہے ہیں۔ ہاورڈ میں اس نام کا ایک شخص تھا لیکن اس کا قد
پانچ فٹ پانچ انچ تھا اور اس کا تعلق الباما سے تھا۔ وہ 1917ء میں فوت ہوا۔ ہمیں یہ بھی علم ہوگیا ہے

کہ آپ کے شوہر اپنی عمر جتنی ظاہر کرتے ہیں، درحقیقت ان کی عمر اس سے کم ہے۔ ان کا اصل نام
والٹر ٹونگا ہے اور وہ......''

''میں مزید کچھ نہیں سننا چاہتی۔'' این نے کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں
سے آنسو بہہ رہے تھے۔

''میں سمجھتا ہوں مسز ہنری کہ اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہوگی مجھے افسوس ہے کہ میری
تفتیش آپ کے لیے اتنے آزار کا باعث ثابت ہوئی۔ لیکن کیا کروں...... میرا پیشہ ہی ایسا ہے......''

مسٹر کارڈو، اس میں تمہارا کیا قصور ہے۔'' این نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔'' مجھے کتنی
رقم اور ادا کرنی ہے؟''

''دو ہفتے کی فیس تو آپ پہلے ہی دے چکی ہیں۔ بقایا جات کی مد میں 73 ڈالر اور عنایت
کردیں۔''

این نے سو ڈالر کا نوٹ اُس کی طرف بڑھایا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''باقی پیسے تو لے لیں۔''

این نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے مسز ہنری؟'' رکارڈو نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' این نے جھوٹ بولا۔

''حکم کریں تو میں آپ کو گھر چھوڑ آؤں؟''

''شکریہ مسٹر رکارڈو میں خود چلی جاؤں گی۔''

ریکارڈو بڑی افسردہ نگاہوں سے اُسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے
پیشے پر لعنت بھیج رہا تھا اس نے کیسی معصوم عورت کو دکھی کردیا تھا۔

......❀......

این نے سیڑھیوں پر رُک کر ریلنگ کا سہارا لیا۔ اُس کا جی متلا رہا تھا۔ جیسے تیسے وہ نیچے
اُتری۔ ٹیکسی روک کر عقبی نشست پر بیٹھی۔ تنہائی میسر آتے ہی ضبط کا بند ٹوٹ گیا وہ رونے لگی۔ اور
روتی ہی رہی۔ گھر پہنچ کر اُس نے ٹیکسی والے کی ادائیگی کی اور سیدھے اپنے بیڈ روم میں چلی گئی۔
تاکہ ملازم اسے روتا نہ دیکھ سکیں۔

وہ بیڈ روم میں داخل ہوئی تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اُس نے ریسیور اُٹھالیا۔

''مجھے مسز کین سے بات کرنی ہے۔''

این نے ایلین لائڈ کی آواز پہچان لی۔''ہاں ایلین...... میں بول رہی ہوں۔'' اس نے کہا۔

''این...... مائی ڈیئر۔ آج صبح مجھے اس اطلاع سے دُکھ پہنچا۔ مجھے افسوس ہے۔''

''تمہیں کیسے پتہ چلا ایلن؟ تمہیں کس نے بتایا؟''

''سٹی ہال والوں نے مجھے فون پر بتایا تھا۔ میں نے تمہیں فون کیا۔ پتہ چلا کہ تم دوسرا پہلے ہی شاپنگ کرنے نکلی ہو۔''

''اوہ میرے خدا...... میں تو ٹھیکے کے بارے میں بھول ہی گئی تھی۔'' این نے کہا۔ ''سٹی ہال والوں نے تمہیں کیا بتایا ایلن؟'' اب اسے سانس لینا بھی دوبھر ہو رہا تھا۔

''این...... تم ٹھیک تو ہو این۔'' ایلن لائڈ کے لہجے میں تشویش تھی۔ اُس نے فون پر این کی اکھڑتی سانسوں کی آواز سن لی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' این نے جواب دیا۔ ''ہاں...... تو سٹی ہال والوں نے کیا بتایا تمہیں؟''

''ٹھیکہ کرک اینڈ کارٹر کو دیا گیا ہے۔ ہنری کی فرم کا نام تو زیر غور تین فرموں میں بھی شامل نہیں تھا۔ میں جب سے مسلسل اسے فون کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن وہ دفتر پہنچا ہی نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہے، وہ کہاں ملے گا؟''

''نہیں...... مجھے علم نہیں۔''

''ڈیئر این...... تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ کہو تو میں آ جاؤں؟''

''نہیں ایلن شکریہ۔ اور ہاں ایلن، میں تم سے اپنے رویے پر معافی چاہتی ہوں۔ اگر رچرڈ زندہ ہوتا تو اس حرکت پر مجھے کبھی معاف نہ کرتا۔''

بے وقوف نہ بنو این۔ برسوں کی دوستی اتنی سی بات پر خطرے میں نہیں پڑتی۔ مجھے کوئی ملال نہیں ڈیئر۔''

ایلن کے مہربان لہجے نے این کو اور توڑ ڈالا۔ ''ایلن...... دروازے پر کوئی ہے۔ اچھا خدا حافظ۔'' اُس نے ٹالنے کے لیے کہا۔ وہ کسی بھی لمحے پھوٹ پھوٹ کر رونے والی تھی۔

''این، اپنا خیال رکھو۔'' ایلن نے کہا۔ ''اور کوئی فکر نہ کرنا۔ بینک ہر طرح سے تمہارے لیے حاضر ہے۔ تم کسی بھی ضرورت کے تحت مجھے فون کر سکتی ہو۔''

این نے ریسیور رکھ دیا...... اب سانس لینا ناممکن ہو رہا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ فرش پر ڈھے گئی۔

چند لمحے بعد خادمہ نے دستک دی۔ پھر دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ ولیم اس کے پیچھے کھڑا تھا ہنری سے شادی کے بعد اب تک اس نے اپنی ماں کے بیڈروم میں قدم تک نہیں رکھا تھا۔

خادمہ اور ولیم، دونوں این کی طرف لپکے۔ این کا جسم بری طرح لرز رہا تھا۔ اُسے ان کی موجودگی کا احساس بھی نہیں تھا۔ اُس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ پھر دورے کی کیفیت ختم ہو گئی۔ اب وہ سسک رہی تھی۔

''ماں...... کیا بات ہے ماں؟'' ولیم نے بے تاب ہو کر پوچھا۔

این نے آنکھیں کھول دیں...... اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ولیم کو تکنے لگی۔ ''رچرڈ...... خدا کا شکر ہے، تم واپس آ گئے۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔'' اُس نے کہا۔

''میں ولیم ہوں، ماں۔''

این کی نگاہیں لڑکھڑا گئیں۔ ''رچرڈ...... اب مجھ میں طاقت نہیں رہی۔ مجھے اپنی غلطیوں کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ مجھے معاف......'' اس کی آواز ڈوب گئی۔ دوسرا دورہ شدید تر ثابت ہو رہا تھا۔

''کیا ہو رہا ہے ماں؟ کیا بات ہے؟'' ولیم کے لہجے میں بے بسی تھی۔

''میرا خیال ہے بچہ......'' خادمہ نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

''جلدی سے ڈاکٹر میکنزی کو فون کرو۔'' ولیم نے خادمہ کو ہدایت کی اور خود دروازے کی طرف لپکا۔ ''ماتھیو...... جلدی اوپر آؤ ماتھیو۔'' اس نے پکار کر کہا۔

''چند لمحے بعد ماتھیو بھی بیڈروم میں پہنچ گیا۔

''ماں کو کار میں پہنچانا ہے۔ میری مدد کرو۔'' ولیم کے لہجے میں بے تابی تھی۔

ماتھیو جھک گیا۔ اُن دونوں نے بڑی آہستگی سے این کو اٹھایا اور نیچے لے آئے۔ این شدید تکلیف میں تھی اور بری طرح سسک رہی تھی۔ این کو کار کی عقبی نشست پر لٹا کر ولیم نے ماتھیو کو وہیں رُکنے کے لیے کہا اور خود فون کی طرف دوڑ پڑا۔ خادمہ نمبر ملا چکی تھی۔

''ڈاکٹر میکنزی؟'' ولیم نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''بول رہا ہوں۔ آپ کون ہیں؟''

''میرا نام ولیم کین ہے جناب۔ آپ شاید مجھ سے واقف نہیں ہوں گے۔''

''ارے نہیں نوجوان...... تمہاری تو ولادت ہی میرے ہاتھوں ہوئی تھی۔ کہو، کیسے فون کیا؟''

''میری ماں شاید زچگی کے آخری مرحلے میں ہے میں انہیں اسپتال لا رہا ہوں۔''

''ٹھیک ہے ولیم۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر نے اسے تسلی دی۔ ''میں تمہارا منتظر ہوں۔ اتنی دیر میں میں تمام انتظامات کر لوں گا۔''

''شکریہ جناب۔'' ولیم نے کہا۔ ''لیکن اُن پر دورہ سا پڑا ہوا ہے۔ کیا وہ نارمل ہیں؟''

ڈاکٹر کے جسم میں سرد لہر سی دوڑ گئی۔ وہ جواب دیتے ہوئے ہچکچایا۔ ''نہیں...... نارمل تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ تم انہیں جلد از جلد یہاں لے آؤ۔''

ولیم نے فون رکھا اور دوڑتا ہوا باہر نکل آیا۔

وہ اسپتال پہنچے تو ایک نرس اسٹریچر کے ساتھ اُن کی منتظر تھی۔ انہوں نے این کو اسٹریچر پر

ڈالا اور میٹرنٹی وارڈ کی طرف لے چلے۔ وارڈ کے دروازے پر ڈاکٹر میکنزی ان کا منتظر تھا۔ این کو اندر لے جایا گیا۔ ولیم اور ماتھیو باہر رہ گئے۔ وہ دونوں بینچ پر بیٹھے خاموشی سے انتظار کرتے رہے۔ اندر سے خوفناک چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایسی چیخیں انہوں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں سنی تھیں۔ اس کے بعد مہیب تر خاموشی چھا گئی۔ زندگی میں پہلی بار ولیم خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ انہیں وہاں بیٹھے ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے آپس میں بھی کوئی بات نہیں کی۔ پھر ڈاکٹر میکنزی آپریشن روم سے باہر آیا۔ وہ بے حد مضمحل نظر آرہا تھا۔ اس نے ماتھیو کو دیکھا۔ ''ولیم تم ہو؟'' اُس نے پوچھا۔ دونوں لڑکے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

''نہیں جناب۔ ولیم میں ہوں۔''

ڈاکٹر نے ولیم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''ولیم، مجھے افسوس ہے۔ میں تمہاری ماں کو نہیں بچا سکا۔ لڑکی بھی مردہ پیدا ہوئی ہے۔''

''ہم نے انہیں بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن بچنے کا کوئی امکان نہیں تھا......'' ڈاکٹر نے افسردہ لہجے میں کہا۔ ''میں نے انہیں سمجھایا تھا کہ زچگی ان کے لیے مخدوش ثابت ہوگی۔ لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی۔ مان لی ہوتی تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔''

ولیم کی ٹانگیں اس کا بوجھ نہ سہار سکیں۔ وہ بینچ پر لڑھک گیا۔

ڈاکٹر کے الفاظ ولیم کی سماعت پر نقش ہو گئے تھے وہ گنگ بیٹھا تھا۔ وہ کیسے مر سکتی ہیں؟ چند لمحے بعد اس کے منہ سے نکلا۔ ''آپ نے انہیں کیوں مرنے دیا۔''

ڈاکٹر بینچ پر اُن کے درمیان بیٹھ گیا۔ ''انہوں نے میری بات نہیں مانی۔'' اُس نے دُہرایا۔ ''تمہارے سوتیلے باپ کو میری بات پر کبھی یقین نہیں آیا۔ گزشتہ ناکام زچگی کے دوران تمہاری ماں کا ہائی بلڈ پریشر مسئلہ بن گیا تھا۔ اسی کی بنیاد پر میں نے انہیں سمجھایا تھا کہ زچگی ان کے لیے مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ اُس کے باوجود وہ ٹھیک ٹھاک جا رہی تھی۔ لیکن آج جب تم انہیں لائے تو نہ جانے کیوں...... ان کا بلڈ پریشر بہت زیادہ ہو گیا تھا۔''

ولیم نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ ماتھیو نے اُسے سہارا دیا۔ وہ دونوں کاریڈور میں دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ڈاکٹر ان کے پیچھے تھا۔

وہ دونوں، دروازے تک پہنچ گئے تو ڈاکٹر نے کہا۔ ''یہ ایک غیر معمولی بات ہے...... بلڈ پریشر کا اس طرح، اچانک بڑھ جانا...... پھر انہوں نے مدافعت بھی نہیں کی۔ ایسا لگتا ہے، جیسے وہ کسی بڑی پریشانی سے دوچار تھیں...... جیسے وہ جینا ہی نہیں چاہتی تھیں۔''

ولیم نے آنسوؤں میں تر چہرہ اُٹھایا۔ ''وہ پریشانی سے دوچار نہیں تھیں...... انہیں ایک شخص

دشمن کی طرح لگ گیا تھا۔'' اُس کے لہجے میں بے پناہ نفرت تھی۔

......❁......

دونوں لڑکے گھر پہنچے تو انہوں نے ایلن لائڈ کو ڈرائنگ روم میں موجود پایا۔ وہ اُن دونوں کو دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ ''ولیم...... میں قصوروار ہوں۔ میں نے قرض کی منظوری دی تھی۔'' اس نے کہا۔

ولیم اسے دیکھتا رہا۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا تھا۔

''میرا خیال ہے، اب اس بات کی کوئی اہمیت نہیں جناب۔'' ماتھیو نے کہا۔ ''ابھی کچھ دیر پہلے زچگی کے دوران ولیم کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔''

ایلن کا چہرہ سپید پڑ گیا۔ اس نے بڑی تیزی سے منہ پھیرا۔ دونوں لڑکوں نے اس سے پہلے کسی بڑے کو اس طرح روتے نہیں دیکھا تھا۔ ''یہ میرا قصور ہے۔'' ایلن لائڈ نے شکستہ لہجے میں کہا۔ ''میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ میں نے اسے حقائق سے باخبر نہیں رکھا۔ میری محبت نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اسے تکلیف دہ حقائق سے دور رکھوں۔ میں اسے ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔''

ایلن کی اذیت کے احساس نے ولیم کو سنبھالا دیا۔ ''نہیں ایلن، تمہارا کوئی قصور نہیں۔'' اس نے مستحکم لہجے میں کہا۔ ''میں جانتا ہوں۔'' جو کچھ تمہارے بس میں تھا، تم نے کیا۔ اور اب...... اب مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

ایلن بھی قدرے سنبھل گیا۔ ''ہنری کو تمہاری ماں کی موت کا علم ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''مجھے معلوم نہیں...... اور مجھے اس کی کوئی پروا بھی نہیں۔''

''میں سرمایہ کاری کے سلسلے میں اس سے بات کرنے کے لیے سارا دن کوشش کرتا رہا ہوں، لیکن میرا اس سے رابطہ نہ ہو سکا۔ وہ اپنے دفتر میں نہیں پہنچا ہے۔''

''جلد یا بدیر، وہ آئے گا ضرور۔''

''ایلن کے جانے کے بعد ولیم اور ماتھیو ڈرائنگ روم میں بیٹھے رہے۔ رات گزر گئی۔ وہ اُونگھ رہے تھے۔ صبح چار بجے کے بعد ولیم کو کسی کار کی آواز نے چونکا دیا۔ ولیم کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ ماتھیو بھی اس کے پیچھے چلا آیا۔ انہوں نے کھڑکی سے دیکھا۔ ہنری کار سے اُتر رہا تھا۔ اس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ تھی اور ہاتھ میں شراب کی بوتل۔

ہنری اندر داخل ہوا۔ دونوں لڑکوں کو دیکھ کر اس نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ ''تمہیں تو اسکول میں ہونا چاہیے تھا۔'' وہ ولیم پر غرایا۔ ''مجھے این کی ضرورت ہے، تمہاری نہیں۔ این کہاں ہے؟''

''وہ مر گئیں۔'' ولیم نے بڑی سادگی سے کہا۔

ہنری احمقوں کی طرح ولیم کو دیکھتا رہا۔ اس کی نگاہوں نے ولیم کے ضبط کا بندھن توڑ دیا۔ ”تم اس وقت کہاں تھے جب میری ماں کو تمہاری، اپنے شوہر کی ضرورت تھی۔“ ولیم چلایا۔

ہنری کھڑا جھولتا رہا۔ وہ بدمست تھا۔ ”اور میرا بچہ؟“ اُس نے پوچھا۔

”وہ پیٹ میں ہی مر چکا تھا...... بلکہ مر چکی تھی۔“

ہنری کرسی میں ڈھیر ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے۔ وہ دُکھ کے آنسو نہیں تھے...... نشے میں آنکھوں سے بہنے والا پانی تھا۔ اُس نے کبھی کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کیا۔ میرا پیار بھی ضائع کر دیا اس پھوہڑ عورت نے۔“

اب ولیم غم و غصے سے نڈھال ہو چکا تھا۔ ”بکواس مت کرو۔ اپنے اور اپنے بچے کے متعلق ہی نہ سوچتے رہو۔“ وہ چلایا۔ ”تم جانتے تھے، ڈاکٹر میکنزی نے انہیں منع کیا تھا کہ وہ زچگی کے مرحلے سے بچیں۔“

”تم اپنے کام سے کام رکھو، وہ میری بیوی تھی۔“

”اور اُس کی دولت سے تمہیں خصوصی دلچسپی تھی۔“

”دولت...... ہاں، تمہیں تو قلق اسی بات کا تھا کہ اس کی دولت سے تم کیوں محروم رہے۔“

”اُٹھو...... کھڑے ہو جاؤ۔“ ولیم نے دانت بھینچ کر کہا۔

ہنری اُٹھ کھڑا ہوا...... لیکن بوتل اُس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی۔ شراب فرش پر پھیل گئی۔ ہنری نے ٹوٹی ہوئی بوتل اُٹھائی اور لڑکھڑاتا ہوا ولیم کی طرف بڑھا۔ انداز جارحانہ تھا۔ ولیم اپنی جگہ کھڑا رہا جبکہ ماتھیو نے بوتل ہنری کے ہاتھ سے جھپٹ لی۔ ولیم نے ماتھیو کو درمیان سے ہٹایا اور ہنری کی طرف بڑھ گیا۔ اب ان دونوں کے چہروں کے درمیان چند انچ کا فاصلہ تھا۔

”...... میری بات سنو...... اور ذرا غور سے سنو۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر یہاں سے دفعان ہو جاؤ۔ اگر تم زندگی میں کبھی دوبارہ مجھے نظر آئے تو میں تمہارے متعلق تفتیش شروع کرا دوں گا۔ اگر تم نے میری ہدایت پر عمل کیا تو میں پانچ لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری والا معاملہ بھی نہیں اُٹھاؤں گا۔ بس اب دفع ہو جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں قتل ہی کر دوں۔“

دونوں لڑکے اسے جاتا دیکھتے رہے۔ وہ غصے میں تھا...... اور رو بھی رہا تھا۔

✿

اگلی صبح ولیم بینک پہنچا۔ اسے فوراً ہی چیئر مین کے دفتر میں پہنچایا گیا۔ ایلن لائڈ کچھ کاغذات اپنے بریف کیس میں رکھنے میں مصروف تھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر ولیم کو دیکھا اور بغیر کچھ کہے کاغذ کا ایک پرزہ ولیم کی طرف بڑھا دیا۔ ولیم نے اسے پڑھا۔ وہ بینک کے چیئر مین کی حیثیت

سے ایلن لائڈ کا استعفا تھا۔

”آپ اپنی سیکرٹری کو بلائیں گے؟“ ولیم نے کہا۔

ایلن نے بٹن دبایا۔ چند لمحے بعد اس کی سیکرٹری کمرے میں آ گئی۔ ”صبح بخیر مسٹر کین۔“ اس نے ولیم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ کی والدہ کی ناوقت موت پر مجھے بہت دُکھ ہے۔“

”شکریہ۔“ ولیم نے کہا۔ ”یہ استعفا کسی کی نظر سے گزرا تو نہیں ہے؟“ اُس نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔“

”بس پھر اسے بھول جاؤ۔ اس کے متعلق کسی سے کبھی تذکرہ نہ کرنا۔ سمجھیں۔“ ولیم نے کہا۔

متوسط العمر سیکرٹری نے سولہ سالہ لڑکے کی نیلی آنکھوں میں جھانکا۔ اسے رچرڈ کین یاد آ گیا۔ اس کے انداز میں احترام نظر آیا۔ ”بہت بہتر مسٹر کین۔“ اس نے کہا اور دروازہ کھول کر کمرے سے نکل گئی۔

ایلن لائڈ نے ولیم کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

”ایلن اس وقت کین اینڈ کابوٹ کو نئے چیئر مین کی ضرورت نہیں۔ تم نے جو کچھ کیا، ان حالات میں میرے ڈیڈی بھی اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔“

”بات اتنی آسان نہیں ہے۔ ایلن نے کہا۔

وہ بات اتنی ہی آسان ہے۔ اس سلسلے میں ہم اس وقت گفتگو کریں گے، جب میں اکیس سال کا ہو جاؤں گا اس وقت تک تم اس بینک کو چلاؤ گے اور میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ ہنری والا معاملہ ختم سمجھو۔ اس معاملے پر بینک سے باہر کہیں کوئی بات نہ ہو۔ یہ بینک کا اندرونی معاملہ ہے۔ باہر کے کسی آدمی کے علم میں نہیں آنا چاہیے۔“ یہ کہہ کر ولیم نے ایلن کا استعفا پھاڑا...... اور اس کے پرزے آتش دان میں پھینک دیے۔ پھر اس نے ایلن کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ”ایلن، اب میری کوئی فیملی نہیں ہے...... سوائے تمہارے۔ خدا کے لیے میرا ساتھ نہ چھوڑنا۔“

✿

ولیم، بیکن ہل واپس پہنچا۔ بٹلر نے اسے مطلع کیا کہ دادی کین اور نانی کابوٹ ڈرائنگ روم میں اس کے منتظر ہیں۔ وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو دونوں خواتین اس کی پیشوائی کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ پہلی بار ولیم کو احساس ہوا کہ اب وہ کین فیملی کا سربراہ ہے۔

✿

دو دن بعد اولڈ نارتھ چرچ میں این کی آخری رسومات ہوئیں۔ تدفین کے موقعے پر صرف قریبی گھریلو دوست موجود تھے۔ البتہ ہنری کی عدم موجودگی معنی خیز تھی۔ تدفین کے بعد

سوگواروں نے ولیم سے رسمی تعزیت کی۔ بوڑھی دادی اور نانی، ولیم کے پیچھے خاموش کھڑی تھیں۔ وہ اپنی اولاد کی اُولاد کو فخر آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ ولیم زندگی کے اس بحران میں بھی سر بلند تھا...... باوقار تھا۔

سب کے رخصت ہونے کے بعد ولیم، ایلین لائڈ کو چھوڑنے اس کی کار تک آیا۔ اس نے چیئرمین سے ایک التجا کی...... جس نے چیئرمین کو بہت بڑی خوشی دی۔

''ایلن، تم جانتے ہو کہ میری ماں نئے اسپتال میں بچوں کا ونگ تعمیر کرانا چاہتی تھیں...... میرے باپ کی یادگار کے طور پر...... میں چاہتا ہوں کہ اُن کی اس خواہش کا احترام کیا جائے۔''

......❁......

لاڈیک کو ہوش آیا تو سفید کوٹ میں ملبوس تین افراد اُس کا معائنہ کر رہے تھے۔ وہ کسی اجنبی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ لاڈیک سوچتا رہ گیا کہ دُنیا میں کتنی بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ وہ اپنی دانست میں تمام اہم زبانیں سیکھ چکا تھا۔ اس کے باوجود اس کا سابقہ ایک اجنبی زبان سے پڑ رہا تھا۔

لاڈیک نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اُنہوں نے اُسے لیٹنے پر مجبور کر دیا۔ پھر اُن میں سے ایک نے لاڈیک کو اسی اجنبی زبان میں مخاطب کیا۔ لاڈیک کے پلے کچھ نہ پڑا۔ اس کے مخاطب نے روسی زبان میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ لاڈیک نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ روسی زبان بول کر روس واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے جرمن زبان کا سہارا لیا۔ لاڈیک کو اندازہ ہو گیا کہ اس کی جرمن ڈاکٹر کے مقابلے میں بہتر ہے۔

''تم جرمن بول سکتے ہو؟'' ڈاکٹر نے پوچھا۔

''جی ہاں۔''

''گویا تم روسی نہیں ہو؟''

''نہیں۔''

''تو تم روس میں کیا کر رہے تھے؟''

''میں وہاں قید تھا۔''

''اوہ۔'' ڈاکٹر نے کہا اور پھر تفتیش کے نتائج سے اپنے ساتھیوں کو آگاہ کرنے لگا۔

پھر ایک نرس آئی اور اس نے لاڈیک کی چیخوں کی پروا کیے بغیر اس کے زخموں کی صفائی شروع کر دی۔ اُس نے لاڈیک کے زخموں پر مرہم لگایا اور اسے سونے کی ہدایت کر کے رخصت ہو گئی۔ دوسری بار لاڈیک کی آنکھ کھلی تو وہ کمرے میں اکیلا تھا۔ وہ دیر تک چھت کو گھورتا رہا...... اور

آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرتا رہا۔ اسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ اُس وقت کس ملک میں موجود ہے۔

وہ اٹھا اور اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ باہر اسے بازار نظر آیا...... وہ بازار اوڈیسا کے بازار سے مختلف نہیں تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہاں لوگوں نے سفید لمبے لمبے چغے پہنے ہوئے تھے اور ان کی جلد کی رنگت اتنی صاف نہیں تھی، جتنی کہ اوڈیسا میں دیکھنے میں آتی تھی۔ انہوں نے رنگ برنگے ہیٹ پہنے ہوئے تھے وہاں عورتیں بھی تھیں لیکن وہ باپردہ تھیں اور اُن کی آنکھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آ رہا تھا لاڈیک اُن سب کو خریداری کرتے ہوئے دیکھتا رہا پھر لاڈیک کی نظر عمارت کی دیوار کے ساتھ ایک سر بلند آہنی سیڑھی پر پڑی۔ وہ کھڑکی سے ہٹا۔ اُس نے دروازہ بند کر کے اپنی چیزیں اکٹھی کیں اور کپڑے بدلنے میں مصروف ہو گیا۔ اس کے کپڑے کوئلوں کی وجہ سے بالکل سیاہ ہو رہے تھے۔ کپڑے بدل کر وہ کھڑکی کی طرف آیا۔ اگلے ہی لمحے وہ اس سیڑھی کی مدد سے اُتر رہا تھا نیچے آتے ہی اُسے جو پہلا احساس ہوا، وہ ناقابل برداشت گرمی کا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کاش اوور کوٹ سے نجات مل جائے۔

نیچے اُترتے ہی اُس نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن اُس کی ٹانگیں کمزور ہو چکی تھیں چنانچہ وہ آہستہ چلنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے ایک بار بھی پلٹ کر اسپتال کی عمارت کی طرف نہیں دیکھا۔ جلد ہی وہ خریداری کرنے والے ہجوم میں کھو گیا۔

دُکانوں پر کھانے پینے کی اشیاء دیکھ کر اُس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ کچھ خریدنے سے پہلے اُس نے کوٹ کو دائیں جانب سے ٹٹولا، جہاں رقم ہونا چاہیے تھی...... لیکن رقم نہیں تھی۔ اس کے علاوہ اس کا نقرئی کنگن بھی غائب تھا۔ شاید ڈاکٹر نے اس کی رقم اور کنگن بھی غائب کیا تھا۔ شاید ڈاکٹروں نے اس کی رقم اور کنگن ہتھیا لیا تھا۔ اس نے سوچا کہ واپس جا کر اپنی چیزیں طلب کرے...... لیکن پھر اس نے سوچا کہ پہلے کچھ کھا لیا جائے۔ اُس نے اپنی جیبیں ٹٹولیں۔ بالآخر اسے تین نوٹ اور چند سکے مل گئے۔ نقرئی کنگن بھی جیب ہی میں موجود تھا۔ اس نے کنگن کلائی میں ڈالا اور بازو تک پہنچا دیا۔ اس نے دکان سے ایک نارنگی اور کچھ اخروٹ اٹھائے۔ دُکان والے نے اُس سے کچھ کہا، جسے وہ مطلق نہ سمجھ سکا تاہم اُس نے پچاس روبل کا نوٹ دُکاندار کی طرف بڑھا دیا۔ دُکاندار نے نوٹ کو دیکھا، ایک زوردار قہقہہ لگایا اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔ ''اللہ تیری شان۔'' اُس نے چیخ کر کہا...... اور لاڈیک کے ہاتھ سے نارنگی اور اخروٹ چھین لیے۔ پھر اُس نے ہاتھ کے اشارے سے لاڈیک کو دفع ہو جانے کو کہا۔ لاڈیک مایوس ہو کر وہاں سے ہٹ آیا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ وہاں صرف زبان ہی کا نہیں، کرنسی کا اختلاف بھی موجود ہے۔ روس میں وہ غریب تھا...... لیکن یہاں وہ بالکل ہی نادار تھا۔ یعنی اسے نارنگی چرانا ہوگی۔ اُس نے سوچا کہ پکڑا گیا تو نارنگی دُکاندار کو واپس

کر دے گا۔ یہ سوچ کر وہ بازار کے اُفتادہ سرے کی طرف چل دیا۔ لیکن وہ پر اعتماد نہیں تھا۔ وہ تو اسٹیفن کی طرح تیزی سے بھاگ بھی نہیں سکتا تھا۔ بہر حال اُس نے واردات کے لیے آخری دُکان کو منتخب کیا۔ جب اُسے یقین ہوگیا کہ اُسے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ تو اُس نے نارنگی اُٹھائی اور بھاگ کھڑا ہوا۔ اچانک کچھ لوگ چیخے...... اور پھر جیسے تمام شہر اُس کے تعاقب میں لگ گیا۔ وہ زیادہ دور نہ جا سکا۔ ایک بھاری بھرکم آدمی نے عقب سے اُس پر چھلانگ لگائی...... اور اُسے گرادیا۔ چھ سات آدمی اُسے گھسیٹتے ہوئے دُکان تک واپس لے آئے۔ وہاں ایک پولیس والا موجود تھا۔ اُس کے اور دُکاندار کے درمیان چند مکالموں کا تبادلہ ہوا۔ پھر پولیس مین لاڈیک سے مخاطب ہوا...... لیکن لاڈیک اُس کی بات نہ سمجھ سکا۔ پولیس مین نے کندھے جھٹکے اور لاڈیک کو کان سے تھام کر ایک طرف لے چلا۔ لوگ نفرت آمیز لہجوں میں لاڈیک پر چیخ رہے تھے۔ کچھ نے تو اُس پر تھوک بھی دیا۔

لاڈیک کو پولیس اسٹیشن لے جا کر ایک زیر زمین کوٹھری میں پھینک دیا گیا۔ کوٹھری میں بیس پچیس مجرم پہلے ہی سے موجود تھے۔ لاڈیک کو اُنہوں نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ خود لاڈیک نے بھی ان سے بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

ایک دن...... اور ایک رات، اُس کی خبر بھی نہیں لی گئی۔ اسے کھانا بھی نہ ملا۔ اُس پر ستم، کوٹھری کی بدبو...... اُلٹیوں کے مارے اُس کا برا حال ہوگیا۔ اُس کے ذہن میں اپنے محل کے تہ خانے کی یاد تازہ ہوگئی۔

اگلی صبح دو گارڈز اسے گھسیٹتے ہوئے بالائی ہال میں لے گئے۔ وہاں اسے چند قیدیوں کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔ وہ سب ایک ہی رسی سے باندھ دیے گئے۔ رسی ہر قیدی کی کمر کے گرد باندھی گئی تھی۔ یوں انہیں قطار کی صورت باہر لایا گیا۔ سڑک پر بہت سے لوگ جمع تھے۔ لاڈیک کو ایسا لگا جیسے وہ قیدیوں کی آمد کے منتظر ہوں۔ وہ سب لوگ قیدیوں کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ مارکیٹ اسکوائر میں پہنچ کر قیدیوں کو روک دیا گیا۔ پہلے قیدی کو رسی کی بندش سے آزاد کر کے اسکوائر کے وسط میں لے جایا گیا۔ لوگ حلق پھاڑ کر چیخنے لگے۔

لاڈیک بڑی بے یقینی سے دیکھتا رہا۔ پہلا قیدی اسکوائر کے وسط میں پہنچا تو گارڈ نے ایک جھٹکے سے اُسے گھٹنوں کے بل جھکا دیا۔ اور ایک دیو قامت آدمی نے جس کے ہاتھوں میں تلوار تھی، قیدی کو لکڑی کے بھاری گٹھے پر باندھ دیا۔ پھر اُس نے تلوار بلند کی اور پوری قوت سے قیدی کی کلائی پر وار کیا۔ پہلے وار میں قیدی کی انگلیاں کٹ گئیں۔ قیدی نے ایک خوفناک چیخ ماری۔ جلاد کا ہاتھ دوبارہ حرکت میں آیا۔ اس بار کلائی ہی نشانہ بنی تھی۔ لیکن وار اب بھی اوچھا پڑا تھا۔ ہاتھ کلائی سے کٹ کر علیحدہ نہیں ہوسکا تھا۔ قیدی کی کلائی سے خون بہہ بہہ کر ریتلی زمین میں جذب ہو رہا تھا۔

تیسرے وار میں قیدی کا ہاتھ کٹ کر زمین پر گر پڑا۔ تماشائیوں نے زوردار نعرے لگائے اور تالیاں بجائیں۔ پھر قیدی کو کھول دیا گیا۔ لیکن وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ گارڈ اسے گھسیٹتے ہوئے، مجمعے کی طرف لے گیا، جہاں ایک عورت نے، جو رو رہی تھی، اس کے خون اُگلتے ہوئے ہاتھ پر کس کر پٹی باندھ دی۔ لاڈیک کو اندازہ ہوگیا کہ وہ قیدی کی بیوی ہے۔ دوسرا قیدی چوتھا وار ہونے سے پہلے ہی دہشت کے مارے چل بسا۔ جلاد کو اس سے غرض نہیں تھی کہ اُس کا شکار زندہ ہے۔ یا مردہ۔ اُسے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اُس نے بہر حال، اُس کی تعمیل کی۔

لاڈیک اب بری طرح دہشت زدہ ہوگیا تھا۔ اُس کا جی متلا رہا تھا۔ اُس نے وحشت زدہ نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا کہ شاید بچت کی کوئی صورت نظر آجائے۔ شاید فرار کا کوئی راستہ مل جائے۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ اسلامی قانون میں فرار ہونے کے جرم میں اُس کا ایک پاؤں بھی کاٹ لیا جائے گا۔ وہ مجمعے میں ایک ایک کا چہرہ ٹٹولتا رہا، بالآخر اُسے ایک چہرہ نظر آ گیا۔ وہ یقیناً یورپی تھا۔ وہ شخص سیاہ سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ لاڈیک اور اس کے درمیان بیس گز کا فاصلہ رہا ہوگا۔ لاڈیک نے اس کے چہرے پر تکدر کا تاثر دیکھا۔ لیکن وہ لاڈیک کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ لاڈیک نے اُس کی قومیت کے متعلق اندازہ لگانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ ناپسندیدہ ہونے کے باوجود یہ تعزیری منظر دیکھنے کیوں چلا آیا تھا۔ لاڈیک اُسے ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا...... دعا کرتا رہا کہ وہ بھی ایک بار اس کی طرف دیکھ لے۔ لاڈیک نے اپنا آزاد ہاتھ بھی لہرایا لیکن اُسے متوجہ نہ کر سکا جب بھی کسی قیدی کو سزا دی جاتی، مجمع نعرے لگاتا لیکن یورپی شخص منہ پھیر لیتا۔

لاڈیک ہاتھ ہلا کر اس شخص کو متوجہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ بالآخر اُس شخص کی نظر لاڈیک پر پڑی...... محض ایک لمحے کے لیے۔ پھر وہ اپنے ساتھی سے مخاطب ہوگیا، جسے اب تک لاڈیک نے نہیں دیکھا تھا۔ اب لاڈیک کے آگے والے قیدی کی باری آگئی تھی۔ قیدی کا ہاتھ تسمے میں جکڑ دیا گیا۔ اس بار تلوار کا ایک ہی وار کافی رہا۔ مجمع اس بات پر خاصا مایوس ہوا۔ لاڈیک نے پھر یورپین کو گھورا۔ اب وہ دونوں لاڈیک ہی کو دیکھ رہے تھے۔ لاڈیک قوت ارادی کے زور پر انہیں متحرک کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن وہ ساکت وصامت کھڑے، بس اُسے دیکھتے رہے۔

گارڈ، لاڈیک کی طرف آیا۔ اس نے لاڈیک کا پچاس روبل میں خریدا ہوا اوورکوٹ ایک طرف اچھال دیا۔ پھر اس نے لاڈیک کی قمیص کی آستین اُوپر چڑھائی اور لاڈیک کو گھسیٹنے لگا۔ لاڈیک نے بہت ہاتھ پیر چلائے لیکن گارڈ اور اس کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ گارڈ نے اسکوائر کے وسط میں لے جا کر لاڈیک کو گرایا اور بڑی تیزی سے اُس کی کلائی تسمے میں جکڑ دی۔ جلاد کی تلوار بلند ہو چکی تھی...... اور اب لاڈیک آنکھیں بند کرنے کے سوا کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

...... ✿ ......

وہ دہشت کے عالم میں آنکھیں بند کیے اس اذیت ناک لمحے کا منتظر تھا۔ اچانک اُس نقرئی کنگن کسی پر۔ سے ... آیا۔ اس کی کھنک...... اور پھر مجمعے کی سرگوشیاں سنائی دیں۔ جلاد کا ہاتھ رُ گیا۔ اس نے جھک کر کنگن کا معائنہ کیا۔ لاڈیک نے آنکھیں کھول دیں جلاد نے اُس کے ہاتھ سے کنگن اُتارنے کی کوشش کی لیکن تسمے کی وجہ سے نہ نکال سکا۔ پھر وردی میں ملبوس ایک شخص دوڑا آیا۔ اُس نے کنگن کی عبارت پر نظر ڈالی ۔ پھر وہ تیز قدموں سے ایک اور شخص کی طرف گیا، جو اپنے انداز سے بڑا افسر معلوم ہو رہا تھا۔ وہ بڑا افسر چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا لاڈیک کی طرف چلا آیا۔ تلوار زمین پر رکھی ہوئی تھی۔ مجمع شور مچا رہا تھا کہ سزا پر جلدی سے عمل درآمد کیا جائے۔ افسر نے بھی کنگن اتارنے کی کوشش کی، لیکن تسمے نے اجازت نہیں دی...... افسر تسمہ کھولنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اُس نے چیخ کر لاڈیک سے کچھ کہا۔ لاڈیک نے پولش میں جواب دیا کہ وہ اُس کی بات نہیں سمجھ سکتا۔

افسر 'بران نظر آیا۔ اُس نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور چیخ کر کہا۔ ''اللہ'' پھر وہ دونوں یورپی اشخاص کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں ہاتھ چلا چلا کر اُن سے کچھ کہتا رہا۔ لاڈیک دل ہی دل میں خدا سے دعا کرتا رہا۔ دونوں یورپین اب بھی لاڈیک کو دیکھے جا رہے تھے لاڈیک بے تابی سے اپنا سر ہلانے لگا۔ پھر پہلا یورپین افسر کے ساتھ لاڈیک کی طرف بڑھا۔ لاڈیک کے پاس آ کے اس نے نقرئی کنگن تھاما اور اُس پر کندہ عبارت پر نظر ڈالی لاڈیک منتظر تھا۔ وہ خود پانچ زبانیں بول سکتا تھا اور دُعا کر رہا تھا کہ اسے ان میں سے کسی زبان میں مخاطب کیا جائے۔ یورپین افسر کی طرف مڑا اور اسی اجنبی زبان میں مخاطب ہوا تو لاڈیک کو بے حد مایوسی ہوئی۔ دوسری طرف تماشائیوں نے اس پر گلے سڑے پھل پھینکنا شروع کر دیے۔ افسر، یورپین کی بات سنتے ہوئے اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔ یورپین اپنی بات مکمل کر کے لاڈیک کی طرف دیکھنے لگا۔

''تم انگریزی بول سکتے ہو؟'' یورپین نے پوچھا۔

لاڈیک نے سکون کی سانس لی۔ ''جی ہاں جناب۔'' ''لیکن میں پولش ہوں۔'' اُس نے کہا۔

''یہ نقرئی کنگن تمہیں کہاں سے ملا؟''

''یہ میرے والد کا ہے جناب۔ وہ پولینڈ میں جرمنوں کی قید کے دوران موت سے ہمکنار ہوئے۔ مجھے بعد میں روسیوں نے گرفتار کر کے روس بھیج دیا۔ میں وہاں سے ایک بحری جہاز پر فرار ہوا۔ مجھے بھوک لگی تھی لیکن دُکاندار روبل کا نوٹ قبول نہیں کر رہا تھا۔ مجبوراً مجھے ایک نارنگی چرانا پڑی۔ میں...... میں، جناب اب بھی بہت بھوکا ہوں۔''

انگریز اٹھا اور اس نے پُراعتماد لہجے میں افسر سے کچھ بات کی۔ افسر نے جلاد سے کچھ کہا۔ جلاد بڑی بے یقینی سے افسر کو دیکھتا رہا۔ افسر نے اس بار زیادہ بلند آواز اور سخت لہجے میں کچھ کہا۔

ز ہچکچاتے ہوئے لاڈیک کا ہاتھ تسمے کی بندش سے آزاد کر دیا۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' انگریز نے لاڈیک سے کہا۔ ''جلدی کرو، کہیں یہ اپنا فیصلہ نہ بدل دیں۔''

لاڈیک نے اپنا کوٹ اٹھایا اور انگریز کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ مجمع اب مخاصمانہ نعرے لگا رہا تھا۔ لیکن جلد ہی دوسرا قیدی اسکوائر کے وسط میں پہنچا دیا گیا...... اور لوگ اُس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

انگریز، لاڈیک کو مجمعے سے نکال لایا۔ اسی وقت اس کا ساتھی بھی آ پہنچا۔ ''کیا ہو رہا ہے ایڈورڈ؟'' اُس نے پوچھا۔

''یہ لڑکا پولش ہے...... اور روس سے فرار ہوا ہے۔ میں نے افسر سے کہا کہ یہ انگریز ہے اور ہم اس کی ذمے داری قبول کرتے ہیں۔ اب ہم اسے سفارت خانے لے چلیں گے۔ دیکھیں گے کہ اس کی کہانی سچ ہے یا جھوٹ۔''

لاڈیک اُن کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ مجمعے کا شور اب بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ جلد ہی وہ تینوں ایک بڑی سرمئی عمارت تک پہنچ گئے۔ دروازے پر 'برطانوی سفارت خانہ' کے خوش کن الفاظ دمک رہے تھے۔ اُس عمارت میں داخل ہوتے ہی لاڈیک کو تحفظ کا احساس ہونے لگا۔ وہ ایک طویل ہال سے گزرے، جہاں فوجیوں کی بے شمار تصاویر آویزاں تھیں۔ اچانک نہ جانے کہاں سے ایک سپاہی نمودار ہوا اور اُس نے لاڈیک کے محسن کو سیلوٹ کیا۔

کارپول اسمتھ، اس لڑکے کو غسل خانے کا راستہ دکھاؤ۔ پھر اسے کھانا کھلاؤ اور اس کے بعد اسے میرے دفتر میں لے آنا۔''

''بہتر جناب۔'' کارپورل نے کہا...... اور پھر سیلوٹ کیا۔

لاڈیک کارپورل کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ گرم پانی اور صابن سے نہاتے ہوئے اسے مہربان روسی خاتون یاد آ گئی اگر اس کا شوہر آڑے نہ آتا تو اس نے لاڈیک کو اپنا بیٹا بنا لیا ہوتا۔ سپاہی نے دستک دی۔ اس وقت تک لاڈیک کپڑے بدل چکا تھا، جو اُسے کارپورل نے فراہم کیے تھے۔

اس بار کارپورل اُسے کچن میں چھوڑ گیا۔ باورچن گلابی رنگت والی ایک فربہ اندام عورت تھی۔ اس کے انداز میں گرم جوشی تھی۔

''ہیلو...... تمہارا نام کیا ہے؟'' باورچن نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''لاڈیک۔''

''تو لاڈیک، مجھے محسوس ہو رہا ہے تمہیں اس وقت شدید بھوک لگ رہی ہے۔ میں ابھی تمہیں گرم گرم سوپ اور چانپ دیتی ہوں۔ آخر تمہیں مسٹر ایڈورڈ کا سامنا کرنا ہے۔ ایک بات یاد رکھنا، مسٹر ایڈورڈ صرف زبان کے کڑوے ہیں۔ انگریز ہونے کے باوجود اندر سے وہ بہت نرم آدمی ہیں۔''

''تو کیا آپ انگریز نہیں ہیں؟'' لاڈیک کے لہجے میں حیرت تھی۔

''نہیں، میں امریکن ہوں۔ ہم لوگ تو جرمنوں سے بڑھ کر اُن سے نفرت کرتے ہیں یار'' باورچن نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر اُس نے بھاپ اُڑاتے سوپ کا ایک بڑا پیالہ لاڈیک کے سامنے رکھ دیا۔ سوپ بہت لذیذ تھا۔ لاڈیک نے مستقبل کے اندیشے بالائے طاق رکھے اور کھانے پر ٹوٹ پڑا۔

کچھ دیر بعد کارپورل پھر نازل ہوا۔ ''کھانا کھالیا لڑکے؟'' اُس نے پوچھا۔

''جی ہاں...... شکریہ۔''

''چلو...... پھر چل دو۔ مسٹر ایڈورڈ تمہارے منتظر ہوں گے۔''

لاڈیک نے دل کی گہرائیوں سے باورچن کا شکریہ ادا کیا اور کارپورل کے ساتھ کچن سے نکل آیا۔ کارپورل ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ اُس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

''اندر آجاؤ۔'' کسی نے کہا۔

کارپورل نے دروازہ کھولا اور سلیوٹ جھاڑ دیا۔ ''لڑکا...... حاضر ہے جناب۔'' اُس نے کہا۔

''شکریہ کارپورل...... اب ایسا کرو کہ مسٹر گرانٹ کو بھی بھیج دو۔''

لاڈیک کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا محسن ڈیسک کے عقب میں بیٹھا تھا۔ اُس نے لاڈیک کو سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اپنے سامنے رکھے کاغذات کی طرف متوجہ ہوگیا۔ لاڈیک بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ چند منٹ بعد مسٹر ایڈورڈ کا ساتھی جو بازار میں اُن کے ساتھ تھا، کمرے میں داخل ہوا۔

''شکریہ گرانٹ...... پلیز بیٹھ جاؤ۔'' ایڈورڈ نے ساتھی کو دیکھا۔ پھر وہ لاڈیک کی طرف متوجہ ہوگیا۔ ''ہاں لڑکے...... اب اپنے متعلق تفصیل سے بتاؤ...... سچ سچ...... سمجھ رہے ہونا؟'' اُس نے کہا۔

''جی ہاں جناب۔'' لاڈیک نے کہا۔ پھر اُس نے اپنی رام کہانی شروع کر دی۔ شروع میں اس کے دونوں سامعین کی آنکھوں میں اُلجھن اور بے یقینی کا تاثر تھا۔ وہ کہیں کہیں اسے ٹوکتے، اُس سے سوال کرتے اور اس کا جواب سن کر ایک دوسرے کو دیکھتے اور سر کو تفہیمی جنبش دیتے۔ لاڈیک کم و بیش ایک گھنٹے تک بولتا رہا۔

''میرا خیال ہے گرانٹ کہ ہمیں پولش سفارت خانے کو مطلع کرنا چاہیے یہ لڑکا درحقیقت ان کی ذمے داری ہے۔'' لاڈیک کے خاموش ہوتے ہی ایڈورڈ نے کہا۔

''درست ہے۔'' گرانٹ نے جواب دیا۔ ''آج یہ لڑکا بال بال بچا ہے۔''

''آپ نے مجھے بچایا کیسے؟'' لاڈیک نے ایڈورڈ سے پوچھا۔

''میں نے اُن سے کہا کہ مسلمانوں کی بات اور ہے۔ میں اُنہیں کسی انگریز کا ہاتھ نہیں کاٹنے دوں گا۔''

''خدا کا شکر ہے۔'' لاڈیک نے کمزور آواز میں کہا۔

''بالکل ٹھیک بہرحال، میرا نام ایڈورڈ ہے۔'' ایڈورڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''آج رات تم یہاں گزار سکتے ہو۔ کل ہم تمہیں، تمہارے لوگوں میں پہنچا دیں گے۔'' یہ کہہ کر اُس نے ایک بٹن دبایا۔ فوراً ہی کارپورل حاضر ہوگیا۔

''کارپورل، لاڈیک کو اس کے کمرے میں لے جاؤ۔ صبح اسے ناشتہ کرانا اور نو بجے تک میرے پاس لے آنا۔'' ایڈورڈ نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے جناب...... چلو لڑکے...... ڈبل کرو۔''

لاڈیک کارپورل کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ اسے اپنے محسنوں کا شکریہ تک ادا کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ بہرحال، کارپورل اسے ایک چھوٹے سے صاف ستھرے کمرے میں لے آیا۔ لاڈیک نے کپڑے بدلے...... تکیہ فرش پر پھینکا اور نرم و آرام دہ بستر پر لیٹتے ہی سو گیا۔ آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی۔ کارپورل بھی آگیا تھا۔

''اُٹھو لڑکے۔ جلدی کرو۔ تیار ہو جاؤ۔''

لاڈیک جلدی سے کپڑوں کی طرف لپکا۔

''کیا کرتے ہو؟'' کارپورل چلایا۔ ''پہلے ہاتھ منہ دھولو۔'' اُس وقت اس کی نظر لاڈیک کی متاثرہ ٹانگ پر پڑ گئی۔ ''اے...... یہ کیا ہے؟''

''کچھ...... کچھ نہیں'' لاڈیک نے جلدی سے رخ بدل لیا۔

''میں تین منٹ بعد واپس آؤں گا۔'' کارپول نے کہا۔ ''مجھے تیار ملنا۔''

لاڈیک نے جلدی جلدی ہاتھ منہ دھو کر کپڑے پہنے۔ کارپورل آیا اور اسے اپنے ساتھ مسٹر ایڈورڈ کے کمرے کی طرف لے گیا۔ ایڈورڈ نے بڑے پرتپاک انداز میں لاڈیک کا خیر مقدم کیا۔

''صبح بخیر جناب۔'' لاڈیک نے شائستہ لہجے میں کہا۔

''صبح بخیر لاڈیک۔'' ایڈورڈ نے جواب دیا۔ ''تم نے ناشتہ کرلیا؟''

''نہیں جناب۔''

''کیوں؟'' ایڈورڈ نے کارپورل سے پوچھا۔

''جناب یہ دیر تک سوتا رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ کے پاس ٹھیک وقت پر لے آؤں۔''

''کچھ کرو کارپورل، لڑکے کے لیے سیب کا جوس ہی لے آؤ۔'' ایڈورڈ کا لہجہ نرم تھا۔

''بہتر جناب۔''

ایڈورڈ لاڈیک کو لے کر سفارت خانے کے دروازے کی طرف چل دیا۔ اس نے رُ
رکھی تھی۔ احاطے میں ایک کار اُن کی منتظر تھی۔ لاڈیک کو افسوس ہو رہا تھا کہ وہ برطانوی سفا
خانے سے رخصت ہو رہا ہے۔ برسوں میں، تحفظ کا اتنا مکمل احساس کہیں اور نہیں مل سکا تھا۔ وہ سو
رہا تھا کہ اب خدا جانے، کتنے برس بعد ایسا آرام دہ بستر نصیب ہوگا۔

اسی وقت کارپورل سیب کا جوس لے آیا۔ جوس کاغذ کے گلاس میں تھا۔ گلاس لاڈیک
تھما کر کارپورل جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔

کار سڑک پر چیونٹی کی رفتار سے رینگ رہی تھی۔ ترک لوگ سڑک کے بیچ میں چلنے
عادی تھے۔ گرمی بہت شدید تھی۔ کار کے تمام شیشے اُترے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود لاڈیک پ
میں نہا رہا تھا۔ ویسے بھی وہ کار میں دُبک کر بیٹھا تھا۔ اُسے ڈر تھا کہ کوئی اسے پہچان کر ہاتھ کاٹنے
سزا پر عمل نہ کر بیٹھے۔

کار پولش قونصل کی عمارت کے سامنے رُکی۔ عمارت بہت چھوٹی سی تھی۔ لاڈیک کو اُ
عمارت نے خاصا مایوس کیا۔

کارپورل نے اُتر کر دروازے پر دستک دی۔ ایک پستہ قامت شخص نے دروازہ کھولا۔
اس وقت مسٹر ایڈورڈ اور لاڈیک بھی کار سے اُتر آئے تھے۔ پستہ قامت شخص پولش زبان میں بات کر
رہا تھا۔ برسوں بعد لاڈیک نے مادری زبان سنی تھی۔ شروع میں تو اُس کی سمجھ میں کچھ آیا ہی نہیں۔ پھر
وہ سمجھ گیا۔ اُس نے بھی رواں پولش میں اپنے بارے میں وضاحت کی۔

پستہ قامت شخص اب مسٹر ایڈورڈ کی طرف متوجہ ہوا۔ ”تشریف لایئے مسٹر ایڈورڈ۔“ اُس
نے شستہ انگریزی میں کہا۔ ”آپ نے خود زحمت کی۔ یہ ہمارے لیے اعزاز ہے۔“

اُن دونوں کے درمیان چند رسمی الفاظ کا تبادلہ ہوا۔ پھر مسٹر ایڈورڈ اور کارپورل واپسی کے
لیے پلٹ گئے۔ لاڈیک بے حد ممنونیت سے مسٹر ایڈورڈ کو دیکھتا رہا۔ لفظ شکریہ اس کے جذبات کے
اظہار کے لیے ناکافی تھا۔ جاتے جاتے ایڈورڈ نے لاڈیک کے سر پر بڑی محبت سے ہاتھ پھیرا اور
پھر وہ رخصت ہو گئے۔ ”گڈ لک لاڈیک۔“ یہ اُن کے الوداعی الفاظ تھے۔

اُن کے جانے کے بعد پولش قونصل نے خود کو لاڈیک سے متعارف کرایا۔ اُس کا نا
پال پال زیوسکی تھا۔ لاڈیک کو ایک بار پھر اپنی بپتا سنانا پڑی۔ اس بار زیادہ دشواری اس لیے نہ ہو
کہ زبان انگریزی نہیں بلکہ پولش تھی۔ پال زیوسکی خاموشی سے سنتا رہا۔ وہ افسردہ نظر آ رہا تھا۔

”لڑکے...... تم نے اتنی کم عمری میں اتنی مصیبتیں جھیل لیں۔“ بالآخر اُس نے کہا۔ ”اب
بتاؤ کہ ہم تمہاری کیا خدمت کر سکتے ہیں؟“

”میں پولینڈ واپس جا کر اپنی جائداد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“ لاڈیک نے کہا۔

”پولینڈ؟ وہاں اب کیا رکھا ہے۔ پولش اور روسی فوجوں کے درمیان اب بھی جھڑپیں ہوتی
رہتی ہیں۔ مزاحمت جاری ہے۔ کوئی اچھی امید رکھنا محض حماقت ہوگی۔ پولینڈ میں اب کچھ نہیں رکھا
بیٹے۔ بہتر ہے کہ انگلینڈ یا امریکہ میں نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرو۔“

”لیکن میں پولش ہوں۔ میں انگلینڈ یا امریکہ نہیں جانا چاہتا۔“

”لاڈیک، تم کہیں بھی چلے جاؤ، رہو گے پولش ہی...... لیکن زندگی کے بارے میں انسان
کا نکتہ نگاہ حقیقت پسندانہ ہونا چاہیے۔ تمہاری زندگی کا تو ابھی آغاز بھی نہیں ہوا ہے۔“

لاڈیک نے مایوسی سے سر جھکا لیا۔ کیا اتنی تکلیفیں اُٹھا کر بھی وہ وطن واپس نہیں جا سکے گا؟
اُس نے بڑی مشکل سے اپنے آنسو روکے، جو آنکھوں سے بہہ نکلنے کے لیے بے تاب تھے۔

پال زیوسکی نے بے حد شفقت سے اُس کے کندھے پر تھپکی دی۔ ”تم خوش نصیب ہو بیٹے
کہ اُس جہنم سے زندہ نکل آئے ہو۔ زندگی کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے تمہیں فقط اپنے دوست ڈاکٹر کو یاد
رکھنا ہوگا، جس نے فرار ہونے میں تمہاری مدد کی تھی۔“

لاڈیک خاموش رہا۔

”اب سب کچھ بھول جاؤ۔ صرف مستقبل پر نظر رکھو۔“ قونصل نے مزید کہا۔ ”لاڈیک،
ممکن ہے، تمہیں اپنی زندگی ہی میں پولینڈ کا عروج دیکھنے کا موقع مل جائے۔ میں بڑی جرأت سے
یہ بات کہہ رہا ہوں۔ حالانکہ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔“

لاڈیک اب بھی خاموش رہا۔

”فیصلہ کرنے میں جلد بازی کی کوئی ضرورت نہیں۔“ پال زیوسکی نے مشفقانہ انداز میں کہا۔
”تم جب تک چاہو، یہاں ٹھہر سکتے ہو۔ مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے ہی مجھے آگاہ کر دینا۔“

✿

لاڈیک قسطنطنیہ میں اٹھارہ ماہ رہا۔ پولش سفارت خانہ اس کی واحد پناہ گاہ تھا۔ جلد ہی وہ
پولش سفیر پال زیوسکی سے بے تکلف ہو گیا۔ لاڈیک اس کا ہاتھ بٹاتا تھا۔ سفیر محسوس کرنے لگا کہ اب
لاڈیک اُس کے لیے ناگزیر ہو گیا ہے۔ لاڈیک ہفتے میں ایک بار برطانوی سفارت خانے جاتا۔
اسکاٹش باورچن سے اس کی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔

اُن دنوں سلطنت عثمانیہ انتشار سے دو چار تھی۔ اسلامی قوانین کو آہستہ آہستہ غیر مؤثر بنایا
جا رہا تھا۔ ہر شخص کے ہونٹوں پر مصطفےٰ کمال کا نام تھا۔ اندرونی تبدیلی کے اس احساس نے لاڈیک کو
بے چین کر دیا۔ اُسے بیرن اور وہ تمام لوگ یاد آنے لگے، جن سے اُس نے محبت کی تھی۔ روس میں وہ

لوگ اُسے زیادہ یاد نہیں آئے تھے کیونکہ وہاں صرف اپنی بقا کے لئے جدوجہد اس کے پیش نظر تھی لیکن یہاں...... ترکی میں تو وہ لوگ قطار در قطار اُس کے تصور میں چلے آتے تھے کبھی کبھی وہ بہت خوش نظر آتے۔ لیون دریا میں نہار رہا ہوتا۔ فلورینا اُس کی باتیں بڑی توجہ سے سن رہی ہوتی۔ بیرن چہرے پر فخر و مباہات کا تاثر سجائے پولینڈ کی تاریخ سنا رہا ہوتا...... پھر اچانک ہی یہ چہرے لرزتے، تھرتھراتے اور عدم وجود میں تحلیل ہو جاتے، کبھی وہ چہرے اذیت سے دوچار نظر آتے اور لاڈیک کو دُکھی کر دیتے اُسے مردہ لیون...... اذیت میں مبتلا خون میں نہائی ہوئی فلورینا اور بینائی سے محروم بیرن نظر آتا۔ وہ دل مسوس کر رہ جاتا۔

لاڈیک نے اب یہ حقیقت تسلیم کر لی تھی کہ کبھی اپنے وطن واپس نہیں جا سکے گا۔ وہاں اب رکھا ہی کیا تھا۔ اس کے پیارے مر کھپ چکے تھے۔ اب تو اُسے بس ایک ہی خیال ستاتا تھا...... اُسے زندگی میں کچھ کرنا ہے...... پھر واپس اپنے وطن جانا ہے۔ اس مقصد کے لیے امریکہ موزوں ترین مقام تھا۔ پال زیوسکی امریکہ کے متعلق گفتگو کرتا تو لاڈیک کو ایسا لگتا جیسے وہ کسی نئی دنیا کا تذکرہ کر رہا ہو۔ امریکا کا نام سن کر ہی اُس کے دل میں اُمید جاگ اُٹھتی کہ وہ کسی دن بڑا آدمی بن کر اپنے وطن لوٹ سکے گا۔ پھر پال زیوسکی نے اُس کے امریکہ جانے کا بندوبست کر دیا۔ لیکن جانے کے خواہش مند افراد کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ لاڈیک کو طویل انتظار کرنا پڑا۔ ایسا لگتا تھا کہ سارا مشرقی یورپ، امریکہ جانے پر تل گیا ہو۔

1921ء کے موسم بہار میں لاڈیک، بلیک ایرو نامی بحری جہاز پر سوار ہوا۔ اس کا سامان ایک سوٹ کیس میں بند تھا۔ پال زیوسکی نے اسے ضروری کاغذات فراہم کر دیے تھے۔ وہ اُسے الوداع کہنے کے لیے بندرگاہ پر بھی آیا۔ جہاز پر سوار ہونے سے پہلے اس نے لاڈیک کو محبت سے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ”جاؤ لڑکے...... تم ہمیشہ خدا کی امان میں رہو۔“

جہاز پر سوار ہوتے ہی لاڈیک کو اوڈیسا سے قسطنطنیہ تک کا اذیت ناک سفر یاد آیا تو وہ کانپ گیا۔ لیکن اس بار جہاز پر کوئلے نہیں تھے۔ ہر طرف انسان ہی انسان نظر آ رہے تھے۔ اُن میں ہر رنگ اور ہر نسل کے لوگ موجود تھے۔ عرشے پر ایک افسر نے اُس کے کاغذات چیک کیے۔ وہ مشکوک تھا کیونکہ اس کے خیال میں لاڈیک ترکی میں جبری فوجی بھرتی سے بچنے کے لیے فرار ہو رہا تھا۔ لیکن پال زیوسکی کے دیے ہوئے کاغذات ہر اعتبار سے مکمل تھے۔ کچھ لوگوں کو جہاز سے اتار بھی دیا گیا۔ لیکن خوش قسمتی اور پال زیوسکی کی مہربانی سے لاڈیک اُن میں شامل نہیں تھا۔

اُس کے بعد طبی معائنہ کیا گیا کہ مسافر کسی متعدی بیماری کا شکار تو نہیں۔ لاڈیک دل ہی دل میں اُن اٹھارہ مہینوں کو دعائیں دیتا رہا جو اُس نے پولش سفارت خانے میں گزارے تھے، جن

میں اُسے مناسب ترین غذا میسر آئی تھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید وہ اس مرحلے سے سرخرو ہو کر کبھی نہ گزرتا۔ بالآخر اُسے عرشے پر جانے کی اجازت مل گئی۔ جہاز میں تین طرح کے کمپارٹمنٹ تھے۔ مردوں کے عورتوں کے اور شادی شدہ افراد کے کمپارٹمنٹ...... لاڈیک تیزی سے مردوں والے کمپارٹمنٹ کی طرف چل دیا۔ جہاں اچھی خاصی تعداد میں پولش لوگ موجود تھے۔ وہاں آہنی برتھ تھیں...... اوپر تلے چار برتھ۔ ہر برتھ پر چٹائی اور ایک ہلکا کمبل موجود تھا۔ یہ دیکھ کر لاڈیک کو کوئی پریشانی نہ ہوئی کہ وہاں تکیہ نہیں ہے۔ اس نے اپنے لیے ایک برتھ منتخب کر لی۔ اُوپری برتھ پر ایک لڑکا تھا جو اُس کا ہم عمر معلوم ہوتا تھا۔

”میں لاڈیک کوسکی ہوں۔“ اُس نے اپنا تعارف کرایا۔

”میں جوزی نواک ہوں۔ میرا تعلق وارسا سے ہے۔“ لڑکے نے پولش زبان میں کہا ”میں قسمت آزمائی کے لیے امریکہ جا رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر اُس نے لاڈیک کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

جہاز کے لنگر اُٹھانے تک بیشتر وقت ان دونوں نے ساتھ ہی گزارا۔ دونوں تنہائی کے مارے ہوئے تھے۔ اور ایک دوسرے کی رفاقت اُن کے لیے نعمت غیر مترقبہ تھی۔ وہ اپنے اپنے تجربات سناتے رہے۔ جوازمی، لاڈیک سے بے حد متاثر ہوا۔ لاڈیک کا پس منظر اُس کے لیے بے حد پرکشش تھا۔ بیرن کا بیٹا...... بیرن کے ملازم کی جھونپڑی میں پرورش، جرمنوں اور روسیوں کی قید کے تجربے، سائبیریا سے فرار، پھر نقرئی کنگن کی وجہ سے ہاتھ کٹنے کے مرحلے سے نجات...... جوزی کے لیے یہ ایسے تجربات تھے، جو انسان کو ایک عمر گزارنے پر ہی حاصل ہوتے ہیں۔ وہ لاڈیک کے خاندانی کنگن کو دیکھتا رہ گیا۔ لاڈیک رات بھر اپنی کہانی سناتا رہا اور جوزی خاموشی سے سنتا رہا۔

اگلی صبح بلیک ایرو اپنے سفر پر روانہ ہوا۔ لاڈیک اور جوزی ریلنگ کے ساتھ کھڑے قسطنطنیہ کو آبنائے باسفورس کے نیلے پانیوں کے عقب میں معدوم ہوتا دیکھتے رہے پھر بحری سفر کے سلسلے میں اکتائیوں کا آغاز ہوا اور ٹائنٹ میں لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ کھانا وہ لوگ جہاز کے کمرۂ طعام میں کھاتے تھے، جہاں صفائی کا فقدان تھا۔ کمرے میں لمبی لمبی میزیں تھیں۔ کھانا گرم سوپ، آلو، مچھلی، اُبلے ہوئے گوشت اور گوبھی پر مشتمل ہوتا تھا۔ لاڈیک روس میں اس سے بھی بدتر کھانا کھا چکا تھا لیکن اب وہ اچھی غذا کا عادی ہو گیا تھا۔ پال زیوسکی نے اُسے خشک غذا دی تھی۔ یوں وہ حتی الامکان جہاز کے ناقص کھانے سے بچتا رہا۔ وہ جوزی کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیتا تھا۔

تیسرے روز کھانے کے وقت جوزی کمرے میں آیا تو اُس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔ جوزی نے بتایا کہ لڑکی کا نام زافیا ہے۔ اس سے پہلے لاڈیک نے کبھی کسی لڑکی پر دوسری نظر نہیں ڈالی تھی لیکن وہ زافیا کو بار بار دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔ نجانے کیوں اُسے دیکھ کر لاڈیک کو فلورینا یاد آتی

تھی۔ لاڈیک کا شدت سے جی چاہا کہ اُسے چھو کر دیکھے۔ لڑکی وقتاً فوقتاً اُسے دیکھ کر مسکراتی رہی۔ لیکن لاڈیک احساسِ کمتری میں مبتلا رہا کیونکہ جوزی اس کے مقابلے میں بے حد خوش شکل اور پرکشش جوان تھا۔

لڑکی کے جاتے ہی جوزی، لاڈیک پر اُلٹ پڑا۔ "تم اپنے لیے کوئی اور لڑکی ڈھونڈو۔ وہ میری ہے۔"

لاڈیک کے لیے یہ اعتراف کرنا ممکن نہ تھا کہ وہ ان معاملات میں بالکل کورا ہے، اور اُسے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ لڑکی کیسے تلاش کرے۔ "امریکہ پہنچ کر دیکھا جائے گا۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔" لاڈیک نے تلخ لہجے میں کہا۔

"امریکہ پہنچتے پہنچتے تو میں کم از کم چالیس لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کر چکا ہوں گا۔"

"وہ کیسے؟" اس بار لاڈیک پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"جہاز بارہ دن بعد امریکہ پہنچے گا۔ اس دوران بارہ لڑکیاں تو ضرور مجھ سے متاثر ہوں گی۔"

"تم اُن کا کیا کرو گے؟"

"کیا کروں گا۔ بندہ خدا...... اُنہیں اُبال کر کھانے سے تو رہا۔" جوزی نے کلس کر کہا۔

لاڈیک ہونقوں کی طرح اُسے دیکھتا رہا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بارہ لڑکیوں کا کیا کیا جا سکتا ہے...... متاثر کرنے کا عمل کیا ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے؟

"میرے خدا...... تم نے اتنی بھرپور زندگی گزاری ہے اور کبھی اس مرحلے سے نہیں گزرے۔" جوزی نے اُس کی بے خبری بھانپتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"شٹ اپ...... ہمیں سونے دو۔" اُوپر سے کسی نے ڈانٹا۔

"وقت آ گیا ہے کہ تم اپنی تعلیم مکمل کر لو۔" جوزی نے سرگوشی کی۔ "مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم مکمل نہیں ہو۔ کم از کم ایک معاملے میں میں تمہارا استاد بن سکتا ہوں۔ زافیا بہت پیاری لڑکی ہے۔ میں تمہارے لیے اس سے بات کروں گا۔"

لاڈیک خاموش رہا۔

اس کے بعد اس موضوع پر کوئی بات نہیں ہوئی۔ البتہ ایک تبدیلی ضرور آئی۔ زافیا، لاڈیک پر خصوصی توجہ دینے لگی۔ وہ دونوں گھنٹوں باتیں کرتے رہتے۔ زافیا نے اُسے اپنے متعلق بتایا۔ اُس کے ماں باپ مر چکے تھے۔ وہ امریکہ میں اپنے اعزا کے پاس جا رہی تھی، جو شکاگو میں رہتے تھے۔ لاڈیک نے اُسے بتایا کہ وہ نیویارک جا رہا ہے اور شاید جوزی کے ساتھ ہی رہے گا۔

"کاش...... شکاگو اور نیویارک کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہو۔" زافیا نے پُرخلوص لہجے

میں کہا۔

"ہاں...... تاکہ میں نیویارک کا میئر بنوں تو تم مجھ سے ملنے آ سکو۔" جوزی نے اکڑ کر کہا۔

"تم خالص پولش معلوم ہوتے ہو جوزی۔ تم لاڈیک کی طرح اچھی انگریزی بھی نہیں بول سکتے۔" زافیا نے منہ بنا کر کہا۔

"میں بولنے لگوں گا۔" جوزی نے اعتماد سے جواب دیا۔ "سب سے پہلے تو میں اپنا نام بدلوں گا۔ آج میں جارج نوواک ہوں۔ امریکن ہو گیا تو کوئی پریشانی نہیں رہے گی ہر شخص مجھے امریکن سمجھے گا۔ اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے لاڈیک کوسکی...... یہ نام تو نہیں چلے گا۔ بولو، کیا کہتے ہو؟"

لاڈیک نے نومولود جارج کو دیکھا۔ وہ اپنے نام پر کڑھنے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔ اُسے تو اپنا خاندانی نام بھی درست کرنا تھا۔ اُس کے بغیر وہ بیرن کا وارث بھی ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ کوسکی کے نام سے اُسے نفرت تھی۔ "میں اپنا کام چلا لوں گا۔" اس نے کہا۔ "اور انگریزی کے سلسلے میں میں تمہاری مدد بھی کروں گا۔"

"اور میں تمہیں لڑکیوں کے معاملے میں ماہر بنا دوں گا۔" جوزی نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"میں تمہارے لیے کوئی مناسب لڑکی تلاش کروں گا۔"

"تمہیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔" زافیا کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ "لاڈیک کو مناسب لڑکی مل گئی ہے۔"

جوزی...... بلکہ جارج کا معمول تھا کہ رات کے کھانے کے بعد وہ کسی نہ کسی نئی رفیق کے ساتھ لائف بوٹ میں گھس جاتا تھا۔ اور لاڈیک کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ وہاں کیوں جاتا ہے۔

ایک رات، کھانے کے بعد جارج حسبِ معمول غائب ہو گیا تو لاڈیک اور زافیا عرشے پر جا بیٹھے۔ اس روز زافیا کچھ بے تکلف ہو گئی۔ لاڈیک بوکھلا گیا۔ لیکن اس بوکھلاہٹ میں بھی اُسے لطف محسوس ہونے لگا۔ وہ حیران بھی تھا جلد ہی اُس کی جھجک کچھ کم ہو گئی۔ پہلی بار اس پر اپنی ہستی کے بھید کھل رہے تھے۔

"آج کی پڑھائی ختم۔" کچھ دیر بعد زافیا نے کہا۔ "کل پھر کلاس ہو گی۔"

"تو کیا ابھی میری تعلیم مکمل نہیں ہوئی۔" لاڈیک کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تم معصوم ہو۔ یہ تو اے بی سی تھی، دوست۔" زافیا نے جواب دیا۔

لاڈیک اپنی برتھ پر جا لیٹا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ زندگی میں اتنی ساری الجھنیں کیوں ہوتی ہیں...... یہ کون سی تعلیم ہے...... اور وہ اُسے کیسے حاصل کرے گا۔ وہ انہی سوچوں میں گم تھا کہ اچانک ایک بڑے سے ہاتھ نے اُسے بالوں سے پکڑ کر نیچے گھسیٹ لیا۔ لاڈیک کے اندیشہ

جذبات سرد پڑ گئے۔ وہ دو آدمی تھے اور اس نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اُسے گھسیٹتے ہوئے ایک افتادہ کونے میں لے گئے۔ ایک نے اُس کے منہ پر سختی سے ہاتھ رکھ دیا۔ دوسرے نے اس کی گردن پر چاقو لگا دیا۔

"اونچی سانس بھی نہ لینا" چاقو والے نے تنبیہ کی۔ "ہمیں صرف تمہارا کنگن درکار ہے۔"

لاڈیک دہشت زدہ ہوگیا۔ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اُن میں سے ایک نے اس کی کلائی سے کنگن کھینچ لیا۔ لاڈیک اندھیرے کی وجہ سے اُن کی شکلیں بھی نہ دیکھ سکا۔ اُسے احساس ہوا کہ اب وہ کنگن اُسے کبھی واپس نہیں ملے گا۔

اچانک کسی نے چاقو والے پر حملہ کردیا۔ لاڈیک کو موقع مل گیا۔ اُس نے اس شخص کے منہ پر گھونسہ رسید کیا، جو اس کے منہ پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا۔ پھر شور ہوا...... اور کمپارٹمنٹ کے لوگ بیدار ہونے لگے۔ دونوں حملہ آور تیزی سے بھاگ اُٹھے۔ لیکن اس سے پہلے جارج انہی کے چاقو سے، اُن میں سے ایک کے پہلو پر وار کر چکا تھا۔

"ایسا لگتا ہے، میں مناسب وقت پر آ گیا تھا" جارج نے کہا۔ پھر اُس نے فرش پر پڑے ہوئے کنگن کو غور سے دیکھا اور بولا "بہت خوبصورت کنگن ہے۔ اسے تو ہر دور میں تم سے چھیننے کی کوششیں ہوتی رہیں گے۔"

لاڈیک نے کنگن اٹھایا اور اسے کلائی میں ڈال لیا۔

"یہ کنگن آج تو نکل ہی گیا تھا" جارج نے مزید کہا۔ "شکر ہے آج مجھے واپسی میں زیادہ دیر نہیں ہوئی۔"

لاڈیک نے چھت پر نظریں جما دیں۔

اگلی صبح جہاز طوفان میں گھر گیا۔ ابکائیوں کا عمومی سلسلہ پھر شروع ہوگیا۔

اس سفر کے دوران زافیا نے لاڈیک کو اے سے زیڈ تک تمام حروف تہجی سکھا دیے۔ لاڈیک حروف پہچاننے کے قابل ہوگیا...... لیکن ابھی وہ حروف سے الفاظ بنانے کے مرحلے تک نہیں پہنچا تھا۔ اس دوران لاڈیک اظہارِ محبت بہرحال کر چکا تھا۔ زافیا نے بھی اس کا مثبت جواب دیا۔

ایک صبح جب وہ بیدار ہوئے تو کمپارٹمنٹ میں غیر معمولی چہل پہل تھی۔ مسافروں میں ہیجان پھیلا ہوا تھا۔ سب عرشے پر جمع ہو گئے تاکہ امریکہ کی ایک جھلک دیکھ سکیں۔ لاڈیک نے اپنا سامان سوٹ کیس میں رکھا۔ وہ خوش تھا کہ طویل سفر اختتام کو پہنچا۔ زافیا اور جارج اس کے قریب کھڑے تھے۔ پھر انہیں امریکۂ عظیم کی پہلی جھلک نظر آئی۔

جہاز نیویارک کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوگیا۔ اترنے سے پہلے ان کے سینے پر ایسے لیبل

چسپاں کیے گئے۔ جن پر نمبر لکھے ہوئے تھے۔ لاڈیک کا نمبر بی۔127 تھا۔ اُسے بے ساختہ وہ دن یاد آگیا جب نام کی بجائے ایک نمبر ہی اس کی شناخت تھا۔ اُسے خوف آنے لگا۔ اور اس نے سوچا کہ کیا امریکہ بھی اُس کے لیے ایک زنداں ہی ثابت ہوگا؟

شام تک وہ جہاز پر رہے۔ انہیں نہ تو کھانا میسر آیا اور نہ ہی جہاز سے اترنے کی اجازت دی گئی۔ پھر چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے ذریعے وہ ساحل تک پہنچے۔ ساحل پر خواتین اور مردوں کے لیے الگ الگ شیڈ تھے۔ لاڈیک، زافیا سے الگ نہیں ہونا چاہتا تھا۔ لیکن جدائی ناگزیر تھی لوگوں کا ریلا اُسے آگے دھکیلتا رہا۔ جلد ہی زافیا اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ رات ایک سائبان تلے گزری۔ مہاجرین کے ہجوم میں متعدد ترجمان گھوم پھر کر اُن کے مسائل معلوم کررہے اور انہیں مختلف مشورے دے رہے تھے۔

صبح سب سے پہلے انہیں طبی معائنے کے مرحلے سے گزرنا پڑا۔ لاڈیک کے لیے پہلا امتحان دشوار ترین ثابت ہوا۔ اُسے تقریباً عمودی زینے پر چڑھنا پڑا۔ ڈاکٹر نے اُسے دوبارہ زینوں پر چڑھایا اور اس کی چال بغور دیکھتا رہا۔ لاڈیک نے کوشش کی اس کی لنگڑاہٹ نمایاں نہ ہونے پائے۔ بالآخر ڈاکٹر مطمئن ہوگیا۔ اس کے بعد وہ اور جارج یکجا ہو گئے اس بار ایک اور قطار ان کی منتظر تھی۔ انہیں صرف اتنا معلوم تھا کہ باری باری ہر شخص اندر جاتا ہے اور کم از کم پانچ منٹ بعد باہر آتا ہے۔ دو گھنٹے بعد کہیں جارج کو اندر جانا نصیب ہوا۔ لاڈیک باہر اپنی باری کا انتظار کرتے ہوئے پریشان ہوتا رہا کہ اندر نجانے کیا ہوگا۔

جارج باہر آیا تو اس کی بتیسی نکلی پڑ رہی تھی "ارے کچھ بھی نہیں۔ تم بہ آسانی اس مرحلے سے گزر جاؤ گے۔" اُس نے لاڈیک کو تسلی دی۔ لاڈیک نے محسوس کیا کہ جارج کی ہتھیلیاں پسینے میں بھیگ رہی ہیں۔

اب اس کی باری تھی۔ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا۔ اندر دو آدمی بیٹھے تھے۔ اُن کے سامنے کاغذات رکھے تھے۔

"تم انگریزی بول سکتے ہو؟" ایک نے لاڈیک سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب۔ اچھی خاصی انگریزی بول سکتا ہوں۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"لاڈیک رونسکی۔"

اس نے سیاہ رنگ کی ایک مجلد کتاب لاڈیک کی طرف بڑھائی۔ "جانتے ہو، یہ کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

”جی ہاں جناب۔ یہ بائبل ہے۔“

”تم خدا پر یقین رکھتے ہو؟“

”جی ہاں جناب۔“

”اس کتاب پر ہاتھ رکھ کر حلف اُٹھاؤ کہ تم ہمارے سوالوں کے درست جواب دو گے۔“

لاڈیک نے بائبل کو ہاتھ میں پکڑ کر، داہنا ہاتھ بائبل پر رکھا اور بولا۔ ”میں قسم کھاتا ہوں کہ صرف سچ بولوں گا۔“

”تمہاری قومیت کیا ہے؟“

”میں پولش ہوں۔“

”تمہیں یہاں تک آنے کا ٹکٹ کیسے ملا؟“

”میں قسطنطنیہ میں پولش سفارت خانے میں کام کرتا تھا۔ میں نے اپنا ٹکٹ اپنی رقم سے خریدا ہے۔“

دوسرے نے لاڈیک کے کاغذات پر نظر ڈالی اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

”یہاں تمہارا کوئی ٹھکانا ہے؟“

”جی ہاں۔ میں مسٹر پیٹر نواک کے گھر ٹھہروں گا۔ وہ میرے دوست کے چچا ہیں۔ نیو یارک میں رہتے ہیں۔“

”بہت خوب۔ تمہیں کام بھی مل سکے گا۔“

”میں مسٹر نواک کی بیکری میں ملازمت کروں گا۔“

”تم کبھی گرفتار ہوئے ہو؟“

لاڈیک کے رخسار تمتما اٹھے۔ وہ گرفتار ہوا تھا...... لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ مجرم بہر حال نہیں ہے۔ سچ بولنا مخدوش ثابت ہوسکتا تھا۔ ”نہیں جناب۔ کبھی نہیں۔“ اس نے کہا۔

”تم انارکسٹ ہو؟“

”ہرگز نہیں جناب۔ میں کمیونسٹوں سے نفرت کرتا ہوں، وہ میری بہن کے قاتل ہیں۔“

”تم امریکہ کے قوانین کا احترام کرو گے؟“

”جی ہاں جناب۔“

”تمہارے پاس رقم ہے؟“

”جی ہاں جناب۔“

”دکھاؤ۔“

لاڈیک نے جیب سے چند نوٹ اور سکے نکال کر میز پر رکھ دیے۔

”شکریہ۔ رقم اپنی جیب میں رکھ لو۔“

”اکیس جمع چوبیس کتنے ہوئے؟“ دوسرے شخص نے پوچھا۔

”پینتالیس۔“ لاڈیک نے بلا جھجک کہا۔

”گائے کی کتنی ٹانگیں ہوتی ہیں؟“

لاڈیک کو اپنی سماعت پر یقین نہ آیا۔ اس کا خیال تھا کہ اس سوال میں الٹ پھیر بھی ہو سکتا ہے۔ تاہم ایک لمحے کے بعد اُس نے جواب دیا۔ ”چار“

”اور گھوڑے کی؟“

”چار“ لاڈیک کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

”اگر تم ایک ڈوبتی ہوئی کشتی میں سوار ہو اور تمہیں دو میں سے ایک چیز سمندر میں پھینکنی پڑ جائے تو تم کسے پھینکو گے...... رقم کو یا زوٹی کو؟“

”رقم کو۔“

”بہت خوب۔“ اس شخص نے ایک کارڈ پر اجازت دی گئی، لکھا اور کارڈ لاڈیک کی طرف بڑھا دیا۔ ”رقم تبدیل کرانے کے بعد یہ کارڈ امیگریشن آفیسر کو دے دینا اور اُسے اپنا پورا نام بتانا۔ وہ تمہیں رجسٹریشن کارڈ دے دے گا۔ پھر تمہیں داخلے کا اجازت نامہ ملے گا۔ اگر پانچ سال کے دوران تم نے کوئی جرم نہ کیا اور لکھنے پڑھنے کا ابتدائی امتحان پاس کرلیا تو تم امریکی شہریت کے لیے درخواست دے سکو گے۔ گڈ لک۔“

”شکریہ جناب۔“

تبادلے کے کاؤنٹر پر لاڈیک نے ترکی میں اپنی اٹھارہ ماہ کی بچت اور پچاس روبل والے تین نوٹوں کے بدلے امریکی کرنسی حاصل کی۔ اُسے 48 ڈالر اور 20 سینٹ دیے گئے۔ وہ رقم ترکی کی کرنسی کے بدلے تھی۔ روسی روبل رد کر دیے گئے۔ لاڈیک کا دل بھر آیا۔ وہ سائبیریا کے قیدی ڈاکٹر کی پندرہ برس کی کمائی تھی، جو رائگاں گئی۔ آخر میں لاڈیک امیگریشن افسر کے پاس گیا۔ جارج اس کے ساتھ تھا۔

”پورا نام بتاؤ۔ افسر نے جارج سے کہا۔

”جارج نواک“

افسر نے اس کا نام ایک کارڈ پر تحریر کر دیا۔ ”مکمل پتہ؟“ اُس نے پوچھا۔

”286، بروم اسٹریٹ۔ نیو یارک“

افسر نے کارڈ جارج کی طرف بڑھا دیا۔ "یہ تمہارا امیگریشن سرٹیفکیٹ ہے۔ جارج
میں تمہیں نیو یارک میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں خود بھی پولش ہوں۔ مجھے امید ہے کہ یہ ملک
پسند آئے گا۔"

جارج نے مسکرا کر افسر سے ہاتھ ملایا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ افسر اب لاڈیک کی طرف متوجہ ہوا۔ "اپنا پورا نام بتاؤ۔" اس نے لاڈیک سے کہا۔

لاڈیک ہچکچایا۔ اُسے اپنا نام بتانا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"میں کہہ رہا ہوں۔ اپنا نام بتاؤ۔" اس بار افسر نے بلند آواز میں کہا۔

لاڈیک خاموش رہا۔ وہ نام کیسے بتاتا، جو خود اُسے بھی ناپسند تھا۔ جارج اُسے گھور رہا
اور لوگ بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"میں آخری بار پوچھ رہا ہوں۔ اپنا نام بتاؤ۔"

لاڈیک سے اب بھی نہ بولا گیا۔ افسر نے لاڈیک کی کلائی تھامی اور اُس کے کنگن پر
عبارت کی طرف متوجہ ہوا۔ پھر اُس نے کارڈ پر نام لکھا اور کارڈ لاڈیک کی طرف بڑھا دیا۔ "بیرن ابیل
روسنسکی...... میں آپ کو امریکہ میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ گڈ لک جناب۔" اس کے لہجے میں احترام تھا۔

......❁......

ولیم ستمبر 1923ء میں سینٹ پال واپس گیا۔ یہ وہاں اس کا آخری تعلیمی سال تھا۔
سینیئر کلاس کا صدر منتخب ہوا۔ 33 سال پہلے اس کا باپ بھی اسی عہدے پر فائز رہا تھا۔ وہ اسکول
سب سے ہونہار طالب علم تھا۔ اسی لیے اُسے یہ اعزاز میسر آیا تھا۔ سینٹ پال کی طرف سے ہارورڈ
ہملٹن میموریل اسکالرشپ کے لیے ولیم کا نام بھیجا گیا۔ ولیم بڑی تندہی اور لگن سے خود کو اس اعزاز
اہل ثابت کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

وہ کرسمس کی چھٹیوں میں گھر آیا تو اس کا خیال تھا کہ اُسے ریاضی میں مزید محنت کرنے
موقع مل جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ متعدد دعوتیں اس کی منتظر تھیں۔ اس نے بڑی دانائی سے
دعوتوں کو ٹال دیا لیکن ایک دعوت ناگزیر تھی۔ دادی اور نانی نے اس کے اعزاز میں، ریڈ ہاؤس
ایک بال پارٹی ترتیب دی تھی۔ بوسٹن میں اس کے دوستوں کی تعداد گنی چنی تھی۔ اس کے
دونوں خواتین نے مہمانوں کی طویل فہرست تیار کر رکھی تھی۔

اس موقعے پر انہوں نے ولیم کو اس کی زندگی کا پہلا ڈنر جیکٹ بطور تحفہ دیا۔ جیکٹ
فیشن کے مطابق تھا۔ ولیم نے یہ تحفہ بظاہر بے پروائی سے قبول کیا۔ لیکن اپنے بیڈ روم کا دروازہ
کے وہ آئینے کے سامنے ہر زاویے سے اپنا جائزہ لیتا رہا۔ اگلے روز اُس نے نیو یارک فون کر

ماتھیو کو ایک ہفتے کے لیے بوسٹن آنے کی دعوت دے دی۔ ماتھیو کی بہن بھی آنا چاہتی تھی لیکن اُس کی ماں نے اجازت نہیں دی۔

ولیم ریلوے اسٹیشن پر ماتھیو کا استقبال کرنے گیا۔

"میرا خیال ہے، اب تمہارا زلفوں کے جال میں الجھنے کا وقت آ گیا ہے۔" ماتھیو نے بیکن ہل آتے ہوئے راستے میں کہا۔ "بوسٹن میں ایک آدھ ایسی بدذوق لڑکی ضرور ہو گی جو تمہیں متاثر کر دے گی۔"

"کیا مطلب؟ کیا تم کوئی واردات کر کے آ رہے ہو؟" ولیم نے پوچھا۔

"واردات تو گزشتہ سال موسم سرما میں ہو گئی تھی۔"

"اور میں اُن دنوں کیا کر رہا تھا۔"

"برٹرینڈ رسل کا فلسفہ پڑھ رہے ہو گے۔"

"اور تم نے مجھے بتایا ہی نہیں۔"

"بتانے کا کیا فائدہ تھا۔ تم تو اپنے باپ کے بینک کے عشق میں مبتلا ہو۔"

شوفر انہیں صدر دروازے کے سامنے اتار کر گاڑی گیراج میں لے گیا۔ اور وہ گھر میں داخل ہو گئے۔ "آہا...... یہاں تو خاصی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔" ماتھیو نے جدید وال پیپر اور نئے فرنیچر کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ البتہ سرخ چرمی کرسی اسی جگہ رکھی تھی، جہاں اُس نے اُسے پہلے بھی دیکھا تھا۔

"ہاں...... پرانی آرائش بری لگنے لگی تھی۔" ولیم نے کہا۔ "خیر...... یہ وقت آرائش پر تبصرہ کرنے کا نہیں ہے۔"

"پارٹی کس وقت شروع ہو گی؟"

"یہ کہو کہ رقص کس وقت شروع ہو گا۔ دادی اور نانی رقص پر بالخصوص زور دے رہی ہیں۔"

"میں تو اس پر تبصرہ نہیں کر سکتا۔" ماتھیو ہنس پڑا۔

"بہرحال، تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ مہمانوں کی آمد میں ابھی دو گھنٹے ہیں۔ تم ڈنر جیکٹ لائے ہو؟"

"کیوں نہ لاتا۔ تمہارا خیال ہے میں پاجامہ پہن کر پارٹی میں شریک ہوتا۔"

"میری دادی اور نانی اس خطا پر تمہارا حلق اُدھیڑ ڈالتیں۔"

چھ بجے پارٹی کے منتظمین نازل ہوئے۔ دادی کین اور نانی کابوٹ سات بجے آئیں ولیم اور ماتھیو نے کچھ وقت اُن کے ساتھ گزارا۔

ولیم خوبصورت کیک کی سطح پر سے ایک سرخ چیری اتارنے ہی والا تھا کہ دادی نے ٹوک دیا۔ ”اسے ہاتھ نہ لگاؤ ولیم یہ تمہارے لیے نہیں ہے۔“

”تو پھر کس کے لیے ہے؟“ اُس نے پوچھا۔

”لڑکے...... زیادہ چالاک مت بنو۔ تم چھ فٹ کے ہو گئے ہو تو کیا ہوا۔ میں اب تمہارے کان کھینچ سکتی ہوں۔“ دادی نے مسکرا کر کہا۔

ماتھیو ہنس پڑا۔

”دادی جان۔ میں آپ کو اپنے عزیز ترین دوست سے ملواؤں۔“ ولیم نے کہا۔ ”یہ ماتھیو لیسٹر۔“

دونوں خواتین نے ماتھیو کو بغور دیکھا۔ ”کیا حال ہے لڑکے؟“ وہ دونوں بیک آواز بولیں۔

”آپ دونوں سے ملاقات میرے لیے اعزاز کی حیثیت رکھتی ہے۔“ ماتھیو نے بڑی شائستگی سے کہا۔ ”میرا خیال ہے، آپ میرے دادا سے واقف ہوں گی۔“

”ہاں...... خوب جانتی ہوں۔ انہوں نے مجھ سے شادی کی درخواست بھی کی تھی۔“ دادی کین نے جواب دیا۔ ”یہ پچاس برس پہلے کی بات ہے۔ میں نے اُس کی پیشکش قبول نہیں کی تھی۔ میں نے کہا تھا، تم پیتے بہت ہو۔ اسی لیے قبل از وقت قبر میں جا اترو گے۔ میں کم عمری میں بیوہ نہیں چاہتی۔ میری بات درست ثابت ہوئی۔ میری بات سنو بیٹے کہیں تم بھی یہ لت نہ لگا بیٹھنا۔“

”میں تو پابندی کے اس عہد میں یونہی محروم ہوں۔“ ماتھیو نے بڑی معصومیت سے کہا۔ ”ویسے آپ میرے دادا کی پیش کش قبول کر لیتیں تو میری دادی ہوتیں۔“

ولیم ہنس پڑا۔

پھر مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان میں ایسے بھی تھے جن سے اس کے بزرگ بھی ناواقف تھے۔ ولیم ایلن لائڈ کی آمد پر بہت خوش ہوا۔

”تمہاری مہربانی ایلن کہ تم آئے......“

”مہربانی! تم بھول رہے ہو کہ مجھے تمہاری دادی اور نانی نے مدعو کیا ہے۔ میں شاید بہادر تو ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کا حکم عدولی کر سکوں لیکن دونوں کو......“

”ایلن...... تم بھی۔“ ولیم نے قہقہہ لگایا۔ ”میری ایک بات سنو“۔ وہ ایلن کو کونے میں لے گیا۔ ”میں سرمایہ کاری کے منصوبے میں کچھ تبدیلی کرنا چاہتا ہوں۔ لیسٹر بینک کے اسٹاک جب بھی بازار میں آئیں، خرید کر ڈالتے رہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اکیس سال کا ہونے تک لیسٹر بینک کے کم از کم پانچ فیصد حصص میرے قبضے میں ہوں۔“

”یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔“ ایلن نے کہا۔ ”لیسٹر کے حصص عموماً بازار میں نہیں آتے۔ بہرحال، میں اس سلسلے میں کچھ کروں گا۔ ویسے تم ہو کس چکر میں؟“

”میں چاہتا ہوں......“

”ولیم۔“ اسی وقت نانی کابوٹ کی آواز سنائی دی، جو ولیم کی طرف آ رہی تھی۔ ”تم یہاں ایلن کے ساتھ سازشوں میں مصروف ہو۔ میں نے ابھی تک تمہیں رقص کرتے نہیں دیکھا۔ تمہارا کیا خیال ہے، یہ بال کس کے لیے ترتیب دیا گیا ہے؟“

”آپ درست کہہ رہی ہیں مسز کابوٹ۔“ ایلن نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ”آپ میرے ساتھ تشریف رکھیے۔ میں اس لڑکے کو یہاں سے دھکیلتا ہوں۔ تاکہ یہ کسی خوبصورت لڑکی کے ساتھ رقص کر سکے۔ آیئے...... ہم موسیقی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔“

”موسیقی؟ یہ موسیقی ہے۔“ نانی نے منہ بنا کر کہا۔ ”یہ نغمگی سے محروم شور و غل کے سوا کچھ بھی نہیں۔“

”پیاری نانی...... یہ...... میں تیری خاطر چاند ستارے توڑوں گا، کی دُھن ہے، جو اس دور کا مقبول ترین نغمہ ہے۔“ ولیم نے احتجاج کیا۔

”تب تو وقت آ گیا ہے کہ میں اس دنیا کو خیر باد کہہ دوں۔“ نانی نے آہ بھر کر کہا۔

ولیم نے ایک دو لڑکیوں کے ساتھ رقص کیا۔ اس کی نظریں ماتھیو کو تلاش کر رہی تھیں۔ پھر اُسے ماتھیو نظر آ ہی گیا، جو ایک تاریک گوشے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ولیم اس کی طرف بڑھ گیا۔ قریب پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ ماتھیو تنہا نہیں ہے۔

”تم ایمی بلاؤنٹ کو جانتے ہو؟“ ماتھیو نے سرسری انداز میں پوچھا۔

”نہیں۔“ ولیم نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ لڑکی بے حد حسین تھی۔

”یہ تمہارا میزبان ہے...... ولیم کین۔“ ماتھیو نے لڑکی سے کہا۔

لڑکی نے ولیم کو دیکھا اور ایک طرف سمٹتے ہوئے اُسے اپنے برابر بیٹھنے کی دعوت دی۔ ماتھیو نے ولیم کی نگاہوں میں وارفتگی دیکھی تو کھانے پینے کی کوئی چیز تلاش کرنے کے بہانے وہاں سے کھسک لیا۔

”کمال ہے۔ بوسٹن میں میری زندگی گزری ہے...... اور میں تم سے کبھی نہیں ملا۔“ ولیم نے کہا۔

”ہم ایک بار ملے تھے۔“ ایمی نے کہا۔ ”اُس وقت ہم دونوں کی عمر تین تین سال تھی۔ تم نے مجھے پانی میں دھکا دے دیا تھا...... مجھے سنبھلنے میں چودہ سال لگے۔“

"میں شرمندہ ہوں۔" ولیم نے کہا۔ "لیکن آج تو میں خود کو غوطہ لگتا محسوس کر رہا ہوں۔"

"ولیم...... تمہارا مکان بے حد خوبصورت ہے۔"

"شکریہ۔" ولیم نے کہا۔ اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔ وہ کن انکھیوں سے لڑکی کا جائزہ لیتا رہا لڑکی کا حسن سحر انگیز تھا۔

"ماتھیو نے بتایا تھا کہ تم اگلے سال ہاورڈ جا رہے ہو۔" لڑکی نے ایک اور کوشش کی۔

"ہاں۔" ولیم نے کہا۔ پھر وہ دل کڑا کر کے بولا۔ "تم رقص کرو گی میرے ساتھ؟"

"شکریہ۔" لڑکی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس بار، ولیم کے لیے رقص کرنا دشوار ثابت ہوا۔ ایبی کی قربت اس کے ہوش اُڑائے دے رہی تھی۔ قدم بہک رہے تھے۔ وہ بار بار ایبی کا پاؤں کچل رہا تھا۔ لیکن ایبی نے اُس سے شکایت نہیں کی۔ وہ دیر تک رقص کرتے رہے۔

"یہ لڑکی کون ہے۔ جو گزشتہ ایک گھنٹے سے ولیم پر قابض ہے؟" نانی کابوٹ نے تشویش سے پوچھا۔

دادی کین نے لڑکی کو بغور دیکھا اور اعتماد سے کہا۔ "ایبی بلاؤنٹ ہے۔"

"ایڈمرل بلاؤنٹ کی بیٹی؟" نانی کابوٹ نے مزید تفتیش کی۔

"ہاں۔"

"نانی کابوٹ نے سر ہلایا۔ اس بار اُن کے انداز میں طمانیت تھی۔

پارٹی ختم ہونے کے بعد دونوں لڑکوں کے درمیان موضوع گفتگو ایبی ہی تھی۔

"تم نے اتنی دور سے مجھے بلایا اور پھری میری حماقت پر ڈاکا مار دیا۔" ماتھیو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہی نے تو کہا تھا کہ اب مجھے دانہ گندم چکھ لینا چاہیے۔"

"ایک بات سن لو۔ وہ ایسی ویسی لڑکی نہیں ہے۔" ماتھیو نے کہا۔ "ان معاملات میں، میں ایکسپرٹ کا درجہ رکھتا ہوں میں پانچ ڈالر کی شرط لگاتا ہوں کہ وہ تمہارے سحر سے بچ نکلے گی۔"

*

ولیم نے بڑی سوچ بچار کے بعد جنگی حکمت عملی مرتب کی۔ پانچ ڈالر کی کوئی حیثیت نہیں تھی لیکن وہ شرط نہیں ہارنا چاہتا تھا۔ اس روز کے بعد سے وہ ایبی سے مسلسل ملتا رہا۔ بالآخر تعطیلات کا آخری دن آ پہنچا۔ اس صبح ولیم نے ایبی کو درجن بھر تازہ گلاب بھجوائے۔ پھر اس نے اُسے ڈنر پر مدعو کیا۔ ایک مہنگے ریستوراں میں شاندار ڈنر کے بعد وہ ایبی کو گھر لے آیا۔ اس نے ہنری کی بوتلوں میں

بوربن کی ایک بوتل چھپا کر رکھ لی تھی۔ وہ بوتل اُس روز کام آئی۔

"کمال ہے۔ پابندی کے دنوں میں یہ بوتل تم نے کیسے حاصل کی؟" ایبی نے پوچھا۔

"یہ کوئی بڑی بات تو نہیں ہے۔" ولیم نے رعب جمایا۔

پہلے ہی جام نے ولیم کے ہوش اڑا دیے۔ ایبی کی آنکھوں میں پانی آ گیا۔ لیکن ماتھیو کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ ایبی ایسی ویسی لڑکی نہیں تھی۔ اور ولیم کا سحر اُسے اسیر نہیں کر سکا اس نے ولیم کو مجبور کر دیا۔ ولیم اپنی کار میں اُسے اس کے گھر چھوڑ آیا۔

اگلی صبح، اسکول میں ماتھیو نے ولیم سے پانچ ڈالر کا نوٹ وصول کیا تو اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور بھویں مضحکہ اڑانے والے انداز میں اُٹھی ہوئی تھیں۔

"ایک لفظ بھی منہ سے نکلا تو میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔" ولیم نے ماتھیو کو آنکھیں دکھائیں۔

"مجھے وہ الفاظ نہیں مل رہے ہیں، جن سے میں اظہار ہمدردی کر سکوں۔"

"میں نے کہا نا...... میں تمہارا......"

لیکن ایسٹر کی چھٹیوں میں ولیم نے اپنے ہارے ہوئے پانچ ڈالر سو فیصد منافع کے ساتھ وصول کر لیے۔ اس بار ایبی، ولیم کے سحر سے نہیں بچ سکی۔ البتہ ماتھیو کی ماہرانہ رائے درست ثابت ہوئی تھی۔ ایبی ایسی ویسی لڑکی بہرحال نہیں تھی۔

اس کے بعد صرف پڑھائی ہی کی اہمیت رہ گئی۔ امتحان سر پر آ گئے تھے۔ وہ دونوں بے پناہ محنت کر رہے تھے۔ ایک ہی کمرے میں رہنے کے باوجود اُن کے درمیان بعض اوقات کئی کئی دن تک بات نہ ہوتی، صرف اتنا ہوتا کہ ماتھیو کی سمجھ میں کوئی سوال نہ آتا تو وہ ولیم سے پوچھ لیتا۔

پھر امتحان ہو گئے، وہ دونوں نتیجے کے سلسلے میں بہت پر امید تھے۔ لیکن جیسے جیسے دن گزرتے گئے، اُن کا اعتماد کم ہوتا گیا۔ ریاضی کے سلسلے میں ہملٹن میموریل اسکالرشپ صرف اور صرف قابلیت کی بنیاد پر دیا جاتا تھا۔ اس میں امریکہ کے ہر اسکول کے طلبا شریک ہوتے تھے۔ ولیم یہ اندازہ لگانے سے قاصر تھا کہ اس کے مقابلے میں کیسے کیسے لڑکے ہیں۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا۔ اُس کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

جس وقت ٹیلی گرام موصول ہوا، وہ بیس بال کھیل رہے تھے۔ کھیل رک گیا۔ کھلاڑی منتظر تھے۔ ولیم نے خاموشی سے لفافہ پھاڑ کر ٹیلی گرام پڑھا۔ ماتھیو بڑی بے چینی سے اُس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ اور اُس کے چہرے کے تاثر سے اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ ٹیلی گرام کی نوعیت کیا ہے۔ لیکن ولیم کا چہرہ بے تاثر رہا۔ اس نے ٹیلی گرام پڑھا اور خاموشی سے ماتھیو کی طرف بڑھا دیا۔ ماتھیو نے ٹیلی گرام پڑھا، خوشی سے اُچھلا، ٹیلی گرام ایک طرف اُچھالا اور ولیم کو سینے سے لگایا۔

کھلاڑیوں نے بھی ٹیلی گرام پڑھا۔ پھر وہاں جشن کا سا سماں پیدا ہوگیا۔

ماتھیو اپنے عزیز ترین دوست کی کامیابی پر بے حد خوش تھا لیکن وہ افسردہ بھی تھا کہ اب انہیں جدا ہو جانا تھا۔ ولیم نے بھی یہ بات محسوس کر لی لیکن اُس نے کہا کچھ نہیں چند روز بعد معلوم ہوا کہ ماتھیو کو بھی ہاورڈ میں داخلہ مل گیا ہے۔

پھر ایک اور ٹیلی گرام آیا۔ چارلس لیسٹر نے اُن دونوں کو مبارکباد دی تھی۔ اور انہیں نیو یارک کے پلازہ ہوٹل میں چائے پر مدعو کیا تھا۔ دونوں خواتین کی طرف سے بھی مبارکباد کا پیغام وصول ہوا۔ دادی کین نے لکھا تھا۔ ''یہ کوئی خاص بات نہیں۔ یہ کارنامہ تمہارا باپ بھی انجام دے چکا ہے۔ ہم تم سے اس سے کم کی توقع بھی نہیں رکھتے تھے۔''

دونوں لڑکے مقررہ وقت پر ہوٹل پلازہ میں داخل ہوئے اُن کے انداز میں وقار تھا۔ فیملی ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔ دادی کین اور نانی کابوٹ کے علاوہ ایک بوڑھی خاتون اور تھیں، جو شاید لیسٹر خاندان کے لیے وہی حیثیت رکھتی تھیں، جو دادی کین اور نانی کابوٹ کی تھی۔ اُن کے علاوہ مسٹر اور مسز لیسٹر، ان کی بیٹی سوزن اور ایلن لائڈ بھی موجود تھے۔ سوزن کی نظریں تمام وقت ولیم کے چہرے کا طواف کرتی رہیں۔

دادی کین نے قریب کھڑے ہوئے ویٹر کو بلایا اور اس سے چائے، کیک لانے کو کہا۔

ویٹر تیزی سے کچن کی طرف لپکا۔ ''ٹیبل نمبر 23 کے لیے تازہ چائے اور کیک...... جلدی بھجواؤ'' اس نے کہا۔

دوسرے ویٹر نے آرڈر سرو کیا۔

''آج تمہارا باپ زندہ ہوتا تو تم پر فخر کرتا۔'' ایلن لائڈ نے ولیم سے کہا۔

''ویٹر سوچتا رہ گیا کہ آخر اس خوشرو اور طویل القامت نوجوان نے ایسا کون سا کارنامہ انجام دیا ہے کہ اُسے اس طرح سراہا جا رہا ہے۔

اگر نقرئی کنگن ولیم کو متوجہ نہ کرتا تو وہ ویٹر کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھتا۔ لیکن ویٹر کی کلائی میں پڑا ہوا نقرئی کنگن اُسے غیر معمولی اور عجیب لگا۔

''ولیم...... دو کیک بہت ہیں۔'' دادی کین نے اُسے ٹوک دیا۔ ''ہاورڈ جانے سے پہلے تمہیں کیک کھانے کے اور موقعے بھی ملیں گے۔''

ولیم نے محبت آمیز نگاہوں سے دادی کو دیکھا۔ پھر وہ نقرئی کنگن اُس کے ذہن سے نکل گیا۔

......❁......

اُس رات، پلازہ ہوٹل کے چھوٹے سے کمرے میں ایبل دیر تک جاگتا رہا۔ وہ ولیم کا

اس نوجوان کے بارے میں سوچ رہا تھا، جس کا باپ زندہ ہوتا تو اس پر فخر کرتا۔ ایبل کو زندگی میں پہلی بار یہ احساس ہوا تھا کہ وہ درحقیقت کیا کرنا چاہتا ہے۔ وہ اُس دنیا کے ولیم کا ہم پلہ کہلانا چاہتا تھا۔

نیو یارک آتے ہی اُسے دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اُسے دو بیڈ والا ایک چھوٹا سا کمرہ ملا تھا جس میں وہ جارج اور اُسکے دو کزنز کے ساتھ رہتا تھا۔ جارج کا چچا اُسے ملازمت بھی نہیں دے سکا تھا۔ بے روزگاری کے چند ہفتوں میں اس کی ساری رقم خرچ ہوگئی تھی۔ سر توڑ کوششوں کے بعد اُسے ایک قصائی کی دکان پر ملازمت مل گئی۔ اُسے نو ڈالر ہفتہ، اُجرت ملتی تھی۔ ہفتے میں ساڑھے چھ دن کام کرنا پڑتا تھا۔ دُکان کے بالا خانے پر سونے کا ٹھکانہ ہوگیا تھا۔ دکان اس علاقے میں تھی، جہاں پولش مہاجرین کی اکثریت تھی...... ایبل کو اُن کی حالت پر افسوس ہوتا تھا۔ وہ لوگ انگریزی سیکھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے تھے۔

ایبل، جارج سے ملتا رہتا تھا، جس کے ساتھ ہر بار ایک نئی گرل فرینڈ ہوتی تھی۔ پھر ایبل نے نائٹ اسکول میں داخلہ لے لیا تا کہ انگریزی بولنا اور لکھنا سیکھ سکے۔ وہ اس سلسلے میں اپنی سست رفتاری پر شرمندہ نہیں تھا۔ آٹھ سال کی عمر کے بعد اُسے لکھنے کا موقع ہی کہاں ملا تھا۔ اُس کے باوجود دو سال کے عرصے میں اس کی انگریزی بے حد رواں ہوگئی۔ اب وہ قصائی کی دکان پر کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ وہ کرے گا کیا۔ پھر ایک دن اُس نے پلازہ ہوٹل کے کیٹرنگ منیجر کو، جو اس کا مستقل گاہک تھا، قصائی سے کہتے سنا کہ اس نے چوری کے جرم میں ایک جونیئر ویٹر کو ملازمت سے نکال دیا ہے۔ ''دشواری یہ ہے کہ مجھے اس کا نعم البدل نہیں مل رہا ہے۔'' منیجر کہہ رہا تھا۔

قصائی تو اس سلسلے میں مدد کی پیشکش نہیں کرسکتا تھا البتہ ایبل نے کر ڈالی۔ اس نے اپنا واحد سوٹ پہنا۔ پیدل 47 بلاک کا فاصلہ طے کیا اور ملازمت حاصل کر لی۔

پلازہ میں ملازمت کے حصول کے فوراً بعد اس نے کولمبیا یونیورسٹی میں انگریزی کے نائٹ کورس میں داخلہ لے لیا۔ ہر صبح ہوٹل میں سرو کرنے کے دوران موقع نکال کر وہ نیو یارک ٹائمز کا مطالعہ کرتا اور نئے الفاظ کاغذ پر لکھتا۔ رات سونے سے پہلے وہ سیکنڈ ہینڈ ڈکشنری کی مدد سے اُن کے معنی تلاش کر کے لکھ لیتا۔

تین سال بعد اُسے ترقی ملی اور اسے اوک روم میں ویٹر بنا دیا گیا۔ ٹپ وغیرہ ملا کر اُس کی ہفتے وار آمدنی 25 ڈالر تک پہنچ گئی۔

دوسری طرف یونیورسٹی کا انسٹرکٹر ایبل کی صلاحیتوں سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اُسے ایک اور نائٹ کورس میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا۔ وہ بی اے کی ڈگری کی طرف ایبل کا پہلا قدم تھا۔ اب فارغ اوقات میں ایبل نے انگریزی کی بجائے معاشیات پڑھنا شروع کر دی۔ نیو یارک ٹائمز

کی جگہ وال اسٹریٹ جرنل نے لے لی تھی۔ وہ ان مصروفیات میں الجھ کر رہ گیا۔ جارج کے سوا وہ اپنے ہم وطنوں سے کٹ کر رہ گیا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ یہ حصولِ علم اُسے کہاں لے جائے گا۔ وہ تو بیرا کی اس بات پر اندھا یقین رکھتا تھا کہ تعلیم کا کوئی نعم البدل نہیں۔

اگست 1926ء کو وہ جمعرات ایبل کے لیے نا قابل فروش تھی۔ اس روز ڈولف والنٹیو فوت ہوا تھا۔ ایبل حسب معمول کانر والی میزیں سرو کر رہا تھا۔ کارنر کی میزیں بڑے کاروباری لوگوں کے لیے مخصوص تھیں...... اہم لوگ کارنر کی میز پسند کرتے تھے تاکہ وہاں آزادانہ گفتگو کر سکیں...... مکمل راز داری کے ساتھ۔ ایبل اپنے کان کھلے رکھتا تھا۔ کبھی کبھی اسے اہم معلومات حاصل ہو جاتی تھیں۔ وہ ایسے گاہکوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کرتا تھا اور چھان بین بھی کرتا رہتا تھا۔ یوں اُسے وقتاً فوقتاً سو ڈیڑھ سو ڈالر کی سرمایہ کاری کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔ وہاں ہونیوالی ملاقاتیں عموماً کاروباری ہوتی تھیں۔ اگر کسی بڑی کمپنی کا مالک کسی چھوٹی کمپنی کے مالک کے ساتھ ڈنر کرتا...... تو ایبل چھوٹی کمپنی کے حصص اس توقع پر خرید لیتا کہ بڑی کمپنی چھوٹی کمپنی کو سہارا دے رہی ہے۔ اگر میزبان کھانے کے بعد سگار طلب کرتا تو ایبل سرمایہ کاری کی رقم بڑھا کر دو سو ڈالر کر دیتا۔ ایسی سرمایہ کاری کی کامیابی کا تناسب 70 فیصد ہوتا تھا۔ ایبل چھ ماہ سے زیادہ عرصے تک حصص اپنے پاس رکھنے کا قائل نہیں تھا۔ پلازہ ہوٹل کی چار سالہ ملازمت کے دوران صرف تین بار اُسے نقصان اُٹھانا پڑا تھا۔

اُس روز ایک غیر معمولی بات ہوئی۔ مہمانوں نے کھانا شروع کرنے سے پہلے ہی سگار طلب کر لیے۔ پھر اُن کے کچھ اور مدعوئین بھی آئے اور مزید سگار طلب کئے گئے۔ ایبل نے جیف ویٹر کی بک میں میزبان کا نام دیکھا...... ول ورتھ نام جانا پہچانا تھا۔ وہ حال ہی میں کسی کاروباری کالم میں وہ نام پڑھ چکا تھا لیکن اُسے پوری طرح یاد نہیں آ رہا تھا۔ دوسرا مہمان چارلس لیسٹر تھا، جو ہوٹل میں باقاعدگی سے آتا رہتا تھا۔ وہ بینکار تھا۔ کھانا سرو کرتے ہوئے ایبل اُن کی گفتگو پر کان لگائے رہا۔ ایبل کو بس اتنا معلوم ہو سکا کہ اس صبح کوئی کاروباری معاہدہ ہوا ہے۔ جس کی عام لوگوں کو توقع نہیں تھی۔ اگلے روز اس معاہدے پر باقاعدہ اعلان ہونے والا تھا۔ مسلسل ذہن پر زور دینے کے نتیجے میں ایبل کو یاد آ گیا کہ ول ورتھ کا نام اس نے وال اسٹریٹ جرنل میں پڑھا تھا۔ ول ورتھ وہ شخص تھا جو امریکہ میں پہلی بار پانچ اور دس سینٹ کے اسٹور قائم کرنے والا تھا۔ ایبل موقع نکال کر باہر آیا اور اس نے اپنے بروکر کو فون کیا۔ ”ول ورتھ کے حصص کی کیا قیمت ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”2/1/8 ڈالر“ بروکر نے جواب دیا۔ ”ویسے دو دن سے کچھ تیزی کا رجحان ہے۔ میری سمجھ میں اس کی وجہ نہیں آئی۔“

”میرے اکاؤنٹ میں جتنی رقم ہے۔ اس سے ول ورتھ کے حصص کل صبح ہی خرید لو۔ کل

کوئی اعلان ہونے والا ہے۔ ایبل نے کہا۔

”کیسا اعلان؟“ بروکر کے لہجے میں الجھن تھی۔

”میں فون پر ایسی اطلاعات فراہم نہیں کر سکتا۔“

بروکر اور زیادہ متاثر ہو گیا۔ ایبل کی سرمایہ کاری کے انداز اور اس کی قوتِ فیصلہ سے وہ پہلے ہی خاصا مرعوب تھا۔

ایبل بروقت اوک روم میں پہنچ گیا۔ اس نے مہمانوں کو کافی سرو کی۔ میزبان نے بل ادا کرتے ہوئے اس کی مستعد سروس کو سراہا۔ پھر اپنے مہمانوں کی طرف تائید طلب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ایبل سے بولا۔ ”تمہیں ایک اہم بات بتاؤں گا؟“

”میں شکر گزار ہوں گا جناب۔“

”ول ورتھ کے حصص خرید لو۔ فائدے میں رہو گے۔“

سب مہمان ہنس دیے۔ ول ورتھ نے ایبل کو ٹپ میں پانچ ڈالر دیے۔

آئندہ چھ ماہ میں ایبل کو ول ورتھ کے حصص کے ذریعے 2412 ڈالر کا منافع ہوا۔

❋

اکیسویں سالگرہ کے چند روز بعد ایبل کو امریکہ کی شہرت حاصل ہو گئی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اُسے اس کامیابی پر جشن منانا چاہیے۔ اس نے جارج، اس کی تازہ ترین دوست مونیکا اور سابقہ دوست کلارا کو فلم اور ڈنر پر مدعو کر لیا۔ جارج اب بھی اپنے چچا کی بیکری میں کام کر کے آٹھ ڈالر ہفتہ کما رہا تھا۔ ایبل اب بھی اُسے اپنا بہترین دوست سمجھتا تھا لیکن اسے احساس تھا کہ اُن دونوں کے درمیان طبقاتی خلیج پھیلتی جا رہی ہے۔ جارج بالکل قلاش تھا جبکہ ایبل کا ذاتی اکاؤنٹ آٹھ ہزار ڈالر سے متجاوز تھا۔ اس کے علاوہ وہ بی اے اکنامکس کے آخری سال میں تھا۔ ایبل اپنے مقصد کے حصول کی بھرپور اور کامیاب کوشش کر رہا تھا۔ جبکہ جارج نیویارک کا میئر بننے کی ڈینگ ہانکنا بھی بھول گیا تھا۔

وہ شام ان چاروں کے لیے یادگار تھی۔ انہوں نے بہت اچھے ریسٹورنٹ میں ڈٹ کر کھانا کھایا۔ بل آیا تو یہ دیکھ کر جارج کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ بل اس کی ایک ماہ کی تنخواہ سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ لیکن ایبل نے نہایت بے پروائی سے بل ادا کیا۔ ایبل نے اس سلسلے میں ایک اصول بنا رکھا تھا۔ بل ادا کرو تو ایسے، جیسے وہ تمہاری نظروں میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر اہمیت رکھتا ہے تو اس ریسوراں کی طرف دوبارہ رخ مت کرو۔ لیکن اس پر نہ کوئی تبصرہ کرو اور نہ ہی اظہار حیرت۔ یہ بات اس نے اپنے ہوٹل کے متمول گاہکوں سے سیکھی تھی۔

رات دو بجے، وہ ہوٹل سے نکلے۔ جارج، مونیکا کے ساتھ چلا گیا۔ ایبل، کلارا کو ساتھ

لے کر پلازہ آ گیا۔ دربان کی نظروں سے بچ بچا کر وہ اسے کسی نہ کسی طرح اپنے کمرے میں لے آیا۔

صبح چھ بجے الارم نے اُسے جگا دیا۔ اس نے جلدی جلدی کپڑے بدلے۔ ''اسی طرح باہر نکلنا، جیسے اندر آئی تھیں۔'' ایبل نے کلارا کو تاکید کی۔ ''ورنہ میں مصیبت میں پھنس جاؤں گا۔ اب کب ملو گی؟''

''کبھی نہیں'' کلارا نے سخت لہجے میں کہا۔

''کیوں...... میں نے کیا کیا ہے؟''

''تم نے مجھے مایوس کیا ہے۔ تم ایک ناکام انسان ہو۔''

ایبل کا وہ دن پریشانی سے گزرا۔ کلارا کے الفاظ اس کی سماعت میں گونجتے رہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس مسئلے پر کس سے بات کرے۔ وہ جانتا تھا کہ جارج سے بات کرنا اپنا مذاق اڑوانے کے مترادف ہے۔ پلازہ ہوٹل کے اسٹاف کے نزدیک وہ ایسا صاحب علم شخص تھا جو سب کچھ جانتا تھا پھر اُس نے فیصلہ کیا کہ دوسرے مسائل کی طرح اس مسئلے کو بھی معلومات اور تجربے کی مدد سے حل کیا جائے۔

لنچ کے بعد اس نے ففتھ ایونیو کے ایک بک اسٹال کا رخ کیا۔ اس بک اسٹال نے اب تک زبان اور علم معاشیات کے سلسلے میں اس کا ہر مسئلہ حل کیا تھا۔ لیکن اس بار اُسے اپنے مطلب کی کوئی کتاب نہیں ملی۔ ایبل کو خالی ہاتھ آنا پڑا۔ پھر وہ ایک سینما میں گھس گیا۔ مگر فلم توجہ سے نہ دیکھ سکا۔ کلارا کے الفاظ اب بھی اُسے ڈسے جا رہے تھے۔

وہ سینما سے نکلا تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ ہوا میں خنکی آ گئی تھی۔ وہ پیدل ہی چل دیا۔ شاید تازہ ہوا اُس کے ذہن کا کوئی دریچہ کھول دے۔ وہ نیوز اسٹینڈ پر شام کا اخبار خریدنے کے لیے رُکا۔

''کسی ساتھی کی تلاش ہے؟'' عقب سے کسی نسوانی آواز نے اُسے چونکا دیا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ اس عورت کی عمر 35 سال تھی۔ اس نے چہرے پر میک اپ تھوپا ہوا تھا۔

''صرف پانچ ڈالر۔'' عورت نے کہا۔

''ایبل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ عورت کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ ایک بوسیدہ سے اپارٹمنٹ ہاؤس میں عورت کا چھوٹا سا فلیٹ تھا۔ ایبل کا دم گھٹنے لگا۔ ''تم یہاں رہتی ہو'' اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

''نہیں ...... یہ میرا آفس ہے۔''

''تم ایسا کیوں کرتی ہو؟''

''میرا شوہر مر چکا ہے اور مجھے دو بچوں کی کفالت کرنا ہے۔''

''تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ زندگی میں پہلی بار کتابوں نے مجھے مایوس کیا ہے۔ میرا یہ مسئلہ ہے اور تم اسے حل کر سکتی ہو۔'' ایبل نے کہا۔ پھر اُسے تفصیل سے اپنا مسئلہ بتایا۔

''دماغ خراب ہے تمہارا۔'' عورت نے اس پر آنکھیں نکالیں۔ ''تمہارا کیا خیال ہے، یہ ہائی اسکول ہے اور میں کوئی پروفیسر ہوں؟''

''میرا تو یہی خیال ہے۔''

عورت سوچ میں پڑ گئی۔ ''ٹھیک ہے۔'' اُس نے چند لمحے توقف کر کے کہا۔ ''تین ہفتے کی ٹریننگ ہوگی۔ کلاس ہر روز ہوگی۔ فیس پانچ ڈالر یومیہ۔''

ایبل کی آنکھیں پھیل گئیں۔ ''اتنی تو کولمبیا یونیورسٹی والوں کی بی اے کی فیس بھی نہیں ہے۔'' اس نے احتجاج کیا۔

''تو پھر کولمبیا یونیورسٹی ہی چلے جاؤ۔''

''ایبل نے خاموشی سے جیب سے پرس نکال لیا۔

❁

یہ ایک اور جشن کا موقع تھا۔ شرکاء وہی پرانے تھے...... جارج، مونیکا اور کلارا، جسے رضا مند کرنے کے لیے بڑے جتن کرنا پڑے تھے۔ انہوں نے پہلی باکسنگ کا ٹائٹل مقابلہ دیکھا۔ پھر کھانا کھایا۔ اس کے بعد گزشتہ جشن والے معاملات دُہرائے گئے۔

چھ بجے الارم کی آواز نے ایبل کو جگایا۔ وہ جلدی جلدی کپڑے بدلنے لگا۔ ''جیسے آئی ہو، ویسے ہی باہر نکلنا'' ایبل نے کلارا کو تاکید کی۔ ''ورنہ میں مصیبت میں پھنس جاؤں گا۔''

''اب کب ملو گے؟'' کلارا نے پوچھا۔

''کبھی نہیں۔'' ایبل نے سخت لہجے میں کہا۔

''کیوں...... میں نے کیا کیا ہے؟''

''تم نے مجھے مایوس کیا ہے۔''

''کلارا گڑگڑاتی رہی۔ ایبل دروازہ کھول کر نکل آیا۔

❁

بی اے کرنے کے بعد پلازہ کی ملازمت ایبل کو حقیر لگنے لگی۔ سوال یہ تھا کہ وہ اپنی اہلیت لوگوں پر کس طرح ثابت کرے، انہیں کیسے یقین دلائے۔

ایک روز پلازہ کے ایڈورڈین روم میں مسٹر اینڈ مسز اس اسٹیلر لنچ کے لیے آئے۔ اُن دنوں ایبل کی ڈیوٹی ایک ہفتے کے لیے ایڈورڈین روم میں لگائی گئی تھی۔ ایبل کو احساس ہو گیا کہ یہ

اُسے قدرت کی طرف سے موقع ملا ہے۔ اسٹیلر ہوٹل کا کاروبار کرتا تھا اور بے حد مصروف آدمی تھا۔ ایبل نے اُسے متاثر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اسٹیلر نے جاتے ہوئے بڑی گرم جوشی سے ایبل کا شکریہ ادا کیا اور اُسے دس ڈالر ٹپ بھی دی۔ لیکن ایبل مایوس تھا۔

اسی وقت ہیڈ ویٹر سامی نے اُس کے کندھے پر تھپکی دی۔ ''اے...... مسٹر اسٹیلر سے کیا ملا تم کو؟''

''کچھ بھی نہیں۔'' ایبل نے مایوس لہجے میں کہا۔

''کیا...... کچھ نہیں دیا۔ انہوں نے ٹپ نہیں دی؟'' سامی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اوہ ٹپ۔'' ایبل چونک پڑا۔ ''انہوں نے دس ڈالر دیے تھے۔'' اس نے نوٹ سامی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ ہوئی نا بات۔ میں تو سمجھا تھا کہ تم مجھے دھوکا دینے کے چکر میں ہو لیکن ایبل۔ دس ڈالر ملنا حیرت انگیز ہے۔ لگتا ہے تم نے مسٹر اسٹیلر کو بہت متاثر کیا ہے۔''

''میں انہیں متاثر نہیں کرسکا۔''

''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''چھوڑو اس بات کو۔'' ایبل نے بے دلی سے کہا اور واپسی کے لیے پلٹ گیا۔

''ایک منٹ ایبل۔'' سامی نے اُسے پکارا۔ ''تمہارے لیے ایک پیغام ہے۔ میز نمبر 17 کے مہمان، مسٹر لاری ذاتی طور پر تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

''کس سلسلے میں؟''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

ایبل نے میز نمبر 17 کی طرف دیکھا۔ ''کون ہے وہ؟'' اُس نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' سامی نے جھلا کر کہا۔ ''میں تمہاری طرح گاہکوں کی سوانح حیات میں دلچسپی نہیں لیتا۔ میرا فارمولا ہے، کھانا کھلاؤ، ٹپ گھسیٹو اور دعا کرو کہ وہ دوبارہ بھی آئیں۔ شاید کالج والے تمہیں بنیادی باتیں پڑھانا بھول گئے ہیں۔ اچھا، اب چل دو...... اور ہاں، ٹپ جتنی بھی ملے میرے پاس لے آنا۔ ورنہ تم جانتے ہی ہو......''

ایبل مسکرایا۔ پھر وہ میز نمبر 17 کی طرف بڑھ گیا۔ اس میز پر دو افراد تھے۔ رنگین چار خانے والے جیکٹ میں ایک مرد، جو ایبل کو پسند نہیں آیا۔ دوسری ایک پر کشش لڑکی۔ سامی مجھے ہمیشہ مشکل میں پھنساتا ہے۔ اب یہ صاحب شکایات کا دفتر کھولیں گے۔ ایبل نے سوچا۔

''آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا جناب؟'' اُس نے مرد کو مخاطب کیا۔

''ہاں۔'' مرد کا لہجہ جنوبی علاقے کے باشندوں کا سا تھا۔ ''میرا نام ڈیوس لاری ہے اور یہ میری بیٹی میلانی ہے۔''

ایبل نے لڑکی کی طرف دیکھا اور اس کی سبز آنکھوں میں ڈوب کر رہ گیا۔

''میں گزشتہ پانچ روز سے تم پر نظر رکھے ہوئے ہوں، ایبل۔'' لاری نے کہا۔

ایبل حیران رہ گیا۔ کیونکہ نظر رکھنے کا یہ عمل یکطرفہ تھا۔ وہ خود تو لاری کی وہاں موجودگی سے آگاہ ہی نہیں تھا۔

''مجھے تمہاری کارکردگی نے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ میں تم جیسے کسی آدمی کی تلاش میں تھا۔ اسٹیلر احمق ہے۔ عقلمند ہوتا تو تمہیں پہلی فرصت میں کوئی پیش کش کر دیتا۔'' ایبل اب بھی حیران تھا۔ لاری کا نام اور شخصیت دونوں ہی اس کے لیے اجنبی تھی۔ ''میں کوئی کروڑ پتی نہیں ہوں کہ مجھے کارنر ٹیبل ملے۔'' لاری نے مزید کہا۔

اس بار ایبل اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ عام لوگ میزوں کی لوکیشن کی اہمیت سے بے خبر ہوتے ہیں۔

''لیکن میں نادار بھی نہیں ہوں۔ شاید کسی دن میرا ہوٹل پلازہ کے معیار کو چھو سکے گا۔

''مجھے یقین ہے کہ جناب ایسا ہی ہوگا۔

''اب بیٹے، میں اصل بات کی طرف آرہا ہوں۔'' لاری نے کہا۔ ''میرے ہوٹل کو ایک اسسٹنٹ منیجر کی ضرورت ہے۔ اگر تمہیں اس پیش کش میں دلکشی محسوس ہو تو ڈیوٹی کے بعد میرے کمرے میں مجھ سے مل لینا۔'' یہ کہہ کر اس نے ایک کارڈ ایبل کی طرف بڑھا دیا۔

''شکریہ جناب۔'' ایبل نے کہا اور کارڈ کا جائزہ لینے لگا۔ ڈیوس لاری۔ رچمنڈ گروپ آف ہوٹلز، ڈلاس۔ نیچے نصب العین تھا۔ مستقبل میں ہر ریاست میں ایک ہوٹل...... لیکن وہ نام اب بھی ایبل کے لیے غیر معروف تھا۔

''میں تمہارا منتظر ہوں گا ایبل۔'' لاری نے دوستانہ انداز میں کہا۔

''شکریہ جناب۔'' ایبل نے کہا۔ پھر وہ سامی کی طرف پلٹ آیا، جو نوٹ گننے میں مصروف تھا۔

''رچمنڈ گروپ آف ہوٹلز کا نام سنا ہے سامی؟'' اُس نے پوچھا۔

''ہاں سنا ہے۔ آٹھ یا نو ہوٹل ہیں۔ ٹیکساس کا کوئی خبطی انہیں چلا رہا ہے۔ نام تو مجھے یاد نہیں۔ لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟'' سامی نے اُسے مشکوک نگاہوں سے گھورا۔

''بس یونہی۔''

"یونہی تو تم کچھ نہیں پوچھتے۔ خیر...... سترہ نمبر والے کیا چاہتے ہیں؟"

"کچن کے شور کی شکایت کر رہے تھے۔" اسبل نے بات بنائی۔

"اوہ...... تو کیا وہ خود کو راک فیلر سمجھ رہا ہے؟"

اسبل وہاں سے ہٹ آیا۔ اپنے کمرے میں آکر اُس نے رچمنڈ گروپ کے متعلق تحقیق شروع کردی۔ چند کالز کے ذریعے اُسے کافی معلومات حاصل ہوگئیں۔ وہ ایک پرائیویٹ کمپنی تھی۔ اُس کے گیارہ ہوٹل تھے۔ سب سے بڑا ہوٹل 342 بیڈ روم والا تھا۔ وہ ہوٹل، شکاگو میں تھا جس کا نام رچمنڈ کانٹی نینٹل تھا۔ اسبل نے فیصلہ کیا کہ لاری سے مل لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اُس نے لاری کے کمرے کا نمبر معلوم کیا۔ چار بجے وہ لاری کے کمرے میں پہنچا تو میلانی کو موجود نہ پا کر اُسے خاصی مایوسی ہوئی۔

"شکریہ اسبل۔ بیٹھ جاؤ۔" لاری نے کہا۔ "تمہیں یہاں کتنی تنخواہ ملتی ہے؟"

لاڈیک کو اس براہِ راست سوال نے حیران کردیا۔ "ٹپ ملا کر پچیس ڈالر ہفتہ پڑ جاتا ہے۔" اُس نے سچائی کے ساتھ جواب دیا۔

"میں تمہیں ابتدا میں 35 ڈالر فی ہفتہ دوں گا۔"

"آپ کس ہوٹل کے سلسلے میں بات کر رہے ہیں؟"

"میں سمجھتا ہوں، تمہاری ڈیوٹی ساڑھے تین بجے آف ہوتی ہوگی۔ اس نصف گھنٹے میں تم مطلوبہ معلومات حاصل کر چکے ہو گے۔"

"رچمنڈ کانٹی نینٹل، شکاگو؟" اسبل نے پوچھا۔

ڈیوس لاری ہنس دیا۔ "انسانوں کے بارے میں میرے اندازے عموماً غلط ثابت نہیں ہوتے۔"

اسبل کا ذہن بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔ "ہوٹل کے اسٹاف میں اسسٹنٹ منیجر سے اُوپر کے عہدوں پر کتنے لوگ ہیں؟" اُس نے پوچھا۔

"صرف منیجر اور میں خود منیجر سست آدمی ہے اور ریٹائر ہونے والا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو دس دوسرے ہوٹلوں سے فرصت ہی کہاں ملتی ہے تمہیں زیادہ دشواری نہیں ہوگی۔ شکاگو رچمنڈ شمالی علاقے میں میرا پہلا ہوٹل ہونے کے ناتے مجھے بے حد عزیز ہے۔"

اسبل مسکرا دیا لیکن خاموش رہا۔

"فی الوقت ہوٹل نقصان میں جا رہا ہے۔ میرا سابقہ اسسٹنٹ منیجر بغیر وجہ بتائے اچانک ملازمت چھوڑ گیا مجھے اس کی جگہ کام کرنے کے لیے ایک اہل اور دیانت دار آدمی کی ضرورت ہے۔ میں پانچ دن سے تمہیں دیکھ رہا ہوں میں جانتا ہوں کہ تم ہی میرے مطلوبہ آدمی ہو...... بتاؤ تم میری

پیش کش قبول کر رہے ہو؟"

"چالیس ڈالر فی ہفتہ...... اور اضافی منافع کا دس فیصد دو تو میں تیار ہوں۔"

"کیا؟" لاری کے لہجے میں حیرت تھی۔ "میرا کوئی منیجر منافع میں حصہ دار نہیں ہے۔ انہیں معلوم ہوا تو وہ تو میری جان کو آجائیں گے۔"

"آپ انہیں بتا دیں تو الگ بات ہے۔ میں ہرگز نہیں بتاؤں گا۔"

"مجھے منظور ہے اسبل۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میرا انتخاب درست ہے۔"

"آپ مجھ سے حوالے بھی طلب کریں گے مسٹر لاری؟"

"میں یہاں تمہاری آمد کے بعد سے اب تک کے حالات سے پوری طرح باخبر ہوں اسبل جس شخص کو حوالوں کی ضرورت ہو، اُسے میں اتنا اہم عہدہ کیسے سونپ سکتا ہوں۔ یہ بتاؤ، تم جوائن کب کرسکتے ہو۔"

"آج سے ایک ماہ بعد۔"

"ٹھیک ہے اسبل۔ میں تمہارا منتظر رہوں گا۔"

اسبل اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ڈیوس لاری سے ہاتھ ملایا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

...... ❁ ......

رچمنڈ کانٹی نینٹل، شکاگو مشی گن ایونیو پر واقع تھا، جو کسی بھی ہوٹل کے لیے مناسب ترین مقام تھا، شکاگو، امریکہ کے تیزی سے پھیلتے ہوئے شہروں میں سرفہرست تھا۔ اسبل مطمئن تھا کہ اسٹیٹلر کے مطابق کسی بھی ہوٹل کے لیے صرف تین چیزوں کی اہمیت ہوتی ہے۔ پوزیشن...... پوزیشن اور پوزیشن۔ جلد ہی اسبل کو اندازہ ہوگیا کہ رچمنڈ کانٹی نینٹل، شکاگو کے پاس مناسب پوزیشن کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ ڈیوس لاری نے کہا تھا کہ ہوٹل نقصان میں جا رہا ہے۔ لیکن ہوٹل کے نقصان کے اظہار کے لیے وہ جملہ انتہائی کمزور اور غیر مؤثر ثابت ہو رہا تھا۔ منیجر ڈیسمنڈ بھی لاری کے بیان کے مطابق محض سست نہیں تھا۔ وہ انتہا درجے کا کاہل تھا۔ اسبل نے رجسٹر چیک کیے تو معلوم ہوا کہ ہوٹل کی گنجائش اور اس میں ٹھہرنے والوں کے درمیان ایک اور تین کی نسبت ہے۔ ریسٹورنٹ کی نصف میزیں ہمیشہ خالی رہتی تھیں۔ یوں بہت سا کھانا بھی ضائع ہوتا تھا۔ دوسری طرف ریسٹورنٹ میں لوگوں کے کم آنے کی وجہ یہ تھی کہ کھانے کا معیار بہت پست تھا۔ اسٹاف کے لوگ آپس میں تین چار زبانوں میں گفتگو کرتے تھے۔ اُن میں انگریزی شامل نہیں تھی۔ یہ سمجھنا دشوار نہیں تھا کہ اسسٹنٹ منیجر نے راہِ فرار اختیار کرنے میں اتنی عجلت کیوں برتی۔ ڈیوس لاری کے پسندیدہ ہوٹل کا یہ حال تھا کہ اسبل باقی دس ہوٹلوں کے حق میں صرف دُعا ہی کرسکتا تھا۔

شکاگو میں قیام کے ابتدائی چند دنوں میں ایبل کو صرف ایک حوصلہ افزا خبر ملی، "میل
ڈیوس لاری کی اکلوتی اولاد ہے۔

1924ء کے موسم خزاں میں ولیم اور ماتھیو کے ہاورڈ میں پہلے سال کا آغاز ہوا۔ دادی
نانی کی مخالفت کے باوجود ولیم نے ہملٹن میموریل اسکالرشپ قبول کرلیا۔ اس سے ملنے والی رقم
اس نے فورڈ کا جدید ترین ماڈل، ڈیزی خریدا۔ وہ زندگی میں اس کی پہلی محبت تھی۔

ہاورڈ میں ماتھیو نے کشتی رانی میں دلچسپی لی۔ جلد ہی وہ کشتی رانی ٹیم کا کپتان بنادیا گیا
ولیم ہر اتوار کو اپنی پڑھائی بالائے طاق رکھتا اور دریائے چارلس کے کنارے پہنچ کر اپنے دوست
کارکردگی کی داد دیتا۔ باطنی طور پر وہ بہت خوش ہوتا لیکن بظاہر چڑچڑے پن کا مظاہرہ کرتا...... اور
کا مذاق اُڑاتا۔

دوسری طرف ولیم نے ریاضی کے میدان میں اپنی واضح برتری ثابت کردی۔ اس کے علاوہ
وہ فریش مین ڈبیٹنگ سوسائٹی کا چیئرمین منتخب ہوا۔ اُس نے یونیورسٹی کے صدر کو یونیورسٹی انشورنس پالیسی
کے سلسلے بھی قائل کرلیا۔ اس کے تحت ہاورڈ سے فارغ التحصیل ہونے والے ہر طالب علم کو اپنی زندگی
کے سلسلے میں ایک ہزار ڈالر کی پالیسی لینا پڑتی...... جو یونیورسٹی کے نام ہوتی۔ اس کے نتیجے
میں 1950ء کے بعد سے یونیورسٹی کو ہر سال کم از کم تیس لاکھ ڈالر سالانہ آمدنی ہونا تھی۔ صدر کو ولیم
اس اسکیم نے بے حد متاثر کیا۔ ایک سال بعد انہوں نے ولیم کو یونیورسٹی کی فنڈ کمیٹی میں شامل کرلیا
ولیم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کی یہ رُکنیت ساری زندگی کے لیے ہے۔ صدر نے دادی کین کو خط کے
ذریعے مطلع کیا کہ انہیں ولیم کی شکل میں مالیات کے شعبے کا ماہر ترین آدمی میسر آگیا ہے۔

کرسمس کی تعطیلات میں وہ ماتھیو کے ساتھ ورمونٹ گیا، جہاں انہوں نے اسکائنگ
ماتھیو جسمانی طور پر بہت چاق اور چوبند تھا۔ جبکہ ولیم ہانپ ہانپ جاتا تھا۔

"مجھے بتاؤ ماتھیو کہ کسی پہاڑ پر چڑھنے میں ایک گھنٹہ ضائع کرنے سے کیا فائدہ جبکہ ہمیں
واپس نیچے بھی آنا ہے۔ اور اس میں ہڈی پسلی بلکہ جان تک جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔" ولیم ہانپتے ہوئے
بھنا کر کہتا۔

اب تعلیم کے علاوہ عملی تربیت بھی ضروری ہوگئی تھی۔ گرمیوں کی چھٹیوں میں ان دونوں
نے لیسٹرز بینک میں جونیئر اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کیا۔ ماتھیو کا باپ ولیم کو اپنے بینک سے
رکھنے کی کوشش میں ناکام ہوکر سپر ڈال چکا تھا۔

18 اپریل 1927ء کو ولیم نے اپنی اکیسویں سالگرہ منائی۔ اس موقع پر اس نے اپنی جائداد
کے ٹرسٹیوں سے آخری ملاقات کی۔ ایلن لائڈ اور ٹونی سائمن نے تمام کاغذات مکمل کر رکھے تھے۔

"ولیم ڈیئر" ملی نے ایسے کہا، جیسے وہ اپنے کاندھوں پر بہت بڑی ذمے داری ہٹنے کے
بعد سکون محسوس کر رہی ہو۔ "مجھے اُمید ہے کہ تم بھی اپنے اثاثوں کا اسی طرح خیال رکھو گے، جیسے ہم
نے رکھا ہے۔"

"یقیناً مسز پریسٹن...... جب بھی پانچ لاکھ ڈالر گنوانے کو جی چاہا، تم سے مشورہ لینا ہرگز
نہیں بھولوں گا۔"

ملی پریسٹن کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ لیکن اُس کے پاس کوئی جواب بھی تو نہیں تھا۔

ٹرسٹ کی مالیت اب دو کروڑ اسی لاکھ ڈالر تھی۔ ولیم کے پاس اس رقم کو وسعت دینے
کے لیے منصوبے بھی تھے۔ اس کا ارادہ تھا کہ ہاورڈ سے فارغ ہوتے وقت وہ دس لاکھ ڈالر کمالے۔
لیسٹرز بینک میں موجود اس کی رقم ٹرسٹ کے مقابلے بہت حقیر تھی۔ تاہم ولیم کے نزدیک وہ زیادہ اہم
تھی، کیونکہ وہ رقم اُس نے خود کمائی تھی۔ وہ ترکہ نہیں تھا۔ اب وہ اس رقم میں مزید دس لاکھ ڈالر کا
اضافہ کرنا چاہتا تھا۔

اس سال موسم گرما میں دادی اور نانی نے، جو ولیم سے شادی کی خواہش مند لڑکیوں کی
برسات سے عاجز آچکی تھیں، اس خوف سے اُسے یورپ کے تفریحی سفر پر روانہ کر دیا کہ کہیں کوئی
لڑکی ولیم کو بیچ بیچ نہ لے اُڑے۔ وہ دونوں اُس تفریحی دورے سے بہت زیادہ لطف اندوز ہوئے۔
ماتھیو زبانوں سے نابلند ہونے کے باوجود راہ کی ساری رکاوٹیں پھلانگ گیا۔ یورپ کے ہر شہر میں
اُس نے حسین ترین لڑکی سے دوستی کی۔ "ولیم، میرے دوست، محبت ایک ایسی زبان ہے، جو ہر جگہ
یکساں طور پر سمجھی جاتی ہے۔" اس نے عالمانہ انداز میں ولیم کو بتایا۔ دوسری طرف ولیم کو ایک ہی شوق
تھا۔ وہ ہر شہر میں بڑے بڑے بینکوں کے، بڑے عہدے داروں سے ملاقات کرتا پھرا۔ "ماتھیو،
میرے دوست...... زر ایک ایسی زبان ہے جو ہر جگہ یکساں طور پر سمجھی جاتی ہے۔" اُس نے عالمانہ
انداز میں ماتھیو کو بتایا۔ یورپ میں وہ دونوں جہاں سے بھی گزرے، اپنے عقب میں دل شکستہ
حسینائیں اور مرعوب بینکاروں کو چھوڑتے چلے آئے۔ ستمبر میں وہ ہاورڈ واپس پہنچے، تو کتابوں پر پل
پڑنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے۔

1927ء کے موسم سرما میں دادی کین کا 85 برس کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ ماں کی موت
کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ولیم پھوٹ پھوٹ کر رویا۔

وادی کی تدفین کی تقریب اس قدر شاندار اور باوقار تھی کہ وہ زندہ ہوتیں تو سراہے بغیر رہتیں۔ البتہ وہ اس پر ضرور خفا ہوتیں کہ ان کا تابوت، پیکارڈ کار میں رکھ کر قبرستان تک کیوں لایا ہے۔ وہ کار کے سلسلے میں کہا کرتی تھی...... یہ منحوس گاڑیاں...... اوور مائی ڈیڈ باڈی...... لیکن وہ منحوس گاڑی انڈر ہر ڈیڈ باڈی لائی گئی تھی۔

وادی کین کی موت نے ولیم کی لگن اور مہمیز کو تیز دیا۔ وہ پہلے سے زیادہ جانفشانی کے ساتھ پڑھائی میں مصروف ہوگیا۔ یہ ہاورڈ میں اس کا آخری سال تھا۔ وہ ان کو ایک تحفہ دینا چاہتا تھا...... ٹاپ میتھیمیٹکس پرائز کا تحفہ...... اس نے خود کو اس مقصد کے حصول کے لیے وقف کر دیا۔ چو بعد نانی ایبوٹ بھی چل بسیں۔

''ان کے ساتھ کوئی گفتگو کرنے والا جو نہیں رہا تھا۔'' ولیم نے تبصرہ کیا۔



فروری 1927ء میں ایک ڈیبیٹنگ ٹیم کا کپتان ولیم سے ملنے کے لیے آیا۔ مارچ میں مباحثہ ہونے والا تھا۔ موضوع تھا سوشلزم یا سرمایہ داری، امریکہ کے مستقبل کے لیے، قدرتی طور پر ولیم سے سرمایہ داری کے حق میں بولنے کی توقع کی جا رہی تھی۔

''اور اگر میں کہوں کہ میں کچلے ہوئے غریب لوگوں کی نمائندگی کرنا چاہتا ہوں۔'' ولیم نے حیرت زدہ کپتان سے کہا۔ کپتان سوچ رہا تھا کہ بڑے نام اور ورثے میں ملنے والے ایک بڑے بینک والے نے آج اس کے خیالات پر بھی ڈاکا ڈال دیا۔

''ولیم، ہمارا خیال تھا کہ تم سرمایہ داری......''

''ٹھیک ہے۔ میں تمہاری دعوت قبول کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے، مجھے اپنا پارٹنر منتخب کرنے کی آزادی ہے؟''

''ظاہر ہے۔''

''تو میں ماتھیو لیسٹر کو اپنا پارٹنر کرتا ہوں۔ یہ بتاؤ، میرے مقابل کون ہوں گے؟''

''اس سلسلے میں تمہیں مباحثے سے ایک روز پہلے آگاہ کیا جا سکے گا۔''

اس ایک ماہ کے عرصے میں ناشتے پر دائیں اور بائیں بازو کے اخبارات کا تفصیلی مطالعہ ولیم اور ماتھیو کے معمولات میں شامل ہوگیا۔ رات کو سونے سے پہلے وہ زندگی پر بحث کرتے مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے زندگی کو پرکھتے۔

کیمپس میں پہلے سے یہ شور مچ گیا تھا کہ اس بار معرکہ زوردار ہوگا۔ ولیم نے اندازہ لگایا کہ ماتھیو سب پر سبقت لے جائے گا۔

ایک روز پہلے پوسٹرز کے ذریعے انہیں اپنے حریفوں کے نام معلوم ہوئے...... جیک کراسبی اور کلاڈ کوہن۔

''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، کراسبی کا تعلق فلاڈلفیا سے ہے۔'' ماتھیو نے رائے زنی کی۔

''ہاں، وہی ہے۔'' ولیم نے تائید کی۔ ''وہ نہ صرف شعلہ بیان مقرر ہے بلکہ کیمپس میں کھرے انقلابی کی حیثیت سے مشہور ہے۔ وہ اپنی پائی پائی اس مقصد کے لیے خرچ کرتا ہے۔ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اسٹارٹ کیسا زوردار لے گا۔'' ولیم نے کراسبی کی نقل اتار لی۔ پھر بولا۔ ''لیکن یہ سب کچھ لوگ اس کی زبانی سینکڑوں بار سن چکے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ ہمارے لیے خطرناک حریف نہیں ہے۔''

''اور کلاڈ کوہن؟'' ماتھو نے پوچھا۔

''اُس کا تو میں نے کبھی نام بھی نہیں سنا۔''



وہ مقررہ وقت پر ہال میں پہنچے تو ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ خراب موسم کے باوجود حاضرین کی اتنی بڑی تعداد، مباحثے کی اہمیت کا غماز تھی۔ بوسٹن اور کیمبرج کے پروفیسرز تک آئے ہوئے تھے۔ ان دونوں کو اسٹیج پر موجود کرسیوں پر بٹھا دیا گیا۔ ولیم خاموش بیٹھا، حاضرین کی صفوں میں جانے پہچانے چہرے تلاش کر رہا تھا۔ پھر کراسبی اور کوہن بھی تالیوں کی گونج میں اسٹیج پر آ گئے۔

ان میں کراسبی زیادہ نمایاں تھا۔ وہ دُبلا پتلا اور طویل القامت تھا۔ اس نے معمولی لباس پہن رکھا تھا۔ ہونٹوں کے درمیان پائپ دبا ہوا تھا۔ کوہن نسبتاً پستہ قد تھا۔ اُس نے چشمہ لگایا ہوا تھا۔ ان چاروں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے۔ پھر گھنٹیاں بجنے لگیں سات گھنٹیاں۔

''مسٹر جیک کراسبی۔'' کپتان نے پکارا۔

کراسبی کی تقریر سے ولیم کافی مطمئن ہوا۔ اس کے تمام اندازے درست ثابت ہوئے تھے۔ کراسبی گھسی پٹی باتیں دُہرا رہا تھا۔ اُس کی تقریر صرف اُس کے ہمنوا دوستوں کو متاثر کر سکی۔ وہ تقریر ختم کر کے بیٹھا تو یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ وہ اپنے حلقے سے باہر کے لوگوں کی تائید حاصل نہیں کر سکا ہے۔ بلکہ اسکے حلقے کے کچھ لوگ ایسے بھی تھے، جنہوں نے اس کی تقریر کو نہیں سراہا۔ یعنی اس نے کچھ کمانے کے بجائے اُلٹا گنوا ہی دیا تھا۔

ماتھیو نے اچھی تقریر کی۔ وہ اصل موضوع سے نہیں ہٹا۔ اس نے تالیوں کی گونج میں اپنی تقریر ختم کی۔ ولیم نے اس کا ہاتھ گرمجوشی سے دبایا۔ ''میرا خیال ہے ہم جنگ جیت چکے ہیں۔'' اُس نے سرگوشی میں کہا۔

''لیکن کلاڈ کوہن نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس کا لہجہ نرم، آواز خوشگوار اور انداز ہمدردانہ تھا۔ اس کے حوالے مستند تھے اور اُس کے مقصد کو نمایاں کرتے تھے۔ اُس کے نکتہ نظر کا خلوص دل میں اُتر جانے والا تھا۔ اس نے سوشلزم کی خامیوں کو تسلیم بھی کیا...... اپنے مکتبہ فکر کے رہنماؤں کی کوتاہیوں کی نشاندہی بھی کی۔ لیکن اُس نے یہ تاثر دیا کہ خطرناک ہونے کے باوجود انسان سربلندی اور بنی نوع انسان کی فلاح کے لیے سوشلزم کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

ولیم پریشان ہوگیا۔ اب منطقی لیکن نشتر آگیں حملہ کامیاب ثابت نہیں ہوسکتا تھا۔ کوہن کا اندازِ استدلال بہت دھیما اور عاجزانہ تھا۔ انسانیت کی سربلندی پر اُس کے یقین کے اس تاثر کو رد کرنا ناممکن تھا، جو وہ سامعین پر چھوڑ گیا تھا۔ ولیم نے پہلے تو اپنی تقریر کو کوہن کے لگائے ہوئے چند الزامات کے جواب پر مرتکز کیا پھر کوہن کی اصل دلیل کے جواب میں اُس نے کہا، وہ امریکی قوم کی اس اہلیت پر یقین رکھتا ہے کہ وہ ذہنی اور معاشی سطح پر افراد کو ان کی صلاحیتوں کی بنیاد پر کامیابیاں فراہم کرے گی۔

ولیم کو احساس تھا کہ اس نے ممکنہ حد تک بہترین اور مؤثر دفاعی انداز اختیار کیا ہے۔ لیکن وہ تقریر ختم کر کے اپنی کرسی پر واپس آیا تو خود کو کوہن کے مقابلے میں شکست خوردہ تصور کر رہا تھا۔

اب کراسبی کی باری تھی۔ اُس نے بڑے جوشیلے انداز میں تقریر شروع کی۔ ایسا لگتا تھا کہ اب وہ ولیم اور ماتھیو کے علاوہ اپنے ساتھی کوہن کو بھی شکست دینا چاہتا ہو اُس نے حاضرین سے معنی خیز لہجے میں کہا کہ آج شاید انہیں اپنی صفوں میں عوام دشمن شخص نظر آ گیا ہوگا۔ لوگ خاموش بیٹھے ہے...... سناٹے کے سے عالم میں۔ وہ زہریلی نظروں سے ایک ایک کو تکتا رہا۔ اُس کے حامیوں کی نظریں بھی جھک گئی تھیں۔

پھر کراسبی نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے چیخ کر کہا۔ ''وہ آپ لوگوں کے سامنے کھڑا ہے اُس نے آپ ہی کے سامنے تقریر کی ہے۔ اس کا نام ولیم لاویل کین ہے۔'' اُس نے ولیم کی طرف دیکھے بغیر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ''اس کا بینک اُن کانوں کا مالک ہے، جن میں برسوں سے مزدور مرتے آ رہے ہیں۔ صرف اس لیے کہ اُن کے آقاؤں کو لاکھوں، کروڑوں کا منافع مل سکے۔ اس کا بینک لاطینی امریکہ کے آمروں کو مالی امداد سے نوازتا ہے۔ اس کا بینک امریکی کانگریس کو رشوت دیتا ہے تاکہ وہ چھوٹے کسانوں کو کچل دے۔ اس کا بینک......''

دشنام طرازی کا یہ سلسلہ مزید کئی منٹ جاری رہا۔ ولیم خاموشی سے بیٹھا جواب طلب نکات کاغذ پر نوٹ کر رہا تھا۔ کچھ لوگوں نے کراسبی کے خلاف نعرے لگانے شروع کر دیے۔ جواب میں کراسبی کے حامی بھی نعرے بازی پر اُتر آئے انتظامیہ کے لوگ نروس نظر آنے لگے۔

کراسبی کی تقریر کا مقررہ وقت پورا ہونے والا تھا اس نے فضا میں مکا لہراتے ہوئے کہا۔ ''جنٹلمین...... میں بتاتا ہوں۔ امریکہ کی زبوں حالی کا جواب اس ہال سے محض دو سو گز کے فاصلے پر ہے۔ وہاں وائڈنر لائبریری موجود ہے...... دنیا کی سب سے بڑی پرائیویٹ لائبریری...... دنیا بھر کے لوگ وہاں سے روشنی حاصل کرتے ہیں...... علم کی روشنی! یہ لائبریری کیوں قائم ہے؟ صرف اس لیے کہ ایک دولت مند پلے بوائے آج سے سولہ سال پہلے بدقسمتی سے ٹیٹانک نامی جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ آپ سمجھ رہے ہیں میری بات؟ اگر ایسے فلاحی کام کروانے ہیں...... امریکی عوام کی زبوں حالی دور کرنا ہے تو ہمیں دولت مند طبقے کے ہر فرد کو ٹیٹانک کا ٹکٹ دینا ہوگا...... موت کا ٹکٹ...... تاکہ یہاں سے سرمایہ داری کی لعنت دور ہو...... مساوات اور شخصی آزادی کا بول بالا ہو۔''

ماتھیو چند لمحے پہلے فاتحانہ موڈ میں تھا۔ اُس کے حریف کی حماقت نے اُس کی ٹیم کو فتح سے تقریباً ہمکنار کر دیا تھا لیکن ٹیٹانک کے حوالے پر اسے غصہ آ گیا۔ وہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ولیم کا ردعمل کتنا شدید ہوگا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کپتان نے اعلان کیا۔ ''مسٹر ولیم لاویل کین۔''

ولیم اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے ہال میں موجود لوگوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور بے حد نرم لہجے میں بولا۔ ''میرا خیال ہے مسٹر کراسبی نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، ان پر کوئی تبصرہ کرنا مناسب ہے اور نہ ہی جواب دینا۔'' یہ کہہ وہ اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔

چند لمحے ہال پر حیرت آمیز سکوت طاری رہا۔ پھر تالیوں نے در و دیوار کو لرزا کے رکھ دیا۔ ہر شخص تالیاں بجا رہا تھا۔

کپتان مائک تک آیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔ اچانک عقب سے کسی کی آواز سنائی دی ''جناب چیئرمین...... میں آپ کے توسط سے مسٹر ولیم کین سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اپنا جوابی تقریر کا حق مجھے عنایت کر دیں۔'' یہ کلاڈ کوہن تھا۔

ولیم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کلاڈ کوہن مائک کی طرف بڑھ گیا۔ ''یہ بات بہت پہلے طے ہو چکی ہے کہ امریکہ میں جمہوری سوشلزم کے نہ پنپنے کا سبب اُس کے بعض حامیوں کا انتہا پسندانہ طرزِ عمل ہے۔ اس کی واضح ترین مثال آج رات میرے ساتھی کی تقریر ہے۔ اگر اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے اپنے مخالفین کو ت کے گھاٹ اتارنے کا خیال کسی مصیبت زدہ مہاجر کو آیا ہوتا تو قابل معافی تھا لیکن کسی امریکی کے نہ سے یہ بات اچھی نہیں لگتی بلکہ ناقابل برداشت معلوم ہوتی ہے۔ میں اپنے طور پر...... انتہائی خلوص اور سچائی سے مسٹر کین سے معذرت طلب کرتا ہوں۔''

اس بار تالیوں کی گونج پہلے سے بلند تھی۔ ہر شخص نہ صرف تالیاں بجا رہا تھا بلکہ نشست سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ولیم نے اُٹھ کر کلاڈ کوہن سے ہاتھ ملایا۔ مباحثے کے فیصلے پر حیرت نہیں ہوئی۔ ڈیڑھ سو ووٹوں کی اکثریت سے ولیم اور ماتھیو کو فاتح قرار دیا گیا۔

ولیم اصرار کر کے کلاڈ کوہن کو اپنے...... اور ماتھیو کے ساتھ لے گیا۔ شدید برف باری ہو رہی تھی اور انہیں راستہ بھی واضح طور پر نظر نہیں آ رہا تھا۔ بہرطور کسی نہ کسی طرح وہ باکسٹن ہال پہنچ گئے۔ کلاڈ دروازے پر ٹھٹک گیا۔ "میرا خیال ہے میری یہاں آمد پسند نہیں کی جائے گی۔" اُس نے

ولیم ایک لمحے کو حیران رہ گیا۔ "احمقانہ بات ہے۔" اُس نے سر جھٹک کر کہا۔ "تم میرے ساتھ آئے ہو۔"

ماتھیو نے اپنے دوست کو تنبیہی نگاہوں سے دیکھا لیکن ولیم کے چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہی اُسے اندازہ ہو گیا کہ اب وہ باز نہیں آئے گا۔

وہ اندر داخل ہوئے اور سیڑھیاں چڑھ کر ایک بڑے کمرے میں پہنچے۔ کمرہ آراستہ تھا۔ وہاں دس بارہ نوجوان موجود تھے۔ کچھ آرام کرسیوں پر دراز تھے۔ اور کچھ ادھر ادھر کھڑے تھے۔ ولیم کے، کمرے میں داخل ہوتے ہی مبارک باد کا غلغلہ بلند ہوا۔

"ولیم...... تم نے کمال کر دیا۔ ایسے خبیث لوگوں کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیے۔"

"فتح مبارک ہو۔"

کلاڈ ابھی تک ولیم کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ لیکن ولیم کو اس کی موجودگی کا احساس تھا۔

"جنٹلمین۔" اس نے اعلان کیا۔ "میرے لائق حریف سے ملیے...... کلاڈ کوہن۔"

کوہن ہچکچاتے ہوئے آگے بڑھا۔

اچانک کمرے پر سناٹا مسلط ہو گیا۔ وہ لوگ کلاڈ کوہن کو خالی خالی نظروں سے تک رہے تھے۔ پھر قدموں کی چاپ اُبھری۔ وہاں موجود نوجوانوں میں سے ایک خاموشی سے کمرے سے نکل گیا تھا۔ پھر دوسرا...... تیسرا...... ایک ایک کر کے وہ سب واک آؤٹ کر گئے۔ آخری آدمی نے کمرہ چھوڑنے سے پہلے ولیم کو عجیب سی نظروں سے دیکھا تھا۔

ماتھیو نے ولیم کو بڑی بدمزگی سے گھورا۔ کوہن کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ وہ مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔ ولیم کے چہرے پر وہی تاثر تھا۔ جو کراسبی کے ٹیٹانک کے حوالے پر اس کے چہرے پر اُبھرا تھا۔ اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔

ماتھیو نے ولیم کا ہاتھ چھوتے ہوئے کہا۔ "آؤ چلیں۔"

وہ خاموشی سے باہر آئے اور ولیم کے کمرے کی طرف چلے گئے۔ وہاں ولیم نے کوہن کو

برانڈی کا ایک جام پیش کیا۔ پھر وہ جدا ہو گئے۔

اگلی صبح ولیم بیدار ہوا تو دروازے کے قریب ایک چھوٹا سا لفافہ پڑا نظر آیا۔ جو کسی نے دروازے کی نچلی درز سے اندر کھسکا دیا تھا۔ لفافے پر ولیم کا نام تحریر تھا۔ اندر سے ایک مختصر سا رقعہ برآمد ہوا۔ رقعہ پورسلین کلب کے چیئرمین کی طرف سے تھا۔ اس میں ولیم کو تنبیہی لہجے میں مخاطب کیا گیا تھا۔ آخری جملہ تھا، اُمید ہے، آئندہ اس قسم کی حرکتوں کا اعادہ نہیں کیا جائے گا، جو گزشتہ رات سرزد ہوئی ہیں۔"

لنچ تک چیئرمین کو استعفے کے دو خط موصول ہو چکے تھے۔

توقع کے عین مطابق جون 1928ء میں، ولیم اور ماتھیو نے ہارورڈ سے گریجویشن کر لیا۔ ایک ہفتے بعد اعلان ہوا کہ صدارتی ریاضی انعام کا حقدار ولیم کین کو قرار دیا گیا ہے۔ دونوں لڑکوں کو مزید تعلیم کے حصول میں دلچسپی نہیں تھی۔ اب وہ عملی زندگی کے حقائق کا سامنا کرنے کے لیے بے چین تھے۔

ہارورڈ چھوڑنے سے آٹھ دن پہلے ولیم کا لیسٹرز بینک والا اکاؤنٹ بیس لاکھ کا ہدف عبور کر چکا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا، جب ولیم نے ماتھیو سے کین اینڈ کابوٹ اور لیسٹر بینک کے انضمام کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو کی۔ ماتھیو اس سلسلے میں پر اُمید تو تھا لیکن کسی حد تک الجھن محسوس کر رہا تھا۔ "میرے اور ڈیڈی کے چھوڑے ہوئے ترکے کے حق میں یہی ایک بہتر صورت ہے۔ ورنہ میں کچھ بھی نہیں سنبھال سکوں گا۔" ماتھیو کے لہجے میں بے بسی تھی۔

گریجویشن کی تقریب کے روز ساٹھ سالہ ایلن لائڈ، ہارورڈ آیا تھا۔ تقریب کے بعد ولیم اُسے چائے پلانے کے لیے لے گیا۔ ایلن طویل القامت اور خوبرو ولیم کو بڑی محبت آمیز اور مشفقانہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"اب کیا ارادہ ہے؟ ہارورڈ کو بھی تم پیچھے چھوڑ آئے ہو۔" اس نے ولیم سے پوچھا۔

"میں چارلس لیسٹرز کا بینک جوائن کر رہا ہوں۔ چند برس گزار کے...... تجربہ حاصل کر کے میں کین اینڈ کابوٹ میں آ جاؤں گا۔"

"ولیم، تم نے لیسٹرز کے بینک میں کم وقت تو نہیں گزارا۔ سیدھے ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہیں بطور ڈائریکٹر رکھ لیں گے۔"

ولیم نے کچھ نہیں کہا۔ ایلن لائڈ کی پیش کش قطعی غیر متوقع تھی۔ یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ اس کا اپنا بینک اس کی عمر 25 سال ہونے سے پہلے ہی اُسے ڈائریکٹر کا عہدہ پیش کر سکتا ہے۔

جب کہ اس کے باپ کو یہ اعزاز 25 سال کی عمر میں حاصل ہوا تھا۔

ایلن اُس کے جواب کا منتظر تھا۔ اُسے خاموش پا کر وہ بولا "ولیم میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کوئی سچویشن تمہیں آواز سے محروم بھی کر سکتی ہے۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم میری 25 ویں سالگرہ سے پہلے مجھے یہ پیش کش کر سکتے ہو۔ ڈیڈی تو 25......"

یہ درست ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ 25 سال کی عمر مقررہ حد کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمام ڈائریکٹر میرے اس فیصلے کی تائید کریں گے۔ بہر حال میں ذاتی وجہ کی بنا پر تمہیں جلد از جلد بینک کا ڈائریکٹر دیکھنا چاہتا ہوں۔ پانچ سال بعد میں ریٹائر ہو جاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس وقت مناسب ترین چیئر مین کے انتخاب میں دشواری نہ ہو۔ تم ابھی عہدہ سنبھال لو گے تو اُس وقت تک اپنی اہلیت کا سکہ جما چکے ہو گے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ اہم ترین وقت تم لیسٹرز بینک میں گنواؤ۔ بولو، کیا کہتے ہو؟"

"میں آپ کی پیش کش بخوشی قبول کرلوں گا جناب۔" ولیم نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

"اُس دن کے بعد، جب ہم نے گولف کھیلا تھا اور تم نے مجھ سے 9 ڈالر جیتے تھے، آج تم نے پہلی بار مجھے جناب کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے، مجھے محتاط رہنا ہو گا۔"

ولیم مسکرا دیا۔

"تو ٹھیک ہے۔ بات طے ہو گئی۔ تم شعبہ سرمایہ کاری کے انچارج، جونیئر ڈائریکٹر ہو۔ تمہیں ٹونی سائمن کی ماتحتی میں کام کرنا ہو گا۔"

"میں اپنا اسسٹنٹ منتخب کر سکتا ہوں؟"

ایلن لائڈ نے چونک کر اُسے دیکھا۔ "اور وہ ماتھیو لیسٹر ہو گا۔"

"جی ہاں۔"

"لیکن میں کسی لیسٹر کی اپنے بینک میں موجودگی پسند نہیں کروں گا۔" ایلن نے کہا۔ "وہ یہاں وہی کچھ کرنے کی نیت سے آئے گا، جو تم لیسٹرز میں کرنا چاہتے تھے۔ یہ سب کچھ تم نے تھامس کوہن سے سیکھا ہے۔"

ولیم خاموش رہا۔ لیکن اس دن کے بعد اس نے ایلن لائڈ کو کبھی بے خبر تصور نہیں کیا۔ ایلن لائڈ چیئر مین شپ کا اہل تھا۔ ہر طرح کی خبر رکھتا تھا اور اُسے چھپانا بھی جانتا تھا۔

ولیم نے چارلس لیسٹر کو ایلن لائڈ کی گفتگو لفظ بہ لفظ سنائی تو اس نے ایک زور دار قہقہہ لگایا۔ "مجھے افسوس رہے گا کہ تم جاسوس ہی کی حیثیت سے سہی...... لیکن میرے بینک میں نہیں آر ہے ہو۔" اُس نے پر خلوص لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے یقین ہے۔ تم ایک دن یہاں ضرور آؤ گے...... کسی حیثیت میں آؤ۔ اور وہ حیثیت تمہارے شایان شان بھی ہو گی۔"

......✿......

ولیم نے ستمبر 1928ء میں کین اینڈ کابوٹ کے جونیئر ڈائریکٹر کا عہدہ سنبھالا۔ پہلی بار اُسے احساس ہوا کہ وہ کوئی اہم کام کر رہا ہے۔ ٹونی سائمن کے آفس کے برابر ہی اس کا چھوٹا سا دفتر تھا۔ ٹونی سائمن شعبہ مالیات کا ڈائریکٹر تھا۔ عہدہ سنبھالنے کے ایک ہفتے کے اندر ولیم کو بغیر کسی گفتگو کے اندازہ ہو گیا کہ ٹونی چیئر مین شپ کے خواب دیکھ رہا ہے۔

بینک کا سرمایہ کاری کا پروگرام مرتب کرنا ٹونی سائمن ہی کی ذمے داری تھی۔ اُس نے فوراً ہی اپنی کچھ ذمے داریاں ولیم کو منتقل کر دیں۔ خاص طور پر چھوٹے قطعاتِ اراضی کے سلسلے میں کی جانے والی نجی سرمایہ کاری...... سرمایہ کاری کے سلسلے میں سفارشات پر مشتمل ماہانہ رپورٹ پیش کرنا ولیم کی ذمے داری تھی۔ یہ رپورٹ بورڈ کی میٹنگ میں پیش کی جاتی تھی۔ بورڈ کے اراکین کی تعداد 14 تھی۔ میٹنگ اس وسیع و عریض کمرے میں ہوتی تھی، جس کی دو دیواروں پر دو روغنی پورٹریٹ آویزاں تھے۔ اُن میں ایک ولیم کے باپ کا اور دوسرا دادا کا تھا۔ ولیم نے اپنے دادا کو نہیں دیکھا تھا...... لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کا دادا اپنے دور کا زبردست شخص رہا ہو گا۔ اُس کے لیے صرف ایک ہی جواز کافی تھا...... اُنہوں نے اپنے لیے دادی کین جیسی زبردست شریکِ حیات منتخب کی تھی۔

ولیم ابتدائی چند ماہ بہت محتاط رہا۔ جلد ہی بورڈ کے اراکین اس کی قوتِ فیصلہ کا احترام کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اب وہ اس کی سفارشات پر بڑی سنجیدگی سے غور کرتے تھے...... اور اس سے توقعات بھی وابستہ کرنے لگے تھے۔ ابتدائی عرصے میں اُن کے سامنے ایک حیرت انگیز بات آئی۔ عموماً وہ ولیم کی جن سفارشات کو مسترد کرتے، وہی بعد میں ولیم کی بہترین سفارشات ثابت ہوتیں۔ پہلی مثال اس وقت سامنے آئی۔ "جب مسٹر میئر نے بولتی فلموں کے سلسلے میں بینک سے قرضہ طلب کیا۔ لیکن بورڈ کے نزدیک اس میں منافع کا کوئی روشن امکان نہیں تھا۔ ان کے خیال میں بولتی فلموں کا کوئی مستقبل نہیں تھا۔ ایک اور موقعے پر مسٹر پیلے ریڈیو نیٹ ورک کا پروگرام لے کر سامنے آئے۔ لیکن ایلن لائڈ اس پروگرام کی افادیت کو نہ سمجھ سکا۔ بورڈ کے اراکین میں ایلن لائڈ کے ہمنوا تھے۔ بعد میں مسٹر میئر ایم جی ایم جیسی بین الاقوامی فلم کمپنی اور مسٹر پیلے سینٹرل براڈ کاسٹنگ سروس کے سربراہ بنے۔ ولیم نے اُن دونوں کے حق میں سفارشات پیش کی تھیں۔ اس کے نزدیک اُن دونوں کا مستقبل انتہائی تابناک تھا۔ اس نے اپنے باپ کے اصول کو اپناتے ہوئے اُن دونوں کی ذاتی طور پر، اپنے نجی سرمائے سے پشت پناہی کی...... یعنی مسٹر میئر اور پیلے کو یہ علم نہ ہو سکا کہ سرمایہ کاری کی پشت پہ

کون ہے۔ رچرڈ کی طرح ولیم نے بھی ذاتی سرمائے کو بینک سے علیحدہ رکھنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

ولیم کے ذمے ایک ناخوشگوار کام بھی تھا۔ اُسے ان دیوالیہ کاروباری حضرات سے نمٹنا ہوتا تھا، جن کے کاروبار میں بینک نے صنعت کاری کی تھی۔ دیوالیہ ہونے کی صورت میں وہ بینک کا قرض واپس نہیں کر پاتے تھے، چنانچہ اُن کی جائداد کی قرقی سے کام چلتا تھا۔ ولیم فطرتاً نرم خو نہیں تھا لیکن پرانے اور محترم مؤکلوں سے ان کے اثاثے چھین لینا...... ان کے گھر تک قرق کروا دینا، ولیم کے لیے کوئی خوشگوار عمل نہیں تھا۔ کبھی کبھی تو وہ رات کی نیند تک سے محروم ہو جاتا تھا۔ ولیم کو جلد ہی اندازہ ہوگیا کہ ایسے مؤکلوں کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ تھے، جن کے لیے دیوالیہ ہونا کوئی خاص بات نہیں تھی۔ دوسرے وہ تھے، جو باقی تمام زندگی اپنے کاندھوں سے قرض کا بوجھ اتارنے میں گزار دیتے تھے...... جو پائی پائی کا قرض چکانا چاہتے تھے۔ ولیم پہلے قبیل کے لوگوں کے ساتھ انتہائی درشت رویہ رکھتا تھا۔ جبکہ دوسرے قبیل کے مؤکلوں کے ساتھ اس کا برتاؤ رحم دلانہ ہوتا تھا۔ یہ بات ٹونی سائمن کو سخت ناپسند تھی۔

ایسے ہی ایک موقعے پر ولیم نے بینک کا سنہرا اصول توڑ دیا...... وہ ایک مؤکل کے ساتھ براہ راست ملوث ہوگیا۔ اس مؤکلہ کا نام کیتھرین بروکس تھا۔ اس کے شوہر میکس بروکس نے بینک سے دس لاکھ ڈالر کا قرضہ لیا تھا۔ اس نے فلوریڈا میں زمین خریدی تھی۔ اگر اُن دنوں ولیم بینک میں ہوتا تو وہ اس قرضے کے متعلق کبھی مثبت سفارش نہ کرتا۔ بہرحال بینک نے قرضہ دے دیا۔ بدقسمتی سے میکس ایک فضائی حادثے میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

ولیم نے بینک کے مفاد میں عمل کرتے ہوئے پہلی فرصت میں زمینوں پر قبضہ کرلیا۔ اُس نے زمین بیچ کر بینک کا نقصان پورا کرنے کی کوشش کی، لیکن مکان والی زمین کو چھوڑ دیا۔ جو دو ایکڑ کے لگ بھگ تھی۔ بینک اب بھی تین لاکھ ڈالر کے خسارے میں تھا۔ بورڈ کے چند اراکین زمین بیچنے کے فیصلے سے ناخوش تھے۔ ٹونی سائمن نے بھی ولیم کے اس فیصلے کی مخالفت کی چند ماہ بعد ثابت ہوگیا۔ ولیم کا فیصلہ درست تھا۔ اگر بینک زمین فروخت کرنے کے بجائے اس پر قابض رہا ہوتا تو بینک کا نقصان اور بڑھ جاتا۔ اس واقع کے بعد بورڈ کے اراکین ولیم کی رائے کا اور زیادہ احترام کرنے لگے۔ لیکن ٹونی سائمن، ولیم سے اب بھی ناخوش تھا۔

زمین سے نمٹنے کے بعد ولیم مسز بروکس کی طرف متوجہ ہوا، جس نے اپنے شوہر کی طرف سے ضمانت دی تھی۔ اس نے مسز بروکس کو ایک رسمی سا خط لکھا، جس میں اس نے ملاقات کی تجویز پیش کی۔ اُسے فائل کے ذریعے علم ہو چکا تھا کہ مسز بروکس کی عمر 32 سال ہے۔ وہ بوسٹن کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے باپ کا نام اینڈریو ہگو ہے۔ اُسے یہ بھی علم ہوگیا تھا کہ مسز

بروکس کی ذاتی جائداد بھی خاصی ہے۔ ولیم اس بات کے حق میں نہیں تھا کہ قرضے کی وصولیابی کے لیے مسز بروکس کو اپنی جائداد فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے۔ لیکن ٹونی سائمن کا حتمی فیصلہ تھا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ولیم جانتا تھا کہ مسز بروکس سے ملاقات خوشگوار ثابت نہیں ہوگی۔ وہ خود کو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار کر رہا تھا۔

ولیم نے معاملے کا ہر پہلو سے جائزہ لیا...... لیکن ایک پہلو کو وہ نظر انداز گیا۔ وہ پہلو...... خود مسز بروکس تھی۔ اُس صبح کو...... اور اس صبح ہونے والے واقعات کو وہ زندگی بھر نہ بھلا سکا۔ اُسے چھوٹی چھوٹی جزئیات بھی ہمیشہ یاد رہیں۔

اس صبح تانبے اور ٹن کی کانوں میں سرمایہ کاری کے سلسلے میں اس کی ٹونی سائمن سے اچھی خاصی تلخ کلامی ہوئی۔ وہ اس سرمایہ کاری کے حق میں تھا...... کیونکہ ان دونوں دھاتوں کی قیمت اُوپر جارہی تھیں۔ لیکن ٹونی اس سے متفق نہیں تھا۔ وہ اسٹاک مارکیٹ میں محفوظ سرمایہ کاری کے حق میں تھا۔ ولیم ذہنی طور پر اسی الجھن میں تھا کہ اس کی سیکرٹری نے مسز بروکس کو اندر بھیج دیا۔ ولیم اُسے دیکھ کر سناٹے میں رہ گیا۔ وہ سپنوں کی طرح خوبصورت تھی۔ ولیم کو خدشہ تھا کہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے سپنا ٹوٹ جائے گا۔ وہ بیوگی کے لباس میں تھی۔ اس کا چہرہ میک اپ سے پاک تھا، لیکن اس سے اُس کی دلکشی میں کچھ اضافہ ہی ہوا تھا۔ ولیم کو ایک نظر میں احساس ہوگیا کہ وہ ان عورتوں میں سے ہے، جن پر کسی موسم میں، خزاں نہیں اترتی...... جو سدا بہار ہوتی ہیں۔ اب ولیم کو یہ فکر ہوئی کہ اُسے مسز بروکس سے جو کچھ کہنا ہے، وہ کیسے کہے...... اتنی خوشگوار گفتگو کرنا کیونکر ممکن ہے؟

”مسز بروکس، مجھے آپ کے شوہر کی ناوقت موت کا دُکھ ہوا۔ میں شرمندہ ہوں کہ میں نے سوگ کے ایام میں آپ کو اس سنگین مسئلے پر گفتگو کرنے کے لیے زحمت دی۔“ بالآخر اُس نے کہا۔

اس ایک جملے میں دو جھوٹ تھے...... حالانکہ صرف پانچ منٹ پہلے یہ جملہ سچائی کا مظہر تھا۔

”شکریہ مسٹر کین۔“ مسز بروکس نے کہا۔ اُس کی آواز بے حد خوشگوار اور شیریں تھی۔

”مجھے اپنی ذمے داریوں کا احساس ہے اور میں اس سلسلے میں جو کچھ بھی کرسکی، ضرور کروں گی۔“

ولیم خاموش رہا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ بولتی رہے۔ اور وہ سنتا رہے۔ لیکن وہ خاموش ہوگئی۔ ولیم نے اُسے میکس بروکس کی زمین فروخت کرنے کے سلسلے میں تفصیل سے بتایا۔ مسز بروکس نظریں جھکائے، خاموشی سے سنتی رہی۔

”اب صورت حال یہ ہے کہ آپ نے قرضے کی واپسی کی ضمانت دی تھی۔ چنانچہ تان آپ کے اثاثوں پر آکر ٹوٹتی ہے۔“ ولیم کے لہجے میں شرمساری تھی۔ تاہم اس نے فائل میں موجود معلومات پر نظر ڈالی اور بولا۔ ”آپ نے اسی ہزار ڈالر کی سرمایہ کاری کی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے، یہ

وہ رقم ہے جو آپ کو اپنے خاندان کی طرف سے ورثے میں ملی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے اکاؤنٹ میں 17,756 ڈالر موجود ہیں۔"

مسز بروکس نے نگاہیں اٹھائیں اور ولیم کو بغور دیکھا۔"میری مالی حالت کے متعلق آپ کی معلومات قابلِ رشک ہیں مسٹر کین۔" اُس نے نرم لہجے میں کہا۔"لیکن فلوریڈا میں ہمارا مکان بھی جو میکس کے نام تھا۔ اس کے علاوہ میرے پاس کچھ قیمتی زیورات بھی ہیں۔ میرا خیال ہے، میں آپ کی واجب الادا رقم...... یعنی تین لاکھ ڈالر ادا کر سکتی ہوں۔ میری کوشش یہی ہے کہ جلد از جلد یہ بوجھ اتار دوں۔" اُس کی آواز میں خفیف سی لرزش تھی۔ ولیم اُسے پرستائش نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔

"مسز بروکس۔" چند لمحے بعد اُس نے کہا۔"بینک آپ کو ہر چیز سے محروم نہیں کرنا چاہتا۔ اگر آپ اتفاق کریں تو ہم آپ کے حصص اور بانڈ فروخت کر سکتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ مکان اور زیورات آپ ہی کی تحویل میں رہیں۔"

مسز بروکس قدرے ہچکچائی"اس ہمدردانہ رویے کے لیے میں آپ کی شکرگزار ہوں مسٹر کین۔ لیکن میرے نزدیک میرے آنجہانی شوہر کی عزت اور ساکھ زیادہ اہم ہے۔ ویسے بھی میں نے فلوریڈا والا مکان فروخت کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کام سے نمٹتے ہی میں اپنے والدین کے پاس چلی جاؤں گی۔"

یہ سن کر کہ وہ بوسٹن واپس آنے والی ہے، ولیم کے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔"مکان کی فروخت کے سلسلے میں، میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔" اُس نے کہا۔

"جی ہاں...... تاکہ آپ کی پوری رقم، آپ کو مل جائے۔" مسز بروکس نے خشک لہجے میں کہا۔

"لیکن جلد بازی کی کیا ضرورت ہے۔" ولیم نے ایک اور ملاقات کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔"میں اس سلسلے میں اپنے ساتھیوں سے بات کر لوں۔ آئندہ ملاقات میں اس موضوع پر بات کریں گے۔"

"آپ جو مناسب سمجھیں، کریں۔ میں تو بس جلد از جلد بوجھ اتارنا چاہتی ہوں۔"

ولیم نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں،"مسز بروکس، مجھے اعتراف ہے کہ آپ کے فراخدلانہ رویے نے مجھے بے متاثر کیا ہے کیوں نہ لنچ میرے ساتھ کیجیے۔"

مسز بروکس پہلی بار مسکرائی۔ اس کے رخساروں میں ننھے ننھے گڑھے پڑ گئے۔ لنچ میں طویل لنچ کے دوران، ہر لمحے وہ کوشش کرتا رہا کہ وہ مسکراتی رہے۔ وہ تین بجے کے قریب دفتر واپس آیا۔

"بہت لمبا لنچ کیا ہے تم نے۔" ٹونی سائمن نے کہا۔

"معاملہ میرے اندازے سے بڑھ کر پیچیدہ تھا۔"

"کاغذات سے تو لگتا تھا کہ اس میں کوئی پیچیدگی ہے ہی نہیں۔ میرا خیال ہے، خاتون کو ہم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ ہماری پیش کش بے حد معقول ہے۔"

"جی ہاں...... خاتون کا بھی یہی خیال تھا۔ میں انہیں قائل کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ ہمارا نقصان پورا کرنے کے لیے انہیں خود کو قلاش نہیں کرنا چاہیے۔"

ٹونی سائمن نے حیرت سے اُسے دیکھا۔"یہ اس ولیم کین کے الفاظ تو نہیں معلوم ہوتے، جسے ہم سب جانتے اور سراہتے ہیں۔ بہرحال، یہ ایسا وقت ہے کہ بینک فراخدلی کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔"

ولیم کا موڈ خراب ہو گیا۔ اُس کی ٹونی سائمن سے شروع ہی سے نہیں بنی تھی۔ اسٹاک کے سلسلے میں ان دونوں کے درمیان زبردست نظریاتی اختلاف موجود تھا۔ ان دنوں اسٹاک مارکیٹ میں زبردست تیزی کا رجحان تھا۔ نیویارک میں سات لاکھ حصص یومیہ کا لین دین ہو رہا تھا، جو ایک ریکارڈ تھا لیکن ولیم اُسے زوال کا پیش خیمہ قرار دیتا تھا۔ ٹونی کا کہنا تھا کہ تیزی کا رجحان قائم رہے گا۔ ولیم بورڈ کی میٹنگ میں، اسٹاک کے سلسلے میں مسلسل محتاط رہنے کی تلقین کر رہا تھا، جسے بڑی ثابت قدمی سے نظر انداز کیا جا رہا تھا۔ تاہم، ولیم اپنے ٹرسٹ کی رقم کے سلسلے میں خود مختار تھا۔ وہ زمین، سونے اور قدیم روغنی تصاویر کے لیے بھاری سرمایہ کاری کر رہا تھا۔ ٹرسٹ کا صرف 50 فیصد اسٹاک پر لگا ہوا تھا۔

پھر فیڈرل ریزرو بینک آف نیویارک نے اعلان کیا کہ وہ اُن بینکوں کو قرضہ نہیں دے گا، جو اپنے موکلوں کو صرف سٹے کے لیے قرض فراہم کر رہے ہیں۔ ولیم کے خیال میں یہ اسٹاک کے کاروبار کے تابوت میں پہلی کیل تھی۔ اس کے علاوہ ایسے قرضوں پر کٹوتی بھی نہیں دی جائے گی۔ اس اعلان کی روشنی میں ولیم نے بینک کے قرض دینے کے پروگرام کا جائزہ لیا۔ معلوم ہوا کہ کین اینڈ کابوٹ مجموعی طور پر دو کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر کے ایسے قرضے دے چکے ہیں۔ اس نے ٹونی سائمن سے التجا کی کہ ان مقروض موکلوں کو قرض کی واپسی کے نوٹس دے دیے جائیں۔ کیونکہ حکومت کے اس اقدام کے بعد اسٹاک مارکیٹ میں لازماً مندی کا رجحان پیدا ہوگا۔ اس مسئلے پر بورڈ کی میٹنگ میں باقاعدہ لڑ مرنے کی نوبت آ گئی۔ لیکن ولیم کو دو کے مقابلے میں بارہ ووٹ سے شکست ہوئی۔

21 مارچ 1929ء کو بلیر اینڈ کمپنی نے بینک آف امریکہ کے ساتھ انضمام کا اعلان کیا۔ یہ دو بینکوں کے انضمام کا تیسرا مسلسل فیصلہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ بینکاری کا نظام روشن مستقبل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ 25 مارچ کو ٹونی سائمن نے ولیم کے نام ایک نوٹ لکھا، جس میں بتایا گیا تھا کہ اسٹاک مارکیٹ میں حصص کے لین دین کا ایک نیا ریکارڈ قائم ہوا ہے۔ اس نے تجویز پیش کی کہ اسٹاک میں سرمایہ کاری کا تناسب بڑھایا جائے۔ اس وقت تک ولیم نے اپنے ٹرسٹ میں حصص کا تناسب محض 5 فیصد تک محدود کر لیا تھا اس طرح اُسے بیس لاکھ ڈالر کا نقصان بھی اٹھانا پڑا تھا۔ ایلن لائڈ یہ سب دیکھ

کر متوحش ہو رہا تھا۔ "ولیم...... سمجھ میں نہیں آتا تم کیا کر رہے ہو؟"

"ایلن...... میں چودہ سال کی عمر سے اسٹاک مارکیٹ میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ میں اسٹاک مارکیٹ کا مزاج داں ہوں۔" ولیم نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

لیکن 1929ء کے موسم گرما تک مارکیٹ میں تیزی کا رجحان بڑھتا رہا۔ ولیم نے بھی اپنے حصص کی فروخت کا سلسلہ روک دیا۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ شاید ٹونی ٹھیک ہی کہتا ہے۔

جیسے جیسے ایلن لائڈ کے ریٹائرمنٹ کا وقت قریب آرہا تھا، ٹونی سائمن کی اُس کی جگہ لینے کی خواہش واضح ہوتی جارہی تھی۔ ولیم کے لیے یہ صورت حال پریشان کن تھی، کیونکہ ٹونی قدامت پرست تھا۔ وہ بہت محتاط طبیعت کا مالک تھا اور مارکیٹ سے کچھ پیچھے رہنا پسند کرتا تھا تاکہ نقصان کا خدشہ نہ رہے۔ مارکیٹ کے عروج کے دنوں میں اس کا یہ حال تھا تو ابتری کے دور میں اس کی احتیاط پسندی کیا گل کھلائے گی۔ ولیم کے نزدیک سرمایہ کاری کے ماہر کو فطرتاً بھیڑ نہیں ہونا چاہیے...... کہ جہاں گلہ جا رہا ہو، اسی طرف چل دے۔ اس میں تو پیش بینی کی صلاحیت ہونی چاہیے تاکہ وہ مناسب وقت پر مناسب تر فیصلے کر سکے۔ اب...... اسی وقت...... ولیم اسٹاک مارکیٹ کی مندی سونگھ کر پسپائی اختیار کر رہا تھا جبکہ ٹونی سائمن کے نزدیک وہ امریکہ کی کاروباری تاریخ کا سنہرا دور تھا۔

ولیم کا دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ ٹونی سائمن کی عمر صرف 39 سال تھی۔ اس کے چیئرمین بننے کی صورت میں ولیم کو کم از کم 26 سال انتظار کرنا تھا۔ تب کہیں کین اینڈ کابوٹ کی چیئرمین شپ اُسے میسر آتی۔ اتنی تاخیر اس کے لیے قابل قبول نہیں تھی۔

اس تمام عرصے میں کیتھرین بروکس اُس کے تصور پر چھائی رہی۔ وہ بانڈز اور اسٹاکس کی فروخت کے سلسلے میں مطلع کرنے کے بہانے اُسے خط لکھتا رہتا تھا۔ وہ عام سے خط تھے۔ اُن کی روشنی میں کیتھرین بروکس اسے ایک فرض شناس بینکار ہی سمجھ سکتی تھی، اور بس! اگر اُسے احساس ہو جاتا کہ ولیم کے خطوط کی فائل کسی پیچیدہ کیس کی دفتری فائل کی طرح دبیز ہوتی جارہی ہے تو شاید وہ اس سلسلے میں سنجیدگی سے غور کرتی۔ لیکن اُسے اس بات کا احساس ہی نہیں ہوا۔

اوائل خزاں میں کیتھرین نے ولیم کو خط لکھا تو اُسے فلوریڈا والے مکان کے لیے ایک اچھا خریدار مل گیا ہے۔ ولیم نے جوابی خط میں درخواست کی کہ اُسے بینک کے نمائندے کی حیثیت سے خریدار سے سودے بازی کی اجازت دی جائے۔ کیتھرین نے اجازت دے دی

ستمبر 1929ء کے ابتدائی ایام میں ولیم فلوریڈا گیا۔ کیتھرین اسٹیشن پر اُسے ریسیو کرنے کے لیے آئی۔ ولیم کو احساس ہوا کہ وہ درحقیقت تصور سے کہیں حسین نظر آرہی ہے۔ وہ اب بھی سوگ

کے سیاہ لباس میں تھی۔ اس کا رویہ بے حد غیر جذباتی تھا۔ ولیم کو افسوس ہونے لگا کہ وہ اس حسین عورت پر کوئی تاثر نہیں چھوڑ سکا۔ مکان کے خریدار سے مذاکرات کو وہ دانستہ طول دیتا رہا۔ اس نے قیمت کو مسئلہ بنا لیا تھا۔ حالانکہ جو قیمت وہ طلب کر رہا تھا، اس کا ایک تہائی کیتھرین کو خوش کرنے کے لیے کافی تھا جبکہ دو تہائی بینک بھی اطمینان بخش قرار دیتا۔ بالآخر سودا طے پا گیا۔ کاغذات تیار ہو گئے۔ اب فلوریڈا میں مزید رُکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ ولیم نے کیتھرین کو ڈنر پر مدعو کیا۔ وہ اس وقت حیران رہ گیا۔ جب کیتھرین نے نظر جھکا کر اس سے استدعا کی کہ وہ چند روز اس کے ساتھ اس مکان میں قیام کرے، جس کی فروخت کے سلسلے میں وہ فلوریڈا آیا تھا۔ "اس طرح سے ہم دونوں کے لیے تعطیلات کے چند روز ہوں گے۔" کیتھرین نے کہا اور اس کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ ولیم خاموش رہا۔ کیتھرین چند لمحے اپنے اندر کچھ کہنے کا حوصلہ مجتمع کرتی رہی۔ پھر بولی۔ "تمہیں میری بات عجیب سی لگے گی لیکن ان دنوں میں بے حد تنہا ہوں۔ مجھے یہ بات عجیب سی لگتی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے یہ چند روز میری زندگی کے سب سے خوبصورت دن تھے۔" اس کا چہرہ پھر تمتما اُٹھا۔ "میں اپنے جذبات کا ٹھیک طرح سے اظہار نہیں کر سکتی۔ اب تک تو تم نے میرے بارے میں غلط رائے قائم کر لی ہوگی۔"

ولیم کا دل اُتھل پتھل ہو گیا۔ "کیٹ...... ایک بات ہے، جو میں گزشتہ نو ماہ سے تم سے کہنا چاہ رہا ہوں۔"

"ولیم...... تم میرے پاس ٹھہرو گے نا چند روز؟"

"ہاں کیٹ...... ضرور ٹھہروں گا۔"

وہ چند روز، ولیم کی خوشگوار زندگی کا نقطہ آغاز تھے۔ انہوں نے ایک ساتھ گھڑ سواری کی، ہاکی کی اور پوکر کھیلا۔ ولیم نے ساڑھے تین گھنٹے میں (زبانی جمع خرچ کے طور پر) کیتھرین سے 35 ڈالر جیت لیے۔

"چیک قبول کرو گے؟" کیتھرین نے شاہانہ انداز میں پوچھا۔

"تمہیں اپنی قیمت کا اندازہ نہیں ہے کیٹ۔ خیر...... میں تم سے ایک سودا کرتا ہوں۔ تمہیں اس وقت تک کھیلتے رہنے کی اجازت ہے، جب تک تم ہاری ہوئی رقم برابر نہ کر لو۔"

"اس میں تو کئی برس لگیں گے۔"

"میں انتظار کر سکتا ہوں۔"

پھر ان کے درمیان گفتگو شروع ہو گئی۔ ولیم اسے یاد کر کے وہ واقعات بھی سناتا رہا، جنہیں وہ بھول چکا تھا۔ اپنے باپ کے متعلق وہ باتیں تو اس نے ماتھیو سے بھی نہیں کی تھیں۔ اس

کی، ماں سے محبت...... ہنری سے اندھی نفرت...... بینک کے سلسلے میں اپنے عزائم...... اگر سب کچھ کہہ ڈالا۔ جواب میں کیتھرین نے اسے اپنے بچپن کے متعلق بتایا۔ پھر وہ میکس سے شادی کی تفصیل بیان کرتی رہی۔

پانچ دن بعد کیتھرین نے اسٹیشن پر اسے رخصت کیا۔

"کیٹ...... میں ایک نا معقول بات کہنے والا ہوں۔" ولیم نے کہا۔ "میرا خیال ایک دن ایسا آئے گا، جب تم میکس بروکس سے بڑھ کر مجھے چاہو گی۔"

"میں تو ابھی سے تمہارے بارے میں بہت کچھ محسوس کرنے لگی ہوں۔" کیتھرین نے آہستگی سے کہا۔

ولیم چند لمحے محبت آمیز نگاہوں سے اُسے تکتا رہا، پھر بولا۔ "کیٹ...... اب تم سے دور رہنا میرے لیے ممکن نہیں ہوگا۔"

"میں بھی نہیں رہ سکتی۔" کیٹ نے ہنس کر کہا۔ "تم نے میرا مکان جو بیچ دیا ہے۔"

بوسٹن واپس آتے ہوئے ولیم جتنا خوش تھا، اتنا خوش صرف باپ کی زندگی میں رہا تھا۔ اس نے مکان کی فروخت کے بارے میں رپورٹ ترتیب دی۔ لیکن اس کا ذہن کیٹ اور اس کے ساتھ گزارے ہوئے پانچ دنوں کے لمحے لمحے کو دُہرا رہا تھا۔ اس نے رپورٹ مکمل کی اور ٹرین میں بیٹھے بیٹھے ہی کیتھرین کے نام خط گھسیٹ دیا۔

"ڈیئر کیٹ۔ میں تو ابھی سے تمہاری کمی محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے خط ضرور لکھنا کہ تم بوسٹن کب آ رہی ہو۔ اب میں پھر بینک کے معاملات میں کھو جاؤں گا، جنہیں میں گزشتہ دنوں بھول ہی گیا تھا۔ محبتوں کے ساتھ،

تمہارا ولیم،

اس نے لفافہ پوسٹ کیا ہی تھا کہ اخبار والے کی آواز نے اس کے ذہن سے کیٹ کا تصور محو کر دیا۔ اخبار والا چیخ رہا تھا۔ "وال اسٹریٹ کی تباہی...... وال اسٹریٹ کی بربادی...... آج کی تازہ خبر۔"

ولیم نے اخبار خریدا اور تفصیلی خبر پڑھنے میں منہمک ہو گیا۔ مارکیٹ راتوں رات ڈھیر ہو گئی تھی۔ سرمایہ کاروں کا خیال ہے کہ اتار چڑھاؤ تو چلتا ہی رہتا ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن ولیم کا خیال مختلف تھا۔ اس کے خیال میں یہ پہاڑی ڈھلان کا سفر تھا، جو رُک نہیں سکتا تھا۔ وہ پہلے

پہنچا اور سیدھے چیئرمین کے کمرے کی طرف گیا۔

"میرا خیال ہے...... جلد ہی حالات بہتر ہو جائیں گے۔" ایلن لائیڈ کا لہجہ پُرسکون تھا۔

"ہرگز نہیں۔" ولیم نے کہا۔ "مارکیٹ ایسے بہت سے چھوٹے سرمایہ کاروں سے بھری ہوئی ہے، جنہوں نے کم وقت میں زیادہ کمانے کے لیے حصص خریدے تھے۔ اب وہ لوگ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگیں گے۔ ایلن...... تم سمجھ رہے ہو۔ غبارے سے ہوا نکلنا شروع ہو گئی۔ میں اپنے تمام حصص بیچ دوں گا۔ میں نے فروری ہی میں تمہیں تنبیہ کر دی تھی۔"

"میں اب بھی تم سے متفق نہیں ہوں ولیم بہرحال کل میں بورڈ کا اجلاس طلب کر لوں گا تاکہ بورڈ کے اراکین تمہارے خیالات مان لیں۔"

"شکریہ ایلن۔" ولیم نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے دفتر پہنچتے ہی اُس نے انٹر آفس فون اُٹھا کر نمبر ملایا۔ "سوری ایلن...... میں تمہیں بتانا بھول گیا کہ مجھے اپنے مطلب کی لڑکی مل گئی ہے۔ میں شادی کر رہا ہوں۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"لڑکی کو بتا دیا ہے تم نے؟" ایلن نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"گویا تمہاری ازدواجی زندگی کا آغاز بھی تمہارے کیریئر ہی کی طرح ہوگا۔ پہلے تم فیصلہ کرو گے، تب ہی متعلقہ ہستی کو علم ہوگا۔"

ولیم نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بغیر کچھ کہے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے دوسرا فون کیا اور اپنے اسٹاکس کو کیش کرانے کی ہدایت دی۔ ٹونی سائمن اسی وقت آیا تھا اور دروازے میں کھڑا ولیم کی مصروفیت دیکھے جا رہا تھا۔

"موجودہ حالات میں اتنا بڑا قدم اُٹھا کے تم خسارے میں رہو گے۔" اس نے کہا۔

"ان سے چمٹا رہوں گا تو اور زیادہ نقصان اُٹھاؤں گا۔" ولیم نے جواب دیا۔

آئندہ ایک ہفتے میں ولیم کو دس لاکھ ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس نقصان سے بچنے کی کوشش کرتا لیکن ولیم کو اپنی پیش بینی کی صلاحیت پر اعتماد تھا۔

اگلے روز بورڈ کی میٹنگ میں ایک بار پھر اسے شکست ہوئی۔ البتہ اس بار اس کے نظریات کی تائید کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ اس کے حق میں چھ اور خلاف آٹھ ووٹ آئے تھے۔ ولیم کا کہنا تھا کہ بینک کو فوری طور پر اپنے اسٹاکس سے پیچھا چھڑا لینا چاہیے۔ لیکن ٹونی نے اراکین کی اکثریت کو قائل کر لیا کہ یہ غیر دانش مندانہ عمل ہوگا۔ البتہ ولیم کے حصے میں ایک چھوٹی سی کامیابی بہرحال آئی۔ اس نے بورڈ کے اراکین کو قائل کر لیا کہ بینک اب مزید اسٹاکس نہیں خریدے گا۔

اس روز مارکیٹ میں قدرے تیزی آئی۔ ولیم کو اپنے کچھ حصص نسبتاً بہتر قیمت پر نکالنے کا موقع مل گیا۔ آئندہ چار روز تک مارکیٹ کی حالت نسبتاً بہتر ہو گئی۔ ایک لمحے کو ولیم بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ شاید اس نے عاجلانہ قدم اُٹھایا ہے۔ لیکن اپنے وجدان پر اس کا اعتماد اب بھی غیر متزلزل تھا۔ ایلن لائڈ نے بھی چپ سادھ رکھی تھی۔ ولیم گھاٹے کا سودا کر رہا تھا...... لیکن رقم بھی اس کی اپنی تھی۔ ایلن لائڈ کو تو اب صرف باعزت ریٹائرمنٹ کی فکر تھی۔

22 اکتوبر کو مارکیٹ میں پھر مندی کا رجحان پیدا ہوا۔ ولیم نے ایلن لائڈ سے التجا کی کہ اب بھی وقت ہے۔ اس کی بات مان لی جائے۔ اس بار ایلن نے ولیم کی بات مان لی اور اسے بینک کے بعض بڑے اسٹاکس سے جان چھڑانے کی اجازت دے دی۔ اگلے روز صورت حال کچھ اور خراب ہو گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ گلیشیئر حرکت میں آ گیا ہے۔ حصص فروخت کرنے کا سوال ہی نہیں تھا کیونکہ خریدار ندارد تھے۔

ایلن لائڈ کی، فون پر جے پی مورگن سے گفتگو ہوئی۔ ایلن نے بینکوں کے اس گروپ میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ جو اس قومی مسئلے سے نمٹنے کی کوشش کر رہا تھا اور ولیم کے خیال میں ایسی کسی اجتماعی کوشش میں کین اینڈ کابوٹ کو بہرحال شریک ہونا چاہیے تھا۔ اگلے روز گروپ نے تین کروڑ ڈالر مالیت کی بلیو چپس کے حصص خریدے تا کہ ڈوبتی ہوئی صفت کو سنبھالنے کا موقع مل سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مارکیٹ کچھ بہتر ہو گئی۔ اس روز 1,28,94,650 شیئرز کا لین دین ہوا۔ آئندہ دو روز مارکیٹ میں قدرے تیزی رہی۔ صدر ہوور سمیت ہر شخص کا یہی خیال تھا کہ وہ طوفان سے گزر آئے ہیں۔

ولیم اپنے بیشتر اسٹاک سے جان چھڑا چکا تھا۔ بینک کے مقابلے میں اس کا ذاتی نقصان بہت کم تھا۔ صرف چار دن میں بینک بیس لاکھ ڈالر سے زیادہ خسارہ اُٹھا چکا تھا۔ اب تو ٹونی سائمن خود ولیم کی تجاویز کے مطابق عمل کر رہا تھا۔

پھر 19 اکتوبر کا دن آیا، جسے بلیک ٹیوزڈے کہا جاتا ہے۔ اس روز مارکیٹ پھر ڈاؤن ہو گئی۔ تمام بینک تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ صورت حال ناقابل اصلاح ہو گئی ہے۔ اب یہ حال تھا کہ اگر اُن کے اکاؤنٹ ہولڈر اپنی اپنی رقومات طلب کر لیتے...... دوسری طرف وہ خود قرض داروں سے رقم کی واپسی کا تقاضا کر بیٹھتے تو بینکاری کا پورا نظام بیٹھ جاتا۔

9 نومبر کو بورڈ کی میٹنگ ہوئی۔ کاؤنٹی ٹرسٹ کے صدر جان ریورڈن اور کین اینڈ کابوٹ کے ایک ڈائریکٹر کی یاد میں ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔ ڈائریکٹر نے اپنے گھر پر، اپنے سر میں گولی مار کر خودکشی کر لی تھی۔ بوسٹن کے بینکار حلقے میں گزشتہ دو ہفتے میں خودکشی کا یہ گیارھواں واقعہ تھا۔ پھر چیئرمین نے اعلان کیا کہ کین اینڈ کابوٹ کو اب تک چالیس لاکھ ڈالر کا نقصان ہو چکا ہے۔

مورگن گروپ اپنی کوششوں میں ناکام ہو چکا ہے...... اور طے پایا ہے کہ اب ہر بینک اپنے اپنے مفاد کا خیال رکھے گا۔ ہر بینک کے قرض دار چھوٹے سرمایہ کار پوری طرح ڈوب چکے تھے جبکہ بڑے سرمایہ کاروں کو لاینحل مالی مسائل کا سامنا تھا۔ بینکوں کے باہر ہجوم ہو رہا تھا۔ لوگ مشتعل تھے۔ ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پنکرٹن فورس کو طلب کر لیا گیا۔ ایلن نے بتایا کہ اگر یہ صورتِ حال مزید ایک ہفتہ برقرار رہی تو ہم سب کا صفایا ہو جائے گا۔ اس نے استعفا پیش کرنا چاہا لیکن اس معاملے میں اس کی ایک نہ سنی گئی۔ ٹونی سائمن بھی اب ایلن لائڈ کی جگہ لینے کو تیار نہیں تھا۔ وہ تمام وقت خاموش رہا۔ پھر فیصلہ کیا گیا کہ ٹونی سائمن لندن جائے گا تا کہ غیر ملکی سرمایہ کاری کے شعبے کی ذمے داری سنبھالے۔ اس کی جگہ ولیم کو ڈائریکٹر آف فنانس منتخب کیا گیا۔ اس نے فوری طور پر اپنی نیابت کے لیے ماتھیو لیسٹر کو طلب کر لیا۔ اس بار ایلن لائڈ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ماتھیو نے ولیم کی پیشکش قبول کر لی۔ اس نے کہا کہ وہ نئے سال میں کین اینڈ کابوٹ جوائن کر سکے گا۔ اس کے باپ کا بینک بھی مشکلات سے دوچار تھا۔ ماتھیو کی آمد تک ولیم تنہا سرمایہ کاری کا شعبہ چلاتا رہا۔ 1929ء کا موسم سرما ولیم کی زندگی کا سخت ترین وقت تھا۔ وہ بڑی اور چھوٹی کمپنیوں کو یکساں طور پر تباہ ہوتے دیکھتا رہا۔ ان میں اس کے دوست اور شناسا بھی تھے کچھ عرصے تو ولیم کو اس بات پر بھی یقین نہیں رہا تھا کہ اس کا بینک بحران سے بخیر و خوبی گزر جائے گا۔

کرسمس پر ولیم فلوریڈا آ گیا۔ اس نے کیٹ کے ساتھ ایک ہفتہ گزارا۔ وہ سامان بندھوانے میں کیٹ کی مدد کرتا رہا، جو بوسٹن واپس جانے کی تیاری کر رہی تھی کرسمس کے موقعے پر ولیم نے کیٹ کو تحائف سے لاد دیا۔

"جواب میں ایک غریب بیوہ تمہیں کیا دے سکتی ہے؟" کیٹ نے اُسے چھیڑا۔

"کچھ بھی نہیں۔ جو لینا ہے، میں خود لے لوں گا۔"

ولیم بوسٹن واپس آیا تو اس کا اعتماد بحال ہو چکا تھا جس سال کا پہلا دن کیٹ کے ساتھ گزارا ہو، وہ سال خراب ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ اب وہ ٹونی سائمن کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ ولیم کو علم تھا کہ معمول کے مطابق اسے اس ہفتے بھی دو یا تین دیوالیہ کاروباریوں سے ملنا ہو گا تا کہ بینک کی دی ہوئی رقم کی وصولیابی ہو سکے۔ اس نے اپنی سیکرٹری سے پوچھا کہ پہلی ملاقات کس سے ہو گی۔"

"وہ بھی دیوالیہ ہونے کا کیس ہے جناب۔" سیکرٹری نے جواب دیا۔

"ہاں...... یاد آیا۔" ولیم نے کہا۔ وہ نام اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ "گزشتہ رات میں نے اُن کی فائل دیکھی تھی۔ مجھے افسوس ہوا۔ کس وقت آئیں گے وہ؟"

"وقت تو دس بجے کا طے ہوا تھا جناب...... لیکن وہ پہلے ہی آ چکے ہیں اور آپ کے منتظر ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ پلیز...... انہیں بھیج دو۔ تکلیف دہ معاملات جتنی جلدی نمٹ جائیں، اچھا ہے"

ولیم نے فائل نکالی تا کہ اہم حقائق ذہن نشین کر لے۔ اصل موکل کا نام ڈیوس لاری تھا لیکن اس نام کو کاٹ کر اُس کی جگہ دوسرا نام لکھا گیا تھا۔ ملاقات کے لیے اُس دوسرے شخص کو آنا تھا، جس کا نام اسبل رونسکی تھا۔

ولیم کو اسبل رونسکی سے اپنی گزشتہ ملاقات اور تلخ گفتگو یاد آ گئی۔ وہ افسردہ ہو گیا۔ وہ مسٹر رونسکی سے شرمندہ تھا۔



اسبل کو رچمنڈ کانٹی نینٹل کو درپیش مسائل سمجھنے میں تین ماہ لگے۔ تب کہیں اس کی سمجھ میں آیا کہ ہوٹل کو نقصان کیوں ہو رہا ہے۔ ان تین مہینوں کے دوران اس نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی تھیں لیکن اسٹاف کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ سو رہا ہے۔ یوں اس پر یہ راز کھلا کہ بینک کا منافع چوری اور بدعنوانیوں کی نذر ہو رہا ہے۔ ہوٹل کا اسٹاف اس سلسلے ایسے ایسے طریقے اختیار کر رہا تھا، جن سے اسبل کا پہلے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا۔ اسبل کی پہلی کوشش یہ تھی کہ اسٹاف کو اپنی معلومات سے حتی الامکان بے خبر رکھے۔ پھر اسے پوری طرح علم ہو گیا کہ ہر شعبے کا کرپشن سسٹم مختلف ہے۔

پہلی بدعنوانی کاؤنٹر پر سامنے آئی۔ ہوٹل میں ٹھہرنے والے ہر دس مسافروں میں سے آٹھ کا اندراج رجسٹرڈ میں ہوتا تھا۔ بقیہ دو مہمانوں کا بل کلرکوں کی جیب میں پہنچ جاتا تھا۔ اس سلسلے میں جو طریق کار استعمال کیا جا رہا تھا وہ بے حد سادہ تھا۔ اگر یہ حرکت نیویارک کے پلازہ ہوٹل میں کی جاتی تو بدعنوانی دو منٹ میں پکڑ لی جاتی اور ذمے داروں کی ملازمت سے چھٹی ہو جاتی۔ ہیڈ کلرک کسی دوسری ریاست سے آئے ہوئے کسی ایسے معمر جوڑے کو منتخب کرتا، جس کا قیام فقط ایک رات کا ہوتا۔ وہ اپنے طور پر اس بات کا یقین بھی کر لیتا تھا کہ شہر میں اُن کے جاننے والے نہیں ہیں۔ اگلی صبح بل کی رقم اس کی جیب میں چلی جاتی۔

ڈائننگ روم کا طریق کار نسبتاً بہتر تھا۔ اسبل کا خیال تھا کہ بل کی نقد ادائیگی کرنے والوں کی رقم ہضم کر لی جاتی ہو گی۔ لیکن ریسٹورنٹ کے بل چیک کرنے پر معلوم ہوا کہ ڈیسک والے ریسٹورنٹ والوں سے ملے ہوئے ہیں۔ جن لوگوں کے قیام کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا، ان کے طعام کا بل بھی ریکارڈ میں نہیں آتا تھا۔ اس کے علاوہ ٹوٹ پھوٹ، مرمت، گمشدہ سامان کی جھوٹی رپورٹیں بھی تھیں۔

اسبل نے اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھے اور ہر شعبے کا جائزہ لیتا رہا۔ بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ ہوٹل کا آدھے سے زیادہ اسٹاف بدعنوانیوں میں ملوث ہے۔ کوئی شعبہ ایسا نہیں تھا کہ جس

کے ہاتھ صاف ہوں۔

ابتدا میں اسبل کو اس بات پر حیرت تھی کہ منیجر ڈیسمنڈ پیسی کی ناک کے نیچے یہ بدعنوانیاں ہو رہی ہیں تو وہ بے خبر کیسے ہے۔ تاہم اس نے اس بے خبری کی ذمہ داری ڈیسمنڈ کی کاہلی پر ڈال دی اور مطمئن ہو گیا لیکن جلد ہی حقیقت سامنے آئی اور اسبل ششدر رہ گیا۔ ہر خرابی کے پیچھے ڈیسمنڈ کا سازشی ذہن اور اس کی منصوبہ بندی کارفرما تھی۔ یہی بدعنوانیوں کے پنپنے کا سب سے بڑا سبب تھا۔ پیسی گزشتہ تیس سال سے رچمنڈ سے وابستہ تھا۔ گروپ میں کوئی ہوٹل ایسا نہیں تھا، جہاں وہ بڑے عہدے پر فائز نہ رہا ہو۔ یوں اسبل کو دوسرے ہوٹلوں کی عافیت بھی مشکوک نظر آئی۔ پھر ڈیسمنڈ پیسی، ڈیوس لاری کے اچھے دوستوں میں سے تھا۔ شکاگو رچمنڈ سالانہ تیس ہزار ڈالر کے خسارے میں تھا۔ اسبل جانتا تھا کہ آدھے اسٹاف سے جان چھڑا کر اس نقصان سے بہ آسانی بچا جا سکتا ہے۔ لیکن سب سے پہلے ڈیسمنڈ پیسی سے جان چھڑانا تھی۔ یہ بھی ایک مسئلہ تھا کیونکہ گزشتہ تیس سال میں ڈیوس لاری نے اپنے کسی ایک ملازم کو بھی نہیں نکالا تھا وہ درگزر کرنے والا آدمی تھا۔

اسبل کو اندازہ ہو گیا کہ ہوٹل کو نقصان سے بچانے کے لیے ایک بار ڈیوس لاری سے کھل کر گفتگو کرنا ہو گی۔ 1928ء کے اوائل میں اس نے دو سو صفحات پر مشتمل رپورٹ بغل میں دبائی اور لاری سے ملنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ وہ مفصل رپورٹ اس کی تین ماہ کی محنت و تحقیق کا ثمر تھا۔ وہ رپورٹ کے اہم ترین نکات لاری کو سنا چکا تو لاری نے بڑی بدمزگی سے اُسے دیکھا۔

"یہ سب میرے دوست ہیں۔" لاری نے رپورٹ ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "ان میں سے بعض کا مجھ سے تیس سال پرانا تعلق ہے۔ اس کاروبار میں یہ چھوٹی موٹی حرکتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں لیکن تم مجھے بتا رہے ہو کہ وہ لوگ مجھے دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔"

"میرے خیال میں بعض لوگ تیس سال سے مسلسل تمہیں لوٹ رہے ہیں۔" اسبل نے کہا۔

"اب بتاؤ...... میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟" لاری کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"تم ڈیسمنڈ پیسی کو برطرف کر دو اور مجھے اختیار دے دو کہ میں کسی کو بھی ملازمت سے نکال سکتا ہوں۔"

"اسبل...... کاش یہ بات اتنی آسان ہوتی۔"

"بات اتنی ہی آسان ہے اگر تم مجھے یہ اختیار نہیں دے سکتے تو اسی وقت میرا استعفا قبول کر لو۔ میں امریکہ کے بدترین ہوٹل کی بدعنوانیوں میں ملوث ہو کر کام نہیں کر سکتا۔"

"ایسا کریں...... ڈیسمنڈ پیسی کو اسسٹنٹ منیجر اور تمہیں منیجر بنا دیں اس طرح مسئلہ حل ہو جائے گا۔" لاری چند لمحے سوچنے کے بعد بولا۔

"نہیں حل ہوگا۔ ڈیسمنڈ کی ریٹائرمنٹ میں دو سال سے زیادہ کا عرصہ باقی ہے۔ تمام بد عنوان ملازمین پر اس کا گہرا اثر ہے۔ یوں اصلاح کرتے کرتے اگر تم مر نہ گئے تو دیوالیہ ضرور ہو گے۔ میرا خیال ہے، تمہارے تمام ہوٹلوں کا یہی حال ہے۔ نہیں مسٹر لاری، تمہیں ڈیسمنڈ کے تع فوری طور پر فیصلہ کرنا ہوگا۔ ورنہ سمجھ لو......" اس نے دھمکی آمیز انداز اختیار کیا۔

"ہم ٹیکساس کے لوگ دل کی بات زبان پر لانے کے سلسلے میں مشہور ہیں لیکن ایبل تمہاری صاف گوئی ہم سے آگے کی چیز ہے۔ ٹھیک ہے...... میں تمہیں اختیار دیتا ہوں۔ مبارک ہو...... تم شکاگو رچمنڈ کے نئے منیجر ہو۔ اور ہاں...... یہ نہ سمجھو کہ میں تمہارا شکر گزار نہیں ہوں، تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ آج کے بعد تم میرا داہنا بازو ہو۔ سچ یہ ہے کہ میں اسٹاکس بزنس میں اتنا کما ہوں کہ ہوٹل کے کاروبار میں نقصان کا مجھے احساس ہی نہیں ہوتا۔ بہرحال، میں خدا کا شکر ادا کر ہوں کہ اس نے مجھے ایک دیانت دار دوست عطا کیا۔ ویسے...... آج رات یہاں قیام کرنا...... کھا میرے ساتھ ہی کھانا۔"

"سر آنکھوں پر مسٹر لاری...... لیکن میں اس رات ڈلاس رچمنڈ میں اپنے طور پر ٹھہرنا چاہ ہوں...... ذاتی وجوہ کی بنا پر۔"

"تم کسی کو نہیں بخشو گے...... ہے نا ایبل؟"

"جہاں تک میرے بس میں ہے، ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔"

"ایبل...... مجھے برسوں سے ایسے ساتھی کی تلاش تھی۔ مجھے یقین ہے، تم رچمنڈ گروپ ک سر بلند کر دو گے۔ میں تمہیں اس کا پورا پورا موقع دوں گا۔"

ایبل نے وہ رات ڈلاس رچمنڈ میں فرضی نام سے کمرہ لے کر گزاری۔ صبح وہی نتیجہ سامنے آیا، جس کی وہ توقع کر رہا تھا۔ گویا بیماری صرف شکاگو تک محدود نہیں تھی۔ تاہم ایبل نے فیصلہ کیا کہ وہ سب سے پہلے شکاگو رچمنڈ کی اصلاح کرے گا۔ باقی ہوٹلوں پر بعد میں توجہ دی جائے گی۔ اس نے لاری کو فون پر آگاہ کیا کہ اس کے ہوٹل متعدی بیماری کا شکار ہو چکے ہیں۔

وہ شکاگو رچمنڈ واپس آیا تو نائٹ پورٹر ڈیوٹی سے غائب تھا۔ ڈیسک پر صرف ایک کلرک موجود تھا۔ ایبل نے سوچا کہ بدعنوان ملازمین کو ایک رات کی مہلت دینا بہتر ہے۔ بیل بوائے نے ایبل کے لیے دروازہ کھولا۔

"سفر کیسا رہا مسٹر رونسکی؟" بیل بوائے نے پوچھا۔

"ٹھیک ٹھاک رہا۔ تم سناؤ، یہاں کا کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ٹھاک ہے جناب۔"

"کل اور ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ ایبل نے دل میں کہا۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے روم سروس کو فون کر کے کھانا طلب کیا۔ کھانا اسے ایک گھنٹے بعد ملا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ایبل بستر پر دراز ہو گیا۔ اور اگلے روز کی حکمت عملی ترتیب دینے لگا۔ آپریشن کے لیے وقت بھی بے حد مناسب تھا۔ وہ فروری کا مہینہ تھا اور مہمان بہت تھوڑی تعداد میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ یعنی آدھے اسٹاف سے کام چلایا جا سکتا تھا۔ اس نے تکیہ فرش پر اُچھالا اور سو گیا۔

ڈیسمنڈ پیسی کی عمر باسٹھ سال تھی۔ وہ کاہل پیسی کہلاتا تھا۔ اس کا جسم فربہ اور ٹانگیں چھوٹی تھیں۔ اس کے ہوتے ہوئے اب تک سات اسسٹنٹ منیجر آ...... اور جا چکے تھے۔ کچھ لالچی ثابت ہوئے تھے اور انکی طلب حد سے تجاوز کر گئی تھی۔ کچھ ایسے تھے، ہوٹل کا نظام ہی جن کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ اس کا خیال تھا کہ نیا گھامڑ پولش بھی احمق ثابت ہوگا۔ اس وقت وہ معمول کے مطابق روزانہ ہونے والی میٹنگ کے لیے ایبل کے دفتر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میٹنگ کا مقررہ وقت دس بجے تھا جبکہ اس وقت بیس منٹ اوپر ہو چکے تھے۔

"تاخیر پر معذرت خواہ ہوں۔" اس نے معذرت سے عاری لہجے میں کہا۔

ایبل خاموش رہا۔

"جانتے ہو...... ابھی استقبالیہ والوں نے مجھے روک کر کیا بتایا؟" ڈیسمنڈ نے پوچھا۔

ایبل کو معلوم تھا...... اس وقت ہوٹل کے چالیس بل پرزوں کی شکل میں اس کی دراز میں موجود تھے۔ یہ وہ بل تھے۔ جن کی رقومات کلرکوں کی جیب میں گئی تھیں، جن کا ہوٹل کے رجسٹر میں کوئی اندراج نہیں تھا۔ وہ بل ایبل نے ردی کی ٹوکریوں میں سے برآمد کیے تھے۔

ایبل خاموشی سے فربہ اندام منیجر کو دیکھتا رہا۔

ڈیسمنڈ پیسی کے نزدیک پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔ اگر احمق پولش نے بدعنوانی پکڑ بھی لی تو کیا ہوا۔ اس کے سامنے دو ہی صورتیں تھیں۔ وہ اس میں سے اپنا حصہ طلب کر سکتا تھا، یا جہاں سینگ سمائیں، جا سکتا تھا۔ پیسی اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ اسے مالِ حرام میں سے کتنے فی صد کی پیشکش کی جائے۔ پھر اس نے سوچا کہ فی الوقت اس احمق کو مطمئن کرنے کے لیے انیکسی کی بجائے ہوٹل کا معقول کمرہ ہی کافی ثابت ہوگا۔ حصہ تو دور کی بات ہے۔

"مسٹر پیسی...... آپ کو ملازمت سے نکال دیا گیا ہے۔" میں چاہتا ہوں کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر آپ ہوٹل چھوڑ دیں۔"

منیجر اس کی بات سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس نے جو کچھ سنا تھا، اس پر یقین کیسے آ سکتا تھا۔

"کیا...... کیا کہا تم نے؟ شاید یہ ساعت کا خلل ہے۔"

"تم نے ٹھیک سنا ہے۔ تمہیں ملازمت سے نکال دیا گیا ہے۔" ایبل نے اس بار آپ کی جگہ تم سے کام چلایا۔

"تم مجھے نہیں نکال سکتے۔ میں منیجر ہوں اور تیس سال سے رچمنڈ گروپ کے ساتھ ہوں۔ اگر کسی کو ملازمت سے نکالنا ہوگا تو میں نکالوں گا۔ تم آخر ہو کون؟"

"میں نیا منیجر ہوں۔"

"کیا ہو تم؟"

"نیا منیجر۔" ایبل نے دُہرایا۔ "مسٹر لاری نے کل مجھے یہ عہدہ پیش کیا ہے۔ آج میں اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے تمہیں ملازمت سے علیحدہ کر رہا ہوں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"تم بڑے پیمانے پر بدعنوانیوں کے ذریعے ہوٹل کو نقصان پہنچا رہے ہو۔" یہ کہہ کر ایبل نے دراز سے بلوں کے پرزے نکال کر میز پر رکھ دیے۔ "ان میں سے ہر شخص نے بل ادا کیا ہے لیکن رقم رچمنڈ کے اکاؤنٹ تک نہیں پہنچی۔ ان میں ایک چیز مشترک ہے...... اور وہ ہیں تمہارے دستخط۔"

"تم یہ بات ثابت نہیں کر سکتے۔"

"میں جانتا ہوں۔ تم بہت چالاک ہو لیکن اب تم اپنی بدعنوانیوں کا یہ پٹارہ کسی اور ہوٹل میں کھولو۔ یہاں قسمت تمہارا ساتھ چھوڑ چکی ہے۔ تم نکال دیے گئے ہو۔"

"تم مجھے نکالنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ ڈیسمنڈ نے کہا۔ اس کی پیشانی پسینے سے بھیگ گئی تھی۔ ڈیوس لاری سے میری پرانی دوستی ہے۔ مجھے صرف وہی نکال سکتا ہے۔ تمہیں یہاں کام کرتے ہوئے صرف تین ماہ ہوئے ہیں۔ وہ تو تمہاری بات سننا بھی گوارا نہیں کرے گا۔ میں اسے ایک فون کر دوں تو تمہیں ہی یہاں سے نکال دیا جائے گا۔"

"کوشش کر دیکھو۔" ایبل نے کہا۔ پھر اس نے ریسیور اُٹھایا اور آپریٹر کو ڈلاس میں ڈیوس لاری سے رابطہ ملانے کی ہدایت کی۔ اس دوران وہ دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ ڈیسمنڈ کا چہرا پسینے میں تر ہو رہا تھا۔ دوسری طرف ایبل سوچ رہا تھا کہ بامروت لاری پیچھے تو نہیں ہٹ جائے گا۔

"صبح بخیر مسٹر لاری۔" ایبل نے رابطہ ملنے پر کہا۔ "میں ایبل رونسکی بول رہا ہوں۔ میں نے مسٹر ڈیسمنڈ کو ملازمت سے نکال دیا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

ڈیسمنڈ نے لرزتے ہاتھوں سے ریسیور تھام لیا۔ چند لمحے وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ پھر بولا۔ "لیکن ڈیوس، میں...... اب میں کہاں جاؤں گا۔ خدا کی قسم مجھ پر یہ الزام درست نہیں ہے۔ کوئی

غلط فہمی ہے۔"

لیکن دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

"ایک گھنٹے کے اندر اندر ہوٹل کی حدود سے باہر نکل جاؤ...... ورنہ میں بلوں کے یہ پرزے شکاگو پولیس کے سپرد کر دوں گا۔"

"ایک منٹ۔" ڈیسمنڈ نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "جلد بازی کی کیا ضرورت ہے۔" اس کا لہجہ اور رویہ یک لخت تبدیل ہو گیا تھا۔ "ہم مل کر کام کریں گے اور یقین کرو، تمہیں بے اندازہ فائدہ ہو گا۔ کسی کو کانوں کان خبر ہی نہیں ہو گی۔ اسسٹنٹ منیجر کی حیثیت سے تمہیں ملتا ہی کیا ہے۔ میری بات مانو گے تو فائدہ میں رہو گے۔"

"میں اب اسسٹنٹ منیجر نہیں، منیجر ہوں۔ اور تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

"احمق پولش۔" ڈیسمنڈ اُٹھ کھڑا ہوا۔ "اب اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ کیونکہ تمہیں، تمہاری اوقات ضرور یاد لاؤں گا۔"

ڈیسمنڈ چلا گیا۔ اس کے بعد ہیڈ ویٹر، ہیڈ کک، سینیئر ہاؤس کیپر، چیف ڈیسک کلرک، ہیڈ پورٹر اور سترہ ایسے ملازمین نکال دیے گئے جو ایبل کی نظر میں ناقابل اصلاح تھے۔

شام کو ایبل نے باقی ماندہ ملازمین کے ساتھ میٹنگ کی اور تفصیل سے انہیں بتایا کہ اس نے کون سا اقدام کس بنیاد پر کیا ہے۔ اس نے انہیں یقین دلایا کہ ان کی ملازمتوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اس نے واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ ایک سینٹ کی بدعنوانی بھی قبول نہیں کرے گا۔

آیندہ چند روز میں شکاگو رچمنڈ کے کچھ ملازمین خود ہی ملازمت چھوڑ گئے۔ ایبل کے رویے نے انہیں اُن کے مستقبل سے مایوس کر دیا تھا۔

مارچ کے اختتام تک ایبل ہوٹل پلازہ کے چار ملازمین کو شکاگو رچمنڈ میں لانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ وہ سب نوجوان، پُرعزم اور دیانت دار تھے۔ چھ ماہ کے عرصے میں شکاگو رچمنڈ کے پرانے ملازمین کی تعداد صرف 37 رہ گئی جب ایبل نے نظام سنبھالا تو ان کی تعداد 110 تھی۔ پہلے سال کے اختتام پر ہوٹل کو 3584 ڈالر منافع حاصل ہوا۔ وہ منافع تھوڑا سہی، لیکن تیس سال کے دوران اس ہوٹل کا پہلا منافع تھا۔ ایبل کا اندازہ تھا کہ 1929ء تک منافع 25 ہزار ڈالر سالانہ ہو جائے گا۔

ڈیوس لاری، ایبل کی کارکردگی سے بے حد متاثر تھا۔ وہ مہینے میں ایک بار شکاگو آتا تھا۔ اب وہ ایبل پر انحصار کرنے لگا تھا۔ دوسری طرف ایبل چاہتا تھا کہ پہلے شکاگو رچمنڈ کے انتظامات کو اتنا مستحکم کر دے کہ بدعنوانیوں کی گنجائش نہ رہے۔ اس کے بعد اسے دوسرے ہوٹلوں کی طرف توجہ دینا

تھی۔ لاری اس سے متفق تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر شکاگو رچمنڈ کی طرح ایبل نے دوسرے ہوٹلوں کی حالت سنوار دی تو وہ ایبل کو اپنا پارٹنر بنا لے گا۔

لاری جب بھی شکاگو آتا، ایبل کے ساتھ اچھی خاصی تفریح بھی کرتا۔ وہ بیس بال میچ اور گھڑ دوڑ دیکھنے ساتھ ہی جاتے۔ ایسے موقعوں پر میلانی بھی اکثر اپنے باپ کے ساتھ ہوتی۔ ایبل کے ساتھ اس کا رویہ سرد ہوتا۔ اس نے ایبل کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں، جو میلانی کے حوالے سے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگا تھا لیکن جب میلانی کو معلوم ہوا کہ ایبل نے کولمبیا یونیورسٹی سے معاشیات میں ڈگری لی ہے اور کاروبار کے معاملے میں وہ اس کے باپ سے بھی تیز ہے تو اس کا رویہ قدرے تبدیل ہو گیا۔ اس کے بعد وہ کبھی کبھی ایبل کے ساتھ تنہا بھی ڈنر پر جانے لگی۔

شکاگو رچمنڈ کی حالت اس قدر بہتر ہو گئی کہ تیس سال کے عرصے میں پہلی بار شکاگو والوں کو احساس ہوا کہ اُن کے شہر میں کوئی رچمنڈ ہوٹل بھی ہے۔ اب ہفتے اور اتوار کے دن ریستوراں میں ہجوم رہنے لگا۔ ایبل نے ہوٹل کی آرائش نو پر توجہ دی اور اسٹاف کی وردیاں تک تبدیل کر دیں۔ ایک مہمان جو کئی برس پہلے، ایک ہفتہ رچمنڈ میں قیام کر کے گیا تھا، دوبارہ آیا تو استقبالیہ ڈیسک سے واپس پلٹ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کسی اور ہوٹل میں چلا آیا ہے۔ پھر جب ایل کیپون جیسے معزز شخص نے اپنی تیسویں سالگرہ کی پارٹی شکاگو رچمنڈ میں دی تو ایبل کو یقین آ گیا کہ وہ کامیابی کے راستے پر چل نکلا ہے۔

اس عرصے میں ایبل کے بینک اکاؤنٹ کی رگوں میں رقومات کے انجکشن لگتے رہے۔ اُن دنوں اسٹاک مارکیٹ اپنے عروج پر تھی۔ اٹھارہ ماہ پہلے وہ ہوٹل پلازہ سے نکلا تھا تو اس کے اکاؤنٹ میں آٹھ ہزار ڈالر موجود تھے۔ اب اس کے اسٹاک کی مالیت تیس ہزار ڈالر سے متجاوز تھی۔ اسے یقین تھا کہ مارکیٹ تیز تر ہوتی جائے گی۔ چنانچہ وہ اپنا منافع بھی سرمایہ کاری میں شامل کرتا رہا۔ اس کی ذاتی ضروریات زیادہ نہیں تھیں۔ رہائش اور طعام ہوٹل کے ذریعے تھا۔ اس کی آنکھیں روشن مستقبل کے خواب دیکھ رہی تھیں۔ گزشتہ تیس سال سے ہوٹل کا اکاؤنٹ کانٹی نینٹل ٹرسٹ میں تھا۔ ایبل نے اپنا ذاتی اکاؤنٹ بھی وہیں کھولا۔ وہ ہر روز بینک جاتا۔

جمعے کی صبح ایک حیران کن پیغام اس کا منتظر تھا۔ منیجر اس سے ملنا چاہتا تھا۔ ایبل جانتا تھا کہ اس کا اکاؤنٹ اچھی حالت میں ہے۔ اس نے اندازہ لگایا کہ بات شکاگو رچمنڈ کی ہو گی۔ کلرک اسے منیجر کے کمرے میں لے گیا۔

”میرا نام کرٹس فینٹن ہے۔“ منیجر نے اپنا تعارف کرایا۔ اس نے بڑے مودبانہ انداز میں ایبل سے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ایبل نروس ہو گیا۔

”مسٹر رونسکی...... میں تو آپ کو لنچ پر مدعو کرنا چاہتا تھا۔ کرٹس نے مزید کہا۔

ایبل کا تیزی سے دھڑکتا ہوا دل قدرے سنبھل گیا۔ جن لوگوں سے ناخوشگوار گفتگو کرنا ہو، بینک منیجرز انہیں لنچ کی پیشکش نہیں کرتے۔

”لیکن فوری ملاقات کی ضرورت پیش آ گئی۔“ منیجر نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”میں بلا تمہید مقصد کی بات کروں گا مسٹر رونسکی۔ ہماری ایک معزز اور پرانی موکلہ ہیں، مس ایمی لاری......“ اس نام نے ایبل کو چونکا دیا۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ”...... ان کے پاس رچمنڈ گروپ کے 25 فیصد حصص ہیں۔ وہ ماضی میں کئی بار اپنے بھائی سے کہہ چکی ہیں کہ وہ حصص فروخت کرنا چاہتی ہیں۔ بہرحال، مسٹر لاری کے پاس پہلے ہی 75 فیصد حصص ہیں۔ انہیں مس ایمی کے حصص خریدنے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ مس ایمی بہرحال، اپنے اسٹاکس بیچنے کی اب بھی خواہشمند ہیں۔“

یہ سب کچھ ایبل کے لیے باعث حیرت تھا۔

”مسٹر لاری نے اشارتاً کہہ دیا ہے کہ انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ مس ایمی کی عمر اب ایسی ہے کہ وہ منافع کے انتظار کی بجائے، نقد رقم پاس رکھنا پسند کریں گی۔ میں نے آپ سے بات یوں کی کہ ممکن ہے، ان حصص کا کوئی خریدار آپ کی نظر میں ہو۔“

”میں آپ سے متفق ہوں۔“

”لیکن آپ گیارہ ہوٹلوں کی قیمت کو بھی پیش نظر رکھیں۔“

”پھر 25 فیصد اسٹاک سے کیا بنتا ہے۔ تمام اختیارات تو مسٹر لاری ہی کے پاس رہیں گے۔“

”مسٹر رونسکی...... میں پھر کہوں گا کہ گیارہ ہوٹلوں کی قیمت کو سامنے رکھیں تو 25 ہزار ڈالر میں مہنگے نہیں ہیں۔“

”چالیس ہزار الر کی پیش کش کی جاسکتی ہے۔ اس صورت میں، ممکن ہے، میں کوئی خریدار ڈھونڈ نکالوں۔“

”نہیں مسٹر کرٹس۔“

بینک منیجر نے ایبل کو پرستائش نظروں سے دیکھا۔ ”ٹھیک ہے۔ میں مس ایمی سے بات کروں گا اور اس کے بعد آپ سے تفصیلی گفتگو ہو گی۔“

ایبل کرٹس کے دفتر سے نکلا تو اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ ہوٹل پہنچ کر اس نے اپنے اثاثوں کا جائزہ لیا۔ اس کے اسٹاکس کی مالیت 33 ہزار ڈالر سے کچھ زیادہ تھی۔ اس کے اکاؤنٹ میں تین ہزار ڈالر موجود تھے۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ معمولات میں اُلجھ گیا۔ لیکن اُس دن، اس کا دھیان بٹا رہا۔ وہ

دل ہی دل میں دعا کرتا رہا کہ مس ایمی اس کی پیشکش کو قبول کر لے۔ وہ رچمنڈ گروپ کے 25 فیصد
شیئرز کے حصول کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔

اس نے ہچکچاہٹ کے باوجود ڈیوس لاری کو اس صورت حال سے مطلع کر دیا۔ اسے خدشہ
تھا کہ کہیں لاری شیئرز میں اس کی دلچسپی کا کوئی غلط مطلب نہ نکال لے۔

''مسٹر لاری...... میں ایسا اس لیے کر رہا ہوں کہ میری نظر میں رچمنڈ گروپ کا مستقبل
تابناک ہے۔ اس صورت میں میں اور زیادہ محنت کروں گا کیوں کہ میری ذاتی رقم بھی داؤ پر لگی ہوگی
لیکن آپ اس خریداری میں دلچسپی لے رہے ہیں تو میں پیچھے ہٹ جاؤں گا۔''

لاری کا ردعمل اس کے لیے حیران کن تھا۔ ''اگر تمہیں رچمنڈ گروپ پر اتنا اعتماد ہے تو
شیئرز خرید لو۔ تمہاری پارٹنر شپ میرے لیے باعث فخر ہوگی۔ تم اس کے مستحق ثابت ہو چکے ہو۔ اور
ہاں، اگلے ہفتے میں شکاگو آ رہا ہوں۔ باسکٹ بال کا میچ دیکھیں گے۔''

''شکریہ ڈیوس...... آپ کو اس فیصلے پر کبھی پچھتانا نہیں پڑے گا۔''

''مجھے اس کا یقین ہے پارٹنر۔''

ایک ہفتے بعد ہیبل نے خود بینک منیجر سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ چند لمحے بعد وہ ان
کے کمرے میں بیٹھا...... اس کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔

''مجھے حیرت ہے۔'' کرٹس نے کہا۔ ''مس ایمی چالیس ہزار ڈالر کے عوض اپنے پچیس
فیصد شیئرز فروخت کرنے پر آمادہ ہو گئی ہیں۔ اب آپ مجھے خریدار سے متعارف کرا دیں۔''

''خریدار میں خود ہوں۔'' ہیبل نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ کیا آپ کے پاس چالیس ہزار ڈالر موجود ہیں؟''

''اسٹاکس اور کیش کی صورت میں میرے پاس 36 ہزار ڈالر موجود ہیں۔ میرا خیال ہے
بینک سے مجھے چار ہزار ڈالر کا قرض مل سکتا ہے۔''

''میں اس سلسلے میں غور کروں گا مسٹر رونسکی۔''

''اگر غور کرنے میں زیادہ دن لگائے تو ممکن ہے، مجھے آپ کے قرضے کی ضرورت نہ
رہے۔ اسٹاک مارکیٹ کی تیزی کے پیش نظر میرے اسٹاکس کی مالیت کسی بھی وقت چالیس ہزار ڈالر
تک پہنچ سکتی ہے۔''

کرٹس نے ایک ہفتے بعد ہیبل کو آگاہ کیا کہ بینک اسے قرض دینے کے لیے تیار ہے
ہیبل نے اپنے شیئرز بیچ دیے اور اکاؤنٹ میں موجود تمام رقم نکلوالی۔ بینک سے قرضہ ملنے کے بعد
چالیس ہزار ڈالر کی رقم پوری ہو گئی۔

چھ ماہ کے عرصے میں ہیبل نے اسٹاکس کی خرید اور فروخت کی مدد سے بینک کا قرض ادا کر
دیا۔ ستمبر میں اس کے اکاؤنٹ میں رقم جمع ہونا شروع ہو گئی۔ اسے خوشی تھی کہ ڈیوس لاری کی ملکیت میں
اس کا بھی چوتھائی حصہ ہے۔ یوں وہ اور پر اعتماد ہو گیا۔ اب وہ لاری کی حسین بیٹی میلانی کو اپنانے کے
موڈ میں تھا۔ میلانی کے حصول کا مطلب گروپ کے باقی 75 فیصد حصص حاصل کرنا تھا۔

اکتوبر میں وہ میلانی کو ایک کنسرٹ میں لے گیا۔ اس روز اس نے لباس کے سلسلے میں
خاصا اہتمام کیا تھا۔ کنسرٹ کے بعد انہوں نے ایک اچھے اور مہنگے ریستوراں میں کھانا کھایا۔ ہیبل
نے جان بوجھ کر میلانی کو رچمنڈ میں کھانا کھلانے کے گریز کیا تھا۔ تاہم وہ گفتگو کے سلسلے میں محتاط
تھا۔ اس نے گفتگو کو معشیات اور سیاست تک محدود رکھا۔ کھانے کے بعد اس نے میلانی کو ڈرنک کے
لیے اپنے کمرے میں مدعو کیا۔ میلانی نے دعوت قبول کر لی۔

میلانی کی فرمائش پر اس نے گلاس میں کوکا کولا انڈیلی اور گلاس میلانی کی طرف بڑھا
دیا۔ خود اس نے اپنے لیے بوربن کا جام بنایا۔ میلانی کی مسکراہٹ بے حد حوصلہ افزا تھی۔

''ہیبل...... اس خوبصورت شام کے سلسلے میں تمہارا شکریہ۔'' میلانی نے کہا۔

''میں بہت عرصے سے موسیقی سے محروم رہا ہوں۔'' ہیبل نے کہا۔ ''آج موزارٹ نے
میرے دل کو چھو لیا۔ کسی موسیقار نے مجھے اتنا متاثر نہیں کیا، جتنا موزارٹ نے کیا ہے۔''

''کبھی کبھی تم بے حد یورپی لگتے ہو۔'' میلانی نے نرم لہجے میں کہا۔ ''کوئی سوچ بھی نہیں
سکتا کہ ایک ہوٹل منیجر موزارٹ میں اتنی دلچسپی لے سکتا ہے۔''

''میرے خاندان کے سب لوگ موسیقی کے دلدادہ رہے ہیں۔ میرے والد آنجہانی بیرن
رونسکی بھی موسیقی کے شیدائی تھے۔ موسیقی سے محبت مجھے ورثے میں ملی ہے۔''

''اب مجھے واپس جانا ہوگا۔ یونیورسٹی بھی جانا ہے۔'' میلانی نے کہا۔

''لیکن تم ابھی تو آئی ہو۔'' ہیبل کے لہجے میں مایوسی تھی۔

''یہ بات تو ہے۔ لیکن کل مصروفیت بہت ہوگی۔ مجھے صبح سویرے اُٹھنا ہے۔''

ہیبل نے کچھ پیش قدمی کی لیکن میلانی نے اُسے دھکیل دیا۔ ''اب مجھے جانا ہے ہیبل۔''

''اتنی جلدی کیا ہے۔'' ہیبل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

میلانی نے اُسے پھر دھکیل دی۔ ''مجھے یہ بے تکلفی پسند نہیں، ایک بار کنسرٹ دکھانے اور
ڈنر پر لے جانے کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم آپے سے باہر ہو جاؤ۔''

''لیکن میلانی...... ہم لوگ کافی عرصے سے مل رہے ہیں۔'' ہیبل نے احتجاج کیا۔

''مجھے یہ سب پسند نہیں۔''

"مجھے افسوس ہے۔ میں بدتمیزی نہیں کر رہا تھا میں تو صرف تمہیں چھونا چاہتا تھا۔"

"میں صرف اُس شخص کا لمس قبول کر سکتی ہوں۔ جس سے میرا شادی کرنے کا ارادہ ہو۔"

"اور میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

میلانی پر ہنسی کا دورہ سا پڑ گیا۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟" ایبل نے پوچھا۔ اس کا چہرہ احساس خفت سے تمتما اُٹھا۔

"احمقانہ بات پر ہنس رہی ہوں۔ میں......اور تم سے شادی! یہ ممکن نہیں۔"

"کیوں ممکن نہیں۔"

"میں ایک پولش مہاجر کی بیوی کیوں بنوں؟"

"میں بیرن ہوں۔" ایبل نے تند لہجے میں اُسے یاد دلایا۔

میلانی پھر ہنسنے لگی۔ "تمہارا خیال ہے، لوگ تمہارے اس دعوے کو سچ سمجھتے ہیں۔ تمہیں علم بھی نہیں کہ اسٹاف کے لوگ پیٹھ پیچھے بیرن، بیرن کہہ کہ تمہارا مذاق اُڑاتے ہیں۔"

ایبل سناٹے میں آ گیا۔ "وہ......وہ پیٹھ پیچھے میرا مذاق اُڑاتے ہیں؟" اس نے کرب ناک لہجے میں پوچھا۔

"ہاں......انہوں نے تمہارا نام ہی شکاگو بیرن رکھ دیا ہے۔"

"ایبل گنگ ہو کر رہ گیا۔

"اب اس کو روگ بنانے کی حماقت نہ کر دو۔ ڈیڈی تمہیں بہت سراہتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ تم نے ان کے لیے بہت محنت کی ہے لیکن وہ تمہیں داماد بنانا قبول نہیں کریں گے۔"

ایبل اسے تکتا رہا۔ "تو میں تم سے کبھی شادی نہیں کر سکوں گا۔" اس نے سرگوشی کی۔

"ظاہر ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں دُکھ پہنچایا۔"

"نہیں ایبل...... ایسی کوئی بات نہیں۔ بس، اب ہم بھول جائیں گے کہ کبھی ہمارے درمیان اس موضوع پر بات بھی ہوئی تھی۔ اچھا......اب مجھے واپس چھوڑ آؤ۔"

وہ اٹھی اور دروازے کی طرف چل دی۔ ایبل سے اُٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ تاہم اس نے خود کو سنبھالا اور میلانی کے پیچھے پیچھے کمرے سے نکل آیا۔ اس وقت کاریڈور میں چلتے ہوئے اسے بڑی شدت سے اپنے لنگ کا احساس ہونے لگا۔ وہ لفٹ کے ذریعے نیچے آئے۔ ایبل نے ٹیکسی روکی۔ ٹیکسی کے سفر کے دوران وہ دونوں خاموش رہے۔ ایبل اسے اس کی اقامت گاہ کے دروازے تک چھوڑنے گیا۔ اس نے ٹیکسی کو روکے رکھا تھا۔

"مجھے امید ہے کہ ہماری دوستی متاثر نہیں ہوگی۔" میلانی نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔"

"شکریہ ایبل۔ میری دعا ہے کہ تمہیں کوئی اچھی سی پولش لڑکی مل جائے۔ شب بخیر۔"

"خدا حافظ۔" جواب میں ایبل شب بخیر بھی نہ کہہ سکا۔



ایبل کو اسٹاک مارکیٹ کی صورتِ حال کا احساس اس وقت ہوا، جب ہوٹل کے ایک مہمان نے پوچھا کہ کیا وہ اسٹاک کی شکل میں بل کی ادائیگی کر سکتا ہے۔ خود ایبل کے پاس زیادہ اسٹاک نہیں تھے کیونکہ اس کا سارا سرمایہ رچمنڈ گروپ کے اسٹاکس میں پھنسا ہوا تھا۔ احساس ہوتے ہی اس نے اپنے بروکر سے مشورہ طلب کیا اور اپنے حصص معمولی نقصان پر بیچ دیے۔

1929ء کا نصف اول بہت اچھا رہا۔ ایبل کو یقین ہو گیا کہ وہ اپنے مقررہ ہدف، یعنی 25 ہزار ڈالر کے منافعے تک پہنچ جائے گا۔ لیکن جب اکتوبر میں معاشی صورت حال بگڑی تو ہوٹل کا کاروبار آدھا بھی نہ رہا۔ بلیک ٹیوزڈے کو ایبل نے لاری کو فون کیا۔ لاری خود پریشان تھا جبکہ ایبل ہوٹل کے بیشتر اسٹاف کو نکالنے کے سلسلے میں اس سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔

"فی الحال ٹال جاؤ ایبل۔" لاری نے فون پر کہا۔ "اگلے ہفتے میں شکاگو آؤں گا۔ تب اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"تمہارا کیا مسئلہ ہے ڈیوس۔ میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

"فی الوقت تو نہیں کر سکتے۔"

"تو تم مجھے اس مسئلے سے اپنے طور پر نمٹنے کی اجازت دے دو۔" ایبل کے لہجے میں اُلجھن تھی۔ "بعد میں میں تمہیں تفصیل بتا دوں گا۔"

"مسئلہ یہ ہے ایبل کہ میں اپنی اُلجھنیں فون پر بیان نہیں کر سکتا۔ اسٹاک مارکیٹ میں مجھے لمبا نقصان اُٹھانا پڑا ہے۔ بینک والے اس سلسلے میں مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ وہ دھمکی دے رہے ہیں کہ ہوٹل بکوا دیں گے۔ مجھے فوری طور پر قرضہ ادا کرنا ہے۔" لاری نے کہا۔ "لیکن لڑکے، تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں ملاقات پر تفصیل بتاؤں گا۔ اس وقت تک حالات بہتر ہو جائیں گے۔"

ایبل نے ریسیور رکھا تو اس کا جسم پسینے سے تر تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ ڈیوس کی کس طرح مدد کرے۔ اس نے کرٹس کو فون کیا اور اس سے پوچھا کہ رچمنڈ گروپ کی پشت پناہی کرنے والا کون سا بینک ہے۔ وہ ہر قیمت پر اپنے دوست کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ کرٹس نے کہا کہ وہ معلوم کر

کے بتائے گا۔

آئندہ چند روز میں اس نے ڈیوس کو کئی بار فون کیا۔ ہوٹل کے معاملات بہت تیزی سے بگڑتے جا رہے تھے لیکن ڈیوس لاری اب بھی حتمی فیصلہ سے گریز کر رہا تھا۔ وہ ہر بار پہلے سے زیادہ پریشان معلوم ہوتا تھا۔ جب حالات قابو سے باہر ہونے لگے تو ایبل نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اس نے اپنی سیکرٹری سے کہا کہ وہ رچمنڈ گروپ کے بینکار سے فون پر رابطہ قائم کرے۔

"مسٹر رونسکی...... آپ کو کس سے بات کرنا ہے؟" دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز نے پوچھا۔

"ایبل کے سامنے رکھے ہوئے کاغذ پر بینکار کا نام دیکھا اور خاتون کو بتایا۔

"بہت بہتر۔ میں ملا رہی ہوں۔"

"صبح بخیر۔" اس بار مردانہ آواز سنائی دی۔ "میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میرا نام ایبل رونسکی ہے۔ میں رچمنڈ شکاگو کا منیجر ہوں۔ رچمنڈ گروپ کے مستقبل کے سلسلے میں آپ سے بالمشافہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن میں مسٹر ڈیوس لاری کے سوا کسی سے بات کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔"

"میں رچمنڈ گروپ کا حصے دار بھی ہوں۔ میرے پاس 25 فیصد حصص موجود ہیں۔"

"اس صورت میں بھی آپ اس وقت رچمنڈ کی نمائندگی کرنے کے مجاز ہوں گے، جب آپ اکیاون فیصد حصص کے مالک ہوں۔"

"لیکن میں مسٹر لاری کا قریبی دوست بھی ہوں......"

"مجھے اس میں شک نہیں مسٹر رونسکی۔"

"......اور میں اُن کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کو مسٹر لاری نے اپنی نمائندگی کرنے کی اجازت دے دی ہے؟"

"نہیں، لیکن......"

"تب میں آپ سے معذرت چاہوں گا۔ آپ سے مزید گفتگو کرنا پیشہ ورانہ وقار کے منافی ہوگا۔"

"آپ نے میری خوب مدد کی ہے۔" ایبل کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا اور وہ بعد میں پچھتاتا رہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کو میرا رویہ برا لگا ہے۔ خدا حافظ جناب۔"

"ایبل نے ریسیور کو کریڈل پر پٹختے ہوئے اس سرد مزاج شخص کو زیر لب برا بھلا کہا۔

گفتگو کے لیے تیار ہی نہیں تھا لیکن وہ اب بھی فکر مند تھا کہ ڈیوس لاری کی مدد کیسے کی جائے۔ جلد ہی اُسے اس سوال کا جواب مل گیا۔

اگلی شام کو ایبل کی نظر میلانی پر پڑ گئی، جو رچمنڈ کے ریستوران میں بیٹھی تھی۔ اُس کے انداز میں وہ مخصوص خود اعتمادی تھی جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھی لیکن وہ تھکی تھکی اور کچھ پریشان نظر آ رہی تھی۔ ایبل نے سوچا کہ اس کی خیریت دریافت کرے لیکن کچھ سوچ کر وہ وہاں سے ہٹ آیا۔ اس کے دفتر میں ڈیوس لاری موجود تھا۔ وہ اضطراب کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ وہ اسی سوٹ میں ملبوس تھا، جو اس نے ایبل سے پہلی ملاقات کے موقعے پر پہنا تھا۔

"میلانی ڈائننگ روم میں ہے؟" اس نے ایبل سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" ایبل نے جواب دیا۔ "آپ نے مجھے آگاہ بھی نہیں کیا کہ آنے والے ہیں خیر میں ابھی آپ کے لیے صدارتی سوئٹ تیار کراتا ہوں۔"

"صرف ایک رات کے لیے ایبل...... اور ہاں، میں تم سے کچھ نجی گفتگو کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ایبل نے کہا۔ لیکن لفظ نجی ادا کرتے ہوئے لاری کے لہجے کا تاثر اُسے دہلا گیا تھا۔

ڈیوس لاری ڈائننگ روم کی طرف چلا گیا جبکہ ایبل نے ڈیسک کلرک سے معلوم کیا کہ بارھویں منزل والا سوئٹ خالی ہے کہ نہیں۔ سوئٹ خالی تھا۔ ایبل نے کلرک کو ہدایت کی کہ کسی اٹینڈنٹ کو بھیج کر سوئٹ کی صفائی کرا دے۔ پھر اس نے میلانی کو جاتے دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ روتی رہی ہے۔ ڈیوس لاری اُس کے ساتھ تھا۔

"ایبل...... بوربن کی ایک بوتل لے کر میرے کمرے میں آ جاؤ۔" واپسی پر ڈیوس لاری نے کہا۔

ایبل نے اپنی کیبنٹ سے بوربن کی دو بوتلیں نکالیں اور صدارتی سوئٹ کی طرف چل دیا۔ اسے اس نجی گفتگو پر تشویش تھی۔ کہیں میلانی نے اپنے باپ کو کچھ بتا تو نہیں دیا۔

"بوتل کھولو...... اور اپنے لیے ایک بڑا جام بناؤ۔"

ایبل کے دماغ میں پھر خدشات اپنے پنجے چبھونے لگے۔ اسے باس کی بیٹی سے شادی کی خواہش کرنے پر ملازمت سے تو نہیں نکالا جا رہا؟ گزشتہ ایک سال میں ایبل اور لاری، دوستی کا فرق مٹا کر گہری دوستی کی حدود میں داخل ہو گئے تھے۔

"اب جام خالی کر دو۔" ڈیوس لاری نے کہا۔

ایبل نے ایک گھونٹ میں گلاس خالی کر دیا۔ لاری نے بھی اپنا جام خالی کر دیا تھا۔

''ایبل...... اپنے آدھے سے زیادہ ہم وطنوں کی طرح میں بھی قلاش ہوگیا ہوں۔''

ایبل خاموش رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔ وہ دونوں چند منٹ خاموش سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ ایک اور جام حلق میں اُنڈیلنے کے بعد ایبل میں کچھ کہنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

''لیکن تم اب بھی گیارہ ہوٹلوں کے مالک ہو۔'' بالآخر اُس نے کہا۔ آپ جناب کا تکلف اُس نے بالائے طاق رکھ دیا تھا۔

''مالک تھا کہو۔ گزشتہ جمعرات کو بینک والوں نے میری ہر شئے ہتھیالی۔''

''لیکن یہ ہوٹل دونسلوں سے تمہارے گھرانے میں چلے آرہے ہیں۔''

''ماضی کا صیغہ استعمال کرو۔ اب میرے ہوٹل، بینک کی ملکیت ہیں۔ بہتر ہے، میں تمہیں حقیقت بتادوں ایبل۔ اس وقت بڑے یا چھوٹے ہر شخص کا یہی حشر ہورہا ہے۔ دس سال پہلے میں نے ہوٹلوں کی بنیاد پر بینک سے بیس لاکھ ڈالر کا قرضہ لیا تھا اور فوراً ہی اسٹاکس کے کاروبار میں لگا تھا۔ ان اسٹاکس کی قیمت پچاس لاکھ ڈالر تک پہنچ گئی تھی۔ اسی لیے ہوٹلوں کے نقصانات کی مجھے پروا نہیں ہوتی تھی لیکن اب وہ اسٹاکس ردی کاغذ کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ گزشتہ تین ہفتوں میں انہیں فروخت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا ہوں لیکن خریدار ہی عنقا ہوگئے ہیں گزشتہ جمعرات بینک والوں نے ہوٹلوں کے کاغذات اپنی تحویل میں لے لیے۔''

ایبل کو یاد آیا کہ اس نے جمعرات کے روز ہی فون پر بینکر سے بات کی تھی۔

''بیشتر قرض داروں کے پاس ادائیگی کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن میرے قرض کی ضمانت میرے گیارہ ہوٹل تھے سو وہ اُن پر قابض ہوگئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ ہوٹلوں کو جلد جلد فروخت کردینا چاہتے ہیں۔''

''یہ تو دیوانگی ہے۔ اس وقت تو ہوٹلوں کی مناسب قیمت بھی نہیں ملے گی۔ اس کے برعکس وہ اس وقت ہماری مدد کریں تو بعد میں انہیں اس کا بہت اچھا پھل ملے گا۔''

''میں جانتا ہوں۔ تم اپنے الفاظ سچ ثابت کرسکتے ہو، لیکن وہ تو میرا ماضی کا ریکارڈ سامنے رکھ کر بات کررہے ہیں میں ان کے مرکزی دفتر گیا تھا اور میں نے یہ تجویز اُن کے سامنے رکھی ہو گی لیکن میں انہیں قائل نہیں کرسکا۔ انہوں نے مجھے ایک نوجوان کے پاس بھیج دیا۔ وہ تعلیم یافتہ تھا۔ کاروبار کے بارے میں کتابی باتیں کررہا تھا۔ خدا کی قسم...... اگر میں سنبھل گیا تو اس کا اور اس کے بینک کا ستیاناس کردوں گا لیکن اس وقت تو ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے...... خوب ٹن دُھت ہوجائیں۔ میں ختم ہوچکا ہوں ایبل۔''

''تب تو میں بھی ختم ہوچکا ہوں۔'' ایبل نے کہا۔

''نہیں...... تمہارے سامنے مستقبل کا سادہ صفحہ موجود ہے۔ لکھنے کا عزم بھی ہے۔ تم کامیابی لکھ سکتے ہو۔ ویسے جو شخص بھی ہوٹل خریدے گا، وہ تمہاری مدد کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکے گا۔''

''تم بھول رہے ہو کہ رچمنڈ گروپ کے 25 فیصد اسٹاکس میں نے بھی خریدے تھے۔''

''میرے خدا! ایبل، کہیں تم نے اپنا سب کچھ تو داؤ پر نہیں لگا دیا تھا؟''

''میں بھی خالی ہوں۔'' ایبل نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ''لیکن مجھے اس پر افسوس نہیں ہے۔ کسی دانا کے ساتھ شکست کھانا، کسی احمق کے ساتھ فتح یاب ہونے سے بہتر ہے۔''

ڈیوس لاری کی آنکھیں بھر آئیں۔ ''ایبل...... تمہیں معلوم ہے، تمہاری دوستی کسی بھی شخص کے لیے دُنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ تم نے ہوٹل کو سدھارا، ہوٹل میں سرمایہ کاری کی، میں نے تمہیں قلاش کردیا اور تم حرف شکایت بھی زبان پر نہ لائے۔ اس پر ستم یہ کہ میری بیٹی نے تم سے شادی کرنے سے انکار کردیا۔ میں نے تمہیں کچھ بھی تو نہیں دیا ایبل۔''

''تمہیں میری بات بری تو نہیں لگی مجھے اس سے یہ درخواست نہیں کرنا چاہیے تھی۔''

''وہ پاگل لڑکی برے بھلے میں تمیز کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتی۔ کاش...... میری کوئی اور بیٹی ہوتی۔ ایبل...... میں تمہیں اپنا داماد بنا کر فخر محسوس کرتا۔ ہم دونوں بہت اچھی ٹیم ثابت ہوتے لیکن خیر...... میں جانتا ہوں کہ تم تنہا رہ کر بھی خود کو منوالو گے۔''

''اس اعتماد کا شکریہ ڈیوس۔ ان اسٹاکس کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں۔ مجھے بھی زندگی میں تم سے اچھا دوست نہیں ملا ہے۔''

ایبل نے دو جام اور بنائے۔ ایک ڈیوس لاری کی طرف بڑھایا اور دوسرا اپنے حلق میں اُنڈیل لیا۔

ان دونوں نے صبح کی اولین ساعتوں تک دونوں بوتلیں خالی کردیں۔ پھر ڈیوس لاری اپنی کرسی پر سو گیا۔ ایبل لڑکھڑاتا ہوا اپنے کمرے میں آگیا، جو دسویں منزل پر واقع تھا۔ وہ آتے ہی بستر پر ڈھیر ہوگیا۔ دروازے پر پیہم ہونے والی دستکوں نے اسے گہری نیند سے بیدار کردیا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ دوسری طرف دروازہ مسلسل پیٹا جارہا تھا۔ وہ جیسے تیسے کرکے اُٹھا اور اُس نے دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر بیل بوائے موجود تھا۔

''جلدی آیئے مسٹر ایبل، جلدی آیئے۔'' بیل بوائے نے کہا اور فوراً پلٹ گیا۔

ایبل نے جلدی جلدی ڈریسنگ گاؤن بدن پر لپٹا، سلیپر پہنے اور تیزی سے بیل بوائے کی طرف بڑھا، جو اس کے لیے لفٹ کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

"جلدی کیجیے مسٹر ایبل۔" بیل بوائے نے چیخ کر کہا۔

"اتنی جلدی کیا ہے۔" ایبل جھلا گیا۔ اس کا سر اب بھی چکرا رہا تھا۔ لفٹ نیچے کھسک رہی تھی۔ ایبل کو گزشتہ رات کی گفتگو یاد آ گئی۔ اس نے سوچا ممکن ہے بینک والے قبضہ لینے کے لیے آ گئے ہوں۔

"کسی نے اوپری منزل کی کسی کھڑکی سے چھلانگ لگا دی ہے۔" بیل بوائے نے بتایا۔

ایبل کو جھٹکا لگا...... اور اس کا ہلکورے لیتا ہوا دماغ کچھ ٹھہر سا گیا۔ "کوئی مہمان تھا؟"

"میرا تو یہی خیال ہے لیکن یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

لفٹ گراؤنڈ فلور پر رُکی۔ ایبل نے تیزی سے دروازہ کھولا اور باہر لپکا۔ سڑک پر پولیس موجود تھی۔ اگر سوٹ جانا پہچانا نہ ہوتا تو ایبل کے لیے لاش کی شناخت ناممکن ہو جاتی۔ سادہ لباس والا ایک پولیس افسر ایبل کی طرف بڑھا۔ "آپ منیجر ہیں۔" اُس نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"آپ متوفی کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"جی ہاں۔" ایبل کے لیے بولنا دوبھر ہو رہا تھا۔ "ان کا نام ڈیوس لاری ہے۔"

"آپ کو علم ہے کہ وہ کہاں سے آئے تھے؟ ہم ان کے ورثا سے کیسے رابطہ قائم کریں؟"

ایبل نے ڈیوس لاری کی شکستہ لاش سے نظر چرائیں اور بولا۔ "ان کا تعلق ڈلاس سے ہے۔ مس میلانی لاری، جو ان کی بیٹی ہے، ان کی واحد وارث ہے۔ وہ شکاگو یونیورسٹی کیمپس میں رہتی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کسی کو بھیج کر اسے اطلاع کرا دوں گا۔"

"میں چاہتا ہوں کہ میں خود یہ خبر اس تک پہنچاؤں۔" ایبل نے کہا۔

"میں شکرگزار ہوں گا۔ ایسی خبریں اجنبی لوگوں کی زبانی سننا اور زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔" پولیس افسر نے کہا۔

"واقعی یہ بہت خوفناک کام ہے۔" ایبل نے اپنے دوست کی لاش کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آج کے روز شکاگو میں یہ ساتویں خودکشی ہے۔" پولیس افسر نے بتایا۔

پھر لاش ہٹا دی گئی۔

ایبل کا ذہن ماؤف ہونے لگا۔ ایک بار پھر وہ اپنے عزیز ترین دوست سے محروم ہو گیا تھا۔ اسے جرم کا احساس ہونے لگا۔ اگر اس نے اتنی نہ پی ہوتی تو شاید وہ لاری کو بچا سکتا۔ جیسے تیسے اس نے خود کو سنبھالا۔ اپنے کمرے میں آ کر، نہا دھو کر کپڑے بدلے۔ پھر ہچکچاتا ہوا بارھویں منزل کے صدارتی سوئٹ کی طرف چل دیا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر گیا۔ بوربن کی خالی بوتلوں کے علاوہ کمرا

اس خودکشی کی گواہی دینے سے قاصر تھا۔ پھر اسے سائڈ ٹیبل پر ایک خط رکھا نظر آیا۔ اس نے قریب پہنچ کر دیکھا۔ ایک کی بجائے وہ تین خط تھے۔ ایک میلانی...... دوسرا ڈلاس کے ایک وکیل اور...... اور تیسرا ایبل کے نام تھا۔ ایبل نے اپنا خط کھولا۔

"ڈیئر ایبل، بینک کے فیصلے کے بعد میرے پاس
یہی ایک راستہ بچا تھا۔ اب میرے لیے زندگی میں
کوئی دلکشی نہیں۔ اس عمر میں میں از سرِ نو زندگی کا
آغاز نہیں کر سکتا۔ میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ
میرے خیال میں تم واحد آدمی ہو، جو اس بحران
میں جیت سکتا ہے۔ میں نے اپنی وصیت میں
اپنے 75 فیصد حصص تمھارے نام کر دیئے ہیں۔
میں جانتا ہوں کہ ان کی کوئی قیمت نہیں لیکن اس
طرح کم از کم تم رچمنڈ گروپ کے قانونی مالک تو
بن جاؤ گے۔ تمھیں موقع ملنا چاہیے۔ ممکن ہے، تم
بینک والوں کو قائل کر سکو۔ باقی سب کچھ بشمول
مکان، میں میلانی کے لیے چھوڑ رہا ہوں۔
پلیز...... میری موت کی خبر تم خود اس تک پہنچانا۔
اور پارٹنر...... یقین کرو، تمھیں اپنا داماد بنا کر مجھے
خود پر ہمیشہ فخر رہتا لیکن افسوس...... تمھارا دوست

ڈیوس،

اس روز 23 سال کی عمر میں ایبل نے خود کو بہت بوڑھا محسوس کیا۔ اس نے اس خط کو تین بار پڑھا اور پھر اپنے پرس میں رکھ لیا۔

اس کے بعد وہ یونیورسٹی کیمپس گیا اور اس نے بڑی نزاکت کے ساتھ وہ منحوس خبر میلانی کی سماعت میں انڈیل دی۔ میلانی نے خلاف توقع بڑے تحمل کا مظاہرہ کیا، جیسے وہ اس خبر کی توقع کر رہی ہو۔ ایبل کے سامنے اس کی آنکھوں سے ایک بھی آنسو نہ نکلا۔ ممکن ہے، وہ اس کے آنے کے بعد روئی ہو۔ زندگی میں پہلی بار ایبل نے اس کے لیے ہمدردی محسوس کی۔

اس روز ایبل نے لنچ نہیں کیا۔ وہ اپنی ڈاک کی طرف متوجہ ہوا۔ کانٹی نینٹل ٹرسٹ کے مسٹر کرٹس فینٹن نے اسے مطلع کیا تھا کہ رچمنڈ گروپ کے بینکرز، بوسٹن کے کین اینڈ کابوٹ نے

گروپ کے تمام ہوٹلوں کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ فی الحال کاروبار معمول کے مطابق جاری رہے گا۔ پھر تمام ہوٹلوں کو فروخت کر دیا جائے گا۔ ایبل نے کین اینڈ کابوٹ کے چیئرمین ایلن لائیڈ کے نام خط لکھا۔ پانچ روز بعد اسے اس خط کا جواب موصول ہوا۔ اس جواب کے ذریعے اسے مطلع کیا گیا کہ 4 جنوری کو اسے شعبہ دیوالیہ قرضداراں کے ڈائریکٹر سے ملاقات کرنا ہے۔ اس دوران بینک کو مسٹر ڈیوس لاری کی اچانک اور اندوہناک موت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی الجھنوں کو سمجھنے کے لیے وقت بھی مل جائے گا۔

اچانک اور اندوہناک موت! اور اس موت کا ذمے دار کون تھا؟ ایبل نے باآواز بلند کہا۔ لہجہ نفرت انگیز تھا۔ اسے ڈیوس لاری کے الفاظ یاد آ گئے۔ انہوں نے مجھے ایک نوجوان کے پاس بھیج دیا۔ وہ تعلیم یافتہ لڑکا تھا۔ کاروبار کے بارے میں کتابی باتیں کر رہا تھا۔ خدا کی قسم اگر میں سنبھل گیا تو اس کا اور اس کے بینک کا ستیاناس کر دوں گا......"

"تم فکر نہ کرو ڈیوس۔" ایبل نے زیرلب کہا۔ "یہ کام تمہاری طرف سے میں کروں گا۔"



4 جنوری 1930ء کو ایبل بوسٹن پہنچا۔ اس نے ٹیکسی پکڑی اور مقررہ وقت سے کچھ پہلے ہی کین اینڈ کابوٹ پہنچ گیا۔ وہ استقبالیہ کمرے میں بیٹھا وال اسٹریٹ جرنل کی ورق گردانی کرتا رہا۔ اخبار کاروباری حضرات کو دلاسہ دے رہا تھا...... 1930ء اچھا سال ثابت ہوگا۔

"مسٹر رونسکی...... مسٹر کین آپ سے ملاقات کریں گے؟" ادھیڑ عمر سیکرٹری نے آ کر کہا۔

ایبل اُٹھا اور کین کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ طویل اور عریض ڈیسک کے عقب میں ایک طویل القامت اور خوبرو نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایبل کا ہم عمر معلوم ہوتا تھا۔ ایبل کی طرح اس کی آنکھیں بھی نیلی اور چمک دار تھیں۔ اس کی پشت کی طرف دیوار پر ایک معمر آدمی کی تصویر آویزاں تھی۔ تصویر اور ڈیسک کے عقب میں بیٹھے ہوئے نوجوان کی صورت میں بے پناہ مشابہت تھی۔ ایبل سمجھ گیا کہ وہ لڑکے کے باپ کی تصویر ہے، یہ شخص اس بحران سے بخیر و خوبی گزر جائے گا۔ بینکار کے لیے تصویر کے دونوں رُخ ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ایبل نے تلخ ہو کر سوچا۔

"میرا نام ولیم کین ہے۔" نوجوان نے ایبل کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ویل مسٹر رونسکی، تشریف رکھیے۔"

"شکریہ"۔ ایبل نے کہا اور بیٹھ گیا۔

"میرا خیال ہے، پہلے مجھے اپنے زاویہ نظر کے مطابق صورت حال کا تجزیہ کرنے کی اجازت دیجیے۔" نوجوان نے کہا۔

"جی ضرور۔"

"مسٹر لاری کی ناوقت اور افسوسناک موت......"

"جو تمہاری خباثت اور سفاکی کا نتیجہ تھی۔" ایبل نے دل ہی دل میں جملہ پورا کیا۔

"...... کے بعد رچمنڈ گروپ کو چلانے کی ذمے داری آپ کے کندھوں پر ہے، جب تک بینک کو کوئی مناسب خریدار نہیں ملتا۔ اگرچہ گروپ کے تمام حصص کے مالک اب آپ ہیں...... لیکن بینک نے مسٹر لاری کو بیس لاکھ ڈالر کا قرضہ دیتے وقت ضمانت طلب کی تھی اور مسٹر لاری نے گیارہ ہوٹلوں کی بنیاد پر قرضہ حاصل کیا تھا۔ چنانچہ اب بینک اس جائداد کا قانونی مالک ہے۔ چنانچہ فی الوقت آپ گروپ کے ہوٹلوں کا انتظام سنبھالنے کے بجائے معذرت کا حق بھی رکھتے ہیں۔" ولیم کو احساس تھا کہ اس کی آخری بات توہین آمیز ہے لیکن کہنے کے سوا چارہ بھی کوئی نہیں تھا۔ اسی لیے وہ اس کام سے بیزار تھا۔

ایک بینکار اپنی طرح ہر شخص سے یہی توقع کرتا ہے کہ مصیبت آتے ہی راہِ فرار اختیار کر جائے۔ ایبل نے نفرت سے سوچا۔

"جب تک بینک کی واجب الادا رقم وصول نہیں ہوتی مسٹر ڈیوس لاری کی تمام جائداد دیوالیہ کے ضمن میں لی جائے گی۔" ولیم کین نے مزید کہا۔ "بینک کے ڈائریکٹر گروپ......" آپ کی ذاتی دلچسپی کو سراہتے ہیں۔ اسی لیے ہوٹلوں کی فروخت کے سلسلے میں کوئی عملی قدم اُٹھانے سے پہلے ضروری سمجھا گیا کہ آپ سے تبادلہ خیال کر لیا جائے۔ ممکن ہے، آپ کی نظر میں کوئی خریدار ہو۔ بہرحال زمین اور عمارت بے حد قیمتی اثاثے ہوتے ہیں۔"

لیکن اتنے قیمتی بھی نہیں ہوتے کہ آپ اس کے پیش نظر میری پشت پناہی کر سکیں۔" ایبل نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بہرحال...... آپ خریدار تلاش کرنے کے لیے مجھے کتنی مہلت دے سکتے ہیں؟"

اچانک ولیم کین کی نگاہ ایبل کی کلائی پر پڑی اُسے ایک نقرئی کنگن دکھائی دیا اور سحر زدہ سا اس کنگن کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کے ذہن میں کوئی بھولی بسری سی یاد کلبلانے لگی یہ کنگن اس نے پہلے بھی کہیں دیکھا تھا...... لیکن کہاں؟ بات کوشش کے باوجود اُسے یاد نہ آسکی۔ وہ بری طرح الجھ کر رہ گیا اور محویت سے نقرئی کنگن کو گھورتا رہا۔



ولیم کو خود پر قابو پانے میں چند لمحے لگے۔ "تیس دن کی مہلت مل سکتی ہے۔" اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "آپ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ گیارہ میں سے دس ہوٹلوں پر یومیہ نقصان بھی

بینک کے کھاتے میں جا رہا ہے۔ صرف شکاگو کو رچمنڈ تھوڑا سا منافع دے رہا ہے۔"

"اگر آپ میرا ساتھ دیں اور مجھے مہلت مل جائے تو میں تمام ہوٹلوں کو کاروباری اعتبار سے منفعت بخش ثابت کر دکھاؤں گا۔ یقین کیجیے، میں ایسا کر سکتا ہوں۔" ایبل نے کہا۔ "جناب آپ مجھے موقع دے کر دیکھیں۔ میں ایسا کر سکتا ہوں۔" ولیم کو جناب کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے الفاظ ایبل کے حلق میں پھنسنے لگے تھے۔

"مسٹر لاری نے بھی یہی بات کہی تھی۔" ولیم نے جواب دیا "لیکن یہ معاشی اعتبار سے بہت برا وقت ہے۔ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ ہوٹلنگ کا کاروبار پنپ سکے گا۔ مسٹر رونسکی...... ہم بینکار ہیں، ہوٹل چلانے والے نہیں۔"

اب ایبل کو اس خوش لباس نوجوان پر غصہ آنے لگا تھا۔ ڈیوس نے ولیم کین کے بارے میں ٹھیک کہا تھا۔ وہ کتابی باتیں کر رہا تھا۔ "برا وقت ہوٹلوں کے اسٹاف کے لیے بھی ہے۔" اس نے کہا۔ "آپ ان کو روزی سے محروم کریں گے۔ آپ نے یہ بھی سوچا کہ اُن کا کیا ہوگا۔"

"مسٹر رونسکی اُن کے بارے میں سوچنا ہماری ذمے داری نہیں۔ مجھے تو بینک کے مفاد پیش نظر رکھنا ہے۔"

"آپ کا اشارہ شاید اپنے ذاتی مفاد کی طرف ہے۔" ایبل نے تپ کر کہا۔

نوجوان ولیم کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ "آپ کا یہ تبصرہ ناانصافی پر مبنی ہے مسٹر رونسکی۔ اگر مجھے اس بحران کا احساس نہ ہوتا، جس سے آپ دوچار ہیں تو میں اسے کبھی برداشت نہ کرتا۔"

"کاش آپ نے یہ احساس مسٹر لاری کی زندگی میں کر لیا ہوتا۔ مسٹر کین، آپ نے انہیں قتل کیا ہے۔ ایسے، جیسے آپ نے انہیں اپنے ہاتھوں سے بارھویں منزل کی اُس کھڑکی سے دھکیلا ہو۔ آپ اور آپ کے ساتھی مزے میں ہیں۔ آپ لوگ اچھے دنوں میں ہمارے خون پسینے کی کمائی میں حصہ بٹاتے ہیں، اور برے وقت میں ہم لوگوں کے وجود کو روندتے ہوئے چلتے ہیں، جیسے ہم انسان نہیں، قالین ہوں۔"

اب ولیم بھی برہم ہو چکا تھا۔ لیکن ایبل کے برعکس اس کا غصہ اس کے قابو میں تھا، بڑی ظاہر نہیں ہو سکی۔ "اس طرح کا تبادلہ خیال ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا مسٹر رونسکی۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اگر تیس روز کے اندر اندر آپ کوئی خریدار تلاش نہ کر سکے تو ہم ہوٹلوں کو نیلام کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"اس کے بعد آپ شاید مجھے مشورہ دیں گے کہ میں کسی اور بینک سے قرضہ طلب کروں۔" ایبل نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میرا ریکارڈ آپ کے سامنے ہے۔ اس کے باوجود

آپ میری مدد نہیں کر رہے تو اور کوئی کیا میرا ساتھ دے گا۔"

"یہ تو آپ کا معاملہ ہے، آپ جانیں۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ مجھے بورڈ کی طرف سے ہدایات ملی ہیں کہ اس اکاؤنٹ کا جلد از جلد تصفیہ کر دوں۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ آپ 4 فروری تک مجھے بتا دیجیے کہ آپ کو کوئی خریدار ملا یا نہیں۔ خدا حافظ مسٹر رونسکی۔" یہ کہہ کر ولیم اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے ایبل کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ لیکن اس بار ایبل نے اسے نظر انداز کر دیا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ پلٹا۔

"فون پر آپ سے گفتگو کے بعد مجھے توقع تھی مسٹر کین کہ آپ پشیمان ہوں گے اور میری مدد کر کے اس زیادتی کی تلافی کریں گے لیکن میں غلطی پر تھا۔ آپ ظاہر میں...... باطن میں...... ہر طرف سے ایک مکمل خبیث ہیں۔ آج رات سوتے وقت مجھے یاد کیجیے گا۔ صبح اُٹھ کر بھی مجھے یاد کیجیے گا۔ کیونکہ آج کے بعد میں ہر لمحہ آپ کے خلاف منصوبے بناتا رہوں گا۔"

ولیم کھڑا بند دروازے کو دیکھتا رہا۔ نقرئی کنگن اسے اب بھی اُلجھن میں مبتلا کیے ہوئے تھا۔ وہ یاد کرنے کی کوشش کرتا رہا کہ اس نے یہ کنگن پہلے کب اور کہاں دیکھا ہے۔

اس کی سیکرٹری واپس آئی۔ "بہت خوفناک آدمی تھا۔" وہ بولی۔

"نہیں...... ہرگز نہیں۔" ولیم نے جواب دیا۔ "اس کا خیال ہے، اس کے پارٹنر کی موت کے ذمے دار ہم لوگ ہیں۔ اور اب ہم اس کے ملازمین کو بے روزگاری کا خیال کیے بغیر اس کا کاروبار ختم کیے دے رہے ہیں۔ وہ تو خیر ہے ہی نقصان میں...... اور یہ سب کچھ ہم اس حقیقت کے باوجود کر رہے ہیں کہ وہ اپنی اہلیت ثابت کر چکا ہے۔ جن حالات سے وہ دوچار ہے، ان کے پیش نظر اس کے رویے کو میں انتہائی مہذبانہ اور شائستہ قرار دوں گا۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے بورڈ کے اس کی پشت پناہی نہ کرنے کے فیصلے پر افسوس ہے۔" ولیم نے نظریں اُٹھا کر اپنی سیکرٹری کو دیکھا اور چند لمحوں کے توقف کے بعد بولا۔ "مسٹر کوہن کا نمبر ملاؤ پلیز۔"

✻

ایبل اگلی صبح شکاگو واپس آیا، اُس کا خون ابھی تک کھول رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ولیم کین کی زیادتی کو وہ کبھی نہ بھلا سکے گا۔ اس کی ذہنی کیفیت ایسی تھی کہ وہ ہاکر کی آواز بھی نہ سن سکا جو ہیجانی انداز میں نہ جانے کیا چیخ رہا تھا۔ ایبل نے ٹیکسی روکی اور عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ "رچمنڈ ہوٹل چلو۔" اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"آپ صحافی ہیں؟" ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"یہ خیال تمہیں کیوں آیا؟"

"آپ رچمنڈ ہوٹل جا رہے ہیں نا...... شہر بھر کے رپورٹر آج وہیں موجود ہیں۔" ایبل کی

سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا چکر ہے۔ ہوٹل میں ایسا کوئی پروگرام بھی نہیں تھا، جس سے صحافی برادر[ی]
کوئی دلچسپی ہو۔" اگر آپ صحافی نہیں ہیں تو بہتر ہے کہ میں آپ کو کسی دوسرے ہوٹل م[یں]
چلوں۔" ڈرائیور نے مزید کہا۔

"کیوں؟" ہیبل اور اُلجھ گیا۔

"آپ رچمنڈ میں قیام نہیں کر سکیں گے۔ ہوٹل جل چکا ہے۔"

"اسی وقت ٹیکسی مڑی اور ہیبل کو وہ کھنڈر نظر آیا، جو کبھی رچمنڈ ہوٹل ہوتا تھا۔ سڑک پر
ہوئی لکڑیوں کا انبار تھا اور پانی بہہ رہا تھا۔ ہوٹل کے سامنے پولیس کاریں اور فائر بریگیڈ کی
گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ہیبل ٹیکسی سے اُترا اور سوختہ عمارت کی طرف لپکا۔ اس کی مٹھیاں بھنچی ہو[ئی]
تھیں۔ وہ زخم والی ٹانگ پر گھونسے مار رہا تھا لیکن اب وہ درد بھی اس کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ شاید محسو[س]
کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں رہ گیا تھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو کتو۔" وہ دیوانگی کے عالم میں چلایا۔" میں اس سے کہیں بدتر حالات [سے]
گزر چکا ہوں۔ اب بھی میں ہی جیتوں گا۔ میں رُوسیوں سے...... جرمنوں سے اور ترکوں سے نبرد آ[زما]
ہوا...... اور بالآخر میں ہی جیتا۔ وہ ذلیل شخص ولیم کین...... میں اسے بھی شکست دوں گا۔ یاد رکھو
میں ختم ہونے والا نہیں ہوں۔ ہیبل رونسکی کو کوئی طاقت فنا نہیں کر سکتی۔"

اسسٹنٹ منیجر نے ہیبل کو ٹیکسی سے اُترتے دیکھا تو اُس کی طرف لپکا۔ ہیبل نے بڑ[ی]
مشکل سے خود پر قابو پایا۔" اسٹاف اور ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے لوگ تو خیریت سے ہیں نا؟" اس [نے]
اسسٹنٹ منیجر سے پوچھا۔

"جی ہاں، خدا کا شکر ہے۔ ہوٹل تقریباً خالی تھا۔ اس لیے اندر موجود لوگوں کو بحفاظت
نکالنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ صرف دو افراد آگ کی لپیٹ میں آئے۔ وہ اسپتال میں ہیں [اور]
اُن کی حالت تسلی بخش ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔"

"خدا کا شکر ہے۔ ویسے ہوٹل بھی بیمہ شدہ تھا۔ میرا خیال ہے، دس لاکھ ڈالر سے زیادہ [کی]
پالیسی ہے۔ ممکن ہے، یہ تباہی بھی سودمند ثابت ہو۔"

"ممکن ہے۔ لیکن اخبارات کچھ اور ہی کہہ رہے ہیں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"آپ خود ہی پڑھ لیجیے۔"

ہیبل نے نیوز اسٹینڈ سے شکاگو ٹریبیون خریدا۔ اخبار کی سرخی ہی اسے سب کچھ سمجھا[نے]
کے لیے کافی تھی۔ رچمنڈ ہوٹل کی آتشزدگی۔ شبہ کیا جا رہا ہے کہ آگ جان بوجھ کر لگائی گئی ہے۔" ہیبل

نے عجیب سے انداز میں سر جھٹکا اور بڑبڑایا۔" اور کچھ کی تو نہیں رہ گئی۔" پھر اس نے سرخی پر دوبارہ
نظر ڈالی۔

"آپ کچھ پریشان ہیں؟" نیوز بوائے نے پوچھا۔

"ہاں...... لیکن کوئی خاص بات نہیں۔" ہیبل نے کہا۔" انکوائری انچارج کون ہے؟" اس
نے اسسٹنٹ منیجر سے پوچھا۔

"وہ آفیسر جو پولیس کار سے ٹیک لگائے کھڑا ہے۔" اسسٹنٹ منیجر نے اشارے سے
بتایا۔" اس کا نام کیپٹن اومیلی ہے۔"

"خیر...... تم تمام اسٹاف کو اینکسی میں اکٹھا کر لو۔ کل صبح دس بجے میں ان سے بات کروں
گا۔ اگر کسی کو مجھ سے کام ہو تو اسٹیونز میں مجھ سے مل لے۔ مجھے ابھی اس معاملے پر غور کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے باس۔"

ہیبل، کیپٹن اومیلی کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کیپٹن سے اپنا تعارف کرایا۔ طویل
القامت افسر نے اس سے بڑے تپاک سے ہاتھ ملایا۔" گویا گمشدہ منیجر لوٹ آیا ہے۔" اس نے کہا۔

"یہ کوئی مزاحیہ صورتِ حال تو نہیں ہے کیپٹن۔"

"میں معافی چاہتا ہوں۔" کیپٹن نے جلدی سے کہا۔" صورتِ حال مزاحیہ نہیں ہے۔
آیئے...... کیوں نہ میرے ساتھ ایک ڈرنک ہو جائے؟"

کیپٹن نے ہیبل کا ہاتھ تھاما اور اسے سٹی گن ایونیو پر واقع ایک کیفے میں لے گیا۔ کیفے
میں پہنچ کر اس نے ملک شیک کا آرڈر دیا۔ ہیبل کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ اس کی زندگی میں لڑکپن کا
دور آیا ہی نہیں تھا۔ وہ اس کی زندگی کا پہلا ملک شیک تھا۔

"جی ہاں...... ملک شیک مزاحیہ چیز ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس شہر میں ہر شخص پابندی کی
خلاف ورزی کرتے ہوئے بوربن یا کم از کم بیئر پیتا ہے۔" کیپٹن نے کہا۔" میں سوچتا ہوں، کم از کم
مجھے تو قانون کا احترام کرنا چاہیے۔ ویسے بھی پابندی ہمیشہ تو نہیں رہے گی۔ اس کے بعد گینگسٹرز سے
میری ٹھنے گی کیونکہ پابندی ختم ہونے کے بعد بھی میں ملک شیک پیتا رہوں گا۔ مجھے ملک شیک پسند ہے۔"

ہیبل پھر ہنس دیا۔

"اب ہم آپ کے مسئلے کی طرف آتے ہیں۔ مسٹر رونسکی پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو
بیمے کی رقم ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ فائر ایکسپرٹس نے تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ بہت سی جگہیں تیل
سے تر ملی ہیں۔ آگ لگانے والوں نے اس حقیقت کو چھپانے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی۔ تہ خانے
میں تیل ہی تیل تھا۔ پورے ہوٹل کے لیے ایک تیلی ہی کافی تھی۔"

"آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ اس واردات کے ذمے دار افراد کون ہیں؟" ایبل نے پوچھا۔

"یہ سوال تو مجھے آپ سے پوچھنا ہے۔ آپ کے علم میں کوئی ایسا شخص [illegible] یا ذاتی طور پر آپ سے نفرت کرتا ہو؟"

"ایسے تو کم از کم پچاس افراد ہوں گے کیپٹن۔ یہاں آتے ہی میں نے بدعنوان ملازمین کی تطہیر کی تھی۔ میں آپ کو ایسے افراد کی فہرست فراہم کر سکتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔ البتہ آپ کے پاس جب بھی کوئی یقینی اطلاع ہو تو مجھ سے رابطہ قائم کیجیے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ مسٹر رونسکی، یہاں آپ کے دشمنوں کی تعداد کم نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ آپ ہی کا کام ہے۔ آپ نے بیمے کی رقم کے حصول کے لیے ہوٹل کو خود آگ لگوائی ہے۔"

ایبل اسٹول سے اُٹھ گیا۔ اس کے انداز میں برہمی تھی۔

"بیٹھیے...... بیٹھ جایئے۔ غصے میں آنے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ نے تمام دن بوسٹن میں گزارا ہے۔ شکاگو میں آپ ہوٹلوں کو نئی زندگی دینے کے لیے مشہور ہیں...... نہ کہ انہیں راکھ کرنے کے لیے...... آپ یقین کیجیے...... اس واردات کے ذمے دار افراد میری گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔" کیپٹن بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ "یہ ملک شیک میری طرف سے ہے۔ ممکن ہے، مستقبل میں کبھی آپ میرے کام آئیں۔"

کیپٹن نے کاؤنٹر پر ادائیگی کی...... اور وہ دونوں باہر آ گئے۔

"اور ہاں...... انشورنس کمپنی والے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" کیپٹن نے ایبل کو بتایا۔ "مجھے اُن کے نمائندے کا نام تو یاد نہیں رہا۔ بہرحال...... ملاقات ہو ہی جائے گی۔ مسٹر رونسکی، مجھ سے رابطہ رکھیے گا۔ میں یقیناً آپ سے دوبارہ ملنا چاہوں گا۔"

ایبل، کیپٹن کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا...... پھر وہ اسٹیونز کی طرف چل دیا۔ ہوٹل پہنچ کر اس نے کمرہ لیا۔ ڈیسک کلرک، رجسٹر میں ایبل کا نام درج کرتے ہوئے اپنی مسکراہٹ نہ روک سکا۔ ایک ہوٹل کا منیجر...... اور دوسرے ہوٹل میں قیام بات تھی بھی عجیب۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر ایبل نے ولیم کین کے نام رسمی خط لکھا۔ جس میں اس نے کین کو آتشزدگی سے مطلع کیا۔ ایبل نے خط میں یہ بھی لکھا کہ وہ گروپ کے دوسرے ہوٹلوں کے دورے کا پروگرام بنا رہا ہے۔ ایبل کے نزدیک شکاگو رچمنڈ کے کھنڈر کو دیکھ کر افسوس کرنا بے سود تھا۔

اگلی صبح ناشتہ کرتے ہی اس نے بینک کا رُخ کیا۔ اس نے کرٹس کو بتایا کہ کین اینڈ کابوٹ

سے اس کے مذاکرات ناکام ثابت ہوئے...... اور اب وہ رچمنڈ گروپ کے لیے کسی ایسے خریدار کی جستجو میں ہے، جو تین لاکھ ڈالر ادا کر سکے۔

"دیکھیے...... میں کوشش کروں گا۔" کرٹس نے کہا۔ "جب آپ نے گروپ کے 25 فیصد حصص خریدے تھے، میں نے اس وقت کہا تھا کہ ہوٹل کا کاروبار بہت اچھا ہے۔ میرا نظریہ اب بھی یہی ہے۔ مسٹر رونسکی...... میں آپ کو دیکھتا ہوں۔ گزشتہ دو سال میں آپ نے کاروبار کو جس طرح سنبھالا ہے، وہ میرے لیے متاثر کن ہے۔ میرے بس میں ہوتا تو میں آپ کی یقیناً مدد کرتا۔ تاہم...... میں ادھر اُدھر بات کروں گا۔ ویسے آپ کو اندازہ نہیں کہ اس شہر میں آپ کے کتنے مداح ہیں۔"

ایبل مسکرا دیا کیپٹن نے دشمنوں کا تذکرہ کیا تھا...... اور اب بینک منیجر دوستوں کی بات کر رہا تھا۔ ایبل نے کرٹس کا شکریہ ادا کیا اور باہر نکل آیا۔ کاؤنٹر پر اس نے ہوٹل کے اکاؤنٹ سے پانچ ہزار ڈالر نکلوائے۔ صبح کا باقی وقت اس نے رچمنڈ کی انیکسی میں گزارا۔ اس نے اسٹاف کے ہر فرد کو دو ہفتے کی تنخواہ دی اور انہیں کم از کم ایک ماہ تک انیکسی میں ٹھہرنے کی ہدایت کی۔ پھر وہ اسٹیونز واپس آیا۔ اب وہ گروپ کے دوسرے ہوٹلوں کے معائنے کے لیے نکلنے کو تیار تھا۔

اس نے اپنی بیوک میں سفر کا آغاز کیا۔ پہلا پڑاؤ سینٹ لوئیس رچمنڈ تھا۔ ایک ماہ کے اندر وہ تمام ہوٹلوں کا جائزہ لے چکا تھا۔ تمام ہوٹل نقصان میں جا رہے تھے لیکن ایبل کے نزدیک صورتِ حال مایوس کن نہیں تھی۔ تمام ہوٹل اپنی اپنی جگہ بہترین مقامات پر واقع تھے۔ اس نے ہر ہوٹل کی بیمہ پالیسی کا جائزہ بھی لیا۔ سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا۔ ڈلاس رچمنڈ پہنچتے پہنچتے اُسے یقین ہو گیا کہ اگر وہ بیس لاکھ ڈالر میں تمام ہوٹل خریدے گا، بہت فائدے میں رہے گا۔ کاش...... اسے موقع مل جاتا تو یہی ہوٹل منفعت بخش ثابت ہوتے۔

ایک ماہ بعد وہ شکاگو واپس آیا اور اس نے اسٹیونز میں کمرہ لیا۔ کاؤنٹر پر اس کے لیے کئی پیغامات موجود تھے۔ کیپٹن اومیلی، ولیم کین، کرٹس فینٹن اور ہری بورن نامی ایک شخص...... یہ تمام لوگ اس سے رابطے کے خواہش مند تھے۔

ایبل نے سب سے پہلے کیپٹن سے فون پر بات کی کیپٹن نے اسے مشی گن ایونیو والے ریسٹوران میں ملنے کو کہا۔ کیپٹن قدرے تاخیر سے آیا اور اس سے معذرت کرنے کی زحمت بھی نہیں کی۔

"اس طرح کی کیا تک تھی؟" ایبل نے پوچھا۔

"تم میرے مقروض ہو...... ملک شیک کے...... اور میں ملک شیک کسی قیمت پر نہیں چھوڑتا۔"

ایبل نے فوراً ملک شیک کا آرڈر دے دیا۔ "اب بتاؤ...... بات کہاں تک پہنچی؟" اس نے کیپٹن سے پوچھا۔

''فائر ایکسپرٹس نے ٹھیک کہا تھا۔ آگ دانستہ لگائی گئی تھی۔ ہم نے ڈیسمنڈ نامی ایک
کو گرفتار کیا ہے، جو تم سے پہلے شکاگو رچمنڈ کا منیجر تھا۔''

''ہاں...... میں نے اسے بدعنوانی کے الزام میں برطرف کیا تھا...... اور اس نے جاتے
جاتے مجھے دھمکیاں بھی دی تھیں۔ لیکن میرے لیے دھمکیاں نئی چیز نہیں ہیں کیپٹن۔''

''بہرحال، ڈیسمنڈ ہی آتشزدگی کا ذمے دار ہے۔ انشورنس والوں کا کہنا ہے، جب تک
یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ تمہارے اور ڈیسمنڈ کے درمیان اشتراک نہیں تھا، وہ ادائیگی نہیں کریں گے۔''

''میں پہلے ہی کچھ کم پریشان نہیں ہوں۔'' ایبل نے کہا۔ ''ویسے تمہیں یہ یقین کیوں ہے
کہ آتشزنی کے پیچھے ڈیسمنڈ ہی کا ہاتھ ہے؟''

''جس روز آگ لگی، اسی روز وہ اسپتال میں داخل ہوا ہے وہ جھلسا ہوا تھا۔ اس نے فوراً
اعتراف بھی کر لیا۔ وہ تو انتقام لے کر خوش تھا۔''

''اور ملک شیک منگواؤں؟''

''میں کفرانِ نعمت پر مجبور ہوں۔'' کیپٹن نے افسردہ ہو کر کہا۔ ''کام بہت زیادہ ہے
لگ مسٹر روسنکی۔ میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ تمہارے اور ڈیسمنڈ کے درمیان
کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر میں کامیاب ہو گیا تو تمہیں پالیسی کی رقم مل جائے گی۔ میں ہر خدمت کے
لیے حاضر ہوں۔ مجھ سے ملتے رہنا۔'' اس بار اُس کے انداز میں بے تکلفی تھی۔ پھر وہ اُٹھا
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''ایبل اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا...... وہ بھی کیفے سے نکل آیا۔ باہر آ کر وہ تباہ شدہ
رچمنڈ کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ اسٹیونز کی طرف چل دیا۔ کاؤنٹر پر ہنری بورن کا ایک اور پیغام موجود
تھا...... لیکن یہ تحریر نہیں تھا کہ وہ کہاں ملے گا۔ یہ معلوم کرنے کی ایک ہی صورت تھی۔ چنانچہ ایبل نے
ٹیلی فون ڈائریکٹری سنبھالی۔ بالآخر اسے معلوم ہو گیا کہ ہنری بورن، انشورنس کمپنی کا کلیم انسپکٹر ہے
ایبل نے فون کر کے اس سے ملاقات کا وقت طے کیا۔ پھر اس نے ولیم کین کو فون کیا اور اسے
ہوٹلوں کے دورے کی رپورٹ دی۔ ''میں پھر کہہ رہا ہوں مسٹر کین وہ تمام ہوٹل منافع بخش ثابت ہوں
گے۔ مجھے صرف آپ کے بینک کی مدد اور کچھ مہلت درکار ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ شکاگو رچمنڈ منافع
دینے لگا تھا۔'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''ممکن ہے، آپ کر سکتے ہوں۔ لیکن بینک خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہے۔ آپ کے
پاس پانچ دن کی مہلت رہ گئی ہے۔ گڈ ڈے مسٹر ایبل۔''

''باسٹرڈ۔'' ایبل دہاڑا...... لیکن رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ ''کسی دن میں تمہیں بتاؤں گا

میں کیا ہوں؟'' وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولا۔

اب شیڈول کے مطابق ایبل کو ہنری بورن سے ملاقات کرنا تھی۔ ہنری بورن طویل
القامت اور خوش رو آدمی تھا۔ اس کی کنپٹیوں کے بال سفید ہو رہے تھے۔ اس نے بھی وہی کچھ بتایا،
جو ایبل کو کیپٹن اومیلی سے معلوم ہوا تھا۔ تاہم اس کا رویہ ہمدردانہ تھا۔

''رچمنڈ گروپ کے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ ہوٹل دوبارہ تعمیر کرا سکے؟'' اس نے پوچھا۔

''گروپ کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ بینک والے مجھ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ
ہوٹل فروخت کر دیے جائیں۔'' ایبل نے جواب دیا۔

''تم پر دباؤ کیوں ڈال رہے ہیں؟''

ایبل نے اسے تفصیل بتائی۔ ہنری یہ جان کر کچھ حیران ہوا کہ اب تمام ہوٹل ایبل کی
ملکیت ہیں۔ اس بات پر اسے مزید حیرانی ہوئی کہ بینک والے ایبل کی اعانت نہیں کر رہے ہیں۔
''حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ڈیوس لاری کا پہلا ہوٹل صرف اور صرف تمہاری وجہ سے منافع دینے کے
قابل ہوا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ ان دنوں بینکوں پر برا وقت آیا ہوا ہے۔ اس کے باوجود انہیں
کاروباری شعور کا ثبوت دینا چاہیے۔'' اُس نے کہا۔

''اُس بینک کے لوگ کاروباری شعور سے عاری ہیں۔''

''لیکن کانٹی نینٹل ٹرسٹ کا کرٹس فینٹن بہت معقول آدمی ہے۔''

''کانٹی نینٹل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔'' ایبل نے کہا۔ ''ہوٹلوں کے کاغذات بوسٹن
کے کین اینڈ کابوٹ نامی بینک کے قبضے میں ہیں۔''

ہنری بورن کا چہرہ یکلخت سپید ہو گیا۔

''تم ٹھیک تو ہو؟'' ایبل نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

''ہاں...... ہاں میں ٹھیک ہوں۔''

''ایسا لگتا ہے کہ تم کین اینڈ کابوٹ سے واقف ہو۔''

''یہ بات آف دی ریکارڈ ہے۔'' ہنری بورن نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''ایک بار میری کمپنی
کا اس بینک سے واسطہ پڑ چکا ہے۔ معاملہ عدالت تک جا پہنچا تھا۔''

''کیوں؟''

''راز داری کا معاملہ ہے۔ میں تمہیں تفصیل نہیں بتا سکتا۔ تاہم یہ سمجھ لو کہ بینک کے ایک
ڈائریکٹر نے ہمارے ساتھ بددیانتی کی تھی۔''

''اس ڈائریکٹر کا نام کیا ہے؟''

“تم نے کس ڈائریکٹر کے ساتھ معاملات کیے تھے؟” ہنری نے پوچھا۔

“ولیم کین سے۔”

ہنری پھر جھجکا۔ “ہوشیار رہنا۔” اس نے کہا۔ “وہ دنیا کا ذلیل ترین آدمی ہے۔ میں تمہیں اس کے متعلق بہت کچھ بتا سکتا ہوں۔ لیکن بات صرف میرے اور تمہارے درمیان رہے گی۔”

“مسٹر ہنری۔ ولیم کین نے ڈیوس لاری کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، میں اسے نہیں بھلا سکتا۔ مجھے ولیم کین سے یہ حساب برابر کرنا ہے۔”

“اس سلسلے میں میں ہر ممکن مدد کے لیے تیار ہوں لیکن میں پھر کہوں گا کہ یہ سب کچھ صرف میرے اور تمہارے درمیان رہنا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ جیسے ہی یہ بات ثابت ہوئی کہ ہوٹل کی آتش زنی میں صرف ڈیسمنڈ کا ہاتھ ہے اور تم اس میں ملوث نہیں ہو، میری کمپنی پالیسی کی رقم فوراً ادا کر دے گی۔”

ہنری سے ملاقات کر کے ایبل، اسٹیونز واپس آیا۔ اس نے اسٹیونز کے ڈائننگ ہال میں لنچ کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ اسٹیونز کے انتظامات پر تنقیدی نظر ڈالنا چاہتا تھا لیکن اس بار ڈیسک پر ایک اور پیغام اس کا منتظر تھا۔ ڈیوڈ مارٹن نامی کسی شخص نے اسے لنچ پر مدعو کیا تھا۔

“ڈیوڈ مارٹن۔” ایبل نے باآواز بلند کہا۔ ڈیسک کلرک نے اسے چونک کر دیکھا۔ “نام جانا پہچانا ہے۔”

“مسٹر رونسکی...... مسٹر مارٹن اس ہوٹل کے مالک ہیں۔”

“اوہ...... پلیز، مسٹر مارٹن کو آگاہ کر دو کہ مجھے اُن کے ساتھ لنچ کر کے خوشی ہوگی۔” ایبل نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ البتہ ممکن ہے، مجھے چند منٹ کی تاخیر ہو جائے۔”

“میں انہیں آگاہ کر دوں گی جناب۔” ڈیسک کلرک نے کہا۔

“ایبل نے اپنے کمرے میں آ کر کپڑے بدلے۔ وہ سوچتا رہا کہ ڈیوڈ مارٹن کی دعوت کیا معنی رکھتی ہے۔ وہ تیار ہو کر ڈائننگ ہال میں آیا تو تقریباً تمام میزیں گھر چکی تھیں۔ ہیڈ ویٹر اُسے ایک کارنر ٹیبل کی طرف لے گیا۔ جہاں اسٹیونز کا مالک تنہا بیٹھا تھا۔ اُس نے اُٹھ کر ایبل کا خیر مقدم کیا۔

“میں ایبل رونسکی ہوں۔”

“میں تمہیں جانتا ہوں...... اور تمہاری شہرت اور اچھی ساکھ سے بھی بے خبر نہیں ہوں۔ بیٹھو...... پہلے کھانا منگوا لیں۔”

ایبل، اسٹیونز کی سروس اور کھانے کے معیار کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ معیار کے اعتبار سے اسٹیونز، پلازہ کا ہم پلہ تھا۔ ایبل کو اندازہ ہو گیا کہ رچمنڈ کو شکاگو کا بہترین ہوٹل بنانے کے لیے

اس معیار سے اوپر جانا ہوگا۔

“تم سوچ رہے ہو گے کہ میں نے تمہیں کیوں مدعو کیا ہے۔ مسٹر رونسکی؟” ڈیوڈ مارٹن نے کھانے کے دوران پوچھا۔

“میرا خیال ہے، آپ اسٹیونز کا انتظام سنبھالنے کے لیے میری خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔” ایبل نے ہنستے ہوئے کہا۔

“تمہارا خیال درست ہے مسٹر رونسکی۔” ڈیوڈ مارٹن نے کہا۔ پھر وہ ہنسنے لگا۔ ایبل گنگ ہو کر رہ گیا۔ اس نے تو محض مذاق کیا تھا۔

پانچ ماہ بعد میرا منیجر ریٹائر ہونے والا ہے۔ اسسٹنٹ منیجر بھی ریٹائرمنٹ کے قریب ہے۔”

“آپ کے ہوٹل نے مجھے متاثر کیا ہے۔”

“میرا مقولہ ہے کہ اصلاح کی گنجائش بہر حال رہتی ہے۔ میں طمانیت اور ٹھہراؤ کو ناپسند کرتا ہوں۔” مارٹن نے کہا۔ “میں نے تمہاری سرگرمیوں پر نظر رکھی ہے۔ رچمنڈ کو میں نے ہوٹل تسلیم ہی اُس وقت کیا، جب تم اس کا انتظام سنبھال چکے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ دو تین سال میں تم رچمنڈ کو اسٹیونز کے مقابلے پر لا کھڑا کرتے مجھے افسوس ہے کہ رچمنڈ خاک کر دیا گیا۔”

“مسٹر مارٹن، آپ کی پیشکش اور آپ کا تبصرہ میرے لیے باعث فخر ہے۔”

“مسٹر رونسکی، مجھے یقین ہے کہ تم یہاں خوش رہو گے میں ابتدا میں تمہیں پچاس ڈالر فی ہفتہ اور منافعے کا دو فیصد دوں گا۔ تم جب چاہو، کام شروع کر سکتے ہو۔”

“مجھے آپ کی پیش کش پر غور کرنے کے لیے چند دن درکار ہیں۔” ایبل نے کہا۔ “مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں کہ آپ کی پیشکش بہت معقول ہے...... لیکن میرے چند مسائل ہیں اور اُن مسائل کا تعلق رچمنڈ سے ہے۔”

مٹر لاؤں جناب؟” ایک متبسم ویٹریس نے پوچھا۔ اس کا چہرہ جانا پہچانا تھا۔ ایبل کو یقین ہو گیا کہ وہ پہلے کہیں اس لڑکی سے مل چکا ہے، ممکن ہے، وہ رچمنڈ میں کام کرتی رہی ہو۔

“پلیز...... لے آؤ۔” ایبل نے کہا۔ پھر لڑکی کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ لڑکی بے حد پرکشش تھی۔

“ایسا کرو۔ چند روز میرے ہوٹل میں مہمان رہو۔” مارٹن نے کہا۔ “یوں تم یہاں کا ماحول دیکھ لو گے...... اور تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی رہے گی۔”

“ماحول تو میں ایک دن کے قیام ہی میں دیکھ چکا ہوں۔ مجھے اندازہ ہو گیا ہے...... لیکن میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں رچمنڈ گروپ کا مالک ہوں۔”

ڈیوڈ مارٹن حیران رہ گیا۔ ''یہ تو مجھے اندازہ ہی نہیں تھا۔ میرا خیال تھا، ڈیوس لاری کی گروپ کی مالک ہوگی۔''

ایبل نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا۔ ''اب مسئلہ یہ ہے کہ مجھے کوئی ایسا شخص تلاش کرنا ہے جو بیس لاکھ ڈالر کی سرمایہ کاری کر سکے۔ مجھے یقین ہے کہ رچمنڈ گروپ کو منفعت بخش بنا سکتا ہوں۔''

ڈیوڈ مارٹن سوچ میں پڑ گیا۔ ایک ویٹر برتن اُٹھانے میں مصروف ہوگیا تھا۔

''کافی لاؤں جناب؟'' اُسی ویٹریس نے پوچھا، جس کی صورت ایبل کو جانی پہچانی لگی تھی۔ اب ایبل اس کے متعلق سوچ سوچ کر اُلجھنے لگا تھا۔

''اس کا مطلب ہے، کرٹس فینٹن تمہارے ایما پر رچمنڈ گروپ کے لیے گاہک فراہم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''جی، ہاں...... اور میں اس سلسلے میں خاصا پُراُمید ہوں۔''

''دلچسپ بات ہے۔ میری درخواست ہے کہ مجھے اس سلسلے میں باخبر رکھنا۔''

''یقیناً جناب۔''

''بوسٹن کے بینک نے تمہیں کتنے دن کی مہلت دی ہے؟''

''بس...... مہلت کے صرف چند روز رہ گئے ہیں۔ چند روز میں آپ کی پیشکش کے بارے میں حتمی جواب دے سکوں گا۔''

''شکریہ مسٹر روسنکی۔ تم سے مل کر مجھے خوشی ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ ہم باہم بہت اچھے ثابت ہوں گے۔ ڈیوڈ مارٹن نے کہا اور بڑی گرم جوشی سے، ایبل سے ہاتھ ملایا۔

''شکریہ جناب۔'' ایبل نے کہا۔

ایبل ڈائننگ ہال سے نکلا تو اسی ویٹریس سے اس کی آنکھیں چار ہوگئیں۔ ویٹریس مسکرائی۔ ایبل نے ہیڈ ویٹر سے اس ویٹریس کا نام پوچھا۔

''میں معافی چاہتا ہوں۔ یہ ہوٹل کے ضابطوں کے خلاف ہے۔ اگر آپ کو اُس سے کوئی شکایت ہے تو مجھے بتائیں۔'' ہیڈ ویٹر نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں...... مجھے کوئی شکایت نہیں...... بلکہ میں اس کی تعریف کر رہا ہوں۔''

اس شام کرٹس سے ملاقات کے لیے جاتے ہوئے ایبل پہلے سے زیادہ پُراعتماد تھا۔ مارٹن کی پیشکش نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا تھا۔ شکاگو کے سب سے اچھے ہوٹل کی منیجری بہرحال اعزاز تھی۔ کرٹس نے مسکراتے ہوئے، اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''مسٹر روسنکی...... صبح تک کوئی حوصلہ افزا خبر نہیں تھی۔'' کرٹس نے کہا۔ ''ابھی چند

پہلے ایک پارٹی نے رچمنڈ گروپ میں دلچسپی ظاہر کی ہے۔''

ایبل کی دھڑکنیں بے ربط ہوگئیں۔ ''مجھے اس پارٹی کے بارے میں بتا سکتے ہو؟''

''جی نہیں۔ پارٹی نے مجھ سے مکمل راز داری کا وعدہ لیا ہے۔ یہ ذاتی سرمایہ کاری ہوگی...... اور پارٹی اسے اپنے اصل کاروبار سے علیحدہ رکھنا چاہتی ہے۔''

''ڈیوڈ مارٹن...... خدا تمہارا بھلا کرے۔'' ایبل نے زیرِ لب کہا۔

کرٹس نے سنی ان سنی کر دی۔ اُس کا چہرہ بے تاثر رہا۔ ''مسٹر روسنکی میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ......''

''ٹھیک ہے۔'' ایبل نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''تمہاری یہ پارٹی حتمی فیصلہ کب تک کرے گی؟''

''میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ آپ پیر کے دن تشریف لے آئیں۔''

''ایبل اسٹیونز واپس آتے ہوئے بڑے اچھے موڈ میں تھا۔ بونداباندی شروع ہوگئی تھی۔ ایبل گنگنا رہا تھا۔ اپنے کمرے میں آتے ہی اُس نے ولیم کین کو فون کیا۔ اس نے اس سے استدعا کی کہ اسے پیر تک کی مہلت دی جائے۔ ایک گاہک سامنے آیا ہے۔ کین کچھ ہچکچایا لیکن اس نے مہلت دے دی۔

''باسٹرڈ'' ایبل نے ریسیور ہُک پر لٹکاتے ہوئے باآواز بلند کہا۔ ''کین...... مجھے ذرا سنبھل جانے دو۔ میں تم سے ڈیوس لاری کی موت کا انتقام لوں گا۔''

اب ایبل کو پیر کا انتظار گراں گزر رہا تھا۔ وہ وقت گزاری کے لیے لابی میں گھومتا رہا۔ وہاں اُسے پھر وہی ویٹریس نظر آئی۔ اب ایبل کا تجسس اور بڑھ گیا۔ اور وہ ایک میز پر جا بیٹھا ویٹریس اس کی طرف لپکی۔

''شام بخیر جناب۔'' ویٹریس کے ہونٹوں پر وہی جانی پہچانی مسکراہٹ نظر آئی۔ ''چائے پئیں گے؟''

''ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ جانتے ہیں نا؟'' ایبل نے پوچھا۔

''ہاں لاڈیک۔ خوب جانتے ہیں۔''

ایبل کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ ایک لمحے میں اسے سب کچھ یاد آگیا۔ ''ہاں...... تم زافیا ہو۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

''میں یہاں کام کرتی ہوں۔ آپ چائے پئیں گے جناب؟''

''آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ۔''

"یہ ممکن نہیں ہے لاڈیک۔ ہمیں گاہکوں کے ساتھ مراسم بڑھانے کی اجازت نہیں میری ملازمت جاتی رہے گی۔"

"لیکن میں گاہک نہیں ہوں۔ ہم پرانے دوست ہیں۔"

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ نیو یارک میں قدم جماتے ہی شکاگو آؤ گے اور مجھ سے ملو گے اور جب تم شکاگو آئے تو تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ میں یہاں رہتی ہوں۔" زافیا نے شکوہ کیا۔

"میں شرمندہ ہوں زافیا۔ لیکن مجھے تلافی کا موقع تو دو۔ آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ۔" ایبل نے کہا۔ "سات بجے برنگیڈ میں ملو۔"

برنگیڈ کا نام سن کر زافیا کا چہرہ تمتمانے لگا۔ برنگیڈ شکاگو کا سب سے مہنگا ریسٹورنٹ تھا۔ "نہیں لاڈیک یہ مناسب نہیں۔ 43 ویں سڑک کے ریسٹورنٹ میں ملو۔"

"ٹھیک ہے..... سات بجے شام۔" ایبل نے کہا اور اُٹھ گیا۔

سائج ریسٹورنٹ میں ایبل کو امریکہ میں گزارے ہوئے بدترین دن یاد آ گئے۔ وہ بیٹھا رہا اور زافیا کا انتظار کرتا رہا۔ زافیا بیس منٹ کی تاخیر سے آئی۔ وہ زرد لباس میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔ "شام بخیر لاڈیک۔" اس نے پولش زبان میں کہا۔

"مجھے تمہاری آمد پر خوشی ہوئی۔" ایبل نے انگریزی میں کہا۔ "کیا پیو گی؟"

"کچھ نہیں۔"

وہ دونوں چند منٹ خاموش رہے..... پھر بولے تو ایک ہی وقت میں بولے۔

"میں بھول گیا تھا کہ تم کتنی حسین....." ایبل نے کہنا چاہا۔

"اور سناؤ۔ تم کیسے....." زافیا نے پرسش کی، پھر مسکرائی۔ اس مسکراہٹ میں شرمیلے پنا کی جھلک تھی۔ ایبل کا جی چاہا کہ اسے چھو لے۔ اسے آٹھ سال پہلے والا تجربہ یاد تھا۔

"جارج کا کیا حال ہے؟" زافیا نے پوچھا۔

"میں نے گزشتہ دو سال سے اسے نہیں دیکھا۔" ایبل نے خود کو مجرم محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں یہاں ہوٹل کے کاموں میں اُلجھا رہا اور پھر....."

"میں جانتی ہوں کسی احمق نے ہوٹل کو آگ لگا دی۔"

"تم جانتی تھیں تو مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئیں؟"

"میرا خیال تھا، تم مجھے بھول چکے ہو گے لاڈیک..... اور میرا خیال غلط نہیں تھا۔"

"تم نے مجھے کیسے پہچان لیا؟ میں کافی موٹا ہو گیا ہوں۔"

"تمہاری پہچان کے لیے تمہارا نقرئی کنگن کافی ہے۔" زافیا نے بے حد سادگی سے کہا۔

ایبل نے اپنے کنگن پر نظر ڈالی اور ہنس دیا۔ "تب تو مجھے اس کنگن کا شکر گزار ہونا پڑے گا۔"

"اب تم کیا کر رہے ہو؟"

"ملازمت کی تلاش میں ہوں۔" ایبل نے ڈیوڈ مارٹن کی پیشکش کے بارے میں بتانا مناسب نہ سمجھا۔

"اسٹیونز میں منیجر کی جگہ خالی ہونے والی ہے۔ میرے بوائے فرینڈ نے مجھے بتایا ہے۔"

"بوائے فرینڈ؟" ایبل نے وہ اذیت ناک لفظ دُہرائے۔

"ہاں..... تم اس اسامی کے لیے درخواست دے دو نا۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں ملازمت مل جائے گی۔ میں ابتدا ہی سے جانتی تھی کہ تم امریکہ میں کامیاب رہو گے۔"

"سوچوں گا۔ اطلاع کا شکریہ..... ویسے تمہارے بوائے فرینڈ کو بھی کوشش کرنی چاہیے۔"

"ارے نہیں..... وہ تو محض ایک ویٹر ہے..... میری طرح۔"

"اب کھانا کھائیں۔" ایبل نے کہا۔ فوراً ہی اسے احساس ہو گیا کہ زافیا انگریزی نہیں پڑھ سکتی۔ وہ مینو کو بڑی بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ ایبل نے خود ہی کھانے کا آرڈر دے دیا۔

کھانے کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے تجربات بیان کرتے رہے۔ پھر زافیا نے گھڑی دیکھی اور چونک گئی۔ "صبح میری ڈیوٹی چھ بجے ہے..... اور اب گیارہ بج رہے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"ایبل کو احساس ہی نہیں ہوا کہ چار گھنٹے گزر چکے ہیں۔ اس کا بس چلتا تو رات بھر زافیا سے باتیں کرتا رہتا۔ "پھر ملو گی؟" اس نے پوچھا۔

"اگر تمہارا جی چاہے تو ضرور ملو۔"

ہوٹل کے عقبی سمت وہ سرونٹ کوارٹرز کے دروازے پر رُکے۔ "میں یہاں سے جاؤں گی۔" زافیا نے کہا۔ "اسسٹنٹ منیجر بننے کے بعد تمہیں اندر آنے کی اجازت ہو گی۔"

"تم مجھے ایبل کہہ کر نہیں پکار سکتیں؟"

"ایبل..... لیکن تمہارا نام تو لاڈیک ہے۔"

"یہ نہیں تھا کہو۔ اب میں ایبل رونسکی ہوں۔"

"عجیب نام ہے..... لیکن تمہارے لیے موزوں ہے۔" زافیا نے کہا۔ "کھانے کا شکریہ ایبل..... شب بخیر۔"

ایبل اُسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ بہت زیادہ تنہائی محسوس کر رہا تھا۔ اس رات وہ زافیا کے متعلق سوچتا رہا۔ اس نے آئندہ دو دن مسلسل ڈائننگ ہال میں کھانا کھایا تا کہ زافیا کی برائے نام ہی زیارت ہو جائے۔ اس دوران وہ زافیا کے بوائے فرینڈ کو دیکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ لڑکا ہی تھا اور

اس کے چہرے پر ان گنت مہاسے تھے لیکن وہ اسٹونز کے تمام ویٹرز میں سب سے خوبرو تھا۔

اسیل ہفتے کے روز زافیا کو ڈنر پر لے جانا چاہتا تھا لیکن زافیا مصروف تھی۔ تاہم اتوار کی صبح وہ زافیا کے ساتھ چرچ گیا۔ وہ برسوں بعد چرچ گیا تھا۔ اس نے جس ڈھب سے زندگی گزاری تھی، اس میں چرچ کی اہمیت کہاں رہتی تھی۔ تاہم فائدہ یہ ہوا کہ زافیا نے اسے اپنا ہاتھ تھامنے دیا۔

''تم نے ملازمت کے بارے میں کچھ سوچا؟'' زافیا نے ہوٹل واپس آتے ہوئے پوچھا۔

''کل صبح مجھے یقینی طور پر علم ہو جائے گا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔''

''مجھے خوشی ہوگی اسیل۔ میں جانتی ہوں کہ تم انتہائی اہل اسسٹنٹ منیجر ثابت ہوگے۔''

''شکریہ۔''

''آج رات کھانا میری کزن کے ساتھ کھاؤ۔ میں اتوار کی شام انہی کے گھر گزارتی ہوں۔''

اسیل نے دعوت قبول کرلی۔ زافیا کی کزن اور اس کا شوہر تو اسیل کو متاثر نہ کرسکے۔ البتہ اسیل نے انہیں بہت متاثر کیا وہ لوگ اسیل سے اس کے مستقبل کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ اسیل بہت محتاط انداز میں جواب دے رہا تھا۔

''کل ملوگی مجھ سے؟'' اسیل نے واپس آتے ہوئے زافیا سے پوچھا۔

''اسیل مسکرا دیا۔ وہ اپنے کمرے میں آیا تو مسکرا رہا تھا۔ اسسٹنٹ منیجر اس نے زیر لب دُہرایا اور ہنس دیا۔ وہ کرٹس فینگن سے کوئی اور ہی خبر سننے کو بے تاب ہو رہا تھا۔ اگلی صبح پانچ بجے اُس کی آنکھ کھل گئی۔ نہا دھو کر وہ اخبار پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔ ہوٹل کا ریسٹورنٹ سات بجے کھلتا تھا۔ اسیل ناشتے کے لیے پہنچا تو زافیا وہاں موجود نہیں تھی، البتہ اس کا بوائے فرینڈ موجود تھا۔ اسیل کے نزدیک یہ کوئی اچھا شگون نہیں تھا۔ ناشتے کے فوراً بعد وہ اپنے کمرے میں واپس آگیا۔ اس کے آنے کے پانچ منٹ بعد زافیا بھی ڈیوٹی پر آگئی۔

وہ بینک پہنچا تو معلوم ہوا کہ کرٹس مصروف ہے۔ کلرک نے اسے آدھے گھنٹے بعد آنے کو کہا۔

اسیل تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ وہ نصف گھنٹہ اُس کے لیے برسوں پر محیط ہوگیا۔ اس دوران وہ لاسیل اسٹریٹ میں دُکانوں کے شوکیس جھانکتا پھرا۔ وہ سوچتا رہا کہ کبھی وہ ایسے ملبوسات خریدے گا، جو شوکیسوں میں سجا کر رکھے جاتے ہیں! ان میں نسوانی ملبوسات بھی تھے۔ وہ تصور میں زافیا کو اُن کپڑوں میں ملبوس دیکھتا رہا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ بینک واپس پہنچا۔ اس بار اُسے کرٹس کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ رہی تھیں۔

''صبح بخیر مسٹر رونسکی۔ تشریف رکھیے۔'' کرٹس نے کہا۔ پھر اس نے اپنی دراز سے فائل

نکالی، جس پر بڑے بڑے حروف میں ''خفیہ'' تحریر تھا۔ ''مجھے امید ہے کہ یہ آپ کے لیے خوش خبری ہوگی۔'' اس نے کہا۔ ''ہماری پارٹی جن شرائط پر رچمنڈ گروپ کے ہوٹل خریدنے پر آمادہ ہے، میں انہیں انتہائی معقول قرار دوں گا۔ ہمارا موکل مسٹر لاری کا قرض ادا کر کے آپ کے ساتھ اشتراک میں نئی کمپنی کی داغ بیل ڈالے گا۔ اس کمپنی میں ساٹھ فیصد حصص اس کے اور چالیس فیصد آپ کے ہوں گے۔ آپ کے چالیس فیصد حصص کی مالیت آٹھ لاکھ ڈالر ہوگی۔ یہ ایک اعتبار سے آپ پر قرض ہوگا نئی کمپنی کی طرف سے...... اس قرض کی مدت دس سال ہوگی اور اس پر آپ کو چار فیصد سالانہ سود ادا کرنا ہوگا۔ کمپنی کے منافعے میں اپنے حصے میں سے آپ یہ قرض ادا کرسکیں گے۔ اگر آپ دس سال کے اندر یہ قرضہ اُتارنے میں کامیاب ہوگئے تو کمپنی آپ کو موقع دے گی کہ آپ تیس لاکھ ڈالر ادا کر کے باقی ساٹھ فیصد حصص بھی خرید لیں۔ اس صورت میں رچمنڈ گروپ پوری طرح آپ کی ملکیت ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ آپ کو گروپ کے صدر کی حیثیت سے تین ہزار ڈالر تنخواہ بھی ملے گی۔ آپ انتظام کے سلسلے میں خود مختار ہوں گے۔ آپ کو صرف اہم مالی معاملات میں مجھ سے مشورہ لینا ہوگا۔ میں اپنی رپورٹ براہ راست اپنے موکل کو پیش کروں گا۔ رچمنڈ گروپ کے نئے بورڈ میں میں اس موکل کی نمائندگی کروں گا کیونکہ وہ براہ راست اس میں ملوث نہیں ہونا چاہتا۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ کسی بھی قیمت پر اس کی شخصیت کو سامنے لانے اور اس کے متعلق جاننے کی کوشش نہیں کریں گے۔ آپ کو معاہدے کے بارے میں سوچنے کے لیے چودہ دن کی مہلت دی گئی ہے۔''

اسیل گنگ ہو کر رہ گیا۔

''پلیز...... مسٹر رونسکی کچھ جواب تو دیں۔''

''مجھے چودہ دن کی مہلت کی ضرورت نہیں۔ مجھے یہ تمام شرائط منظور ہیں۔ میں ان کی شخصیت کو راز میں رکھنے کی شرط کا بھی احترام کروں گا۔'' بالآخر اسیل نے کہا۔

''بہت خوب۔'' کرٹس مسکرایا۔ ''گروپ کے اکاؤنٹس کانٹی نینٹل ٹرسٹ میں رکھے جائیں گے۔ مین اکاؤنٹ اسی شاخ میں ہوگا۔ ڈائریکٹر کی حیثیت سے مجھے ایک ہزار ڈالر سالانہ ملیں گے۔''

''مجھے خوشی ہوگی۔''

''بیس لاکھ ڈالر کی ادائیگی کے علاوہ میرے موکل نے ڈھائی لاکھ ڈالر گروپ کے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیے ہیں تاکہ آئندہ چند ماہ تک ہوٹلوں کا کام چلتا رہے۔ یہ بھی قرض ہے۔ اگر یہ رقم ناکافی ہے تو آپ مجھے بتا دیں۔ میں اپنے موکل سے اس سلسلے میں بات کرسکتا ہوں۔''

''ڈھائی لاکھ ڈالر کی رقم بہت کافی ہے۔''

''کرٹس نے دراز کھولی اور ایک کیوبن سگار نکالا۔'' آپ سگار پیتے ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''جی ہاں۔'' ایبل نے جواب دیا۔ حالانکہ اس نے زندگی میں کبھی سگار نہیں پیا تھا۔ اسٹیونز واپس آتے ہوئے وہ بے تحاشہ کھانستا رہا۔ ہوٹل پہنچتے ہی اس کی ڈیوڈ مارٹن سے ملاقات ہوئی۔

''مسٹر رونسکی ...... آج تو تم بہت خوش نظر آ رہے ہو؟''

''جی ہاں...... لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی پیشکش قبول نہیں کرسکوں گا۔''

''کوئی بات نہیں۔ میں بھی خوش ہوں مسٹر رونسکی ...... لیکن تمہاری کامیابی پر مجھے حیرت نہیں ہوئی۔''

''شکریہ جناب...... آپ کی ہر مہربانی کا شکریہ'' ایبل نے اپنے دلی جذبات لفظوں میں سموتے ہوئے کہا۔

ڈیوڈ مارٹن کو وہیں چھوڑ کر ایبل ڈائننگ ہال کی طرف گیا۔ وہ زافیا سے ملنا چاہتا تھا لیکن زافیا چھٹی کر چکی تھی۔ ایبل نے اپنے کمرے میں پہنچ کر سگار سلگایا اور ولیم کین کو فون کیا۔

''مسٹر کین...... میں رچمنڈ گروپ پر اپنا مالکانہ حقوق کا تحفظ برقرار رکھنے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ کانٹی نینٹل ٹرسٹ کے مسٹر کرٹس فینٹن اس سلسلے میں عنقریب آپ سے رابطہ قائم کریں گے۔ لہٰذا اب ہوٹلوں کو نیلام کرنے کی ضرورت نہیں۔''

فون پر چند لمحے خاموشی رہی۔ ایبل خوش تھا کہ اس نے کین کو پہلا ذہنی جھٹکا دے دیا ہے۔

''یہ اطلاع دینے کا شکریہ مسٹر رونسکی۔'' بالآخر ولیم کین نے جواب دیا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ کسی نے آپ کی صلاحیتوں پر اعتماد کیا۔ میں آپ کی کامیابی کے لیے دُعا گو ہوں۔''

''میں جواباً آپ کی کامیابی کی خواہش نہیں کرسکتا مسٹر کین۔'' ایبل نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر وہ بستر پر لیٹ کر مستقبل کے بارے میں سوچتا رہا۔ ایک دن آئے گا، اس نے تصور میں ولیم کین کو مخاطب کیا کہ میں تمہارا بینک خرید لوں گا تب تم بھی کسی ہوٹل کی بارھویں منزل کے کمرے سے چھلانگ لگا کر خودکشی کی خواہش کرو گے۔''

پھر اس نے ریسیور اُٹھایا اور انشورنس کمپنی کے ہنری بورن کا نمبر ملانے لگا۔

......❁......

ولیم نے فون ہک پر لٹکا دیا۔ اُسے ایبل کے رویے پر غصہ نہیں آیا...... بلکہ اس نے لطف محسوس کیا۔ اسے اب بھی افسوس تھا کہ وہ بینک کے ڈائریکٹرز کو ایبل رونسکی کی اہلیت کے سلسلے میں قائل نہیں کرسکا تھا۔ بہر حال اس نے مالیاتی کمیٹی کو تازہ ترین صورتِ حال سے آگاہ کیا اور بری الذمہ ہوگیا۔

چند روز بعد ماتھیو بینک کے شعبہ سرمایہ کاری کے منیجر کی حیثیت سے بوسٹن آ پہنچا۔ اس کی آمد سے ولیم کے کام کا بوجھ آدھا رہ گیا۔ وہ دونوں بیشتر وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزارتے۔ ماتھیو کیٹ کے سلسلے میں ولیم کا ردعمل دیکھ کر حیران تھا۔

''میں اس عورت کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہوں، جس نے ولیم کین جیسے سر پھرے کو بورڈ کی اس میٹنگ میں جاگتی آنکھوں خواب دیکھنے پر مجبور کردیا جس میں یہ فیصلہ ہونا تھا کہ مزید سونا خریدا جائے یا نہیں۔'' اس نے کہا۔

''انتظار کرو۔ تم خود ہی دیکھ لو گے اور مجھ سے اتفاق کرو گے کہ وہ سونے سے کہیں بہتر سرمایہ کاری ہے۔'' ولیم نے جواب دیا۔

''مجھے ویسے ہی تم پر یقین ہے۔ لیکن کم از کم میں یہ اطلاع اپنی بہن سوزن کو پہنچانا پسند نہیں کروں گا۔ اس کے خیال میں، دنیا میں تمہارے سوا کوئی مرد ہی نہیں ہے۔''

ولیم ہنس دیا۔ اس نے کبھی اس سلسلے میں سنجیدگی سے سوچا ہی نہیں تھا۔

کیٹ کی طرف سے آنے والے خطوط کا بنڈل دن بدن موٹا ہوتا جا رہا تھا۔ ولیم تقریباً ہر روز اُن خطوط کو پڑھتا۔ اسے بیشتر خطوط یاد ہو چکے تھے۔ بالآخر وہ خط بھی آ گیا، جس کا وہ بے چینی سے منتظر تھا۔ کیٹ نے محبت بھرے خط میں اسے اپنے بوسٹن آنے کی اطلاع دی تھی۔

اس رات ولیم نے فیصلہ کیا کہ وہ خود جلد بازی سے کام لے گا اور نہ کیٹ کو مجبور کرے گا۔ وہ سوچتا رہا کہ کیٹ کے جذبات میں شوہر سے محرومی کو نہ جانے کتنا دخل رہا ہوگا۔ ایسے میں ضرورت پر محبت کا گمان ہونے لگتا ہے...... اور اسے کیٹ سے صرف محبت...... خالص محبت کی طلب تھی۔ یہی بات اس نے ماتھیو کو بھی بتا دی۔

''زیادہ افلاطون بننے کی ضرورت نہیں۔'' ماتھیو نے اُسے ڈانٹا۔ ''تم گرفتارِ محبت ہو...... یہ تسلیم کرلینا ہی بہتر رہے گا۔''

لیکن ولیم نے اسٹیشن پر کیٹ کو دیکھا تو اپنی ہر احتیاط بھول گیا۔ اسے دیکھتے ہی کیٹ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا تھا۔ وہ مسافروں کو دھکیلتا ہوا کیٹ کی طرف بڑھا اور اس نے بڑی محبت سے کیٹ کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ ''خوش آمدید کیٹ۔ گھر واپسی مبارک ہو۔'' اس کی آواز فرطِ مسرت سے لرز رہی تھی۔

کیٹ نے نرمی سے اپنے ہاتھ چھڑا لیے۔ ولیم ششدر رہ گیا۔ ''ولیم...... میرے والدین سے ملو۔''

اس رات ولیم نے کیٹ کے گھر کھانا کھایا۔ اس کے بعد وہ ہر روز کیٹ سے ملتا رہا۔

ماتھیو نے کیٹ کو دیکھا اور بہت پسند کیا۔ اس نے پیشکش کی کہ ایک کیٹ کے بدلے وہ لیسٹرز بینک ولیم کو دے سکتا ہے۔

ولیم ہنس دیا۔ ”تم جانتے ہو، میں نقصان کا سودا کبھی نہیں کرتا۔“ اس نے جواب دیا۔

”اچھا...... کم از کم یہ تو بتا دو کہ کیٹ جیسی لڑکی کہاں مل سکتی ہے؟“

”شعبہ قرقی میں...... اور کہاں ملے گی۔“

”ولیم جلد از جلد اُسے اپنا اثاثہ بنالو...... ورنہ میں یقیناً بنالوں گا۔“



کساد بازاری کے سال 1929ء کے دوران کین اینڈ کابوٹ کو ستر لاکھ ڈالر کا نقصان ہوا۔ چھوٹے بینک تو بیشتر دیوالیہ ہو گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1930ء کے دوران ولیم پر کام کا دباؤ بہت بڑھ گیا۔ اب فرینکلن روز ویلٹ امریکہ کے صدر تھے۔ وہ اصلاحات کا دور تھا۔ معاشی بحالی کی رفتار خاصی سست تھی۔ ولیم کاروباری پھیلاؤ کی منصوبہ بندی کرتا رہا۔

دوسری طرف ٹونی سائمن نے لندن برانچ کی کایا پلٹ دی۔ اس نے دو سال میں بینک کو معقول منافع دلوایا۔ اس کی کارکردگی ولیم کے مقابلے میں کہیں بہتر رہی...... حالانکہ ولیم سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔

1932ء میں ایلین لائڈ نے ٹونی کو بوسٹن طلب کیا تاکہ وہ بورڈ کے سامنے لندن شاخ کی سرگرمیوں کی تفصیلی رپورٹ پیش کر سکے۔ ٹونی سائمن نے آتے ہی اعلان کیا کہ پندرہ ماہ بعد وہ بینک کی چیئرمین شپ کا امیدوار ہوگا۔ ایلین لائڈ پندرہ ماہ بعد ریٹائر ہو رہا تھا۔ ولیم کو حیرت ہوئی۔ اس کے نزدیک سائمن کے چیئرمین بننے کے امکانات اسی وقت ختم ہو گئے تھے، جب اسے شعبہ سرمایہ کاری سے ہٹا کر لندن بھیجا گیا تھا۔ ولیم کے نزدیک یہ زیادتی تھی۔ برطانیہ کے بہتر حالات میں منافع کمانا سائمن کی اہلیت کا ثبوت ہرگز نہیں تھا، جبکہ امریکہ میں حالات بہت خراب تھے۔ ان حالات میں کاروبار جاری رکھنا ہی بہت بڑی کامیابی تھی۔

1933ء میں ٹونی سائمن پھر بوسٹن واپس آیا۔ تیسرے سال اس کی کارکردگی اور بہتر رہی۔ لندن شاخ نے دس لاکھ ڈالر سے زیادہ منافع کما کر ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ ولیم اس دوران بھی کوئی قابل ذکر منافع نہیں دلا سکا۔ اب ولیم کے پاس صرف چند ماہ تھے اور اسے ان چند ماہ میں بورڈ کے اراکین پر اپنی اہلیت ثابت کرنا تھی تاکہ وہ اسے ٹونی سائمن پر ترجیح دیں۔

کیٹ گھنٹوں بیٹھ کر بڑی توجہ سے ولیم کے مسائل سنتی۔ وہ تبصرے کرتی۔ کبھی کبھار کوئی مشورہ دیتی اور کبھی ولیم کو ٹوکتی کہ وہ خواہ مخواہ معمولی سی بات کو ہوا بنا رہا ہے۔ ماتھیو نے جو اُن دنوں ولیم کے کان

اور آنکھ بن کر رہ گیا تھا، اسے آگاہ کیا کہ مقابلہ سخت رہے گا۔ ولیم اور ٹونی سائمن تقریباً برابر ووٹ حاصل کریں گے۔ بورڈ کے اراکین میں ایسے لوگ بھی ہیں، جن کے خیال میں ولیم ابھی اس عہدے کے لحاظ سے بہت کم عمر ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں، جو 1929ء کے نقصانات کا ذمے دار ٹونی سائمن کو قرار دیتے ہیں۔ ماتھیو نے بتایا کہ بورڈ کے جن اراکین کو ولیم کے ساتھ کام کرنے کا موقع نہیں ملا ہے، اُن کے نزدیک عمر کا فرق زیادہ اہم ہے۔ وہ کہتے ہیں...... ولیم کین کا دور ابھی نہیں آیا ہے۔

”لیکن ولیم، تمہاری پوزیشن بہت مستحکم ہے۔“ ماتھیو نے ایک روز ولیم سے کہا۔ ”تم پورے بورڈ کو معطل کر کے اپنی مرضی کے لوگ لا سکتے ہو۔ تمہیں چیئرمین بننے سے کون روک سکتا ہے۔“

یہ بات ولیم بھی جانتا تھا لیکن وہ پہلے ہی اسی طریق کار کو مسترد کر چکا تھا۔ وہ صرف ذاتی اہلیت کی بنیاد پر عہدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے باپ نے یہ عہدہ دھونس سے حاصل نہیں کیا تھا۔ دوسری طرف کیٹ بھی فیئر پلے کی قائل تھی۔

2 جنوری 1932ء کو ایلین لائڈ نے اپنی 65 ویں سالگرہ کے موقعے پر ہونے والی بورڈ میٹنگ کا سرکلر جاری کیا۔ اس میٹنگ میں بورڈ کے اراکین کو ایلین لائڈ کی جگہ نیا چیئرمین منتخب کرنا تھا۔ جیسے جیسے میٹنگ کا دن قریب آتا گیا، ولیم کی توجہ کام کی طرف سے ہٹتی گئی۔ شعبہ سرمایہ کاری کا سارا بوجھ ماتھیو کے کندھوں پر آن پڑا تھا۔ لیکن ماتھیو کو ولیم سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ولیم کے لیے چیئرمین شپ کی کیا اہمیت ہے۔ وہ اُس کے آنجہانی باپ کا خواب تھا۔ ولیم کو ماتھیو کے تعاون کا احساس تھا۔ وہ اس وقت کا منتظر تھا، جب اسے بھی ماتھیو کی اسی طرح بے غرضانہ مدد کرنے کا موقع ملے گا وہ جانتا تھا کہ ماتھیو کو لیسٹرز بینک کی سربراہی حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ لیسٹرز، کین اینڈ کابوٹ کے مقابلے میں کہیں بڑا بینک تھا۔ اُسے اندازہ بھی نہیں ہوا کہ ماتھیو کو اس کی بے غرض مدد کی کتنی شدید ضرورت پڑنے والی ہے۔

* * *

ایلین لائڈ کی 65 ویں سالگرہ کے موقعے پر بورڈ کے تمام یعنی سترہ اراکین موجود تھے۔ ایلین لائڈ نے افتتاحی اور الوداعی تقریر کی۔ اس نے صرف چودہ منٹ لیے تھے لیکن ولیم کو وہ تقریر گھنٹوں پر محیط محسوس ہوئی۔ ٹونی سائمن اضطراب کے عالم میں اپنے سامنے رکھے پیڈ کو قلم سے تھپتھپا رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ نظر اُٹھا کر ولیم کو بھی دیکھ لیتا۔ دونوں اُمیدواروں نے ایلین لائڈ کی تقریر کا ایک لفظ بھی نہیں سنا۔ بالآخر تالیوں کی گونج میں ایلین لائڈ بیٹھ گیا۔ چند لمحے بعد وہ دوبارہ کھڑا ہوا۔ ”اور اب آپ لوگوں کو میرا جانشین منتخب کرنا ہے، آپ کے سامنے دو اہل ترین امیدوار موجود ہیں۔ او ور سیز

ڈویژن کے ڈائریکٹر مسٹر ٹونی سائمن...... اور شعبہ سرمایہ کاری کے ڈائریکٹر مسٹر ولیم کین، آپ
ان دونوں سے خوب واقف ہیں۔ میں ان کی خوبیاں گنوانے کی بجائے ان دونوں خطاب کا
دوں گا۔"

پہلے ولیم اٹھا۔ یہ بات گزشتہ رات طے ہو چکی تھی، جب دونوں امیدواروں کے درمیا
ٹاس ہوا تھا۔ اپنی بیس منٹ کی تقریر میں ولیم نے اس عزم کا اظہار کیا کہ اُس کی قیادت میں بینک
میدانوں میں قسمت آزمائی کرے گا، جنہیں اب تک نظر انداز کیا گیا ہے۔ اُس نے کھل کر کہا کہ
بینک کو وسعت دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے امکان ظاہر کیا کمرشل بینکنگ کے لیے ایک مشاو
کمپنی بھی کھولی جا سکتی ہے۔ بورڈ کے معمر اراکین بے یقینی سے سر ہلا کر رہ گئے۔ ولیم نے کہا کہ نئے
عزم اور نوجوان سرمایہ کار نئے چیلنج لے کر سامنے آ رہے ہیں۔ کین اینڈ کابوٹ کو اس چیلنج پر پورا اتر
ہوگا۔ اس نے خواہش ظاہر کی بیسویں صدی کے نصف آخر کے آغاز پر کین اینڈ کابوٹ کو ایک
ادارہ ہونا چاہیے۔

ٹونی سائمن نے اپنے مزاج کے عین مطابق روایتی نکتہ نظر پیش کیا۔ اس نے کہا کہ بینک
کو آئندہ چند برسوں میں پہلے اپنی پوزیشن مستحکم کرنا چاہیے۔ محفوظ سرمایہ کاری کی وجہ سے کین ا
کابوٹ کی ساکھ بنی ہے...... اور اس ساکھ کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ اس نے کہا کہ 1929ء میں ا
سبق مل چکا ہے اور وہ اس سبق کو کبھی نہیں بھولے گا۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا کہ اس کے نزدیک
بات زیادہ اہم ہے کہ بیسویں صدی کا دوسرا نصف شروع ہو تو کین اینڈ کابوٹ موجود ہو۔ اصل اہمی
بقا کی ہے۔ اس کے لہجے اور انداز میں بلا کا اعتماد تھا۔

ٹونی اپنی تقریر کے بعد بیٹھا تو یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ بورڈ کے اراکین کو کس نے زیا
متاثر کیا۔ دیکھنا یہ تھا کہ بورڈ کے اراکین پیش قدمی کے حق میں ووٹ دیتے ہیں یا اپنی جگہ مضبو
سے کھڑے رہنے کے حق میں......

ایلن لائڈ نے بتایا کہ دونوں امیدوار اور وہ خود ووٹ نہیں دیں گے۔ چودہ ممبروں
بیلٹ دیے گئے، جو انہوں نے بھر کر ایلن لائیڈ کی طرف بڑھا دیے۔ ایلن لائڈ نے گنتی شروع کر دی
ولیم اپنے سامنے رکھے پیڈ پر نظر جمائے بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ پسینے سے بھیگ رہے تھے۔ ایلن
گنتی مکمل کی تو کمرہ سرگوشیوں سے گونجنے لگا۔ چھ ووٹ ولیم کے حق میں تھے...... چھ ٹونی سائمن کے
حق میں...... جبکہ دو بیلٹ سادہ تھے۔ ولیم نے گہری سانس لی اور نظریں اٹھالیں۔ ماتھیو کا انداز
درست ثابت ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے، اس صورت حال میں دوبارہ ووٹنگ کرانا بہتر رہے گا۔" ایلن لائڈ نے
توقف کے بعد کہا۔ "ممکن ہے، اس بار ووٹ نہ دینے والے دو اراکین بھی کسی نتیجے پر پہنچ جائیں۔"
دوبارہ پرچیاں تقسیم کی گئیں۔ اس بار ولیم کو نظریں اُٹھانے کی بھی ہمت نہیں ہوئی۔ وہ دم
سادھے بیٹھا تھا۔ پرچیاں ایلن لائڈ کو واپس کی گئیں۔ وہ ایک ایک کر کے پرچیاں کھولنے لگا۔ ہر بار وہ
نام پکارتا...... "ولیم کین، ٹونی سائمن، ٹونی سائمن، ٹونی سائمن۔"...... ٹونی سائمن کے تین ووٹ......
ولیم کین کا ایک ووٹ...... "ولیم کین...... ولیم کین، ٹونی سائمن"...... چار تین "ولیم کین، ولیم کین، ولیم
کین"...... چار، چھ...... ٹونی سائمن، ٹونی سائمن، ولیم کین...... اب ولیم کو ٹونی سائمن پر سات کے
مقابلے میں چھ ووٹ کی سبقت حاصل تھی۔ ایلن لائڈ کے ہاتھ میں آخری پرچی تھی۔ پھر اس نے وہ
پرچی کھولی۔ "ٹونی سائمن۔" اس نے اعلان کیا۔ "دونوں اُمیدواروں کو سات سات ووٹ ملے ہیں۔"

ولیم جانتا تھا کہ اب ایلن کو فیصلہ کن ووٹ استعمال کرنا ہے۔ ایلن نے اب تک یہ ظاہر
نہیں کیا تھا کہ وہ کس امیدوار کے حق میں ہے لیکن ولیم کو بہت پہلے سے یقین ہو گیا تھا کہ اگر انتخاب
اس مرحلے تک آ گیا تو ایلن ٹونی سائمن پر اسے ترجیح دے گا۔

"ووٹنگ دوبار برابر ہو چکی ہے۔ میرا خیال ہے بورڈ کا کوئی رکن اپنی رائے تبدیل کرنے
کو تیار نہیں۔ اب مجھے فیصلہ کن ووٹ دینا ہے۔ مجھے فیصلہ کرنا ہے کہ کین اینڈ کابوٹ کا نیا چیئرمین
کون ہوگا۔ یہ بھاری ذمے داری مجھے اٹھانی ہے۔ مجھے کین اینڈ کابوٹ کی قیادت کے لیے مناسب
ترین آدمی منتخب کرنا ہے۔" ایلن لائڈ نے کچھ توقف کیا، پھر بولا۔ "اور میرے نزدیک وہ شخص ٹونی
سائمن ہے۔"

ولیم کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ دوسری طرف ٹونی سائمن بھی حیران تھا۔ پھر اس نے خود
کو سنبھالا۔ وہ اٹھا...... ایلن نے اس کے لیے کرسی خالی کر دی اور خود اس کی جگہ آ بیٹھا۔ ٹونی سائمن نے
چیئرمین کی حیثیت سے بینک کے بورڈ سے پہلا خطاب کیا۔ اس نے بورڈ کے اراکین کا شکریہ ادا کیا۔
اس نے ولیم کا بھی شکریہ ادا کیا، جس نے بینک کے حصص کے سلسلے میں اپنی مضبوط پوزیشن کا فائدہ نہ
اٹھاتے ہوئے اسپورٹس مین شپ کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے ولیم کو وائس چیئرمین نامزد کیا۔ اور یہ تجویز
پیش کی کہ ایلن لائڈ کی جگہ ماتھیو کو ڈائریکٹر بنا دیا جائے۔ دونوں تجاویز منظور کر لی گئیں۔ ولیم بیٹھا اپنے
باپ کے پورٹریٹ کو تکتا رہا۔ اسے احساس تھا کہ اس نے اپنے باپ کی روح کو مایوس کیا ہے۔

ایبل نے سگار ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے عہد کیا کہ جب تک وہ رچمنڈ گروپ کو قرض
سے آزاد نہیں کرا لیتا، سگار نہیں پیئے گا۔ وہ چھت کو گھورتے ہوئے آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دیتا رہا۔

سب سے پہلے اُسے اسٹاف کی طرف توجہ دینا تھی۔ ہوٹل کی کامیابی کے لیے اچھا اسٹاف ضروری تھا۔

وہ بیڈ سے اُترا اور جیکٹ پہن کر رچمنڈ کی انیکسی میں چلا آیا۔ ہوٹل کا بیشتر اسٹاف مقیم تھا۔ جن لوگوں کو ملازمت مل گئی تھی، وہ چلے گئے تھے۔ اس نے تمام قابل اعتبار ملازمین کو پھر ملازمت دے دی۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے، جو شکاگو رچمنڈ کی بجائے گروپ کے کسی اور ہوٹل میں کام کرنے کو تیار تھے۔ اس نے دوٹوک لہجے میں انہیں بتا دیا کہ یہ بے روزگاری کا دور ہے۔ ان کی ملازمتیں صرف اسی صورت میں برقرار رہ سکیں گی کہ ہوٹل منافعے میں چلے۔ اسے یقین تھا کہ گروپ کے باقی ہوٹلوں کو بھی بدعنوانی نقصان پہنچا رہی ہے۔ وہ یہ سب کچھ جلد از جلد تبدیل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے تین اسسٹنٹ منیجرز کو تین مختلف ہوٹلوں کا انچارج بنا دیا۔ ایک کو ڈلاس میں، دوسرے کو سنسناٹی میں اور تیسرے کو سینٹ لوئیس کے ہوٹل کا انچارج بنا دیا۔ باقی سات ہوٹلوں کے لیے نئے اسسٹنٹ منیجرز رکھے۔ شکاگو رچمنڈ کے ملازمین کو دوسرے ہوٹلوں میں کھپانے میں تین ہفتے لگ گئے۔

ایبل نے اپنا ہیڈ کوارٹر شکاگو رچمنڈ کی انیکسی کو بنایا۔ اس نے گراؤنڈ فلور پر ریستوران بنانے کا فیصلہ کیا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ شکاگو میں زافیا موجود تھی۔ ایبل کو یقین تھا کہ وہ مہاسے زدہ رقیب کو راستے سے ہٹا سکتا ہے۔ زافیا ہی ایک ایسی عورت تھی، جو اس کے لیے جانی پہچانی تھی، جس کے ساتھ وہ پراعتماد انداز میں زندگی کا آغاز کر سکتا تھا۔ وہ اسٹاف بھرتی کرنے کے لیے نیو یارک جانے لگا تو زافیا سے وعدہ لینے میں کامیاب ہوگیا کہ وہ اپنے مہاسے زدہ بوائے فرینڈ سے نہیں ملے گی۔

مہاسے زدہ بے شک رہے۔ ایبل نے خود سے کہا۔ لیکن زافیا کا بوئے فرینڈ نہ ہو۔

……❁……

نیو یارک میں ایبل نے سب سے پہلے جارج کو تلاش کیا۔ جارج ان دنوں بے روزگار تھا۔ جارج، ایبل کی پیش کش پر خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے کہا کہ وہ ہر کام کرنے کے لیے تیار ہے۔ ایبل نے جارج کے علاوہ تین اور ملازم رکھے۔ ان میں ایک پیسٹری بنانے والا تھا اور دوسرا ہیڈ ویٹر۔ پھر وہ جارج کے ساتھ شکاگو چلا آیا۔ رچمنڈ کی انیکسی اس کا مسکن تھی۔ ایبل اپنے نیو یارک کے دورے کے نتائج سے مطمئن تھا۔ مشرق میں ہوٹلوں نے اپنے ملازمین کی چھانٹی کی تھی جس کی وجہ سے تجربہ کار اسٹاف بہ آسانی مل جاتا تھا۔

مارچ کے اوائل میں ایبل اور جارج نے گروپ کے دوسرے ہوٹلوں کا دورہ کیا۔ ایبل نے زافیا سے بھی چلنے کو کہا…… لیکن وہ شکاگو سے نکلنے کو تیار نہیں تھی۔ امریکہ میں صرف شکاگو ہی اس کے لیے ایک مانوس مقام تھا۔ تاہم اس نے وعدہ کیا کہ ایبل کے غیاب میں وہ رچمنڈ کی انیکسی میں ایبل کے کمرے میں رہے گی۔

ایبل کو یہ دیکھ کر ذرا حیرت نہ ہوئی کہ بیشتر ہوٹل اب بھی ابتر حال میں ہیں۔ بد دیانتی کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔ تاہم بے روزگاری کے اس دور میں ہوٹلوں کے بیشتر اسٹاف کے لیے ایبل ایک نجات دہندہ کی حیثیت رکھتا تھا…… کہ وہ رچمنڈ گروپ کو بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایبل نے اس بار ملازموں کو فوری طور پر نکالنے سے گریز کیا لیکن جو لوگ اس کی سختی اور اس کی ساکھ سے واقف تھے…… اور سدھرنا بھی نہیں چاہتے تھے، خود ہی ملازمت چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر ایبل نے تبادلوں کو بھی ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ اس نے ایک ہوٹل کے اسٹاف کو مختلف ہوٹلوں میں ٹرانسفر کر دیا۔ یوں پوزیشن خاصی مختلف ہوگئی۔ ایک سال کے اندر اندر یہ حال ہوا کہ اسٹاف پہلے کے مقابلے میں نصف تھا…… جبکہ کارکردگی پہلے سے بہتر۔ پہلے سال کے اختتام پر گروپ کے تمام ہوٹلوں پر مجموعی طور پر صرف ایک لاکھ ڈالر کا نقصان ہوا۔ ایبل کو یقین ہوگیا کہ وہ گروپ کو سنبھال لے گا۔

ایبل نے اندازہ لگایا کہ تیزی سے منافع حاصل کرنے کیلئے منیجرز کو منافعے میں شریک کرنا ضروری ہے۔ ڈیوس لاری نے اس کے ساتھ بھی تو ایسا ہی کیا تھا۔ وہ ہوٹل ہوٹل پھرتا رہا۔ اس نے کسی ہوٹل میں تین ہفتے سے زیادہ قیام نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ، ہر جگہ، بغیر بتائے پہنچتا تھا۔ صرف وفادار جارج کو علم ہوتا تھا کہ ایبل کب، کہاں جانے والا ہے۔

گروپ کی مالی حالت کا اندازہ ہونے کے بعد ایبل کو مزید کچھ ناخوشگوار فیصلے کرنے پڑے۔ اس نے موبائل اور چارلسٹن کے ہوٹلوں کو وقتی طور پر بند کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُن دونوں ہوٹلوں میں اتنا زیادہ نقصان ہو رہا تھا کہ گروپ کو منافع حاصل ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ دوسرے ہوٹلوں کے ملازمین نے یہ رنگ دیکھا تو وہ اپنی ملازمت کی خاطر اور زیادہ محنت کرنے لگے۔

پھر ہنری بورن سے دوبارہ ملاقات ہوگئی۔ اس کی کمپنی نے ایبل کو ساڑھے سات لاکھ ڈالر ادا کیے۔ ایبل اور ڈیسمنڈ کے درمیان کوئی تعلق ثابت نہیں ہو سکا تھا۔ آگ ڈیسمنڈ نے ایبل سے انتقام لینے کے لیے لگائی تھی لیکن اسے علم نہیں تھا کہ ہوٹل بیمہ شدہ ہے۔ کیپٹن اومیلی کی شہادت بھی ایبل کے بہت کام آئی تھی۔

ایبل کے خیال میں جو رقم انشورنس کمپنی والے دے رہے تھے، وہ مناسب تھی لیکن ہنری بورن نے اصرار کیا کہ وہ کمپنی والوں سے زیادہ رقم طلب کرے اور اس میں سے اُسے بھی حصہ دے۔ ایبل نے زندگی میں کبھی بد دیانتی نہیں کی تھی۔ ہنری بورن کے بارے میں اس کا تاثر خراب ہوگیا۔ جو شخص اپنی کمپنی کو نقصان پہنچا سکتا ہے، وہ قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔

1932ء کا موسم بہار ایبل کے لیے ایک حیرت لے کر آیا۔ میلانی لاری نے اُسے خط

لکھا تھا۔ خط کا لہجہ میلانی کے اُس لہجے سے بالکل مختلف تھا، جس سے ایبل آشنا تھا۔ ایبل کو ح
ہوئی تاہم اس نے میلانی کو فون کر کے اس سے ڈنر کا وقت طے کر لیا۔ ملاقات اسٹیونز میں طے
تھی۔ اس پر بعد میں ایبل کو افسوس بھی ہوا کیونکہ جب وہ میلانی کے ساتھ اسٹیونز کے ڈائننگ
میں داخل ہوا تو سب سے پہلے اس کی نظر تھکی ہاری زافیا پر پڑی۔ اس کے برعکس میلانی بے حد
تازہ اور شگفتہ نظر آرہی تھی۔

''ایبل...... تم سے دوبارہ مل کر خوشی ہوئی۔'' میلانی نے کہا۔ ''سب جانتے ہیں کہ تم
رچمنڈ گروپ کو دوبارہ زندہ کر دکھایا۔''

''بیرن گروپ کہو۔'' ایبل نے کہا۔

میلانی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ''اوہ...... مجھے علم نہیں تھا کہ تم نے نام بدل دیا ہے۔''

''ہاں...... گزشتہ سال نام بدلا تھا۔'' ایبل نے جھوٹ بولا۔ یہ خیال تو اُسے اسی لمحے
تھا کہ گروپ کا نام بیرن رکھا جائے۔ میلانی ہی نے تو اُسے بتایا تھا کہ ہوٹل کا اسٹاف اسے بیرن کہ
اس کا مذاق اُڑاتا ہے۔ اب وہ اس مذاق کو حقیقت کا روپ دے سکتا تھا۔ اسے تو اس بات پر حیر
تھی کہ اسے یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا۔

''بہت مناسب نام ہے۔'' میلانی نے کہا۔

''زافیا نے جس انداز میں میلانی کے سامنے ڈش رکھی، وہ ایبل کو بہت کچھ سمجھانے
لیے کافی تھا۔ سوپ میز پر چھلک گیا تھا۔ میلانی کے کپڑے بس بچ ہی گئے۔

''آج کل تم کیا کر رہی ہو؟'' ایبل نے میلانی سے پوچھا۔

''فی الحال تو کچھ نہیں کر رہی ہوں۔ لیکن کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔''

''اگر تم بیرن گروپ کے لیے کام کرنا چاہو......'' ایبل نے بیرن گروپ کی ادائ
بطور خاص زور دیا۔ ''......تو مجھے بتا دینا۔''

''نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں۔'' میلانی نے جلدی سے کہا۔

میلانی نے گفتگو کا رُخ موسیقی اور تھیٹر کی طرف موڑ دیا۔ اس نے گفتگو کرنا ایبل کے ل
ایک خوشگوار تجربہ بھی تھا اور چیلنج بھی۔ وہ ایبل پر چوٹ بھی کرتی تھی تو ذہانت کے ساتھ...... اس
موجودگی میں ایبل جتنا اعتماد محسوس کر رہا تھا کہ وہ بھی اس کے لیے پہلا تجربہ تھا۔ ڈنر ۔
ہوتے ہوتے گیارہ بج گئے۔ اس وقت تک زافیا بھی جا چکی تھی۔ جاتے ہوئے ایبل نے
دیکھا۔ اُس کی آنکھیں سرخ اور متورم ہو رہی تھیں، جیسے وہ روتی رہی ہو۔

ایبل، میلانی کو چھوڑنے اس کے فلیٹ تک گیا۔ اس بار میلانی نے اُسے ڈرنک کے

ہو گیا۔

''میں زیادہ دیر نہیں رُک سکوں گا۔'' ایبل نے کہا۔ ''کل بہت مصروف دن ہو گا میرے لیے۔''

''یہ تو مجھے کہنا چاہیے تھا۔ دیکھو ایبل...... جلدی جانے کا شور مت کرو۔''

''اس رات ایبل نے اپنے مسترد کیے جانے کا بدلہ لے لیا۔ صبح میلانی نے اس کے لیے
ناشتہ تیار کیا۔ اس کا انداز بیویوں کا سا تھا۔

''میں بیرن گروپ کی سرگرمیوں کو ذوق و شوق سے دیکھوں گی۔'' وقت رخصت میلانی
نے کہا۔ ''مجھے تمہاری کامیابی کا یقین ہے۔''

''شکریہ...... ناشتے کا بھی...... اور میزبانی کا بھی۔''

''میری خواہش ہے کہ ہم ملتے رہیں۔'' میلانی نے کہا۔

''میری کوشش بھی یہی ہو گی۔''

''کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ تم کس قسم کی لڑکی سے شادی کرو گے۔''

ایبل نے اُسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ ''یقین رکھو، جب بھی ایسا وقت آیا، میں
تمہارے مشورے کو پیش نظر رکھوں گا۔''

''کون سا مشورہ؟''

''مجھے یاد ہے...... میں کسی اچھی سی، غریب سی پولش لڑکی سے شادی کروں گا۔''

''ایک ماہ بعد ایبل اور زافیا کی شادی ہو گئی۔ استقبالیہ اسٹیونز میں دیا گیا۔ رقص اور
مشروبات کا دور رات گئے تک چلتا رہا۔ اگلی صبح ایبل کو کرٹس فینٹن نے یہ خوشگوار اطلاع دی کہ
استقبالیے کا بل ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ڈیوڈ مارٹن کی طرف سے شادی کا تحفہ ہے۔ اس رقم
سے ایبل نے نئے مکان کی پہلی قسط ادا کی۔ وہ اس کی زندگی میں پہلا گھر تھا، جس کا وہ مالک تھا۔



فروری 1934ء میں ولیم نے ایک ماہ کی تعطیلات انگلینڈ میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ وہ
اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ بورڈ سے استعفا دینے کے بارے میں بھی سوچتا
رہا تھا لیکن ماتھیو نے اُسے یقین دلا دیا کہ اگر اس کا باپ زندہ ہوتا تو ان حالات میں یہ قدم ہرگز نہ
اٹھاتا۔ ماتھیو کو اپنے دوست کی ناکامی کا اُس سے زیادہ دکھ تھا۔ اس ہفتے وہ دو بار دفتر دیر سے آیا......
اور شام کو بھی نامکمل چھوڑ گیا۔ ولیم نے دونوں بار اسے نظر انداز کر دیا۔ اس نے ماتھیو کو اپنے اور کیٹ
کے ساتھ ڈنر پر مدعو کیا لیکن ماتھیو نے کام زیادہ ہونے کی بنا پر معذرت کر لی۔ ولیم نے اس بات کو
کوئی اہمیت نہ دی ہوتی...... لیکن اسے ماتھیو اسی رات رٹز میں ایک دلکش عورت کے ساتھ ڈنر کرتا نظر

آ گیا۔ طرہ یہ کہ ولیم نے عورت کو پہچان لیا۔ وہ کین اینڈ کابوٹ کے ایک منیجر کی بیوی تھی۔ کیٹ نے صرف اتنا کہا کہ [illegible] کی صحت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔

ولیم سفر کی تیاریوں میں اس قدر مصروف تھا کہ اسے اپنے دوست کے بدلتے ہوئے رویے کا احساس ہی نہیں ہو سکا۔ پھر آخری لمحے میں ولیم نے کیٹ کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دے ڈالی۔ اسے حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی کہ کیٹ نے اس کی دعوت قبول کر لی۔

بحری جہاز پر اُن دونوں نے علیحدہ کیبنوں میں سفر کیا۔ لندن پہنچ کر انہوں نے رٹز میں کمرے لیے۔ نہ صرف اُن کے کمرے علیحدہ تھے بلکہ وہ مختلف منزلوں پر تھے۔ اگلے روز ولیم نے کین اینڈ کابوٹ کی لندن شاخ کا معائنہ کیا۔ اس کے لیے کام سے دور رہنا بھی ممکن نہیں تھا۔ وہاں پہنچ کر ثابت ہوا کہ ٹونی سائمن وہاں کی پسندیدہ شخصیت ہے۔ بینک کے معاملات بھی بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔

ولیم اور کیٹ نے لندن، ہمپشائر اور لنکا شائر میں دو ہفتے گزارے۔ چند ماہ پہلے ولیم نے لنکا شائر میں بارہ ہزار ایکڑ زمین خریدی تھی۔ ان دونوں نے وہاں بھی وقت گزارا۔ ''زرعی زمین بہت زیادہ منفعت بخش نہیں ہوتی...... لیکن حالات کتنے ہی خراب ہوں، وہ اپنی جگہ موجود رہتی ہے، زمین کہیں خرچ نہیں ہوتی۔'' ولیم نے کیٹ کو بتایا۔

امریکہ واپسی سے چند روز قبل کیٹ نے آکسفورڈ دیکھنے کی فرمائش کی۔ ولیم نے نئی مورس کار کرائے پر لی۔ وہ صبح ہی آکسفورڈ پہنچ گئے۔ دن بھر وہ مختلف کالجوں میں گھومتے پھرے۔ سہ پہر کے وقت انہوں نے واپسی کا سفر شروع کیا۔ ہینلے پہنچ کر وہ دریائے ٹیمز کے کنارے واقع بیل ان میں چائے پینے کے لیے رُکے۔ بیل ان سے نکلے تو گاڑی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ خاصی دیر کوشش کرنے کے بعد ولیم نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس وقت تک خاصی دیر ہو چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ہینلے ہی میں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ بیل ان واپس پہنچے اور انہوں نے قیام کے لیے دو کمرے طلب کیے۔

''سوری سر۔'' ڈیسک کلرک نے کہا۔ ''صرف ایک ڈبل روم مل سکتا ہے۔''

ولیم ایک لمحے کو ہچکچایا۔ پھر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''ٹھیک ہے۔ کام چل جائے گا۔''

کیٹ کچھ حیران ہوئی لیکن خاموش رہی۔ کلرک نے مشکوک نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا۔

''مسٹر اینڈ مسز......؟''

''مسٹر اینڈ مسز ولیم کین۔'' ولیم نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''اور سنو...... ہم ابھی کچھ دیر میں واپس آتے ہیں۔''

''آپ کا سامان کمرے میں پہنچا دوں جناب؟'' پورٹر نے پوچھا۔

''ہمارے پاس کوئی سامان نہیں۔'' ولیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بہت بہتر جناب۔'' پورٹر کا لہجہ معنی خیز تھا۔

کیٹ قدرے پریشان تھی تاہم وہ ولیم کے پیچھے پیچھے چلتی رہی۔ ولیم چرچ کے سامنے ں گیا۔

''ولیم...... ارادہ کیا ہے؟'' کیٹ پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

''وہ کام کرنے کا ارادہ ہے، جواب سے بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا۔''

کیٹ خاموش ہو گئی۔ وہ دونوں چرچ میں داخل ہوئے۔ ''چرچ کے پادری کہاں ملیں ے؟'' ولیم نے کلرک سے پوچھا۔

''جہاں وہ رہتے ہیں۔'' کلرک نے جواب دیا۔

''اور وہ کہاں رہتے ہیں؟''

''آپ امریکن ہیں...... ہیں نا جناب۔''

''ہاں...... میں امریکن ہوں۔'' ولیم کا ضبط جواب دینے لگا۔

''چرچ کے برابر والا دروازہ ان کا ہی ہے جناب۔''

ولیم نے اُسے پانچ پاؤنڈ کا نوٹ تھمایا اور کیٹ کے ساتھ باہر آ گیا۔ باہر نکلتے ہوئے اُن ا نظر نوٹس بورڈ پر پڑی۔ وہ چرچ کے دکر سائمن کیٹیری کی طرف سے اپیل تھی۔ چرچ کی چھت کے یے پانچ سو پاؤنڈ درکار ہیں۔ امداد کیجیے۔ ولیم نے قدم بڑھائے اور چرچ کے برابر والے دروازے ستک دی۔ کیٹ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

گلابی رخساروں والی ایک فربہ اندام خاتون نے دروازہ کھولا۔ اس کے ہونٹوں پر کراہٹ تھی۔

''مسز کیٹیری؟'' ولیم نے دریافت کیا۔

''جی ہاں۔'' خاتون کی مسکراہٹ اور کشادہ ہو گئی۔

''میں آپ کے شوہر سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''وہ چائے پی رہے ہیں اس وقت، کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ کچھ دیر بعد تشریف لائیں؟''

''جی نہیں۔ میرا کام بے حد ضروری ہے۔''

''تو اندر آ جائیے۔''

وہ سولہویں صدی کی عمارت تھی۔ کمرہ آتشدان کی وجہ سے گرم ہو رہا تھا۔ دکر طویل مت آدمی تھا۔ وہ اس وقت ویفرز کھانے میں مشغول تھا۔ انہیں دیکھتے ہی وہ اُن کی پیشوائی کے

لیے اُٹھا۔ "شام بخیر مسٹر......"

"کین جناب...... ولیم کین۔"

"فرمایئے مسٹر کین، میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

"کیٹ اور میں......" ولیم نے کیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "...... شادی کرنا چاہتے ہیں۔"

"بہت خوب۔ مجھے مسرت ہوئی۔" مسز کیٹمری نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ اس چرچ کے ممبر ہیں؟ مجھے یاد نہیں آتا......"

"نہیں جناب۔ میں امریکن ہوں۔ میرا تعلق بوسٹن کے سینٹ پال سے ہے۔"

"میرا خیال ہے، آپ میساچوسس کے بوسٹن کی بات کر رہے ہیں...... یا لنکا شائر کے بوسٹن کا تذکرہ ہے۔"

"جی...... جی ہاں۔" ولیم کو خیال ہی نہیں رہا تھا کہ انگلینڈ میں ایک بوسٹن موجود ہے۔

"بہت خوب۔" دکار نے دُعائیہ انداز میں ہاتھ بلند کیے۔ "اور شادی کی کیا تاریخ مقرر کی ہے آپ نے؟"

"اسی وقت جناب۔"

"اسی وقت۔" دکر بری طرح چونکا۔ "امریکہ کی روایات کے بارے میں تو میں لاعلم ہوں۔ تاہم اگر ایسی روایات ہیں تو میں آپ کو آگاہ کر دوں کہ یہاں...... ہیلے تک ابھی وہ روایات نہیں پہنچی ہیں۔ یہاں شادی کرنے کے لیے آپ کو کم از کم تیس دن یہاں قیام کرنا ہوگا۔ اگر ایسا نہ بھی ہو...... اور معاملہ ارجنٹ ہو، تب بھی مجھے بشپ سے اجازت لینا ہوگی...... اور اس میں تین دن سے کم نہیں لگیں گے۔"

"چرچ کی چھت کے اخراجات کے لیے آپ کو مزید کتنی رقم درکار ہے؟" کیٹ نے پہلی بار زبان کھولی۔

"اوہ وہ...... بڑی اُداس کن کہانی ہے۔ اس کی تاریخ بیان کرنے کا موقع نہیں۔ تاہم یہ سمجھ لیں کہ یہ گیارھویں صدی عیسوی......"

"آپ کو اس سلسلے میں کتنی رقم درکار ہے؟" ولیم نے مضبوطی سے کیٹ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"ہمیں 500 پاؤنڈ کی ضرورت ہے۔ لیکن ہماری اپیل پر بے حد حوصلہ افزا ردعمل سامنے آیا ہے۔ صرف سات ہفتے میں 27 پاؤنڈ 4 شلنگ 4 پینس کے عطیات جمع ہو چکے ہیں۔"

نہیں ڈیئر...... گزشتہ ہفتے کی "برنگ اینڈ بائی سیل" میں میں نے ایک پاؤنڈ 11 شلنگ 2 پینس جمع کیے ہیں۔ تم وہ جمع کرنا بھول گئے ہو۔"

"ہاں...... وہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔" دکر نے کہا اور ناک بھوں پر زور دے کر اس رقم کا حساب لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کا منہ چھت کی طرف تھا، جیسے اس سلسلے میں خدا سے مدد طلب کر رہا ہو۔

ولیم نے اپنا بٹوا نکالا اور پانچ سو پاؤنڈ کا چیک لکھ کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ...... مجھے یاد آیا۔ مخصوص حالات میں یہ کام ممکن ہے۔" حیرت زدہ دکر نے سنبھل کر کہا۔ اس کا لہجہ بدل گیا تھا۔ "آپ میں سے کسی کی پہلے شادی ہو چکی ہے؟"

"جی ہاں۔" کیٹ نے جواب دیا۔ "چار سال پہلے میرے شوہر کا ایک فضائی حادثے میں انتقال ہو گیا تھا۔"

"افسوس...... مجھے افسوس ہے......"

"شش مائی ڈیئر۔" دکر نے اپنی بیوی کو روک دیا۔ وہ اپنی بیوی کے جذبات سے زیادہ چرچ کی چھت پر دلچسپی رکھتا تھا۔ "اور آپ جناب؟" اُس نے ولیم سے پوچھا۔

"میری اب تک شادی نہیں ہوئی۔"

"میں بشپ کو ٹیلی فون کرتا ہوں۔" دکر نے کہا اور پانچ سو پاؤنڈ کا چیک مٹھی میں بھینچے ہوئے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

مسز کیٹمری نے انہیں ویفرز پیش کیے لیکن وہ دونوں تو ایک دوسرے کی آنکھوں میں کھوئے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد دکر واپس آ گیا۔ "یہ بات خلافِ ضابطہ ہے، تاہم بشپ ایک شرط پر رضامند ہو گئے ہیں۔" دکر نے اعلان کیا۔ "آپ کو کل صبح امریکی سفارت خانے کو آگاہ کرنا ہوگا اور امریکہ پہنچتے ہی بوسٹن کے سینٹ پال کے بشپ سے توثیق کرانا ہوگی۔" اس کی مٹھی میں اب بھی ولیم کا دیا ہوا چیک دبا ہوا تھا۔ "اب ہمیں صرف دو گواہوں کی ضرورت ہے۔" "ایک تو میری بیوی ہوگئی اور دوسرا کلرک، اگر وہ موجود ہوا......"

"کلرک یقیناً موجود ہوگا۔" ولیم نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"میں نے اس پر بھی ایک فیصد سرمایہ کاری کی ہے جناب۔" ولیم نے کہا۔

"ایک فیصد؟" دکار کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں...... چرچ کی چھت کا ایک فیصد۔"

دکر انہیں چرچ میں لے آیا، جہاں کلرک اُن کا منتظر تھا۔ وکر نے اسے حیرت سے دیکھ کر پلکیں جھپکائیں۔ ''مسٹر کین آپ یقیناً راستہ بنانا جانتے ہیں۔'' دکر نے پرستائش لہجے میں کہا ''مرا اسپارک نے میرے لیے کبھی اتنی فرض شناسی کا ثبوت نہیں دیا۔''

سائمن کیٹمری اپنی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ کلرک بڑی بے یقینی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

ولیم کیٹ کی طرف مڑا۔ ''مائی ڈیئر......ان حالات میں یہ سوال احمقانہ معلوم ہوتا ہے لیکن ضروری بھی ہے۔ کیا تم مجھ سے شادی کے لیے آمادہ ہو؟''

''میرے خدا۔'' دکر کی اوپر کی سانس اوپر نیچے کی نیچے رہ گئی۔ اپنی طویل زندگی میں اس کا سابقہ ایسی صورتِ حال سے کبھی نہیں پڑا تھا۔ ''تم نے اب تک لڑکی سے پوچھا ہی نہیں ہے۔''

پندرہ منٹ بعد دونوں چرچ سے باہر نکلے تو مسٹر اینڈ مسز ولیم کین تھے۔ آخری لمحوں میں شادی کی انگوٹھی مسز کیٹمری نے پیش کی تھی۔ معاملہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھا۔ چرچ کو چھت میسر آنے کا سامان ہوگیا تھا۔

چرچ سے باہر آنے کے بعد دکر نے ولیم کو ایک کاغذ دیا۔ ''دو شلنگ چھ پنس عنایت کردیجیے۔'' اس نے کہا۔

''کس سلسلے میں؟'' ولیم نے پوچھا۔

''یہ آپ کی شادی کا سٹرفکیٹ ہے۔'' دکر نے کاغذ کی طرف اشارہ کیا۔

''آپ تو ایک کامیاب بینکار ثابت ہوسکتے ہیں جناب۔'' ولیم نے کہا اور دکر کو دس شلنگ دے دیے۔

دونوں میاں بیوی بیل اِن آئے۔ کھانے کے بعد انہوں نے اپنے کمرے کا رُخ کیا۔ جب وہ چوبی زینے عبور کر کے نظروں سے اوجھل ہوگئے تو ڈیسک کلرک نے پورٹر کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ ''اگر یہ دونوں شادی شدہ ہیں تو میں یقیناً شاہِ برطانیہ ہوں۔''

اگلی صبح مسٹر اینڈ مسز کین نے زوردار ناشتہ کیا۔ باہر اُن کی کار مرمت ہورہی تھی۔ ناشتے کے دوران ولیم کو احساس ہوا کہ ڈائننگ ہال میں موجود ہر شخص اُن کی طرف متوجہ ہے۔ وہ سب عجیب سی نظروں سے انہیں دیکھتے رہے۔

''تم نے دیکھا ڈیئر کہ صبح پورٹر تمہیں کس طرح دیکھ رہا تھا؟'' لندن واپسی کے سفر میں ولیم نے کیٹ سے پوچھا۔

''ہاں ڈیئر......میرا جی چاہا کہ اسے شادی کا سٹرفکیٹ دکھا دوں۔''

''نہیں ڈیئر......اس طرح تم اس بے چارے کا تصور ہی خراب کردیتیں۔ وہ اپنی بیوی کو یقین نہیں کرے گا کہ ہم دونوں شادی شدہ تھے۔ اب وہ چٹخارے لے لے کر ہماری آمد اور قیام کی تفصیل بیان کرسکے گا۔ شادی شدہ جوڑوں کے معاملے میں چٹخارا کہاں رہتا ہے۔''

لنچ انہوں نے رٹز میں کیا۔ ولیم نے کیٹ کا کمرہ کینسل کرایا تو ڈیسک منیجر حیران نظر آنے لگا۔ بعد میں وہ کہتے سنا گیا۔ ''بظاہر تو مسٹر کین بہت شریف آدمی نظر آتے ہیں۔ ان کے آنجہانی باپ سے بھی اس نامعقول اور غیر شریفانہ حرکت کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔''

انہوں نے امریکی سفارت خانے کو آگاہ کیا۔ وہاں انہیں نے ایک فارم دیا گیا اور ان سے ایک پاؤنڈ طلب کیا گیا۔ اس کے بعد انہیں ایک گھنٹہ انتظار کرنا پڑا۔ شاید سفارت خانے کو چھت کے لیے امداد کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے بعد ولیم نے کیٹ کے لیے انگوٹھی خریدنا چاہی ......لیکن کیٹ شادی کی اصل اور قیمتی انگوٹھی سے دستبردار ہونے پر رضا مند نہیں تھی...... جو درحقیقت انگوٹھی نہیں پردے لٹکانے کے لیے استعمال ہونے والا چھلا تھا۔ پھر وہ دونوں امریکہ واپس آگئے۔

ولیم کے لیے نئے چیئر مین کے ساتھ کام کرنا دُشوار ہوگیا۔ ایسا لگتا تھا کہ ولیم کین اور ٹونی سائمن کبھی کسی معاملے میں ایک دوسرے سے متفق نہیں ہوں گے۔ پھر کیٹ نے اعلان کیا کہ وہ اُمید سے ہے۔ کیٹ کے والدین اور ولیم سب بہت خوش تھے۔ ولیم اپنی مصروفیات کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ اچھا اور ذمے دار شوہر ثابت ہوسکے، لیکن کام بہت زیادہ تھا۔ کیٹ ریڈ ہاؤس کی نرسری کی آرائش نو میں مصروف ہوگئی۔ زندگی میں پہلی بار ولیم کو احساس ہوا کہ وہ آج کا کام کل پر چھوڑنے اور گھر جانے کے لیے بے تاب بھی ہوسکتا ہے۔ تاہم اس صورت میں بھی وہ دفتر کا کام گھر لے جاتا تھا۔ یہ معمول اس کی موت تک برقرار رہا۔

بچے کی ولادت کرسمس کے موقعے پر متوقع تھی۔ یہ گویا دُہری خوشی تھی لیکن دوسری طرف ماتھیو کے غیر ذمے دارانہ رویے کی وجہ سے اس پر کام کا بوجھ بڑھ گیا۔ ماتھیو بہت زیادہ پینے لگا تھا۔ وہ آفس تاخیر سے آتا اور اس کے پاس تاخیر کے سلسلے میں کوئی وضاحت بھی نہ ہوتی۔ آنے والے چند مہینوں میں ولیم کو اندازہ ہوگیا کہ اب وہ اپنے جگری دوست کی قوتِ فیصلہ پر انحصار نہیں کرسکتا۔ شروع میں اس نے سوچا کہ یہ بھی ماتھیو کے مزاج کی کوئی رُت ہے، جو گزر جائے گی، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ صورتِ حال بد سے بدتر ہوگئی۔ رہی سہی کسر نومبر کی اس صبح پوری ہوگئی، جب ماتھیو دفتر دو گھنٹے تاخیر سے آیا۔ اس کا حال تباہ تھا۔ پھر اس نے وہ غلطی کی، جس کی اس سے امید نہیں تھی۔ اس نے بینک کے ایک موکل کے کچھ حصص غیر ضروری طور پر فروخت کردیے۔ یوں موکل کو معمولی سا خسارہ ہوا...... جبکہ حصص موجود رہنے کی صورت میں اسے بھاری منافع حاصل ہوتا۔ ولیم کو اندازہ ہوگیا کہ

اب نا خوشگوار گفتگو ناگزیر ہوگئی ہے۔ ماتھیو نے اپنی غلطی تسلیم کرلی اور دلی معذرت کی۔ ولیم ان کے ساتھ لنچ پر جانے ہی والا تھا کہ اس کی سیکرٹری جھپٹتی ہوئی کمرے میں آئی۔ ''آپ کی بیوی جناب انہیں اسپتال لے جایا گیا ہے۔''

''کیوں؟'' ولیم کے لہجے میں حیرت تھی۔

''بچے کی ولادت متوقع ہے جناب۔''

''لیکن...... لیکن ابھی تو وہ مرحلہ آنے میں چھ ہفتے باقی ہیں۔''

''میں جانتی ہوں جناب...... لیکن ڈاکٹر میکنزی پریشان معلوم ہو رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو فوری طور پر اسپتال پہنچنے کو کہا ہے۔''

''ماتھیو اپنی خمار کی کیفیت سے نکل آیا۔ وہ ولیم کو اپنے ساتھ اسپتال لے گیا۔ اُن دونوں کو وہ دن یاد آگیا، جب ولیم کی ماں این اسی اسپتال میں موت کے مرحلے سے گزری تھی۔ وہ دونوں سہم سے گئے۔

''نہیں میرے خدا...... پلیز، کیٹ پر رحم کرنا۔'' ماتھیو بڑبڑایا۔

وہ دونوں سیدھے این کین میموریل میٹرنٹی ونگ کی طرف گئے، جس کا افتتاح کیٹ نے صرف چھ دن پہلے کیا تھا۔ نرس ڈلیوری روم کے دروازے پر کھڑی تھی۔ ڈاکٹر میکنزی اندر مصروف تھا۔ نرس نے بتایا کہ کیٹ کا کافی خون ضائع ہو چکا ہے۔ ولیم بے بسی کے عالم میں راہداری میں ٹہلتا رہا۔ وہ سب کچھ اس کے لیے جانا پہچانا تھا۔ کچھ برس پہلے وہ اسی طرح ٹہلتا رہا تھا اور اس کی ماں اس سے چھن گئی تھی۔ اس روز یادوں کے زخم پھر ہرے ہوگئے۔ حال کے خدشات اس کے لیے اضافی عذاب تھے۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ کیٹ کو کھونے کے مقابلے میں چیئرمین کا انتخاب ہارنا کس قدر بے حیثیت ہے۔ ماتھیو، ولیم کے ساتھ ساتھ تھا لیکن وہ خاموش تھا۔ کہنے کو تھا بھی کیا۔

بالآخر ڈاکٹر میکنزی باہر آیا۔ اس کی پیشانی پسینے سے تر تھی۔ اس نے باہر آتے ہوئے سرجیکل ماسک اُتارا تو ولیم کو اس کے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ نظر آئی۔ مبارک ہو ولیم...... تم ایک بیٹے کے باپ بن گئے ہو...... اور کیٹ بخیریت ہے۔''

''خدا کا شکر ہے۔'' ولیم نے بے ساختہ کہا اور ماتھیو سے لپٹ گیا۔

''بے شک زندگی دینے اور لینے والا خدا ہے۔'' ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''لیکن شکریے کا مستحق میں بھی ہوں۔''

''ولیم بھی ہنس دیا۔ ''شکریہ ڈاکٹر...... میں کیٹ سے مل سکتا ہوں؟''

''فی الوقت تو ممکن نہیں...... میں نے دوا دے کر اُسے سلا دیا ہے۔ خون بہت ضائع ہوا

ہے۔ تم کل صبح اس سے مل سکتے ہو۔ بہر حال...... اپنے بیٹے کو دیکھ لو۔ اس کی جسامت پر حیران نہ ہونا۔ یہ بات ذہن میں رکھنا کہ بچہ وقت سے پہلے پیدا ہوا ہے۔''

ڈاکٹر ان دونوں کو ایک کمرے میں لے گیا، جہاں پنگھوڑوں میں چھ عدد نومولود بچے ہاتھ پاؤں چلا رہے تھے۔ ''وہ ہے تمہارا بیٹا'' ڈاکٹر نے اشارے سے بتایا۔

ولیم بچے کے بدصورت چہرے کو دیکھتا رہا۔ اس کے ذہن میں موجود انتہائی خوبصورت بچے کا تصور آہستہ آہستہ مٹ رہا تھا۔

''میں اس ننھے شیطان کے بارے میں ایک بات ضرور کہوں گا'' ڈاکٹر نے کہا۔ ''اپنی پیدائش کے وقت تم اس سے زیادہ بدشکل تھے۔ اب دیکھ لو کہ تم خاصے خوبرو ہو۔''

ولیم طمانیت آمیز انداز میں ہنس دیا۔

''کیا نام رکھو گے اس کا؟''

''رچرڈ کین۔''

ڈاکٹر نے مشفقانہ انداز میں ولیم کے کاندھے تھپتھپائے۔ ''شاید میں رچرڈ کین کے پہلے بچے کی ولادت کے موقعے پر زندہ رہوں۔ مجھے خوشی ہوگی۔''

ولیم نے فوری طور پر سینٹ پال کو تار دیا، اور اس کے لیے 1943ء میں داخلہ منظور کرا لیا۔ اس روز دونوں دوستوں نے چھک کر پی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کیٹ سے ملنے قدرے تاخیر سے پہنچے۔ کیٹ کے پاس جانے سے پہلے دونوں نے پھر بچے کا معائنہ کیا۔ ''خاصا بدصورت ہے، معقول...... ذرا بھی تو اپنی خوبصورت ماں پر نہیں گیا۔'' ماتھیو نے کہا۔

''یہی میں بھی سوچ رہا تھا۔''

''البتہ تمہاری شباہت ہے، اس میں۔'' ماتھیو نے اُسے چھیڑا۔

ولیم کیٹ کے کمرے میں آیا، جہاں پھول ہی پھول تھے۔ ''تمہیں اپنا بیٹا پسند آیا؟'' کیٹ نے ولیم سے پوچھا۔ ''بالکل تم پر گیا ہے۔''

''اب یہ بات جو بھی کہے گا، میں اس کا سر توڑ دوں گا'' ولیم نے بھنا کر کہا۔ ''میں نے بدصورت مخلوق پہلے کبھی نہیں دیکھی۔''

''ارے نہیں...... مجھے تو وہ بہت خوبصورت لگا۔'' کیٹ نے کہا۔

''ایسا چہرہ لے کر آیا ہے جسے صرف ماں ہی پیار کر سکتی ہے۔'' ولیم نے بڑی محبت سے بیوی کے ہاتھ تھام لیے۔ وہ خاصی کمزور لگ رہی تھی۔

''میں سوچتا ہوں، دادی کین زندہ ہوتیں تو شادی کے صرف آٹھ ماہ بعد نازل ہونے

والے اس جلد باز بچے کو دیکھ کر کہتیں...... بھئی میرے نزدیک شادی کے بعد سوا سال سے کم
میں پیدا ہونے والا بچہ مشکوک ہوتا ہے...... لیکن نو ماہ سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ تو بالکل نا قابل
ہے......'' ولیم نے کیٹ کو چھیڑا۔ پھر سنجیدہ ہوگیا۔ ''اور ہاں کیٹ ...... یہ لوگ تمہیں اتنی جلدی اپنے
لائے کہ...... تمہیں ایک بات بتانے کا موقع ہی نہیں ملا۔''

''وہ کیا بات ہے ڈیئر؟''

''مجھے تم سے محبت ہے۔''

''زچہ و بچہ مزید تین ہفتے اسپتال میں رہے۔ کرسمس سے کچھ پہلے کیٹ کی صحت
ہوگئی۔ اس دوران ننھا رچرڈ تیزی سے ہاتھ پاؤں نکالتا رہا۔ اسے کون بتاتا کہ وہ کین ہے......
کین ہر کام پلاننگ کے مطابق اور وقت پر کرتے ہیں۔ کین خاندان میں ولیم کو وہ پہلا مرد ہونے
اعزاز حاصل ہوا، جس نے اپنے بچے کے بھیگے ہوئے کپڑے بدلے ہوں یا بچے کی گاڑی دھکیلی ہو
کیٹ کو حیرت بھی ہوتی تھی اور فخر کا احساس بھی ہوتا تھا۔ ولیم نے ماتھیو کو مشورہ دیا کہ اب اس
لیے بھی کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر کے گھر بسانے کا وقت آگیا ہے۔

''ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔'' ماتھیو نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تمہاری طرح میرے بال
سفید نہیں ہو رہے ہیں؟''

ولیم کو احساس ہی نہیں تھا کہ چیئر مین شپ کے حصول کی کوشش میں اس کے سر
چاندی کے کچھ تار بھی نمودار ہو چکے ہیں۔

......❁......

ولیم کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ ٹونی سائمن سے اس کے تعلقات کشیدگی کی انتہا کو کب
کیسے پہنچے۔ ٹونی سائمن یکے بعد دیگرے ولیم کی پیش کردہ پالیسیوں کو ویٹو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ
پھر استعفا دینے کے سلسلے میں غور کرنے لگا۔ ماتھیو بھی مسائل میں اضافہ کر رہا تھا۔ وہ پھر سے
میں گم ہوگیا تھا۔ دفتر وہ ہر روز تاخیر سے آتا۔ اس کے حصے کا کام ولیم کر رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں
آ رہا تھا کہ اس صورت حال میں کیسے اور کب تک کام کر سکتا ہے۔ ہر روز وہ ماتھیو کے نام آئی ہوئی
دفتری ڈاک دیکھتا اور گھر جانے سے پہلے ان خطوط کے جوابات بھجواتا جن کا جواب دینا ضروری تھا۔

1936ء کے موسم بہار تک سرمایہ کاری کرنے والوں کا اعتماد بحال ہو چکا تھا۔ ولیم نے فیصلہ
کیا کہ یہ بینک کے اسٹاک مارکیٹ میں دلچسپی لینے کے لیے مناسب وقت ہے۔ لیکن ٹونی سائمن نے
حسب سابق اس پالیسی کو بھی ویٹو کردیا۔ ولیم پاؤں پٹختے ہوئے، ٹونی سائمن کے دفتر میں داخل ہوا۔
میں استعفا دے دوں تو تمہاری تسلی ہو جائے گی؟'' اس نے بے حد خراب لہجے میں ٹونی سے پوچھا۔

''ہرگز نہیں ولیم۔ تم جانتے ہو کہ میں خطرات مول لینا پسند نہیں کرتا۔ ہم اپنے موکلوں کی
رقومات کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے۔''

''لیکن دوسرے بینک ہم سے آگے نکلے جا رہے ہیں۔ کیا ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے
تماشا دیکھتے رہیں گے؟''

''کس میدان میں آگے نکل رہے ہیں...... منافعے کے معاملے میں، لیکن ساکھ اب بھی
ہمارے پاس ہے۔''

''مجھے بھی منافعے میں دلچسپی ہے۔'' ولیم نے کہا۔ ''میرے نزدیک یہ بینک کی ذمہ داری
ہے کہ اکاؤنٹ ہولڈرز کو زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کر کے دے۔''

''لیکن میرے نزدیک اس بینک کی ساکھ زیادہ اہم ہے، جسے تمہارے دادا نے قائم کیا
اور باپ نے اُسے پروان چڑھایا تھا۔''

''لیکن ان دونوں نے بھی بینک کو وسعت دینے کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا تھا۔''

''وہ اچھے دور کی بات ہے۔'' ٹونی نے مدافعانہ انداز میں کہا۔ ''تم پریشان کیوں ہو۔
تمہیں اپنے شعبے پر مکمل اختیار حاصل ہے۔''

''کیسا اختیار...... میں جب بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم راستے میں آجاتے ہو۔''

''دیکھو ولیم...... ہمیں حقائق سامنے رکھنے چاہئیں۔ میں ایسا صرف اس لیے کرتا ہوں کہ
اب ماتھیو کی قوت فیصلہ قابل انحصار نہیں رہی۔''

''ماتھیو کو کیوں بیچ میں لاتے ہو۔ تم صرف میرا راستہ روکتے ہو۔ شعبے کا سربراہ میں ہوں
نہ کہ ماتھیو۔''

''کاش یہ ممکن ہوتا...... لیکن میں ماتھیو کا تذکرہ کرنے پر مجبور ہوں۔ چیئر مین کی حیثیت
سے ہر شخص کے کام کی آخری ذمے داری میری ہی ہے۔ اور ماتھیو بینک کے اہم ترین شعبے میں
دوسری اہم ترین پوزیشن کا مالک ہے۔''

''اس لحاظ سے وہ میری ذمے داری ہے۔ کیونکہ میں اس شعبے کا سربراہ ہوں۔''

''نہیں ولیم...... اگر ماتھیو دفتر گیارہ بجے آتا ہے...... اور نشے میں دُھت آتا ہے تو معاملہ
تمہاری ذمے داری کی حدود سے نکل جاتا ہے۔''

''غلط الزام نہ لگاؤ۔''

''یہ غلط نہیں ہے ولیم۔ یہ بینک گزشتہ ایک سال سے ماتھیو لیسٹر کو بھگت رہا ہے۔ میں نے
اب تک تم سے اس سلسلے میں محض اس لیے گفتگو نہیں کی کہ وہ تمہارا عزیز ترین دوست ہے۔ سچ یہ ہے

کہ اس کا استعفا میرے لیے خوش کن ہوگا۔ اگر وہ بڑا انسان ہوتا تو اب تک استعفا دے چکا ہوتا۔ اور اس کا دوست اسے یہ مشورہ دے چکا ہوتا۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ نہیں، تو میں بھی نہیں۔ تمہیں دو استعفے مل سکتے ہیں۔"

"تو پھر یہی سہی۔ مجھے تمہارے اسکول کے دوستوں کے مقابلے میں اپنے اکاؤنٹ ہولڈرز زیادہ عزیز ہیں۔"

"تم اپنے الفاظ پر پچھتاؤ گے سائمن۔" ولیم نے برہم ہو کر کہا اور آندھی طوفان کی طرح چیئر مین کے کمرے سے نکل آیا۔ وہ اپنے کمرے میں واپس آیا تو شدید غصے میں تھا۔ "مسٹر لیسٹر کہاں ہیں؟" اُس نے اپنی سکریٹری سے پوچھا۔

"وہ تو ابھی نہیں آئے ہیں جناب۔"

ولیم نے گھڑی دیکھی۔ "آتے ہی اسے میرے پاس بھیج دینا۔"

ولیم اپنے کمرے میں شدید غصے کے عالم میں ٹہلتا اور بڑبڑاتا رہا۔ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ ٹونی سائمن نے ماتھیو کے بارے میں جو کچھ کہا تھا، درست تھا۔ وہ سوچتا رہا لیکن ماتھیو کے رویے کا کوئی سبب اس کی سمجھ میں نہیں آسکا۔

کچھ دیر بعد ماتھیو اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت بھی اس کی حالت خراب تھی۔ اس کے چہرے پر پہلی سی چمک نہیں تھی۔ وہ اپنی عمر سے بڑا لگ رہا تھا۔ یہ وہ شخص تو نہیں تھا، جو اس کا گہرا دوست تھا...... جسے وہ گزشتہ بیس برس سے جانتا تھا۔

"ماتھیو...... کہاں غائب تھے تم؟"

"میری آنکھ دیر سے کھلی۔" ماتھیو نے جواب دیا۔ "رات دیر سے سویا تھا۔"

"تمہارا مطلب ہے، تم نے بہت زیادہ پی لی تھی؟"

"نہیں، اتنی زیادہ بھی نہیں پی تھی۔ البتہ میری گرل فرینڈ نے مجھے دیر تک جگائے رکھا۔ بہت پیاری لڑکی ہے۔"

"اور ماتھیو...... یہ سلسلہ کب ختم ہوگا؟" ولیم نے تلخی سے کہا۔

"چھوڑو ولیم...... مجھے سنبھلنے کا موقع تو دو۔"

"موقع دوں؟ صرف تمہاری وجہ سے ٹونی سائمن میرے سر پر سوار ہوگیا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ وہ غلط نہیں کہتا۔ تمہاری بلانوشی...... اور پھر دوسری حرکتیں...... ماتھیو، تمہاری قوت فیصلہ متاثر ہو رہی ہے۔ کیوں ماتھیو...... آخر کیوں؟ کوئی وجہ تو ہوگی۔ اب سے ایک سال پہلے تم ایسے آدمی تھے جس پر انحصار کیا جاسکتا تھا۔ ماتھیو، بات کیا ہے۔ کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ میں ٹونی سائمن کو کیا جواب

والا دوست؟"

"اسے کہو، تم مٹ جائے اور اپنے کام سے کام رکھے۔"

"ماتھیو...... یہ کاروبار ہے۔ خدا کے لیے عقل کی بات کرو۔ ہم بینک چلا رہے ہیں اور بڑی سفارش پر تمہیں یہاں ڈائریکٹر کا عہدہ دیا گیا ہے۔"

"اور میں تمہارے معیار پر پورا نہیں اُتر سکتا اب بولو، کیا کہتے ہو تم؟"

"میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں۔"

"تو اور اتنی دیر سے کیا کہہ رہے ہو؟" ماتھیو آپے سے باہر ہو گیا۔

"خدا کے لیے...... خود کو سنبھالو۔ صرف چند ہفتے جانفشانی سے کام کرلو۔ لوگ ہر پچھلی بات بھول جائیں گے۔"

"بس؟ تم اتنا ہی چاہتے ہو مجھ سے؟" ماتھیو نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے ماسٹر...... تمہارے حکم کی تعمیل ہوگی۔" ماتھیو نے کہا، پھر اس نے فوجی انداز میں ایڑیاں بجائیں اور مارچ کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

اس شام ولیم ایک موکل کی سرمایہ کاری کے سلسلے میں ماتھیو سے بات کرنا چاہتا تھا، لیکن ماتھیو غائب تھا اور کسی کو علم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ لنچ کرنے گیا تھا اور واپس نہیں آیا تھا۔ اس شام ننھے رچرڈ کو گود میں لینے کی خوشی بھی ماتھیو کے لیے ولیم کی پریشانی کو دور نہ کرسکی۔ ننھا رچرڈ اب دن کے بعد توتلا بولنے لگا تھا لیکن تھری پر گاڑی اٹک رہی تھی۔ ولیم اس سے تھری کہلوانا چاہ رہا تھا اور وہ مسلسل ٹری...... ٹری کی تکرار کیے جا رہا تھا۔

"رچرڈ...... تم تو تھری بھی نہیں کہہ سکے۔ تم بینکار کیسے بن سکتے ہو؟" ولیم نے کہا۔

"ممکن ہے، یہ کوئی اور معقول کام کرے۔" کیٹ نے کہا۔

"بینکنگ سے زیادہ معقول کام اور کون سا ہوسکتا ہے؟"

"ممکن ہے، یہ موسیقار بنے، بیس بال کا کھلاڑی بنے یا ممکن ہے، امریکہ کا صدر بن جائے۔"

"میں ان تینوں میں سے بیس بال کے کھلاڑی کو ترجیح دوں گا۔ صرف اسی کام میں معقول دولت ہے۔" ولیم نے ننھے رچرڈ کو بستر پر لٹاتے ہوئے کہا۔

سونے سے پہلے ننھے رچرڈ کے آخری الفاظ تھے...... "ٹری ڈیڈی۔" ولیم نے ہتھیار ڈال دیے۔ شاید وہ اس کے لیے کوئی اچھا دن نہیں تھا۔

"تم بہت نڈھال نظر آتے ہو ڈیئر۔" کیٹ نے کہا۔ "یاد ہے...... آج ہمیں اینڈریو

میکنزی کے ہاں ڈرنک پارٹی میں جانا ہے۔"

"اوہ...... یہ تو میرے ذہن سے نکل ہی گیا تھا۔ کس وقت چلنا ہے؟"

"بس...... ایک گھنٹہ باقی ہے۔"

"میں نہا لوں۔ آج کا دن بہت اعصاب شکن تھا۔"

"پھر وہی ٹونی سائمن ہوگا۔"

"ہاں...... لیکن اس بار اس کی بات درست ہے۔ وہ ماتھیو کی مے نوشی سے عاجز آگیا۔ شکر ہے، اس نے عورتوں کے موضوع پر بات نہیں کی، ورنہ اور خفت ہوتی۔ ان دنوں ماتھیو کو کسی پارٹی میں مدعو کرنے کے لیے ضروری ہے کہ شہر کی تمام لڑکیوں کو لاک اپ میں بند کر دیا جائے۔"

ولیم باتھ ٹب میں ہی سو گیا۔ کیٹ نے بمشکل اسے نکالا۔ وہ پارٹی میں 25 منٹ لیٹ پہنچے۔ ماتھیو پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ جس وقت کیٹ اور ولیم پہنچے، وہ کسی کانگریس مین کی بیوی کی طرف متوجہ تھا...... ولیم مداخلت کرنا چاہتا تھا لیکن کیٹ نے اسے روک دیا۔

"کچھ مت کہنا اسے۔" کیٹ نے سرگوشی کی۔

"تو خاموشی سے اس کی تباہی کا تماشہ دیکھتا رہوں۔ وہ میرا عزیز ترین دوست ہے۔ مجھے کچھ کرنا ہوگا۔"

لیکن پھر اُس نے کیٹ کا کہنا مان لیا۔ اس روز وہ بہت دکھی رہا۔ ماتھیو پئے جا رہا تھا اور اب مدہوش ہو چکا تھا۔ پارٹی میں ٹونی سائمن بھی موجود تھا۔ وہ معنی خیز نگاہوں سے ولیم کو دیکھ رہا تھا۔ پھر ماتھیو کسی عورت کے ساتھ پارٹی سے رخصت ہوا تو ولیم نے سکون کی سانس لیا۔

"اور...... تمہارا چوزہ کیسا ہے؟" ڈاکٹر میکنزی نے پوچھا۔

"اُس سے تھری نہیں کہا جاتا۔" ولیم نے شکایت کی۔

"میرا خیال ہے، بہت مہذب لڑکا ثابت ہوگا۔" ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ ولیم ممکن ہے، وہ ڈاکٹر بنے۔"

"ممکن ہے بہت سے ڈاکٹروں کو دو کے بعد گنتی نہیں آتی۔" ڈاکٹر بولا۔

"بل بھیجتے وقت تو ساری گنتی یاد آ جاتی ہے۔" ولیم نے تبصرہ کیا۔

ڈاکٹر ہنس دیا۔ "اور ڈرنک لو نا کیٹ۔" اس نے کہا۔

"نہیں اینڈریو شکریہ۔ بس اب چلیں گے۔" کیٹ نے کہا۔

"اینڈریو...... پارٹی کا شکریہ۔ ماتھیو کے خراب رویے پر میں اس کی طرف سے معافی کا خواستگار ہوں۔"

"کیوں بھئی...... کون سا رویہ؟" ڈاکٹر چونک پڑا۔

"بے منت اینڈریو۔ بات صرف مے نوشی تک محدود نہیں رہی ہے۔ اس کے ہاتھوں کوئی محفوظ نہیں ہے۔"

"اس کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"یہ بات کیوں کہی آپ نے۔ اس رویے کو سراہا کیسے جا سکتا تھا؟"

"میں اس رویے کو سراہ نہیں رہا ہوں۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جس صورت حال سے وہ دوچار ہے، اس میں اگر میں ہوتا تو میں بھی کم از کم اتنا ہی غیر ذمے دار ضرور ہو جاتا۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" کیٹ نے پوچھا۔

"میرے خدا...... وہ تمہارا سب سے قریب دوست ہے اور اس نے تمہیں بھی کچھ نہیں بتایا۔"

"کیا نہیں بتایا؟" وہ دونوں بیک آواز بولے۔

"ڈاکٹر بڑی بے یقینی سے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ اسٹڈی میں بیٹھ کر بات کریں گے۔"

"ولیم اور کیٹ ڈاکٹر کے پیچھے چل دیے۔

"بیٹھو کیٹ۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "ولیم میرا خیال تھا کہ تم ماتھیو کی بیماری سے باخبر ہو۔ اس لیے میں نے تمہیں کچھ نہیں بتایا ماتھیو بہت بیمار ہے...... بلکہ وہ آہستہ آہستہ مر رہا ہے۔ وہ یہ بات جانتا ہے...... اور اسے اس کا علم ہوئے ایک سال سے زیادہ ہو گیا ہے۔"

"ولیم کرسی پر گر گیا۔ کچھ دیر تک اُس سے کچھ بھی نہ بولا گیا۔ حیرت ہے...... اور اس نے مجھے بے خبر رکھا۔" بالآخر اُس نے کہا۔

"میرا خیال ہے، وہ اپنا بوجھ کسی پر بھی ڈالنا پسند نہیں کرتا۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "وہ خاموشی سے مر جانا چاہتا ہے...... اس طرح کہ کسی کو اس کی اذیت کے بارے میں خبر تک نہ ہو سکے۔ میں نے چھ ماہ پہلے اس سے التجا کی تھی کہ وہ اپنے باپ کو بتا دے۔ میں شرمندہ ہوں کہ میں نے پیشہ ورانہ عہد توڑ دیا...... لیکن میں تمہیں اس طرح اسے مجرم قرار دیتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"شکریہ اینڈریو۔" ولیم نے کہا۔ "میں تو حیران ہوں کہ میں کتنا احمق اور بے بصیرت ثابت ہوا ہوں۔"

"خود کو الزام نہ دو، تمہیں کیسے معلوم ہو سکتا تھا؟"

"تو ڈاکٹر...... کیا واقعی کوئی اُمید نہیں ہے؟ اسے سپشلسٹ کو دکھایا جا سکتا ہے۔ رقم کی پروا......"

"دولت سے سب کچھ نہیں خریدا جا سکتا ولیم میں امریکہ کے تین بہترین ڈاکٹروں سے مشورہ کر چکا ہوں۔ اس کے علاوہ سوئٹزرلینڈ کے ایک ڈاکٹر سے بھی مشورہ کیا۔ وہ سب کے سب میری تشخیص سے متفق ہیں۔ اس مرض کا اب تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوا ہے۔"

وہ کتنا عرصہ زندہ رہ سکے گا؟" کیٹ نے سرگوشی میں پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ چھ ماہ...... بلکہ تین ماہ۔"

"میرے خدا...... اور میں سمجھ رہا تھا کہ صرف میں پریشان ہوں۔" ولیم نے کیٹ کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے کہا۔ "اچھا اینڈریو...... اب ہم چلیں گے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

"اس کی جو مدد کر سکتے ہو، ضرور کرو۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "لیکن خدا کے لیے...... سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ جو کرتا ہے، اسے کرنے دو۔ یہ اس کی زندگی کے آخری دن ہیں اور ہاں...... اسے معلوم نہ ہو کہ تمہیں میں نے بتایا ہے۔"

ولیم گھر تک خاموشی سے ڈرائیو کرتا ہے۔ گھر پہنچتے ہی ولیم نے اس لڑکی کو فون کیا جس کے ساتھ اُس نے ماتھیو کو رخصت ہوتے دیکھا تھا۔ "میں ماتھیو لیسٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے فون پر کہا۔

"وہ یہاں نہیں ہے۔" لڑکی کے لہجے میں برہمی تھی "وہ مجھے ان اینڈ آؤٹ کلب لے جا رہا تھا۔ لیکن وہ نشے میں تھا۔ اس لیے میں نے اس سے جان چھڑالی۔" لڑکی نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

ولیم نے کلب کا نام سنا تھا لیکن اسے یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ یہ کلب کہاں واقع ہے۔ اس نے ڈائریکٹری میں کلب کا پتہ دیکھا اور کلب جا پہنچا۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ چٹخنی گرنے کی آواز سنائی دی، پھر کسی نے پوچھا۔ "آپ ممبر ہیں؟"

"جی نہیں۔" ولیم نے کہا اور گرل سے دس ڈالر کا نوٹ بڑھایا۔ اگلے ہی لمحے دروازہ کھل گیا۔ ولیم نے ڈانسنگ فلور پر قدم رکھا۔ اپنے لباس اور وضع قطع سے وہ وہاں غیر موزوں معلوم ہو رہا تھا۔ وہاں بے شمار جوڑے رقص کر رہے تھے۔ ولیم کی نگاہیں ماتھیو کو تلاش کرتی رہیں۔ ماتھیو تو نظر نہ آیا۔ البتہ ایک ایسی لڑکی ضرور نظر آ گئی جسے وہ اس کے ساتھ کئی بار دیکھ چکا تھا۔ وہ ایک ملاح کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ ولیم اس کی طرف بڑھ گیا۔ "ایکسکیوز می مس۔" اس نے کہا۔

لڑکی نے نظریں اُٹھا کے ولیم کو دیکھا، لیکن اُسے پہچان نہ سکی۔

"یہ خاتون میرے ساتھ ہے۔" ملاح نے بے حد خراب لہجے میں کہا۔ "لہٰذا یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

"تم نے ماتھیو لیسٹر کو دیکھا ہے؟" ولیم نے لڑکی سے پوچھا۔

"ماتھیو؟ کون ماتھیو؟" لڑکی نے حیرت سے کہا۔

"میں نے تمہیں کہا ہے، دفع ہو جاؤ۔" ملاح اُٹھ کھڑا ہوا۔

"تمہارے منہ سے اب ایک لفظ بھی نکلا تو میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔" ولیم غرایا۔

ملاح شاید اس نوعیت کا غصہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس لیے اُس نے بیٹھنے ہی میں عافیت جانی۔

"ماتھیو کہاں ہے؟"

"میں کسی ماتھیو کو نہیں جانتی، ڈیئر۔" اب لڑکی بھی خوفزدہ تھی۔

"اس کا قد چھ فٹ دو انچ ہے۔ بال سنہرے اور لباس مجھ جیسا ہی ہے، البتہ وہ مدہوش ہوگا۔"

"اوہ...... تم مارٹن کا پوچھ رہے ہو۔ ڈیئر، وہ یہاں خود کو ماتھیو نہیں مارٹن کہلواتا ہے۔" لڑکی نے سکون کا سانس لیا۔ "اب مجھے یاد کرنے دو کہ آج وہ کس کے ساتھ گیا ہے۔" پھر لڑکی نے بارٹینڈر سے پوچھا۔ "ٹیری...... مارٹن آج کس کے ساتھ گیا ہے۔"

"جینی کے ساتھ۔" بارٹینڈر نے جواب دیا۔

"ہاں جینی...... اس کا مطلب ہے، وہ آتے ہی ہوں گے۔ جینی کبھی زیادہ دیر نہیں رکتی۔"

"شکریہ۔" ولیم نے کہا۔ پھر وہ ایک دو گھنٹے تک انتظار کرتا رہا۔ بالآخر بارٹینڈر نے ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ جینی ہے۔"

"لیکن لڑکی تنہا تھی۔ ماتھیو اُس کے ساتھ نہیں تھا۔ بارٹینڈر نے اس لڑکی کو اشارے سے بلایا۔ لڑکی ولیم کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"تمہیں میری تلاش ہے ڈیئر؟" لڑکی نے کہا۔

"مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ میں ماتھیو کی تلاش میں ہوں، جو تمہارے ساتھ تھا۔ میرا مطلب ہے مارٹن......"

"مارٹن تو نشے میں دُھت تھا۔ پھر بھی اس نے مجھے دس ڈالر دے دیے۔ ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے۔ بہت شریف آدمی ہے۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟" ولیم کے لہجے میں بے تابی تھی۔

"مجھے معلوم نہیں۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ وہ پیدل اپنے گھر کی طرف چل دیا تھا۔"

"ولیم وہاں سے نکل آیا۔ وہ اپنی کار بہت آہستہ چلا رہا تھا۔ رُخ ماتھیو کے فلیٹ کی طرف

تھا۔ وہ ہر راہگیر کو غور سے دیکھتا۔ پھر ایک شبینہ ریستوراں کے سامنے سے گزرتے ہوئے اُسے ماتھیو کی جھلک دکھائی دی۔ ولیم نے کار پارک کی اور اندر جا کے ماتھیو کے برابر بیٹھ گیا۔ ماتھیو کا حال برا تھا۔ وہ ولیم کو پہچان بھی نہ سکا۔

"ماتھیو، یہ میں ہوں۔" ولیم نے کہا۔ اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی تھی۔

"ماتھیو نے نظریں اُٹھا کر اسے دیکھا۔ "رو رہے ہو دوست کیا تمہاری محبوبہ کھو گئی ہے؟"

"نہیں...... میرا عزیز ترین دوست کھو گیا ہے۔"

"اوہ...... یہ نعمت تو آج کل بڑی مشکل سے ملتی ہے۔"

"ہاں...... میں جانتا ہوں۔"

"میرا دوست بھی بہت اچھا ہے۔ وہ ہر بھلے برے وقت میں میرے ساتھ رہا ہے، لیکن آج اس سے میرا جھگڑا ہو گیا۔ قصور میرا ہی تھا۔ اسے میری وجہ سے شرمندہ ہونا پڑا۔"

"نہیں دوست...... ایسا نہیں ہے۔"

"تم کیا جانو۔" ماتھیو برہم ہو گیا۔ "تم تو اس قابل بھی نہیں ہو کہ وہ تم پر توجہ دے۔"

"چلو ماتھیو...... گھر چلیں۔"

"میرا نام مارٹن ہے۔"

"آئی ایم ساری مارٹن چلو، گھر چلیں۔"

"نہیں۔ میں یہیں ٹھہروں گا۔ میری پسندیدہ لڑکی آنے والی ہے۔ اب میں اس کے استقبال کے لیے تیار ہوں۔"

"میرے گھر میں بہت پرانی اور اعلیٰ وسکی موجود ہے۔ چلو نا...... مزہ آ جائے گا۔"

"تب تو ضرور چلو۔"

"ولیم، ماتھیو کو سہارا دے کر کار تک لے آیا۔ گھر پر کیٹ اُن کی منتظر تھی۔ "تمہیں سو جانا چاہیے تھا ڈارلنگ" ولیم نے اُس سے کہا۔

"نیند ہی نہیں آئی۔"

"ماتھیو تو مجھے بھی نہیں پہچان رہا۔ بالکل مدہوش ہے۔"

"اے...... کیا یہی وہ لڑکی ہے جس کا تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا؟" ماتھیو نے جھومتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں...... اب یہی تمہیں سنبھالے گی۔"

"ولیم اور کیٹ، ماتھیو کو گیسٹ روم میں لے آئے۔ انہوں نے اسے بستر پر لٹا دیا۔ کیٹ

اس کے جوتے اتارنے لگی۔

"اے لڑکی، یہاں قریب آ جاؤ۔ میں دس ڈالر پہلے ہی دے چکا ہوں۔" ماتھیو نے کیٹ سے کہا۔

"ابھی آتی ہوں ڈیئر...... تم آرام سے لیٹو۔" کیٹ نے نرم لہجے میں کہا۔

"خوبصورت لڑکی...... تم اتنی اداس کیوں ہو؟"

"اس لیے اداس ہوں کہ تم سے محبت کرتی ہوں۔" کیٹ کی آنکھیں بھر آئیں۔

"رونا مت...... رونے کی کوئی بات نہیں۔ دیکھ لینا اس بار میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"ولیم نے ماتھیو کو کمبل اوڑھایا اور کیٹ نے لائٹ آف کر دی۔

کیٹ نے دروازہ بند کر دیا۔ ولیم، ماتھیو کے کمرے کے باہر کرسی پر ہی سو گیا۔ اسے خدشہ تھا کہ ماتھیو ہوش میں آنے کے بعد واپس چلا جائے گا۔ کیٹ نے ماتھیو کے کمرے میں ناشتہ پہنچانے سے پہلے اسے جگا دیا۔

"میں یہاں کیسے؟" ماتھیو نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"تم میکنسری کی پارٹی سے واپسی میں ہمارے ساتھ ہی آ گئے تھے۔" کیٹ نے جواب دیا۔

"ناممکن...... میں ان اینڈ آؤٹ کلب گیا تھا۔ وہاں مجھے ایک لڑکی ملی تھی۔ کیٹ...... میں نے کچھ زیادہ ہی پی لی تھی۔ اب تک اثر ہے اس کا۔ میں ناشتہ نہیں کروں گا۔ مجھے ٹماٹر کا جوس مل سکتا ہے۔"

"ابھی لائی ماتھیو۔"

اسی وقت ولیم کمرے میں آ گیا۔ وہ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکتے رہے۔ "تو تمہیں معلوم ہو گیا؟ یہی بات ہے نا؟" بالآخر ماتھیو نے پوچھا۔

"ہاں ماتھیو۔ میں احمق تھا...... لیکن دوست، مجھے اُمید ہے کہ تم مجھے معاف کر دو گے۔"

"ولیم، رونا مت۔ میں نے تمہیں 12 سال کی عمر میں روتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس وقت ڈالٹر کا کوئنٹن تمہیں مار رہا تھا...... اور میں نے اسے گھسیٹ کر ایک طرف کیا تھا کیا اس نے پھر تمہیں ستایا ہے۔ ولیم...... پلیز، رونا مت، مرد رویا نہیں کرتے۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں اچھے سے اچھے ڈاکٹر کو دکھا چکا ہوں۔ اب کچھ بھی ممکن نہیں۔ اگر تم اجازت دو تو آج دفتر سے چھٹی کر لوں۔ یہ مے نوشی بھی عذاب ہے۔ نشے کے بعد خمار کی ذلیل کیفیت سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر مجھے زیادہ دیر ہو جائے تو جگا دینا۔ اگر میں بوجھ محسوس ہونے لگوں تو مجھے بتا دینا۔ میں اپنے گھر چلا جاؤں گا۔"

"یہ تمہارا گھر ہے۔" ولیم نے کہا۔

"ولیم...... تم پاپا کو بتا دو گے؟" ماتھیو نے اچانک کہا۔ "میں ان کا سامنا نہیں کر سکتا تم

بھی تو اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ تم میرا مسئلہ سمجھ سکتے ہو۔"

"ہاں ماتھیو...... میں کل ہی نیو یارک چلا جاؤں گا اور انہیں بتا دوں گا، لیکن ایک وعدہ کرنا ہوگا۔ تم یہاں کیٹ کے ساتھ ٹھہرو گے۔ میں تمہیں پینے سے نہیں روکوں گا۔ تم جسے چاہو، یہاں لے آنا...... لیکن تم یہیں رہنا۔ وعدہ کرو ماتھیو۔"

"مدتوں کے بعد تو ایک اچھی آفر ملی ہے ولیم۔ اچھا اب میں سونا چاہتا ہوں تھکن محسوس ہو رہی ہے۔"

ولیم کو دیکھتے ہی دیکھتے ماتھیو گہری نیند میں سو گیا۔ ولیم نے ٹماٹر کے جوس کا گلاس اس کے ہاتھ سے لیا اور اسے آرام سے لٹا دیا۔

"تم نہ مرنا ماتھیو...... تمہیں زندہ رہنا ہے۔ تمہیں یاد نہیں دوست۔ ہمیں امریکہ کے سب سے بڑے بینک، کی داغ بیل ڈالنی ہے۔" ولیم خود فراموشی کے عالم میں بڑبڑایا۔

❁

اگلے روز ولیم نیو یارک گیا۔ اس نے چارلس لیسٹر کو صرف چند لمحوں میں بوڑھا ہوتے دیکھا۔ اکلوتے بیٹے کی جان لیوا بیماری کی خبر نے اسے نڈھال کر دیا۔

"میں شکر گزار ہوں ولیم کہ تم نے خود آ کر یہ خبر سنائی جب ماتھیو نے مجھ سے ماہانہ ملاقات کے لیے آنا ترک کیا تو مجھے احساس ہو گیا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ بہر حال میں ہر ویک اینڈ پر اُس سے ملنے آؤں گا۔ وہ یقیناً تمہارے اور کیٹ کے ساتھ رہنا چاہے گا۔ میری کوشش ہوگی کہ اپنا دُکھ اس پر ظاہر نہ ہونے دوں۔ ولیم...... بیوی کی موت کے بعد میری زندگی کا محور ماتھیو ہی ہے۔ میں نے سب کچھ اسی کے لیے کیا ہے۔ اب کیا ہوگا۔ سوزن کو تو بینک میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"آپ جب چاہیں، بوسٹن تشریف لائیں جناب۔ ہمیں آپ کی مدد سے مسرت ہوگی۔"

"شکریہ ولیم۔ تم ماتھیو کے لیے جو کچھ کر رہے ہو، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔" بوڑھے چارلس نے ولیم کو غور سے دیکھا۔ تمہارے والد زندہ ہوتے تو یہ دیکھ کر کتنے خوش ہوتے کہ ان کا بیٹا کین خاندان کے لیے کتنا بڑا اثاثہ ثابت ہو رہا ہے۔ کاش...... میں ماتھیو سے زندگی بدل سکتا۔ اگر وہ زندہ رہے تو......"

"اب میں چلوں گا جناب۔ ماتھیو وہاں تنہا ہوگا۔"

"ہاں بیٹے جاؤ۔ ماتھیو کو بتانا کہ میں نے یہ خبر بڑے حوصلے سے سنی ہے۔ اسے کوئی الٹی ویسی بات نہ بتانا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

ولیم اس رات بوسٹن واپس پہنچا۔ یہ دیکھ کر اسے خوشی ہوئی کہ ماتھیو گھر پر ہی موجود تھا۔ وہ برآمدے میں بیٹھا گون وِد دی ونڈ، پڑھ رہا تھا۔ "پاپا کا ردعمل کیا تھا؟" اس نے ولیم کو دیکھتے ہی پوچھا۔

"وہ رو دیے تھے۔" ولیم نے جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں چارلس لیسٹر کی صورت پھر گئی۔

"لیسٹرز بینک کا چیئرمین اور آنسو...... شیئر ہولڈرز کو اس کا علم نہ ہو ولیم۔ میرے پاپا کی ایک ساکھ ہے۔"

آخری چند دنوں میں ماتھیو نے مے نوشی ترک کر دی اور کام میں جت گیا۔ وہ اپنا کام نمٹاتا، پھر ولیم کا بچا ہوا کام کرتا اور اُسے چھیڑتا کہ وہ کاہل ہوتا جا رہا ہے۔ شام کے وقت وہ ٹینس کھیلتے یا کشتی رانی کرتے۔

"جس دن میں تم سے ہار گیا، اس دن خود کو مردہ سمجھ لوں گا۔" وہ ولیم کو چھیڑتا۔ اس نے اسپتال میں داخل ہونے پر ریڈ ہاؤس میں قیام کو ترجیح دی تھی۔ کئی ہفتے رینگ رینگ کر گزر گئے۔ ولیم ہر صبح جاگتا...... اور سوچتا کہ ماتھیو آج بھی زندہ ہوگا۔

بالآخر ایک جمعرات کو ماتھیو کا انتقال ہو گیا۔ وہ گون وِد دی ونڈ، ختم نہیں کر سکا۔ چالیس صفحے باقی رہ گئے تھے۔

❁

تدفین نیو یارک میں ہوئی۔ ولیم اور کیٹ، چارلس لیسٹر کے گھر ٹھہرتے تھے۔ چارلس لیسٹر بالکل جھک کر رہ گیا تھا۔ تدفین کے روز اپنی بیوی کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اُس نے ولیم کو بتایا کہ اب اُس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں رہا ہے۔ ولیم خاموش رہا۔ وہ کسی بھی طرح اس مایوس آدمی کے غموں کا مداوا نہیں کر سکتا تھا۔ ولیم اور کیٹ اگلے روز بوسٹن واپس آ گئے۔ ماتھیو کے بغیر ریڈ ہاؤس ویران لگ رہا تھا۔ ماتھیو کے ساتھ گزرے ہوئے وہ آخری چند ماہ ولیم کی زندگی کے خوشگوار ترین اور ناخوشگوار ترین دن تھے۔ ماتھیو کی ممکنہ موت کے احساس نے ولیم کو ذہنی طور پر ماتھیو اور کیٹ سے اور قریب کر دیا تھا۔ وہ کھونے کے خوف سے آشنا ہو گیا تھا۔

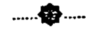
ماتھیو کی موت کے بعد ولیم بینک لوٹا تو اُسے کام کرنا دوبھر ہو گیا۔ وہ بیٹھے بیٹھے اچانک اُٹھتا اور کسی مشورے کے سلسلے میں ماتھیو کے کمرے کا رُخ کرتا...... لیکن وہاں کون تھا۔ اس کا ہنستا، بولتا، چہکتا دوست اس کمرے سے ہی نہیں، دُنیا سے رخصت ہو گیا تھا کئی ہفتے بعد ولیم کے قدموں نے ماتھیو کے کمرے کو خالی تسلیم کیا۔

ٹونی سائمن، ولیم کا دُکھ سمجھتا تھا، لیکن اس سے صورتِ حال پر کوئی مثبت اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ ولیم کو کام میں...... حد یہ ہے کہ کین اینڈ کابوٹ تک میں دلچسپی نہیں رہی۔ اس کا خواب بکھر گیا

تھا۔ اس نے ہمیشہ یہ خواب دیکھا تھا کہ وہ اور ماتھیو ایک ساتھ رہیں گے۔ تمام خوشیوں اور کامیابیوں میں شریک ہوں گے۔ اب ماتھیو چلا گیا تھا تو اسے کامیابی میں دلچسپی ہی نہیں رہی تھی۔ اس کے کام کا معیار متاثر ہوتا رہا...... لیکن کسی نے اُسے ٹوکا نہیں۔ کیٹ بھی پریشان تھی کیونکہ ولیم تنہائی پسند ہو گیا تھا۔ وہ گھنٹوں اکیلا نہ جانے کیا کچھ سوچتا رہتا۔

ایک صبح کیٹ جاگی تو اس نے دیکھا کہ ولیم بیڈ کے کنارے بیٹھا اُسے تکے جا رہا تھا۔ "کیا بات ہے ڈارلنگ؟" کیٹ نے محبت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں نے ایک بات سیکھ لی ہے۔ میں اب زندگی کے سب سے اہم اثاثے سے کبھی بے پروائی نہیں برتوں گا۔ ذرا سی بے پروائی ہو تو سب کچھ چھن جاتا ہے۔ میں کم از کم تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔"



1932ء کے اختتام تک، دو سال کے عرصے میں کم از کم دو ہزار بینک بند ہو چکے تھے۔ 90 لاکھ افراد بے روزگار تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ایبل کو لائق اور بہترین اسٹاف بہ آسانی مل گیا۔ اب بیرن گروپ کا سالانہ نقصان گھٹ کر 72 ہزار ڈالر رہ گیا تھا، لیکن اس سال کے لیے ایبل کا اندازہ تھا کہ وہ نفع نقصان برابر کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اس دوران ایبل نے امریکی سیاست میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ انتونی سرک شکاگو کے میئر کا انتخاب لڑ رہا تھا۔ انتونی نے ایبل کو ڈیموکریٹک پارٹی کا ساتھ دینے کی دعوت دی، جو ان دنوں شراب بندی کے خلاف مہم چلا رہی تھی۔ ایبل نے انتونی کا بھرپور ساتھ دیا۔ ویسے بھی وہ جانتا تھا کہ شراب بندی سے ہوٹلوں کا کاروبار متاثر ہوا ہے۔ انتونی خود مہاجر تھا۔ اُس کا تعلق چیکوسلواکیہ سے تھا۔ یہ اس کے اور ایبل کے درمیان ایک قدرِ مشترک تھی۔ ایبل کو خوشی ہوئی کہ شکاگو میں ہونے والے ڈیموکریٹک کنونشن میں اس کا ایک نمائندہ بھی شریک ہے۔

کنونشن کے دوران انتونی نے ایبل کو فرینکلن روزویلٹ سے متعارف کرایا۔ ایبل کو روزویلٹ نے بہت متاثر کیا۔ آئندہ انتخابات میں روزویلٹ نے زبردست کامیابی حاصل کی۔ اس الیکشن میں شکاگو ٹاؤن ہال کے منتخب لوگوں میں آلڈرمین ہنری بورن بھی شامل تھا۔ چند ہفتے بعد انتونی کو میامی میں قتل کر دیا گیا۔ وہ گولی روزویلٹ کے لیے چلائی گئی تھی، لیکن اس کا نشانہ انتونی سرک بنا۔ اس کے بعد ایبل نے باقاعدہ پولش ڈیموکریٹس کی مالی اعانت شروع کر دی۔

1933ء میں بیرن گروپ کا نقصان صرف 23 ہزار ڈالر رہ گیا، جب کہ سینٹ لوئیس بیرن نے منافع کمایا۔ اس سال ایبل نے اُن دو ہوٹلوں کو دوبارہ کھول دیا، جنہیں ابتدا میں بند کر دیا تھا۔

اس سلسلے میں اسے چارلسٹن اور موبائل میں خاصا وقت صرف کرنا پڑا۔ زافیا اس کی مصروفیات سے چڑ گئی۔ اس کے نزدیک ایبل اسٹیونز کے اسسٹنٹ منیجر کی حیثیت سے ہی بہتر تھا۔ اب وہ اس کے عزائم سے خوف کھانے لگی۔ اس کے لیے ایبل کے قدم سے قدم ملا کر چلنا ناممکن تھا۔ ایبل کی رفتار ماہ بہ ماہ بڑھتی جا رہی تھی اور زافیا کو احساس تھا کہ عنقریب وہ بہت پیچھے رہ جائے گی۔ وہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے بھی فکرمند تھی۔ اس نے متعدد ڈاکٹروں سے رجوع کیا۔ ان سب کے تبصرے حوصلہ افزا تھے۔ ایک ڈاکٹر نے یہاں تک کہا کہ اسے اپنے شوہر کا معائنہ کروانا چاہیے۔ لیکن زافیا کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ جانتی تھی کہ ایبل اسے اپنی مردانگی پر حملہ تصور کرے گا۔

بالآخر اس کی خواہش رنگ لائی۔ یکم جنوری 1934ء کو اس نے ایک بچی کو جنم دیا۔ ایبل نے اپنی بہن کے نام پر نومولود کا نام فلورینا رکھا۔ ایبل بہت خوش تھا۔ جیسے ہی ایبل نے اپنی بیٹی پر نظر ڈالی، زافیا کو اندازہ ہو گیا کہ اب وہ ایبل کی زندگی میں پہلی محبت کا درجہ کبھی حاصل نہیں کر سکے گی۔ اس سال کے اختتام پر بیرن گروپ کا پہلا منافع سامنے آیا...... گو کہ وہ صرف 62 ہزار ڈالر تھا، خوش آئند بات یہ تھی کہ اب صرف موبائل بیرن خسارے میں جا رہا تھا۔

فلورینا کی پیدائش کے بعد ایبل کا بیشتر وقت شکاگو میں گزرنے لگا۔ اس نے شکاگو بیرن کو دوبارہ زندہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ، ہوٹل ڈیوس لاری کی یاد میں بنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس نے اب تک بہت اچھی آفرز کے باوجود شکاگو رچمنڈ کی زمین فروخت نہیں کی تھی۔ انشورنس کمپنی سے ملنے والے ساڑھے سات لاکھ ڈالر کو ایبل نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ چنانچہ ہوٹل کی تعمیر میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ تاہم اس نے کرٹس فینٹن کے ذریعے اپنے سرمایہ کار کی تائید حاصل کرنا ضروری سمجھا۔ وہ ڈیوڈ مارٹن کا ممنون تھا...... اور شکاگو بیرن بہرحال ڈیوڈ مارٹن کے لیے ایک چیلنج ثابت ہو سکتا تھا۔ کرٹس فینٹن نے اسے چند روز بعد بتایا کہ اسے قرضہ فراہم کرنے والے مہربان نے شکاگو بیرن کی تعمیر کی اجازت دے دی ہے۔

ہوٹل کی تعمیر میں بارہ ماہ لگے۔ اس میں آلڈرمین ہنری بورن کا تعاون بھی شامل تھا، جس نے ٹی ہال سے جلد از جلد اجازت دلوا دی تھی۔ 1936ء میں شکاگو کے میئر نے ہوٹل کا افتتاح کیا۔ ڈیوس لاری کی یاد کے طور پر ہوٹل بارھویں منزل سے محروم تھا۔ یہ وہی منزل تھی جس سے چھلانگ لگا کر ڈیوس لاری نے خودکشی کی تھی۔ اس کے بعد ہر نئے بننے والے بیرن، میں اس روایت کے احترام میں بارھویں منزل نہیں بنائی گئی۔

تقریب میں دو ہزار مہمان شریک تھے۔ اُن سے الی نوائس کے دونوں سینیٹروں نے بھی خطاب کیا۔ شکاگو بیرن اپنے ڈیزائن اور تعمیر کے اعتبار سے شاندار ہوٹل تھا۔ ایبل نے اس کی تعمیر پر

دس لاکھ ڈالر سے زیادہ خرچ کیا تھا۔ عمارت بیالیس منزلہ تھی۔

"یہ عمارت کامیابی کا نشان ہے۔" الی نوائس کے سینئر منیجر نے کہا۔ "کیونکہ شکاگو یہ عمارت کا نہیں، ایک شخص کا نام ہے۔" شرکاء نے تالیاں بجائیں اور ایبل مسکرا دیا۔

ایبل نے اس موقعے پر شاندار تقریر کی۔ زافیا البتہ تقریب کے دوران سہمی سہمی رہی۔ اسے نہ ایبل کی کامیابی کا صحیح اندازہ تھا اور نہ ہی کوئی پروا تھی۔ اس کا اپنا لباس قیمتی تھا لیکن فیشن کے مطابق نہیں تھا۔ اسے احساس تھا کہ اس بات پر ایبل اس سے خفا ہے۔

"یہ تمہاری کامیابی کا نقطۂ عروج معلوم ہوتا ہے۔" تقریب کے بعد ہنری بورن نے ایبل سے کہا۔

"نہیں بھئی...... ابھی تو میری عمر صرف تیس سال ہے۔" ایبل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اسی وقت کیمرے کے فلیش بلب چمکنے لگے۔ "میں دُنیا کے ہر بڑے شہر میں بیرن ہوٹل کھولنے کا ارادہ رکھتا ہوں...... یہ تو آغازِ سفر ہے سنہری...... میرے ساتھ چپکے رہو۔ فائدے میں رہو گے۔"

......❁......

اُس صبح ناشتے میں میز پر کیٹ نے ولیم کی توجہ اُس اخباری خبر کی طرف دلائی جو شکاگو بیرن کے افتتاح سے متعلق تھا۔ ولیم وہ خبر پڑھتے ہوئے مسکراتا رہا۔ اس کا فیصلہ درست تھا...... اور بورڈ کے اراکین نے اس کے مشورے پر کان نہ دھر کے حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ انہیں رچمنڈ گروپ کی پشت پناہی کرنا چاہیے تھی۔ وہ خوش تھا کہ اس نے رونسکی کے متعلق درست اندازہ لگایا تھا۔ ہوٹل کا نام شکاگو رچمنڈ کے بجائے شکاگو بیرن دیکھ کر اس کی مسکراہٹ اور کشادہ ہوگئی۔ ایک تصویر بھی چھپی تھی۔ نیچے لکھا تھا...... بیرن گروپ کے چیئرمین بیرن ایبل رونسکی آلڈرمین جناب ہنری بورن کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے......

ولیم نے اخبار میز پر رکھ دیا اور سوچنے لگا۔ اپنے آفس پہنچتے ہی اس نے تھامس کوہن کو فون کیا۔

"مسٹر کین...... بہت دنوں بعد یاد فرمایا۔" تھامس کوہن نے کہا۔ "مجھے آپ کے دوست ماتھیو کی موت پر دلی افسوس ہے...... اور آپ کی بیوی اور ننھا رچرڈ کیسے ہیں؟" تھامس کوہن ناموں کو یاد رکھنے کے معاملے میں بے مثال شخص تھا۔

"سب ٹھیک ہیں مسٹر کوہن۔ شکریہ۔" ولیم نے کہا۔ "میں تمہارے توسط سے کچھ تفتیش کرانا چاہتا ہوں۔ اس انکوائری کے سلسلے میں میرا نام نہ آنے پائے۔ میں ہنری بورن کے متعلق ہر

جاننا چاہتا ہوں۔ شکاگو سے جانے کے بعد اس کی کیا مصروفیات رہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی جاننا چاہتا ہوں کہ بیرن گروپ کے ایبل رونسکی سے اس کا کیا تعلق ہے۔"

"بہت بہتر۔" کوہن نے کچھ توقف کے بعد کہا۔

"ایک ہفتے میں رپورٹ مل سکتی ہے؟" ولیم نے پوچھا۔

"نہیں مسٹر کین۔ دو ہفتے کی مہلت درکار ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ دو ہفتے میں مکمل رپورٹ میری ڈیسک پر ہونی چاہیے۔"

تھامس کوہن ہمیشہ کی طرح وعدے کا سچا ثابت ہوا۔ پندرھویں صبح مکمل رپورٹ ولیم کی ڈیسک پر موجود تھی۔ ایبل رونسکی اور ہنری بورن کے درمیان کسی نوعیت کا کاروباری تعلق نہیں تھا...... ہی رہا تھا۔ شکاگو سے نکلنے کے بعد ہنری بورن نے بہت سی ملازمتیں کی تھیں۔ آخری ملازمت گریٹ ویسٹرن انشورنس کمپنی کی تھی۔ امکان تھا کہ اسی ملازمت کے دوران وہ ایبل رونسکی سے متعارف ہوا ہوگا، کیونکہ شکاگو رچمنڈ کی پالیسی اسی کمپنی کے پاس تھی۔ آتشزدگی کے سلسلے میں ہوٹل کے ...ق منیجر ڈیسمنڈ کو دس سال کی سزا ہوئی تھی۔ انشورنس کمپنی نے رچمنڈ گروپ کو پالیسی کے سلسلے میں ساڑھے سات لاکھ ڈالر ادا کیے تھے۔ ہنری بورن نے حال ہی میں سٹی ہال کا انتخاب جیتا تھا اور اب وہ آلڈرمین تھا۔ اب وہ شکاگو سے کانگریس مین بننے کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔ حال ہی میں اس ... ایک دوا ساز کمپنی کے مالک کی بیٹی میری آسٹن سے شادی کی ہے۔ تاحال وہ لاولد ہے۔

ولیم نے رپورٹ کو دوبارہ پڑھا، بظاہر تو ایسی کوئی بات نہیں تھی، لیکن نہ جانے کیوں اسے ...ل رونسکی اور ہنری بورن کے درمیان کوئی تعلق محسوس ہو رہا تھا۔ وہ دونوں ہی اُس سے نفرت ...تے تھے۔ وجوہات مختلف تھیں لیکن ان کی نفرت بہرحال ایک قدرِ مشترک تھی۔ وہ دونوں ہی اس لیے خطرناک تھے۔

اس نے معاوضے کا چیک کوہن اینڈ کوہن کو بھجواتے ہوئے تھامس کوہن سے استدعا کی کہ ...نوں پر کام جاری رکھا جائے اور ماہ بہ ماہ رپورٹ پیش کی جائے۔ کئی مہینے گزر گئے لیکن کوئی نئی ... سامنے نہ آئی۔ ولیم نے اس سلسلے میں فکر مند ہونا چھوڑ دیا۔ لیکن اخبار میں چھپنے والی، ایبل اور ...کی تصویر اب بھی اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم جاتی تھی۔

1937ء کے موسم بہار میں ولیم کے ہاں بچی پیدا ہوئی۔ جس کا نام ورجینیا رکھا گیا۔ ولیم ...ر پھر ایک مشغلہ آ گیا...... بچی کے آلودہ نیپکن تبدیل کرنے کا۔ بچی سے وہ کچھ زیادہ ہی پیار کرتا ...گر کیٹ بچی کو نہ چھینتی تو وہ اسے رات بھر سونے نہ دیتا۔ رچرڈ اب ڈھائی سال کا تھا۔ وہ اپنے ...میں مگن تھا۔

اس سال کے اختتام پر کین اینڈ کابوٹ میں ولیم کے شعبے نے بھاری منافع کمایا۔ اب ولیم، ماتھیو کی موت کے صدمے سے سنبھل رہا تھا۔ اس نے نہ صرف اپنی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کر لی تھی...... بلکہ اس میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اب ٹونی سائمن بھی کم ہی مداخلت کرتا تھا، لیکن ولیم اب بھی کین اینڈ کابوٹ کی چیئر مین شپ کے لیے متفکر تھا۔ ٹونی سائمن کے ریٹائرمنٹ میں ابھی 17 سال باقی تھے۔ ولیم کسی اور بینک میں کام کرنے کے متعلق سوچنے لگا۔

ولیم اور کیٹ مہینے میں ایک بار، ویک اینڈ کے موقعے پر چارلس لیسٹر سے ملنے ضرور جاتے تھے۔ گزشتہ تین برسوں میں چارلس بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔ جوان بیٹے کے صدمے نے اسے اندر ہی اندر چاٹ لیا تھا۔ کاروباری حلقوں میں یہ خبر گشت کر رہی تھی کہ اس نے بینک میں دلچسپی لینا چھوڑ دی ہے۔ ولیم یہ سوچ کر حیران ہوتا تھا کہ زندگی کی اُمنگ سے محروم وہ بوڑھا آدمی اب تک زندہ کیسے ہے۔ پھر چارلیس لیسٹر کی موت کی خبر آ گئی۔ ولیم اس کی تدفین میں شریک ہونے کے لیے نیو یارک گیا۔ اس تقریب میں امریکہ کا نائب صدر بھی موجود تھا۔ تدفین کے بعد بوسٹن واپس آتے ہوئے ولیم کو احساس تھا کہ اس کے لیسٹر خاندان سے تعلق کی آخری کڑی بھی ٹوٹ گئی ہے۔

چھ ماہ بعد ولیم کو نیو یارک کے وکلا کی فرم کی جانب سے خط موصول ہوا۔ انہوں نے اسے اپنے، وال اسٹریٹ کے دفتر میں مدعو کیا تھا، جہاں چارلس لیسٹر کی وصیت کھولی جانے والی تھی۔ ولیم کو یہ آخری فرض نبھانے میں کیا عار ہو سکتا تھا۔

وہ اپنی نئی کار میں نیو یارک گیا اور اس نے ہاورڈ کلب میں قیام کیا۔ وصیت اگلی صبح دس بجے کھولی جانے والی تھی۔ ولیم وہاں پہنچا تو کم از کم پچاس افراد پہلے ہی موجود تھے۔ وہ ان میں ماتھیو کی بہن سوزن کو تلاش کرتا رہا۔ لیکن وہ کہیں نظر نہ آئی۔ ٹھیک دس بجے مسٹر آرتھر کراموئیل کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک اسسٹنٹ بھی تھا، جس کے ہاتھ میں ایک براؤن فولڈر تھا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ پھر مسٹر کراموئیل نے وضاحت کی آنجہانی چالیس لیسٹر کی یہی خواہش تھی کہ وصیت ان کی موت کے چھ ماہ بعد سنائی جائے۔

اس کے بعد وصیت کا مرحلہ آیا۔ پہلے ملازمین، دور کے رشتے داروں اور فلاحی اداروں کو دی جانے والی رقوم کا تذکرہ آیا۔ چارلس لیسٹر نے اپنی ذاتی جائداد تمام رشتے داروں میں تقسیم کر دی تھی۔ سوزن کو سب سے زیادہ حصہ ملا تھا۔

مسٹر لیسٹر کے تمام اثاثوں کی تقسیم یہاں مکمل ہوئی۔'' مسٹر کراموئیل نے کہا...... اور ولیم حیران رہ گیا۔ ''تاہم ابھی وصیت مکمل نہیں ہوئی ہے۔ اب میں وصیت نامہ لفظ بہ لفظ پڑھوں گا۔'' وکیل نے مزید کہا۔ ''میں نے ہمیشہ یہ بات تسلیم کی ہے کہ کسی بھی بینک کی ساکھ وہاں کام کرنے

والوں کے کردار سے بنتی یا بگڑتی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ میرے بعد میرا بیٹا ماتھیو لیسٹر میرا بینک سنبھالے گا۔ لیکن اس کی بے وقت اور المناک موت نے مجھے میرے جانشین سے محروم کر دیا۔ میں نے اب تک اس سلسلے میں اپنے کسی انتخاب کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔ لیکن اب میری خواہش کہ میرے عزیز ترین دوست آنجہانی رچرڈ کین کا بیٹا ولیم کین، جو اس وقت کین اینڈ کابوٹ کا وائس چیئر مین ہے، میری جگہ لیسٹر بینک اینڈ ٹرسٹ کمپنی کی چیئر مین شپ سنبھالے۔''

کمرے میں سرگوشیاں گونجنے لگیں۔ ہر شخص پراسرار مسٹر ولیم کو دیکھنے کا خواہش مند تھا۔

''ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی ہے۔ کراموئیل نے کہا۔ جس کو جو کچھ دیا گیا ہے، وہ مسٹر لیسٹر کی خواہش کے مطابق مشروط ہے...... اور آئندہ ہونے والی بورڈ میٹنگ میں ولیم کین کے ساتھ تعاون...... کم از کم پانچ سال تعاون کرنے کی صورت میں ملے گا۔ یہ الگ بات کہ مسٹر کین خود چیئر مین شپ سنبھالنے سے گریز کریں۔''

ولیم لرز کر رہ گیا۔ اس وصیت نے اسے ایک لمحے میں اس کمرے کی سب سے زیادہ پسندیدہ شخصیت بنا دیا تھا۔ اس نے نظریں اُٹھا کر دیکھا۔ سوزن اس کی طرف آ رہی تھی۔ ولیم مسکرایا لیکن سوزن نے اُس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ وہ اس کے قریب سے گزرتی ہوئی باہر چلی گئی۔ اسی وقت سفید بالوں والا ایک طویل قامت شخص ولیم کی طرف بڑھا۔ ''آپ ہی ولیم کین ہیں نا جناب؟'' اس نے پوچھا۔

''جی ہاں...... میں ہی ہوں۔'' ولیم نے جواب دیا۔ وہ نروس ہو رہا تھا۔

''میرا نام پیٹر پارفٹ ہے۔'' اجنبی نے اپنا تعارف کرایا۔

''لیسٹر بینک کے وائس چیئر مین ہیں آپ؟''

''جی ہاں جناب۔ میں آپ کو نہیں جانتا لیکن آپ کی شہرت سے واقف ہوں۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے آپ کے والد کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ اگر چارلس لیسٹر آپ کو اپنے بینک کی چیئر مین شپ کا اہل سمجھتے تھے تو میں اس کی تردید کی جرأت نہیں کروں گا۔''

ولیم نے پہلی بار سکون کا سانس لیا۔

''نیو یارک میں آپ کا قیام کہاں ہے مسٹر کین؟''

''میں ہاورڈ کلب میں ٹھہرا ہوا ہوں۔''

''بہت خوب۔ کیوں نہ آج ڈنر ہمارے ساتھ کریں۔''

''میرا آج شام بوسٹن واپس جانے کا ارادہ تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مجھے چند روز نیو یارک میں قیام کرنا ہو گا۔''

"تو آج رات آٹھ بجے میرے گھر تشریف لے آئیں۔" پارفٹ نے اسے اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ جناب۔" ولیم نے کارڈ جیب میں رکھ لیا۔ اب اور بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ کچھ نے اسے مبارک باد دی اور کچھ اسے تند نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

ولیم نے ہاورڈ کلب پہنچتے ہی کیٹ کو فون کیا اور اسے سب کچھ بتا دیا۔

"ماتھیو کی روح یقیناً خوش ہوگی ڈیئر۔" کیٹ نے آہ بھر کے کہا۔ "تم واپس کب آ رہے ہو؟"

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔ آج میں بینک کے وائس چیئرمین کے گھر رات کے کھانے پر مدعو ہوں۔ صرف اسی ایک آدمی نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے۔ میں کل تمہیں پھر فون کروں گا۔"

ولیم رات آٹھ بجے پیٹر پارفٹ کے گھر پہنچا۔ پیٹر پارفٹ اور اُس کی دوسری بیوی ڈیانا پارفٹ نے اس کا خیر مقدم کیا۔ ڈیانا حسین عورت تھی۔ اس نے ولیم کو بینک کا چیئرمین بننے پر مبارک باد دی۔ کھانے کے دوران ولیم نے پارفٹ سے پوچھا کہ بورڈ کے اراکین کا کیا ردعمل ہو سکتا ہے۔

"میں ان سب سے بات کر چکا ہوں۔ بورڈ کی میٹنگ پیر کے دن ہوگی، جس میں چارلس لیسٹر کی خواہش پر تمہاری نامزدگی کی توثیق کا معاملہ زیر بحث آئے گا۔ سب کچھ درست ہے۔ بس مجھے ایک معمولی سی رکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔"

"وہ کیا ہے؟" ولیم نے اپنی تشویش چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بات میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ دوسرا وائس چیئرمین ٹیڈ لیچ چیئرمین بننے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اسے یقیناً چارلس لیسٹر کی وصیت سے تکلیف پہنچی ہے۔"

"تو کیا وہ مقابلہ کرے گا؟"

"امکان تو ہے، لیکن اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں۔"

"مجھے وہ شخص کبھی پسند نہیں رہا۔" ڈیانا نے کہا۔

"ڈیئر...... جب تک مسٹر کین خود اس سے نہ مل لیں، ہمیں ایسی بات نہیں کہنی چاہیے۔ بہر حال، مجھے یقین ہے کہ بورڈ مسٹر کین کی نامزدگی توثیق کر دے گا۔ اس بات کا امکان بھی ہے کہ ٹیڈ لیچ اپنے عہدے سے استعفا دے دے گا۔"

"لیکن میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ کوئی میری وجہ سے مستعفی ہو۔"

"بہت اچھا جذبہ ہے۔" پارفٹ نے پر ستائش لہجے میں کہا۔ "بہر حال تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم کل بوسٹن واپس چلے جاؤ۔ میں تمہیں صورت حال سے باخبر رکھوں گا۔"

"لیکن مجھے کل صبح بینک جانا چاہیے۔ اگر میں نہ گیا تو بورڈ کے اراکین نہ جانے کیا سوچتے۔"

"ان حالات میں میں تمہیں یہ مشورہ نہیں دے سکتا۔ میٹنگ تک تمہیں کسی سے بھی ملنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ انہیں اپنے طور پر سوچنے کا موقع دو۔ میرا مشورہ مانو...... تم بوسٹن واپس چلے جاؤ۔ میں پیر کو تمہیں فون کر کے خوشخبری سنا دوں گا۔"

ولیم ہچکچایا لیکن اس نے پارفٹ کا مشورہ مان لیا۔ وہ رات ایک بجے کے قریب ہاورڈ کلب پہنچ گیا۔ اگلے روز وہ بوسٹن واپس پہنچا۔ اس نے سب سے پہلے ٹونی سائمن کو صورتِ حال سے مطلع کیا۔ اسے ٹونی کے رویے پر حیرت ہوئی۔

"مجھے تمہارے جانے کا افسوس ہوگا ولیم مجھے تمہارا نعم البدل نہیں مل سکتا۔ میرا خیال ہے تم کوئی فیصلہ کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھو گے۔"

"میرا خیال تھا کہ تمہیں مجھ سے جان چھڑا کر مسرت ہوگی۔" ولیم نے کہا۔

"ولیم...... تمہیں اس بات پر یقین کب آئے گا کہ میں بینک کے مفاد کو ہر چیز پر فوقیت دیتا ہوں۔ میری نظر میں تم اس وقت امریکہ کے ذہین ترین سرمایہ کار ہو۔ تم چلے جاؤ گے تو بینک کے بہت سے موکل بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔"

"لیکن میں اپنا اکاؤنٹ تو لیسٹرز میں ٹرانسفر نہیں کروں گا۔" ولیم نے کہا۔ "اور نہ ہی میں کولن اینڈ کابوٹ کے موکلوں کو یہ ترغیب دوں گا۔"

"یہ بات نہیں ہے ولیم۔ اس کے باوجود کچھ لوگ تمہاری پیروی کریں گے۔"

ولیم اور کیٹ بے چینی سے پیر کے منتظر تھے۔ پیر کے دن ولیم لنچ کے لیے بھی نہیں نکلا۔ ہر کال وہ خود ہی ریسیو کر رہا تھا۔ شام چھ بجے کے قریب پارفٹ کا فون آیا۔ "ولیم...... یہاں غیر متوقع مشکلات سامنے آگئی ہیں۔" یہ پارفٹ کے ابتدائی الفاظ تھے۔

ولیم کا دل ڈوبنے لگا۔

"لیکن پریشان نہ ہونا۔ میرے خیال میں صورتِ حال اب بھی قابو میں ہے۔ البتہ تمہیں بورڈ کے کچھ اراکین کے ایک نامزد اُمیدوار کا مقابلہ کرنا پڑے۔ کچھ لوگ وصیت کی قانونی حیثیت کے بارے میں مشورے لے رہے ہیں مجھے یہ ناخوشگوار کام سونپا گیا ہے کہ میں تم سے دریافت کروں کہ کیا تم بورڈ کے اُمیدوار سے مقابلہ کرو گے؟"

"اور بورڈ کا اُمیدوار کون ہوگا؟"

"ابھی تک کوئی نام سامنے نہیں آیا ہے، لیکن امکان ہے کہ ٹیڈ لیچ ہوگا۔ اور تو کوئی دلچسپی

ہی نہیں لے رہا ہے۔"

"میں سوچوں گا۔ بورڈ کی آئندہ میٹنگ کب ہوگی؟"

"ایک ہفتے بعد...... لیکن تم فکر مند نہ ہونا۔ مجھے یقین ہے کہ تم بہ آسانی جیت جاؤ گے۔ کوئی اہم بات ہوئی تو میں تمہیں بتا دوں گا۔"

"مجھے نیویارک آنا چاہیے؟"

"نہیں...... فی الحال اس کی ضرورت نہیں۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔"

ولیم نے پارفٹ کا شکریہ ادا کیا اور ریسیور رکھ دیا۔ پھر وہ آفس سے نکل آیا۔ پارکنگ لاٹ میں ٹونی سائمن سے ملاقات ہوگئی۔ ٹونی سائمن کے ہاتھ میں سوٹ کیس تھا۔

"کہیں باہر جا رہے ہو ٹونی؟" ولیم نے پوچھا۔

"نیویارک میں بینکرز کا ماہانہ ڈنر ہے۔ اس میں شرکت کے لیے جا رہا ہوں۔ میرا خیال ہے، لیسٹرز کا مستقبل کا چیئرمین چوبیس گھنٹے کے لیے کین اینڈ کابوٹ کو سنبھال سکتا ہے۔"

ولیم ہنس دیا۔ "ممکن ہے، اس وقت تک میں سابق چیئرمین ہو چکا ہوں۔" اس نے کہا اور ٹونی کو تفصیل بتا دی۔ ٹونی سائمن کا ردعمل ولیم کے لیے حیران کن تھا۔

"یہ حقیقت ہے کہ ٹیڈ لیچ کو ہمیشہ یہ توقع رہی ہے کہ لیسٹرز کی چیئرمین شپ اس کے حصے میں آئے گی۔" ٹونی نے کہا۔ "لیکن وہ بینک کے وفادار ترین لوگوں میں سے ہے۔ میں یقین نہیں کر سکتا کہ وہ چارلس لیسٹرز کی خواہش کی مخالفت کرے گا۔"

"کمال ہے۔ تم اسے جانتے ہو؟"

"زیادہ نہیں جانتا۔ کالج میں وہ مجھ سے ایک سال سینئر تھا۔ اب بھی کبھی کبھی اس سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ آج کے ڈنر میں بھی وہ یقیناً موجود ہوگا۔ اگر کہو تو اُس سے اس سلسلے میں بات کروں۔"

"پلیز...... بات کرنا لیکن ذرا احتیاط رہنا۔"

"اے ولیم...... تم دس سال سے مجھ سے محض اس بات پر اُلجھتے رہے کہ میں ضرورت سے زیادہ محتاط ہوں۔" ٹونی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے ٹونی۔ عجیب بات ہے...... جب آدمی خود کسی مسئلے سے دوچار ہو تو اس کے اصول بدل جاتے ہیں۔ اس کا احساس آج مجھے پہلی بار ہوا ہے۔ بہر حال اب میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں ٹیڈ لیچ سے بات کروں گا اور کل صبح تمہیں فون کروں گا۔"

لیکن وعدے کے برعکس ٹونی کا فون آدھی رات کے وقت آیا۔ ولیم کو نیند سے اُٹھنا پڑا۔ "ہیلو...... کون ہے؟" اس نے غنودگی میں پوچھا۔

"میں ٹونی سائمن بول رہا ہوں۔"

ولیم کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ اُس نے لائٹ آن کی اور گھڑی پر نظر ڈالی۔ بارہ بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔ "تم نے تو صبح فون کرنے کو کہا تھا۔" ولیم نے اُسے یاد دلایا۔

"بات ہی ایسی ہے۔ ولیم ٹیڈ لیچ تمہارے لیسٹرز کے چیئرمین بننے کی مخالفت نہیں کر رہا ہے۔ البتہ مخالفت ہو ضرور رہی ہے۔" ٹونی نے کہا۔

"پھر کون کر رہا ہے میری مخالفت؟"

"پیٹر پارفٹ۔"

"کیا؟" ولیم کی نیند کافور ہوگئی۔

"ہاں...... وہ تمہاری عدم موجودگی میں بورڈ کے ارکان کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میری توقع کے عین مطابق ٹیڈ لیچ تو تمہارے حق میں ہے۔ البتہ بورڈ کے ارکان دو دھڑوں میں بٹ گئے ہیں۔"

"لعنت ہے۔" ولیم غرایا۔ "اب دو باتیں ہیں۔ ٹونی پہلے تو میں تمہارا شکریہ ادا کروں گا۔ پھر یہ پوچھوں گا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"اگر تم لیسٹرز کے چیئرمین بننا چاہتے ہو تو فوری طور پر نیویارک آجاؤ۔ ورنہ بورڈ کے ممبر سوچنے لگیں گے کہ آخر تم بوسٹن میں کیوں جا چھپے ہو۔"

"چھپنے کا کیا سوال ہے؟"

"سوال ہو یا نہ ہو۔ پیٹر پارفٹ یہی پروپیگنڈا کر رہا ہے یہاں آؤ اور یل کلب میں ٹھہرو۔ صبح اس سلسلے میں مزید گفتگو ہوگی۔"

"میں جلد از جلد پہنچ رہا ہوں۔"

"ممکن ہے، تم آؤ اور میں سو رہا ہوں۔ ایسا ہو تو اس بار جگانے کی ذمے داری تمہاری ہوگی۔"

ولیم نے ریسیور رکھا اور کیٹ کی طرف دیکھا، جو اس تمام گفتگو کے دوران بدستور سوتی رہی تھی۔ اس کی نیند پر ولیم کو رشک آتا تھا۔ اس کا اپنا یہ حال تھا کہ ہوا سے پردے بھی سرسراتے تو اس کی آنکھ کھل جاتی جب کہ کیٹ ایک بار سوتی تو دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتی۔ ولیم نے ایک کاغذ پر مختصر سا پیغام لکھ کر کیٹ کے سرہانے رکھا، سوٹ کیس میں ضروری سامان ڈالا اور نیویارک کے لیے روانہ ہو گیا۔ شاہراہ سنسان تھی۔ وہ صرف پانچ گھنٹے میں نیویارک پہنچ گیا۔ یل کلب پہنچ کر کمرہ لیتے

لیتے چھ بج گئے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد ٹونی سائمن کو جگائے گا، لیکن اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ باہر ٹونی سائمن موجود تھا۔

''میں بوسٹن کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ مجھے ٹرین پکڑنی ہے۔'' ٹونی نے کہا۔ ''بہر حال، صورتِ حال یہ ہے کہ تمہارا اصل مسئلہ پیٹر پارفٹ ہے۔ اسے یقین تھا کہ چارلس لیسٹر اسے اپنا جانشین بنائے گا۔ اب وہ تمہیں شکست دینے کے لیے دُہرا کھیل کھیل رہا ہے۔ تفصیل تمہیں ٹیڈ لیچ بتائے گا۔ وہ میٹروپولیٹن کلب میں تمہارے ساتھ لنچ کرنے کا خواہش مند ہے۔ اس کے ساتھ بینک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے کچھ ممبر ہوں گے۔ تم ان پر اعتبار کر سکتے ہو۔'' ٹونی نے اسے میٹروپولیٹن کلب کا محلِ وقوع سمجھایا۔

''شکریہ ٹونی۔''

''موسٹ ویلکم...... اب میں چلا۔ ٹرین دس منٹ بعد روانہ ہوگی۔ مجھے اسٹیشن پہنچنا ہے۔'' ٹونی دروازے پر پہنچ کر مڑا۔ ''تمہیں معلوم ہے۔ تمہارے ڈیڈی کے نزدیک پیٹر پارفٹ کبھی قابلِ اعتبار آدمی نہیں رہا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ ہوشیار ہے۔ اچھا ولیم، گڈ لک۔''

''میں تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں ٹونی......''

''اس کی ضرورت نہیں، جو کچھ میں کر رہا ہوں، اسے ماتھیو کے کھاتے میں سمجھو۔ نادانستگی ہی میں سہی، بہر حال میں نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔''

''ولیم بند دروازے کو گھورتا رہا۔ وہ ٹونی سائمن کے ساتھ برسوں سے کام کر رہا تھا لیکن اسے کبھی اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ اتنا اچھا آدمی ہے۔ سچ ہے کہ آڑے وقت میں ہی انسان کو اپنے گرد و پیش کے لوگوں کو صحیح طور پر سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

کچھ دیر بعد ولیم نے ریسیور اُٹھایا اور آپریٹر کو بوسٹن کا ایک نمبر ملانے کے لیے دیا۔ چند منٹ بعد لائن مل گئی۔

''مسٹر کین...... لیسٹرز کے چیئرمین کی حیثیت سے نامزدگی مبارک ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ اب ہماری نیویارک برانچ کو آپ کی خدمت کا موقع ملے گا۔''

''اس کا انحصار تو تم پر ہی ہے مسٹر کوہن۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا؟''

''ولیم نے اسے اب تک کی تفصیل بتائی اور چارلس لیسٹر کی وصیت کے اہم اور متعلقہ حصے پڑھ کر سنائے۔ کوہن خاموشی سے سنتا...... اور نوٹس لیتا رہا۔'' اب بتاؤ...... چارلس لیسٹر کی اس خواہش کی قانونی حیثیت کیا ہے؟'' ولیم نے پوچھا۔

''کیا کہا جا سکتا ہے۔ یہ تو بے حد غیر یقینی صورتِ حال ہے۔''

''تم مجھے کیا مشورہ دو گے؟''

''اگر چیئرمین بننا آپ کے لیے اہم ہے تو آخری لمحے تک جدوجہد کیجیے اور میرا مشورہ غور سے سنیے کہ اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو کیا کرتا......''

''ایک گھنٹے بعد ولیم نے ریسیور رکھا اور وقت گزاری کے لیے پارک ایونیو پر نکل آیا۔ راستے میں اسے ایک زیرِ تعمیر عمارت نظر آئی۔ ایک بڑے بورڈ پر لکھا تھا۔ ''بیرن ہوٹل کی یادگار میزبانی کے بعد آپ کہیں اور قیام کرنا پسند کر ہی نہیں سکتے۔'' ولیم مسکرایا۔ وہ اس صبح اس کی پہلی مسکراہٹ تھی۔ اس کے بعد وہ پُر اعتماد انداز میں اس کاسموپولیٹن کلب کی طرف بڑھتا رہا۔

ٹیڈ لیچ کلب کے دروازے پر اس کا منتظر تھا۔ ولیم اسے نہیں پہچانتا تھا لیکن وہ ولیم کو وصیت نامہ پڑھے جانے کے موقعے پر دیکھ چکا تھا۔ وہ ولیم کا ہاتھ تھام کر اسے کلب میں لے گیا۔ کلب پرانے طرزِ تعمیر کا نمونہ تھا۔ ''مسٹر کین۔ کیا پیجیے گا؟'' ٹیڈ نے پوچھا۔

''ڈرائی شیری پلیز۔'' ولیم نے ویٹر سے کہا۔

ویٹر نے ٹیڈ سے پوچھنے کی زحمت نہ کی چند لمحے بعد وہ آیا تو ٹرے پر ڈرائی شیری کے علاوہ اسکاچ کا ایک جام رکھا تھا۔

لیسٹرز بینک کے مستقبل کے چیئرمین کے نام۔'' ٹیڈ نے جام بلند کرتے ہوئے کہا۔

ولیم ہچکچایا اور ٹیڈ ہنسنے لگا۔

چند منٹ کے بعد دو معمر افراد اُن کی میز کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ ''مسٹر راجرز اور مسٹر ڈیوس۔'' ٹیڈ نے ولیم سے اُن دونوں کا تعارف کرایا۔

دونوں ڈائریکٹرز ولیم کو بغور دیکھ رہے تھے جیسے اسے نظروں میں تول رہے ہوں۔ چند لمحے خاموشی رہی۔

''بات کہاں سے شروع کی جائے۔'' بالآخر راجرز بولا۔

''لنچ شروع کرتے ہیں۔'' ٹیڈ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

وہ چاروں ڈائننگ ہال میں چلے آئے۔ وہ کھڑکی کے قریب والی میز پر بیٹھے۔ کھڑکی سے ولیم کو پلازہ ہوٹل نظر آیا۔ پھر اسے بہت کچھ یاد آیا۔ اسے اپنا گریجویشن یاد آیا...... دادی...... نانی...... ماتھیو یاد آیا۔ امتحان میں کامیابی کے سلسلے میں پلازہ ہی میں تو ٹی پارٹی ہوئی تھی۔ کوئی اور خاص بات بھی ہوئی تھی اُس دن...... ولیم اُلجھ گیا۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اُس دن پلازہ میں کیا قابلِ ذکر بات ہوئی تھی۔

''مسٹر کین، اب کھل کر بات کر لی جائے۔'' ٹیڈ نے اسے چونکا دیا۔''چارلس لیسٹر کا فیصلہ کہ آپ کو بینک کا چیئر مین بنایا جائے، سب کے لیے باعث حیرت ثابت ہوا ہے۔ اب اگر بورڈ اس خواہش کا احترام نہیں کرتا تو مورال متاثر ہوگا...... اور یہ ہم نہیں چاہتے۔ ویسے بھی مسٹر لیسٹر ایک زیرک اور دانش مند انسان تھے۔ انہوں نے آپ کو سوچ سمجھ کر ہی منتخب کیا ہوگا۔ آپ کی اہلیت کے سلسلے میں میرے نزدیک صرف یہی بات بہت کافی ہے۔''

ولیم یہ لفظ پہلے بھی سن چکا تھا...... پچھلی بار پیٹر پارفٹ نے یہی بات کہی تھی۔

''ہم تینوں کے پاس جو کچھ بھی ہے، وہ چارلس لیسٹر ہی کا مرہون منت ہے۔ ہم ان کی خواہش کا بہتر طور پر احترام کریں گے۔

''حضرات...... آنجہانی چارلس لیسٹر کا فیصلہ آپ ہی کے لیے نہیں، خود میرے لیے بھی شدید حیرت کا باعث تھا۔ یقین کیجیے، یہ سب کچھ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔'' ولیم نے کہا۔

''ہم آپ کی پوزیشن سمجھتے ہیں مسٹر کین اور یقین کیجیے ہم آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔'' ٹیڈ نے کہا۔''ہمیں احساس ہے کہ پیٹر پارفٹ کے دو غلے پن کے بعد آپ کے لیے اس بات پر یقین کرنا مشکل ہوگا...... لیکن یہ حقیقت ہے۔''

''میں آپ لوگوں پر اعتماد کرنے پر مجبور ہوں حضرات۔ میں آپ سے مشورہ چاہتا ہوں۔''

''شکریہ مسٹر کین۔'' ٹیڈ نے کہا۔''یہ بات طے ہے کہ پارفٹ بڑے منظم طریقے سے کام کر رہا ہے۔ وہ اپنی پوزیشن مضبوط سمجھتا ہے۔ بہر حال، اگر آپ مقابلہ کریں گے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ اعصابی جنگ ہے اور مجھے اُمید ہے کہ آپ لڑ سکیں گے۔''

''اگر نہ لڑ سکتا ہوتا تو اس وقت یہاں نہ ہوتا۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم مسٹر پارفٹ کو کس طرح شکست دے سکتے ہیں؟''

''آپ کے ذہن میں کیا ہے؟ کھل کر بات کیجیے۔''

''آپ کا کہنا بجا ہے کہ پارفٹ کی دانست میں اس کی پوزیشن مضبوط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب تک صرف وہی حملے کرتا رہا ہے اور وہ بھی بے خبری میں...... میرا خیال ہے، اب ہمیں بھی حملہ کرنا ہوگا کیونکہ اسے ایسی کوئی توقع نہیں...... اور حملہ بھی اس کے اپنے میدان یعنی بورڈ روم میں۔''

''میں سمجھا نہیں؟'' ڈیوس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''سمجھ تا ہوں...... لیکن پہلے آپ میرے چند سوالوں کے جواب دیں۔ بورڈ میں کتنے ''ڈائریکٹرز ہیں؟''

''سولہ'' ٹیڈ نے جواب دیا۔

''اور اس وقت ان کا جھکاؤ کس کی طرف ہے؟''

''اس سوال کا جواب دینا آسان نہیں ہے مسٹر کین۔'' ڈیوس نے جواب دیا۔ اس نے اپنی جیب سے ایک لفافہ نکالا اور لفافے کی پشت پر کچھ دیکھتا رہا۔''میرا خیال ہے، ہمارے حق میں چھ ووٹ تو یقینی ہیں۔ پیٹر پارفٹ کے یقینی ووٹ پانچ ہیں۔ آج صبح مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ چارلس لیسٹر کا عزیز ترین دوست اسمتھ آپ کے حق میں ووٹ دینے پر رضا مند نہیں ہے۔ یہ عجیب بات ہے کیونکہ وہ پارفٹ کو بھی زیادہ پسند نہیں کرتا۔ اس اعتبار سے آپ کی اور پارفٹ کی پوزیشن ایک جیسی ہو گئی ہے۔''

''جمعرات تک باقی چار ووٹوں کے متعلق بھی یقینی طور پر علم ہو جائے گا۔''

''جمعرات ہی کیوں؟'' ولیم نے پوچھا۔

''اس روز بورڈ کی میٹنگ ہوگی۔ ایجنڈے میں پہلا پوائنٹ نئے چیئر مین کا انتخاب ہے۔ ٹیڈ نے بتایا۔''

''مجھے بتایا گیا ہے کہ میٹنگ پیر کے روز ہوگی۔'' ولیم کے لہجے میں استعجاب تھا۔

''کس نے بتایا تھا؟'' ڈیوس نے پوچھا۔

''پیٹر پارفٹ نے۔''

''یہ بھی اسکی ایک چال تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ آپ اس میٹنگ میں شریک نہ ہو سکیں۔ اس کے نزدیک جنگ اور محبت میں ہر حربہ جائز ہے۔'' ٹیڈ نے کہا۔

''حالانکہ یہ نہ جنگ ہے نہ محبت۔ بہر حال میں اسے اس حد تک تو سمجھ ہی چکا ہوں کہ اس سے اس کے میدان میں مقابلہ کر سکتا ہوں۔''

''یہ کہنا آسان ہے، کرنا بہت مشکل ہے۔ مسٹر کین۔'' ڈیوس نے کہا۔''اس وقت پارفٹ کی پوزیشن مستحکم ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ اس کا مقابلہ کیسے کریں گے۔''

''کورم کے لیے کتنے ممبرز کی موجودگی ضروری ہے؟''

''نو ممبر ہونے چاہئیں۔''

''اور بورڈ کا سکریٹری کون ہے؟''

''میں ہوں۔'' راجرز نے کہا۔ وہ اب تک خاموش رہا تھا۔ ولیم کے نزدیک یہ ایسی خوبی تھی، جو ایک سکریٹری کے لیے ضروری ہوتی ہے۔

''ایمر جنسی میٹنگ کے لیے کتنی مہلت ضروری ہے؟'' ولیم نے راجرز سے پوچھا۔

''ہر ڈائریکٹر کو میٹنگ سے کم از کم 24 گھنٹے پہلے نوٹس پہنچنا چاہیے، لیکن مسٹر لیسٹر تین دن کی

مہلت دینا ضروری سمجھتے تھے۔ تاہم کساد بازاری کے دوران 29ء میں ایمرجنسی میٹنگ کال کی گئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ تب تو ہمیں ایمرجنسی میٹنگ کال کرنا چاہیے۔" ولیم نے کہا۔

تینوں ڈائریکٹر اسے حیرت سے دیکھتے رہے۔

"ذرا سوچیے تو..... مسٹر ٹیڈ لیچ جو بینک کے وائس چیئرمین ہیں، اجلاس طلب کرنا چاہتے ہیں اور انہیں اس کا حق حاصل ہے۔ مسٹر راجرز بہ آسانی تمام ڈائریکٹر کو مطلع کر سکتے ہیں۔"

"اور آپ کے خیال میں یہ میٹنگ کب ہونی چاہیے؟" ٹیڈ لیچ نے پوچھا۔

"کل شام" ولیم نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "تین بجے"

"میرے خدا..... مجھے یقین نہیں....."

"کیا آپ کے خیال میں پیٹر پارفٹ کو اس سے دھچکا نہیں پہنچے گا۔" ولیم نے راجرز کی بات کاٹ دی۔

"آپ درست کہتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ کے ذہن میں پورا پروگرام موجود ہو کہ آپ میٹنگ میں کیا کرنا ہے؟" ٹیڈ لیچ نے کہا۔

"یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں۔ بس آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہر ڈائریکٹر کو بروقت اطلاع پہنچ جانی چاہیے۔"

"میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ اس پر پیٹر پارفٹ کا کیا ردعمل ہوگا؟" ٹیڈ نے تفکر آمیز لہجے میں کہا۔

"پارفٹ کی فکر نہ کریں۔" ولیم نے کہا۔ "اب تک ہم یہی غلطی کرتے رہے ہیں۔ ہمیں صرف اتنا کرنا ہے کہ تمام ڈائریکٹرز کو 24 گھنٹے پہلے میٹنگ کے متعلق اطلاع پہنچا دیں۔ اس کے بعد ہمارے لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ہم اسے جوابی حملے کا موقع ہی نہیں دیں گے اور ہاں..... کل میں کچھ بھی کہوں، کچھ بھی کروں، اس پر حیران نہ ہوں۔ یقین کیجیے میں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھا رہا ہوں۔ آپ کو صرف اتنا کرنا ہے کہ میری پشت پناہی کے لیے میٹنگ میں شریک ہوں۔"

"اس وقت آپ نہیں بتائیں گے کہ آپ کے ذہن میں کیا ہے؟" ٹیڈ نے پوچھا۔

"نہیں مسٹر لیچ..... یہ مناسب نہیں۔"

ٹیڈ اور اس کے ساتھیوں کو کسی حد تک اندازہ ہوگیا کہ چارلس لیسٹر نے ولیم کین ہی کو کیوں منتخب کیا تھا..... وہ میٹروپولیٹن کلب سے نکلے تو پہلے سے زیادہ پر اعتماد تھے۔ حالانکہ اگلے روز جو کچھ ہونے والا تھا، وہ اس کے متعلق اندھیرے میں تھے۔ تاہم انہیں یقین تھا کہ جو کچھ ہوگا بہتر ہی ہوگا۔ دوسری طرف ولیم نے پہلے مرحلے پر تھامس کوہن کی ہدایات کے مطابق عمل کیا تھا۔ البتہ دوسرے

مرحلے سے گزرنا نسبتاً سخت اور صبر آزما تھا۔ اُس روز وہ ییل کلب میں اپنے کمرے تک محدود رہا۔ وہ اگلے روز کی حکمتِ عملی کے متعلق سوچتا رہا..... فیصلے کرتا رہا۔ رات کو اُس نے کیٹ کو فون کیا۔

"کہاں ہو ڈیئر..... اور تمہارے اُس پراسرار مسٹر پارفٹ کا کیا حال ہے؟"

"میں بہت مصروف رہا تھا۔ پارفٹ کے بارے میں، میں بے خبر ہوں۔ تم اس سلسلے میں کوئی مشورہ دے سکتی ہو؟"

"ہاں..... ایسا کوئی قدم نہ اُٹھانا جس سے انہی حالات میں تمہارے آنجہانی والد اور چارلس لیسٹر گریز کرتے۔"

"یقیناً ڈیئر..... اس وقت شاید وہ دونوں اوپر گولف کھیل رہے ہوں گے لیکن ان کی نظریں مجھ پر ہی جمی ہوئی ہوں گی۔"

"کچھ بھی کرو، ولیم..... ایسا کوئی کام نہ کرنا، جو انہیں ناپسند ہو۔ یہ بات ذہن میں رکھنا کہ وہ تمہی کو دیکھ رہے ہیں۔"

اس رات ولیم ٹھیک سے سو نہیں سکا۔ وقفے وقفے سے آنکھ لگتی اور کھلتی رہی۔ وہ چھ بجے اٹھا اور نہا دھو کر چہل قدمی کے لیے نکل گیا۔ واپس آ کر اس نے ناشتہ کیا۔ اس کے بعد وہ وال اسٹریٹ جرنل کے مطالعے میں مصروف ہوگیا۔ اخبار نے لیسٹرز بینک کے بارے میں خبر دی تھی کہ نئے چیئرمین کے انتخاب کے معاملے میں ڈائریکٹرز دو دھڑوں میں بٹ گئے ہیں۔ پارفٹ کے حوالے سے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس کے چیئرمین بننے کا قوی امکان ہے۔ ولیم سوچ میں پڑ گیا۔ اگلے روز کی خبر کے بارے میں کوئی بھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ پھر ولیم لیسٹرز بینک کے قواعد پڑھنے میں مصروف ہوگیا۔ اُس روز اُس نے لنچ نہیں کیا۔

ڈھائی بجے ولیم نے ٹیکسی پکڑی اور وال اسٹریٹ پہنچ گیا۔ وہ بینک میں داخل ہوا تو تین بجنے میں کچھ منٹ باقی تھے۔ چوکیدار نے اس سے دریافت کیا کہ کیا اُس کی کسی سے ملاقات طے ہے۔

"میں ولیم کین ہوں۔"

"اچھا..... تو آپ بورڈ روم جا رہے ہوں گے۔"

"ولیم چکرا گیا۔ اسے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ بورڈ روم کس طرف ہے۔

چوکیدار اس کی اُلجھن سمجھ گیا۔ "راہداری میں بائیں جانب مڑ جائیں جناب۔" اس نے کہا۔ "دائیں جانب کا دوسرا دروازہ بورڈ روم کا ہے۔"

"شکریہ۔" ولیم نے کہا اور پُراعتماد انداز میں راہداری کی طرف بڑھ گیا، لیکن زندگی میں پہلی بار اس کی دھڑکنیں بے ربط ہو رہی تھیں۔ ٹیڈ بورڈ روم کے دروازے پر موجود تھا۔ "یہ مرحلہ خاصا

مشکل ہوگا۔" اس نے ولیم کو دیکھتے ہی کہا۔

"اچھی بات ہے۔ چارلس لیسٹر کی بھی یہی خواہش ہوگی۔ میں اُن کی توقعات پر پورا اتروں گا۔ وہ بھی مشکل پسند تھے...... میں بھی مشکل پسند ہوں۔"

ولیم کمرے میں داخل ہوا۔ اسے ایک ہی نظر میں اندازہ ہوگیا کہ تمام ڈائریکٹرز موجود ہیں۔ ولیم کے کمرے میں داخل ہوتے ہی سب خاموش ہوگئے۔ اور سب کھڑے ہوگئے۔ ان میں سے ہرایک کی نظریں ولیم پر جمی ہوئی تھیں۔ پیٹر پارفٹ کے سنبھلنے سے پہلے ہی ولیم نے چیئرمین کی کرسی سنبھال لی۔

"جنٹلمین...... تشریف رکھیے۔" ولیم نے کہا۔

ٹیڈ اور چند دوسرے ڈائریکٹرز فوراً بیٹھ گئے۔ باقی لوگ قدرے ہچکچاہٹ کے بعد بیٹھے۔ پھر ولیم کو احساس ہوا کہ دو ڈائریکٹرز کوئی اعتراض کرنے والے ہیں۔ اس نے انہیں بولنے کا موقع دینا مناسب نہ سمجھا۔" اس سے پہلے کہ آپ لوگ اظہار خیال کریں، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنا مافی الضمیر آپ کے سامنے پیش کردوں۔" اس نے کہا۔" اس کے بعد فیصلہ کرنا آپ کا کام ہوگا۔ میرا خیال ہے، ہم لوگ چارلس لیسٹر کی خواہش کے احترام میں کم از کم اتنا تو کر ہی سکتے ہیں۔"

وہ دونوں ڈائریکٹرز بیٹھ گئے، جو کچھ کہنا چاہ رہے تھے۔ ولیم نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"شکریہ جنٹلمین۔ پہلے تو یہ عرض کردوں کہ مجھے اس بینک کا چیئرمین بننے کی کوئی خواہش نہیں ہے......" ولیم نے کچھ توقف کیا اور پھر اپنی بات مکمل کی۔" جب تک کہ تمام ڈائریکٹرز مجھ پر اعتماد کا اظہار نہ کردیں۔"

"کمرے میں موجود ہر شخص کی نگاہیں ولیم پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

"جنٹلمین...... ان دنوں میں کین اینڈ کابوٹ کا وائس چیئرمین ہوں اور کین اینڈ کابوٹ کے 51 فیصد شیئرز کا مالک ہوں۔ کین اینڈ کابوٹ کے بانی میرا دادا تھے۔ کین اینڈ کابوٹ، لیسٹرز کے مقابلے میں چھوٹا بینک سہی، لیکن ساکھ کے اعتبار سے لیسٹرز کا ہم پلہ ہے۔ جہاں تک چارلس لیسٹر کی خواہش کے احترام میں بوسٹن سے نیویارک منتقل ہونے کا تعلق ہے۔ تو جنٹلمین، یہ کام میرے لیے آسان نہیں ہے۔ تاہم میری نگاہوں میں آنجہانی چارلس لیسٹر کی آخری خواہش کی اہمیت ہے۔ انہوں نے یہ فیصلہ تفریحاً نہیں کیا تھا۔ وہ بہت سنجیدہ طبع اور دانش مند آدمی تھے۔ ان کا بیٹا ماتھیو لیسٹر میرا جگری دوست تھا۔ یہ المیہ ہے کہ اس وقت میرے بجائے، وہ آپ سے خطاب نہیں کر رہا ہے۔"

کچھ ڈائریکٹرز تائیدی انداز میں سر ہلا رہے تھے۔

"جنٹلمین، آپ لوگوں کی تائید میرے لیے اعزاز ہے۔ میں آپ لوگوں کی خدمت کی

ہے۔ لیسٹرز بینک کی چیئرمین شپ سنبھال کر بہت بڑی قربانی دے رہا ہوں۔ میرے خیال میں ضروری ہوگا کہ میں آپ کو بینکاری کے شعبے میں اپنے تجربات سے آگاہ کردوں۔ میرا خیال ہے، آپ لوگ میرے متعلق پوری طرح چھان بین کر چکے ہوں گے۔ آنجہانی چارلس لیسٹرز کے ساتھ کام کرنے والوں سے اسی مستعدی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ چارلس لیسٹر نے بے سبب مجھے منتخب نہیں کیا ہوگا۔ میرے نزدیک چارلس لیسٹر کا فیصلہ ہی میری اہلیت کی سب سے بڑی سند ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ میرے اپنے بینک کے چیئرمین نے مجھ سے استدعا کی ہے کہ میں بینک چھوڑ کر نہ جاؤں۔ اگر کل مسٹر پارفٹ نے مجھے فون کرنے کی زحمت کی ہوتی تو میں انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کردیتا۔ گزشتہ جمعے کی رات مسٹر پارفٹ کے گھر پر دعوت کا اعزاز حاصل ہوا تھا۔ اس موقعے پر مسٹر پارفٹ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ لیسٹرز کی چیئرمین شپ میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ ان کے خیال میں صرف مسٹر ٹیڈ لیچ ہی مجھ سے مقابلے کا ارادہ رکھتے ہیں...... انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ میرا ساتھ دیں گے۔ مسٹر ٹیڈ سے گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بھی میرا ساتھ دے رہے تھے۔ گویا بینک کے دونوں وائس چیئرمین میرے ساتھ تھے۔ وال اسٹریٹ جرنل پڑھنے کے بعد میں نے اس میٹنگ میں شریک ہونے کا فیصلہ کیا۔ وال اسٹریٹ جرنل پر میں نے کبھی کسی معاملے میں انحصار نہیں کیا۔ میں نے سوچا کہ اس میٹنگ میں شریک ہوکر خود دیکھ لوں کہ دونوں وائس چیئرمین حسب وعدہ میرے ساتھ ہیں۔ میں یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے لیے اپنے بینک کی چیئرمین شپ کا حصول کچھ دشوار نہیں تھا کیونکہ میں 51 فیصد شیئرز کا مالک تھا اور بورڈ کو ختم کرنے کا اختیار رکھتا تھا، لیکن میرے نزدیک اظہار رائے کی اہمیت ہے اور میں اس کا احترام بھی کرتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں آپ کا اعتماد حاصل کیے بغیر لیسٹرز کی چیئرمین شپ قبول کرنا نہیں چاہتا۔"

ٹیڈ لیچ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ولیم کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ٹیڈ لیچ کی عہد شکنی کا مطلب پارفٹ کی فتح ہوتا۔ پھر ٹیڈ لیچ نے سر اُٹھایا اور آہستہ سے کہا۔" میں غیر مشروط طور پر مسٹر ولیم کین کے ساتھ ہوں۔"

اب ولیم نے پیٹر پارفٹ کو دیکھا۔ پیٹر پارفٹ پسینے میں نہا رہا تھا۔ پھر وہ نظریں اٹھائے بغیر بڑبڑایا۔" بورڈ کے کچھ ممبرز کا خیال ہے کہ میں مناسب......"

"گویا تم نے ارادہ بدل دیا۔ تم چارلس لیسٹر کی خواہش کی توثیق نہیں کرنا چاہتے۔" ولیم نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

پیٹر پارفٹ نے سر اُٹھایا۔" بات اتنی سادہ نہیں ہے مسٹر کین۔"

"مجھے ہاں یا نہ میں جواب چاہیے۔"

"ہاں...... میں تمہارا مقابلہ کروں گا۔" پیٹر پارفٹ نے مستحکم لہجے میں کہا۔

"حالانکہ گزشتہ جمعے کو تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم چیئرمین بننے میں دلچسپی نہیں رکھتے"

"مسٹر کین...... یہ تمہارا بورڈ روم نہیں ہے۔ میں بھی اپنی پوزیشن کے سلسلے میں وضاحت کروں گا۔"

"ضرور کرو۔"

اب تک میٹنگ ولیم کے منصوبے کے مطابق جارہی تھی۔ اس کی تقریر کے بعد پارفٹ زبردست دباؤ میں آگیا تھا۔ اُس کی بالادستی کا طلسم ٹوٹ گیا تھا۔ اسے بورڈ کے ممبرز کے سامنے کہا گیا تھا...... اور وہ تردید بھی نہیں کرسکا تھا۔

"جنٹلمین۔" پارفٹ نے کہا۔ اب ہر شخص اس کی طرف متوجہ تھا۔ ولیم کو تمام ڈائریکٹرز کے تاثرات دیکھنے کا موقع مل گیا۔

"بورڈ کے کئی ارکان نے مجھ سے ذاتی طور پر ملاقات کی۔ یہ مسٹر کین کے ساتھ ڈنر بعد کی بات ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں الیکشن لڑوں۔ کسی بھی مرحلے پر میرے ذہن میں آنجہانی چارلس لیسٹر کی خواہش کا احترام نہ کرنے کا خیال موجود نہیں تھا۔ میں مسٹر کین کو یقیناً اس فیصلے سے آگاہ کرتا لیکن آج کی میٹنگ خود میرے لیے بھی حیرت کا باعث ہے۔ یوں مجھے مسٹر کین آگاہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی بات جاری رکھی۔ "میں گزشتہ 22 سال سے لیسٹرز کی خدمت کررہا ہوں اور چھ سال سے وائس چیئرمین ہوں۔ اس لحاظ سے چیئرمین شپ کے حصول کی کوشش کرنا میرا حق ہے۔ مسٹر کین کی بورڈ میں شمولیت پر مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن میں ان کے چیئرمین بننے کے حق میں نہیں ہوں۔ میرا خیال ہے میرے ساتھی ڈائریکٹرز اپنے 22 سال کے ساتھی کو ایک اجنبی کے مقابلے میں زیادہ قابل اعتماد سمجھیں گے۔ مسٹر چارلس لیسٹر کی خواہش ان کے ذہنی عدم توازن کی دلیل ہے اور یہ فطری ہے۔ انہیں اُن کے اکلوتے بیٹے کی جوان موت نے، موت سے پہلے ہی ختم کردیا تھا۔ تھینک یو جنٹلمین۔" وہ بیٹھ گیا۔

پارفٹ کی تقریر خاصی موثر تھی لیکن ولیم اب بھی پر اعتماد تھا۔ وہ بوڑھے اور تجربہ کار تھامس کوہن کے مشورے پر عمل کررہا تھا۔ وہ دوبارہ اُٹھا۔ "جنٹلمین...... مسٹر پارفٹ نے مجھے آپ کے لیے اجنبی قرار دیا ہے۔ میں ایک بینکار کا پوتا اور ایک کا بیٹا ہوں۔ میری ساری عمر بینکنگ میں گزری ہے۔ اگر آپ مجھے منتخب کریں گے تو مجھے یقیناً خوشی ہوگی۔ اور اگر آپ پارفٹ کا ساتھ دیں گے تو میں خاموشی سے بوسٹن چلا جاؤں گا اور اپنے بینک کی خدمت کرتا رہوں گا۔ میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں...... میں مسٹر پارفٹ کی ماتحتی میں کام نہیں کرسکوں گا۔ میں آپ کے لیے اجنبی سہی لیکن مجھے

حاصل ہے کہ مجھے آنجہانی چارلس لیسٹر نے منتخب کیا ہے۔ آخری فیصلہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں اگر آپ کے خیال میں مسٹر لیسٹر بینک کی چیئرمین شپ کا اہل نہیں ہوں تو آپ مسٹر پارفٹ حق میں ووٹ دیجئے۔ میں اس انتخاب میں ووٹ استعمال نہیں کروں گا اور میرا خیال ہے، مسٹر بھی ایسا ہی کریں گے۔"

"تم ووٹ دے بھی نہیں سکتے۔" پارفٹ نے کشیدہ لہجے میں کہا۔ "تم ابھی اس بورڈ کے نہیں ہو، لیکن میں ہوں اور میں اپنا ووٹ استعمال کروں گا۔"

"بہت بہتر مسٹر پارفٹ۔ میں کسی بھی مرحلے پر یہ بات سننا نہیں چاہتا کہ تمہیں ہر ممکن حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔" ولیم نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

راجرز خاصا نروس تھا۔ تاہم اس نے ووٹ کی پرچیاں تقسیم کیں۔ تھوڑی دیر بعد تمام پرچیاں واپس آگئیں۔

"میرا خیال ہے۔ اس موقعے پر ووٹوں کی گنتی بہ آواز بلند کی جائے مسٹر راجرز۔" ولیم نے کہا۔

"بہت بہتر مسٹر کین۔" راجرز نے کہا۔

"مسٹر پارفٹ، آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔" ولیم، پارفٹ سے مخاطب ہوا۔ پارفٹ نے اثبات میں سر ہلادیا۔

راجرز نے پہلی پرچی کھولی۔ "پارفٹ۔"

دوسری پرچی کھولی۔ "پارفٹ۔" راجرز نے دُہرایا۔

اب کھیل ولیم کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ بہت پہلے اس نے چارلس لیسٹر سے کہا تھا کہ ایک دن وہ اس بینک کو چلائے گا۔ اب چند ہی لمحوں میں فیصلہ ہونے والا تھا کہ وہ اس کی بڑھتی یا شکست......

"کین...... کین...... پارفٹ۔" راجرز نے اعلان کیا۔

پارفٹ کو 2-3 سے سبقت حاصل تھی۔ ولیم کو خوف آنے لگا کہ کہیں اس انتخاب میں بھی اس کے ساتھ وہی کچھ نہ ہو، جو ٹونی سائمن کے مقابلے میں ہوا تھا۔

"پارفٹ...... کین...... کین۔" راجرز نے پھر اعلان کیا۔

اب مقابلہ 4-4 سے برابر تھا۔

"پارفٹ۔"

"ولیم کا چہرہ بے تاثر رہا جبکہ پارفٹ کے لبوں پر مسکراہٹ نظر آئی۔ اب اسے 4-5 سے سبقت حاصل تھی۔

"کین...... کین...... کین۔"

پارفٹ کی مسکراہٹ معدوم ہوگئی۔ اب کین کو 5-7 سے سبقت حاصل تھی۔ دو اور...... دو اور......؟ ولیم دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا۔

"پارفٹ...... پارفٹ۔"

ولیم کا دل ڈوبنے لگا۔ اب دونوں اُمیدواروں کے سات سات ووٹ تھے۔ ابھی پرچیاں باقی تھیں۔

راجرز کو 15 ویں پرچی کھولنے میں خاصی دشواری ہوئی۔ وہ تہ در تہ پرچی تھی۔ بالآخر اس نے اعلان کیا۔ "کین۔"

اب پارفٹ کے سات ووٹ کے مقابلے میں ولیم کے آٹھ ووٹ تھے۔

آٹھویں پرچی کھولی جارہی تھی۔ ولیم کی نگاہ راجرز کے لبوں پر تھی، جو کسی بھی لمحے اعلان کرنے والا تھا...... اب ہار جیت کا انحصار اس کے لبوں کی جنبش پر تھا۔

......❁......

...... راجر نے نگاہیں اُٹھائیں۔ اس وقت وہ وہاں اہم ترین شخصیت تھا۔ "کین!" بالآخر اس نے کہا۔

پارفٹ کا جھکا ہوا سر کچھ اور جھک گیا۔

"جنٹلمین...... مسٹر کین کے حق میں نو ووٹ آئے جب کہ مسٹر پارفٹ کو سات ووٹ ملے ہیں۔ چنانچہ میں مسٹر ولیم کین کو لیسٹرز بینک کا منتخب چیئرمین قرار دیتا ہوں۔" کمرے میں احترام آمیز خاموشی طاری ہوگئی۔ پیٹر پارفٹ کے علاوہ ہر شخص ولیم کی طرف متوجہ تھا۔

ولیم نے گہری سانس لی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ اپنے بورڈ سے مخاطب تھا۔

"جنٹلمین...... اس اعتماد کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ یہ آنجہانی چارلس لیسٹر کی خواہش تھی۔ آپ نے اس کا احترام کیا۔ میں اس کے لیے بھی شکر گزار ہوں۔ میں اس بینک کی ترقی کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لاؤں گا۔ میں مسٹر پارفٹ سے......"

پیٹر پارفٹ نے پہلی بار نگاہیں اُٹھائیں۔

"...... درخواست کرتا ہوں کہ چیئرمین کے دفتر میں مجھ سے ملاقات کریں۔ مسٹر پارفٹ کے بعد میں مسٹر ٹیڈ لیچ سے ملنا چاہوں گا۔ میرا خیال ہے، کل مجھے آپ سے فرداً فرداً ملنے کا موقع ملے گا۔ بورڈ کی آئندہ میٹنگ معمول کے مطابق ہی ہوگی۔ یہ میٹنگ اب ختم کی جاتی ہے۔ شکریہ۔"

ڈائریکٹرز آپس میں گفتگو میں مصروف ہوگئے۔ اور ولیم کمرے سے نکل آیا۔ ٹیڈ لیچ اس

کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس نے چیئرمین کے کمرے تک ولیم کا ساتھ دیا۔ "آپ نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا مسٹر کین۔" ٹیڈ نے کہا۔ "اگر آپ ناکام ہوجاتے تو آپ کا ردِعمل کیا ہوتا؟"

"میں بوسٹن واپس چلا جاتا۔" ولیم نے سادگی سے جواب دیا۔

ٹیڈ لیچ نے ولیم کے لیے دروازہ کھولا۔ چیئرمین کا کمرہ اب بھی ویسا ہی تھا، جیسا اس نے پہلی بار دیکھا تھا، البتہ اُس بار وہ ولیم کو کچھ زیادہ ہی کشادہ لگا تھا۔ شاید اس لیے کہ اُن دنوں وہ لڑکا ہی تھا...... اور اسکی نظروں میں وسعت نہیں تھا۔ وہ ڈیسک کے عقب میں دیوار پر آویزاں آنجہانی چارلس لیسٹر کی روغنی تصویر کو دیکھتا رہا، پھر سرخ چرمی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیکٹ کی جیب سے ایک مجلد کتاب نکالی اور اپنے سامنے رکھ لی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی، پھر ایک معمر شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ اس کے آتے ہی ٹیڈ لیچ کمرے سے نکل گیا۔

"میرا نام اسمتھ ہے۔" معمر شخص نے کہا۔

ولیم نے اُٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس وقت لیسٹرز بینک کے بورڈ کا معمر ترین ڈائریکٹر اس کے روبرو تھا۔ اس کے سفید بال اس کے تجربے کی گواہی دے رہے تھے۔ ولیم اس کی ساکھ سے باخبر تھا۔ وہ بینکاری کی دُنیا کے اہل ترین لوگوں میں سے تھا وہ چند لمحے ولیم کی آنکھوں میں جھانکتا رہا...... پھر بولا "میں نے آپ کے خلاف ووٹ دیا تھا جناب...... میرے خیال میں آپ میرے استعفے کی توقع کررہے ہوں گے۔"

"آپ تشریف تو رکھیں جناب۔" ولیم نے نرم لہجے میں کہا۔

"شکریہ۔"

"میرا خیال ہے، آپ میرے والد اور دادا سے ملے ہوں گے۔"

"مجھے یہ اعزاز حاصل ہے۔ میں ہاورڈ میں آپ کے دادا کے ساتھ پڑھا ہوں۔ مجھے آپ کے والد کی المناک موت آج بھی یاد ہے...... اور مجھے آج بھی اس کا دُکھ ہے۔"

"اور چارلس لیسٹر؟"

"وہ میرا عزیز ترین دوست تھا۔ اس کی آخری خواہش میرے ضمیر کے لیے ایک امتحان بن گئی تھی۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ میں پیٹر پارفٹ کا حامی نہیں تھا۔ البتہ میں ٹیڈ لیچ کے حق میں بھی ووٹ دے دیتا۔ لیکن بات اصول کی ہے۔ میں اس شخص کی تائید کیسے کرتا جس سے میں ناواقف تھا۔"

"آپ کی صاف گوئی نے مجھے متاثر کیا ہے مسٹر اسمتھ۔ لیکن بینک کی فلاح کے لیے مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ میری التجا ہے کہ آپ استعفانہ دیں۔"

بوڑھے مسٹر اسمتھ نے نظریں اٹھا کر ولیم کو بغور دیکھا۔ "نوجوان...... میرا خیال ہے،

اصول اہم ہے۔ میں محض چند روز میں اپنی رائے تبدیل نہیں کر سکتا۔"

"مجھے چھ سات ماہ کی مہلت دیجیے جناب۔ اس کے بعد بھی آپ کی رائے میرے سلسلے میں تبدیل نہ ہوئی تو میں اصرار نہیں کروں گا۔" ولیم نے کہا۔

کمرے میں چند لمحے خاموشی رہی، پھر مسٹر اسمتھ نے کہا۔ "چارلس لیسٹر نے تمہیں ٹھیک پہچانا، تم واقعی رچرڈ کین کے بیٹے ہو۔"

"آپ میرا ساتھ دیں گے نا جناب؟" ولیم نے پوچھا۔

"ضرور دوں گا نوجوان۔" اسمتھ نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ ولیم بھی اٹھا لیکن اسمتھ نے اسے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو ولیم نے دیکھا کہ پیٹر پارفٹ دروازے کے باہر موجود ہے۔ اسمتھ کے باہر نکلتے ہی وہ کمرے میں داخل ہو گیا۔ چند لمحے وہ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، پھر پیٹر پارفٹ نے ہذیانی لہجے میں کہا۔ "ٹھیک ہے، میں نے کوشش کی اور میں ہار گیا۔ اب ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ٹھیک ہے نا۔" اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور ولیم کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

"تم نے ٹھیک کہا پارفٹ۔ اختلاف کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اب تمہیں بینک کے عہدے سے استعفا دینا ہوگا۔" ولیم نے کہا۔

"کیا...... کیا کرنا ہے مجھے!"

"استعفا دینا ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو ولیم؟ میں نے یہ سب کچھ ذاتی بنیاد پر تو نہیں کیا تھا۔ میں نے تو بس یہ محسوس کیا تھا......"

"میں تمہیں اپنے بینک میں برداشت نہیں کر سکتا۔ مسٹر پارفٹ، اس لیے آج تمہیں یہاں سے ہمیشہ کے لیے دفع ہو جانا ہے۔"

"اور اگر میں انکار کر دوں تو تم کیا کرو گے؟ میں بینک کا شیئر ہولڈر ہوں۔ مجھے بورڈ کے خاصے ارکان کی تائید بھی حاصل ہے۔ میں تمہیں عدالت تک بھی لے جا سکتا ہوں۔"

"میرا مشورہ ہے کہ تم بینک کے اصول و ضوابط سے واقفیت حاصل کر لو۔ میں نے آج صبح سے اب تک یہی ایک کام کیا ہے۔" ولیم نے اپنے سامنے رکھی ہوئی کتاب کھولی...... اور چند صفحے پلٹے۔ پھر اس نے پارفٹ کو ایک نشان زدہ پیراگراف پڑھ کر سنایا۔ "چیئرمین کسی بھی ایسے رکن کو ہٹا سکتا ہے جس پر اسے اعتماد نہ ہو۔" اس نے نظریں اٹھائیں اور پارفٹ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا پارفٹ۔ تمہیں استعفا دینا ہوگا۔ اس صورت میں تمہیں دو سال کی تنخواہ ملے گی...... اور

ر میں نے تمہیں نکالا تو اپنے اسٹاکس کے علاوہ تمہیں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اب فیصلہ تم خود ہی کر لو۔"

"تم پر لعنت ہو کین۔ ٹھیک ہے۔ میں استعفا دے دوں گا۔" پارفٹ غرایا۔

"بہت خوب۔ چلو، کاغذ سنبھالو اور استعفا لکھ لو۔"

"ہرگز نہیں۔ میں استعفا اپنی مرضی کے مطابق دوں گا۔"

"ابھی استعفا دو...... ورنہ میں تمہیں خود نکال دوں گا۔"

پارفٹ چند لمحے ہچکچایا، پھر سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ولیم نے کاغذ اور قلم اس کی طرف بڑھا دیا۔ لیکن پارفٹ نے اپنا قلم نکالا، تیزی سے استعفا لکھا اور ولیم کی طرف بڑھا دیا۔ ولیم نے لیم نے اسے بغور پڑھا۔ "گڈ ڈے مسٹر پارفٹ۔" اس نے کہا۔

پیٹر پارفٹ خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔ چند لمحے بعد ٹیڈ لیچ کمرے میں داخل ہوا۔ "آپ نے مجھے بلایا تھا مسٹر چیئرمین؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں مسٹر لیچ، میں تمہیں بینک کا وائس چیئرمین مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ مسٹر پارفٹ نے استعفا دے دیا ہے۔"

"مجھے یہ سن کر حیرت ہوئی۔ میرا خیال تھا کہ......"

"ولیم نے استعفا اس کی طرف بڑھا دیا۔ ٹیڈ نے استعفا پڑا اور نظریں اُٹھائیں۔ "مجھے خوشی ہوگی جناب۔ آپ کے اعتماد کا شکریہ۔" اس نے کہا۔

"گڈ...... میں چاہتا ہوں کہ کل تم میری تمام ڈائریکٹرز سے ملاقات کا شیڈول بنا دو۔ میں صبح آٹھ بجے یہاں موجود ہوں گا۔"

"بہت بہتر مسٹر کین۔"

"اور ہاں، یہ استعفا بورڈ کے سیکرٹری کو دے دینا۔"

"بہت بہتر مسٹر چیئرمین۔"

"میرا نام ولیم ہے۔"

"ٹیڈ مسکرایا پھر ہچکچاتے ہوئے بولا۔ "ٹھیک ہے ولیم صبح ملیں گے۔"

اس کے جانے کے بعد ولیم پر بے یقینی کا حملہ ہوا۔ وہ دیر تک سوچتا رہا کہ کہیں یہ کوئی خواب تو نہیں پھر اس نے کھڑکی سے جھانک کر وال اسٹریٹ کو دیکھا جہاں اس وقت بہت چہل پہل تھی۔ پہلی بار اسے بہت زیادہ خوشی کا احساس ہوا۔

"میں پوچھ سکتی کہ آپ کون ہیں اور یہاں کیا رہے ہیں؟" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ ولیم نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ایک متوسط العمر عورت تھی۔ "یہی سوال میں تم سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں چیئرمین کی سیکرٹری ہوں۔"

"اور میں چیئرمین ہوں۔"

......❀......

آئندہ چند ہفتوں میں ولیم پوری طرح نیو یارک منتقل ہوگیا۔ ٹونی سائمن نے قدم قدم پر اس کی مدد کی۔ ولیم کو پہلی بار اندازہ ہوا کہ ایلن لائڈ نے کین اینڈ کابوٹ کی چیئرمین شپ کے لیے ٹونی کو اس پر فوقیت کیوں دی تھی۔ اس نے پہلی بار تسلیم کیا کہ ایلن لائڈ کا فیصلہ درست تھا۔

نیو یارک آتے ہی کیٹ کو معروفیات بھی میسر آ گئیں۔ ننھی ورجینیا اب گھٹنوں کے بل چلنے لگی تھی...... اور جب بھی موقع ملتا ولیم کی اسٹڈی میں پہنچ جاتی۔ ایک بڑے بینک کے چیئرمین کی بیوی کی حیثیت سے کیٹ متعدد دعوتوں میں شرکت کرتی...... اور خود بھی دعوتیں دیتی۔ ان دعوتوں کا فائدہ یہ ہوتا کہ بینک کے ڈائریکٹرز اور دیگر اہم شخصیتوں کو ولیم سے نجی گفتگو کا موقع مل جاتا...... ایسے موقعوں پر کیٹ بہت اچھی میزبان ثابت ہوتی...... ولیم، کین اینڈ کابوٹ کے شعبۂ ترقی کا شکرگزار تھا، جس کی وجہ سے اسے زندگی کا اہم ترین اثاثہ ملا تھا پھر کیٹ نے ولیم کو تیسرے مہمان کی آمد کی نوید سنائی۔ ورجینیا اس خبر سے بہت خوش تھی......لیکن وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ ممی دن بدن موٹی کیوں ہوتی جارہی ہیں۔

چھ ماہ کے اندر اندر بینک کے معمولات، ولیم کی زندگی کے معمولات بن گئے۔ ولیم نیو یارک کے کاروباری حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت بن گیا۔ اب وہ اکتانے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب اپنا ہدف کیا مقرر کرے۔ وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی آرزو پوری کر چکا تھا۔ تینتیس سال کی عمر میں وہ لیسٹرز بینک کے ادارے کا چیئرمین بن گیا تھا۔ سکندر اعظم کے برعکس وہ جانتا تھا کہ ابھی بہت سی مملکتیں تسخیر کیے جانے کی منتظر ہیں۔

ولیم کو لیسٹرز کے چیئرمین کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے ایک سال ہوا تھا کہ کیٹ نے اسے تیسری زندگی کا تحفہ پیش کیا۔ اس بار بھی بچی پیدا ہوئی۔ اس کا نام لوسی رکھا گیا۔ ولیم نے ننھی ورجینیا کو، جواب چلنے لگی تھی لوسی کا جھولا ہلانا سکھایا۔ رچرڈ اب پانچ سال کا ہو چکا تھا اور بکلے کے جی اسکول میں داخل ہونے والا تھا۔

لیسٹرز میں ولیم کے پہلے سال کے دوران بینک کا منافع گزشتہ سال کے مقابلے میں کچھ بڑھ گیا۔ اسے یقین تھا کہ دوسرے سال کے دوران منافع اور بڑھ جائے گا۔

یکم ستمبر 1939ء کو ہٹلر پولینڈ میں داخل ہوگیا۔ اس موقعے پر ولیم، ایبل روسنکی کے بارے میں سوچے بغیر نہ رہ سکا، جس کے بیرن ہوٹل نیو یارک کا افتتاح ہو چکا تھا اور جواب معزز بن

میں شمار ہوتا تھا۔ تھامس کوہن کو ماہانہ رپورٹ بتاتی تھی کہ ایبل استحکام کے مرحلے سے گزرنے کے بعد اب تیز رفتاری سے پہلے سے کہیں زیادہ ترقی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب وہ یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں بیرن ہوٹل قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ تھامس کوہن اب تک ایبل اور ہنری بورن کے درمیان کوئی تعلق نہیں تلاش کر سکا تھا۔

ولیم کو یقین تھا کہ امریکہ اس یورپی جنگ میں ملوث نہیں ہوگا۔ تاہم اس نے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ امریکی قوم کی ہمدردیاں برطانیہ اور اس کے حلیفوں کے ساتھ ہیں۔ لیسٹرز کی لندن برانچ کو کاروبار جاری رکھنے کا حکم دیا۔ اس نے انگلینڈ میں اپنی بارہ ہزار ایکڑ زمین بھی نہیں بیچی۔ دوسری طرف ٹونی سائمن نے اسے آگاہ کیا کہ کین اینڈ کابوٹ اپنی لندن برانچ کو بند کر رہے ہیں۔ ولیم نے بوسٹن جا کر ٹونی سائمن سے ملاقات کے لیے وقت نکال ہی لیا۔ اس بار دونوں چیئرمین دوستانہ انداز میں ملے۔ درحقیقت اب ان دونوں نے ایک دوسرے کے نئے خیالات سے استفادہ کرنا بھی سیکھ لیا تھا۔ وہ لنچ کے لیے لاکوبر ریستوران میں گئے۔

"لندن برانچ بند کرنے کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں بینک کو بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا۔" ٹونی سائمن نے کہا۔

"یہ تو ہے......لیکن ہمیں برطانیہ کی مدد کرنا چاہیے۔"

"کیوں؟ ہم بینک چلا رہے ہیں، معاون ادارہ نہیں۔"

"ٹونی...... برطانیہ بیس بال کھیلنے والی کسی ٹیم کا نام نہیں بلکہ ایک قوم کا نام ہے۔ ہمارا ثقافتی ورثہ اسی قوم کا......"

"میرا خیال ہے، تم بینکاری چھوڑ دو اور سیاست میں حصہ لینا شروع کردو۔" ٹونی نے کہا۔ "کیوں اپنی صلاحیتیں ضائع کر رہے ہو...... میرا کہنا یہ ہے کہ اگر ہٹلر برطانیہ میں داخل ہوگیا تو وہ بینکوں پر یقیناً قابض ہوگا...... اور یہ کین اینڈ کابوٹ کے لیے بہت بڑا نقصان ہوگا۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ جس روز جرمنوں نے برطانیہ کی سرزمین پر قدم رکھا، اسی روز امریکہ جنگ میں کود پڑے گا۔" ولیم نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔ روز ویلٹ مدد تو کرسکتا ہے، جنگ میں ملوث نہیں ہوسکتا۔"

"سیاست دانوں اور بالخصوص روز ویلٹ کی بات پر یقین مت کرو۔ ان کی کبھی نہیں کا مطلب محض وقتی انکار ہوتا ہے۔ یاد کرو، 1916ء میں ولسن نے بھی یہی کہا تھا۔"

ٹونی ہنس دیا۔ "تم سینٹ کا انتخاب کب لڑو گے ولیم؟"

"اس سوال کا تو میں حتمی جواب دے سکتا ہوں، کبھی نہیں۔"

"بہر حال ولیم، تمہارے جذبات اپنی جگہ...... میں ان کا احترام کرتا ہوں لیکن میں لندن برانچ یقینی طور پر بند کروں گا۔"

"تم چیئرمین ہو۔ اگر تمہارا بورڈ تمہارے فیصلے کی تائید کرتا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں تو اکثریت کی رائے کا احترام کرنے والوں میں سے ہوں۔"

"نہیں...... ایک صورت اور ہے۔ دونوں بینکوں کو ضم کر دو، تب تمہارا فیصلہ حتمی ہوگا۔"

"اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جب تک تم کین اینڈ کابوٹ کے چیئرمین ہو، میں یہ قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ میں اپنے وعدے کا پکا ہوں۔"

"لیکن میں دونوں بینکوں کے انضمام کے حق میں ہوں۔" ٹونی نے مخلصانہ لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو!" ولیم کے لہجے میں حیرت تھی۔ "میرا خیال ہے میں تمہیں کبھی نہیں سمجھ سکوں گا۔"

"ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بینک کے مفادات کو اولیت دے رہا ہوں۔ ولیم، ذرا موجودہ حالات پر غور کرو۔ اس وقت مالیاتی اعتبار سے نیو یارک، امریکہ کا دل ہے۔ ہٹلر کے ہاتھوں برطانیہ کے زوال کے بعد یہ ساری دُنیا کا مالیاتی مرکز ہوگا کین اینڈ کابوٹ کو بھی نیو یارک میں ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ انضمام کی صورت میں ہم اور زیادہ بڑے...... اور زیادہ مستحکم ادارے میں تبدیل ہو جائیں گے۔ کین اینڈ کابوٹ شپنگ اور مختلف صنعتوں میں سرمایہ کاری کرتا رہا ہے...... لیسٹرز کی پالیسی بالکل مختلف رہی ہے۔"

"ٹونی، ان تمام باتوں سے میں متفق ہوں مگر میں برطانیہ سے بھاگنے کے حق میں نہیں ہوں۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ کین اینڈ کابوٹ کی لندن شاخ بند ہو جائے گی لیکن لیسٹرز کی شاخ قائم رہے گی۔ اب اگر لندن میں نقصان بھی ہوتا ہے تو ہم زیادہ مستحکم ہونے کی وجہ سے زیادہ متاثر نہیں ہوں گے۔ اور اس کے لیے انضمام بہت ضروری ہے۔"

"لیکن روز ویلٹ کے بنائے ہوئے قانون کی رو سے ہم ایک ریاست میں صرف ایک شاخ کھول سکیں گے۔ یعنی ہمیں نیو یارک کو مرکز بنانا ہوگا۔ اس طرح بوسٹن کی اہمیت کم ہو جائے گی۔ اس صورت میں تم کیا محسوس کرو گے؟"

"میں تمہارا ساتھ دوں گا۔" ٹونی نے مستحکم لہجے میں کہا۔ "بلکہ تم سرمایہ کاری کو یکسر نظر انداز کر کے کمرشل بینکنگ کرنا چاہو، تب بھی میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"تم بہت سے اہم مسائل کو نظر انداز کر رہے ہو ٹونی...... میرے والد کا کہنا تھا۔ بینکنگ کے ذریعے دو ہی باتیں ممکن ہیں ایک یہ کہ آپ امراء کے ایک خاص گروہ کی پشت پناہی کریں،

دوسری یہ کہ بینکنگ کے ذریعے لاکھوں غریبوں کی خدمت کریں۔ میں دوسرا کام کر رہا ہوں اور جب تک میں لیسٹرز کا چیئرمین ہوں۔ ہم کمرشل بینکنگ کرتے رہیں گے۔"

"اعتماد کی فضا ہو تو کوئی مسئلہ، مسئلہ نہیں رہتا۔"

ولیم اس شام نیو یارک آیا تو فتح مندی کے احساس سے سرشار تھا۔ اس کے ذہن میں ٹونی سائمن کی باتیں گونج رہی تھیں۔ پھر لیسٹرز کے بورڈ کے اراکین کا ردعمل بھی مثبت ثابت ہوا، انضمام کے سلسلے میں ٹونی نے ولیم کو یہ بھی بتایا تھا کہ اس صورت میں اس کے اسٹاکس کی برتری ختم ہو جائے گی۔ کسی بھی وقت تمہاری چیئرمین شپ خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا۔ ٹونی نے کہا تھا۔ لیکن ولیم ملک کو ایک بہت بڑا اور مستحکم مالیاتی ادارہ دینے کے لیے یہ خطرہ مول لینے کو تیار تھا۔

اس سلسلے میں باقاعدہ کام شروع کر دیا گیا۔ تین ماہ بعد ہر شعبے کے سربراہ نے بورڈ کے سامنے مفصل رپورٹ پیش کر دی۔ وہ سب متفق تھے کہ انضمام دونوں بینکوں کے حق میں بہتر ثابت ہوگا۔ کچھ ڈائریکٹرز تو اسی بات پر حیران تھے کہ ولیم کو یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا، کیونکہ وہ کین اینڈ کابوٹ کے اکیاون فی صد شیئرز کا مالک تھا ٹیڈ لیچ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ولیم کو لیسٹرز کا چیئرمین منتخب کرتے ہوئے چارلس لیسٹر کے ذہن میں یقیناً یہ بات رہی ہوگی۔

معاہدہ انضمام کی جزئیات اور شرائط مرتب کرنے میں ایک سال لگا۔ نئی کمپنی میں بھی اسٹاکس کے اعتبار سے ولیم سب سے آگے تھا۔ اس کے پاس مجموعی طور پر آٹھ فیصد شیئرز تھے۔ اُسے نئے بینک کا صدر اور چیئرمین بنا دیا گیا۔ اس نے دو وائس چیئرمین نامزد کیے۔ ٹونی سائمن اور ٹیڈ لیچ۔ ٹونی سائمن بدستور بوسٹن میں مقیم رہا۔ اس نئے بینک کا نام لیسٹرز اینڈ کین تھا۔

8 دسمبر 1941ء کو ولیم نے ایک پر ہجوم پریس کانفرنس میں دونوں بینکوں کے انضمام کا اعلان کرنا تھا لیکن اس صبح پرل ہاربر پر جاپانیوں کے حملے کی وجہ سے پریس کانفرنس ملتوی کر دی گئی، تاہم اگلے روز اس انضمام کی تفصیلی خبر شائع ہوئی۔

اب ولیم کے سامنے ایک اور مسئلہ تھا۔ وہ کیٹ کو کیسے بتائے کہ وہ فوج میں بھرتی کے لیے درخواست دینے والا ہے۔ کیٹ یہ خبر سن کر ششدر رہ گئی۔ اس نے ولیم کو اس ارادے سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔ "تم ایسا کون سا کام کرو گے جو ہمارے لاکھوں فوجی نہیں کر سکتے؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ ان حالات میں میرے، دادا اور ڈیڈی بھی یہی قدم اٹھاتے۔"

"میرا خیال ہے، وہ بینک کے مفادات کو اولیت دیتے۔" کیٹ نے اعتراض کیا۔

"نہیں...... میں جانتا ہوں، وہ امریکہ کے مفادات کو اولیت دیتے۔ امریکہ نہیں تو بینک

بھی نہیں۔'' ولیم نے تیز لہجے میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ کیٹ اسے آوازیں دیتی رہ گئی۔

.......✿.......

ایبل نے شکاگو ٹریبون میں کین اور لیسٹرز کے انضمام کی خبر پڑھی۔ اگر ولیم کین کی پرانی تصویر خبر کے ساتھ نہ ہوتی تو شاید اسے اس خبر کا علم بھی نہ ہوتا۔ وہ چھوٹی سی خبر تھی کیونکہ اخبار کے تقریباً تمام صفحات پر پرل ہاربر میں جاپانیوں کے حملے کی خبر چھائی ہوئی تھی۔ خبر کے مطابق نئے بینک کا چیئرمین ولیم کین تھا اور اس کے حصص کم از کم بیس افراد کے پاس موجود تھے۔ جس میں دونوں گھرانوں کے اعزا شامل تھے۔

وہ آخری حصہ ایبل کے لیے باعث سکون واطمینان تھا۔ اُسے احساس ہوگیا کہ ولیم کین بینک پر مکمل کنٹرول سے محروم ہوگیا ہے۔ دس سال پہلے والی ملاقات کے بعد سے وہ مسلسل عروج کا سفر کرتا رہا تھا ایبل کو یاد تھا کہ اسے ولیم سے حساب بے باق کرنا ہے۔

ان دس سالوں میں ایبل نے بھی بلندی کا سفر کیا تھا۔ بیرن گروپ کی قسمت بھی چمک اٹھی تھی۔ اس نے اپنے محسن کو رقم مقررہ مدت کے اندر واپس کردی تھی اور بیرن گروپ کے تمام حصص اب اس کے قبضے میں تھے۔ بیرن گروپ اب پوری طرح اس کی ملکیت تھا۔ 1940ء میں گروپ کا منافع پانچ لاکھ ڈالر سالانہ سے تجاوز کرگیا تھا۔ واشنگٹن اور سان فرانسسکو میں بیرن ہوٹل قائم کردیے گئے تھے۔

اس تمام عرصے میں ایبل زافیا کو زیادہ وقت اور توجہ نہیں دے سکا تھا۔ بہرحال اس کی بیٹی کو اس کی ہر ممکن توجہ اور محبت ملتی رہی تھی۔ زافیا جو دوسرے بچے کی شدید خواہش رکھتی تھی، بے چین ہو رہی تھی۔ بالآخر اس نے ایبل کو طبی معائنے پر رضا مند کرلیا۔ معائنے کے بعد ایبل کو علم ہوا کہ جرمنوں اور روسیوں کی قید نے اس کی تناسلی صلاحیت پر منفی اثرات چھوڑے ہیں...... اور اب وہ کبھی باپ نہیں بن سکے گا۔ اس دن کے بعد اس کی تمام اُمیدوں کا مرکز صرف اور صرف ننھی فلورینا بن گئی۔

اب ایبل کی شہرت سارے امریکہ میں پھیل رہی تھی۔ اخبارات بھی اسے شکاگو بیرن کے نام سے پکارتے تھے۔ پیٹھ پیچھے اُڑائے جانے والے مذاق کی اب اسے کوئی پروا نہیں رہی تھی۔ 1941ء میں منافع دس لاکھ ڈالر سے بھی بڑھ گیا۔ ایبل نے فیصلہ کیا کہ اب پھیلاؤ کا وقت آپہنچا ہے۔

لیکن پھر جرمنوں نے پرل ہاربر پر حملہ کردیا۔

ایبل پہلے ہی سے برٹش ریڈ کراس کی بھرپور امداد کر رہا تھا۔ 1939ء میں نازی اس کے وطن میں داخل ہوگئے تھے، جہاں روسی پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے پولینڈ کو دو حصوں میں تقسیم کردیا۔ ایبل نے اس سلسلے میں جنگ لڑی۔ پریس کے محاذ پر بھی...... اور ڈیموکریٹک پارٹی کے محاذ پر

بھی۔ وہ چاہتا تھا کہ امریکہ بھی جنگ میں شامل ہو جائے۔ خواہ اسے روس کا حلیف بننا پڑے! اس کی کوششیں ناکام رہیں، لیکن پرل ہاربر پر جاپانیوں کے حملے کے بعد صورتِ حال بدل گئی۔ ایبل جانتا تھا کہ اب امریکہ کو جنگ میں کودنا پڑے گا۔ 11 دسمبر کو صدر روز ویلٹ نے اپنی نشری تقریر کے ذریعے امریکہ کی عوام کو بتایا کہ جرمنی اور اٹلی نے باقاعدہ طور پر امریکہ کے خلاف اعلان جنگ کردیا ہے۔ ایبل کو اس جنگ میں شامل ہونا تھا۔ لیکن اس سے قبل اسے ذاتی طور پر ایک اعلان جنگ کرنا تھا۔ کچھ سوچ کر اس نے کانٹی نینٹل ٹرسٹ بینک میں کرٹس فینٹن کو فون کیا۔ ان تمام برسوں میں وہ کرٹس پر بے تحاشہ اعتماد کرنے لگا تھا۔ اس نے کرٹس کو بیرن گروپ کے بورڈ میں بدستور شامل رکھا تھا۔

''گروپ کے ریزرو اکاؤنٹ میں اس وقت کتنی رقم ہے؟'' لائن ملتے ہی ایبل نے پوچھا۔

اپنے دفتر میں کرٹس نے اکاؤنٹ نمبر 6 کی فائل کھولی۔ اسے وہ دن بھی یاد تھے۔ جب ایبل رونسکی کے تمام معاملات ایک ہی فائل میں نمٹائے جاتے تھے۔ اس نے فائل دیکھ کر کچھ حساب کتاب لگایا۔ ''انیس لاکھ ڈالر سے کچھ زائد ہیں جناب۔'' اس نے جواب دیا۔

''بہت خوب...... لیسٹر کین اینڈ کمپنی نامی بینک کے ہر شیئر ہولڈر کو ٹٹولو۔ ہر شیئر ہولڈر کا نام معلوم کرو۔ یہ بھی معلوم کرو کہ کس کے پاس کتنے فی صد حصص ہیں۔ اور وہ کن شرائط پر انہیں بیچنے کے لیے آمادہ ہے۔ اس تفتیش کا علم بینک کے چیئرمین ولیم کین کو نہ ہونے پائے...... اور میرا نام نہ آنے پائے۔''

کرٹس کی سانس رُک سی گئی۔ تاہم وہ خاموش رہا اسے خوشی تھی کہ وہ اس وقت ایبل کے روبرو نہیں ہے...... اور ایبل اس کی حیرت نہیں دیکھ سکے گا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایبل اتنی بے مقصد سرمایہ کاری میں دلچسپی کیسے لے رہا ہے۔ پھر اسے خیال آیا کہ اسے اس کامیابی پر ولیم کین کے نام مبارکباد کا پیغام تو بھیجنا چاہیے۔ اس نے سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر یہ بات نوٹ کرلی۔ پھر وہ ایبل کی ہدایات توجہ سے سننے لگا۔

''اس سلسلے میں کاغذی کارروائی بالکل نہیں ہوگی۔ پروگریس سے مجھے بالمشافہ آگاہ کر دینا۔'' ایبل نے کہا۔

''بہت بہتر مسٹر رونسکی۔'' کرٹس نے کہا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ نہ جانے ان دونوں کے درمیان کیا معاملات چل رہے ہیں۔

''شکریہ کرٹس۔ اور ہاں...... میری ریسرچ ٹیم کا مشورہ ہے کہ اٹلی میں ایک بیرن ہوٹل مول لیا جائے۔''

''آپ جنگ کی وجہ سے فکرمند نہیں ہیں مسٹر ایبل؟''

''نہیں بھئی۔ اگر جرمن مانٹریال تک پہنچ گئے تو ہم ہوٹل بند کر سکتے ہیں۔ تمہارا بینک بھی یہی کچھ کرے گا۔ ویسے بھی پچھلی جنگ میں ہم نے ان خبیثوں کو شکست دی تھی اور اس بار بھی دیں گے۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ اس بار میں بھی ان کی تباہی میں شامل ہوں گا۔ اچھا کرٹس۔ خدا حافظ۔''

کرٹس نے ریسیور رکھا۔ وہ الجھن میں مبتلا تھا۔ ایبل کے ذہن میں خدا جانے کیا ہے۔ لیسٹرز کے شیئرز میں اس کی دلچسپی کیا معنی رکھتی ہے۔ اب ولیم کین اور ایبل رونسکی کے درمیان کوئی تعلق بھی نہیں رہا تھا۔

اُدھر ایبل سوچ رہا تھا کہ کرٹس کو لیسٹرز کے شیئرز میں دلچسپی کا سبب بتایا جائے یا نہیں۔ پھر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس سلسلے میں جتنے کم لوگوں کو بتایا جائے، اتنا ہی بہتر ہے۔ اس نے ولیم کین کو وقتی طور پر اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔ پھر اس نے سیکرٹری سے کہا کہ وہ جارج کو بلائے۔ جارج اب بیرن گروپ کا وائس چیئرمین تھا اب وہ ایبل کا سب سے زیادہ قابل اعتماد ساتھی تھا۔ اس نے کاروباری رموز بھی جان لیے تھے اور وہ پوری طرح ایبل کی نیابت کا اہل تھا۔

شکاگو بیرن کی 42 ویں منزل پر ایبل نے اپنے دفتر کی کھڑکی سے مشی گن جھیل پر نظر ڈالی۔ اس کے خیالات کی رو اس کے وطن پولینڈ کی طرف بہہ نکلی۔ اسے اپنا محل یاد آیا۔ کیا وہ کبھی اس محل کو دیکھ سکے گا؟ اب وہ محل روسیوں کے قبضے میں تھا۔ ایبل جانتا تھا کہ وہ پولینڈ میں کبھی رہائش اختیار نہیں کر سکے گا۔ اس کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ اس کا محل اس کے پاس ہو۔ اس کے لیے یہ تصور بھی محال تھا کہ وہ محل روسیوں یا جرمنوں کے قبضے میں رہے۔

جارج کی آمد سے اس کے خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

''ایبل...... تم نے مجھے بلایا ہے!''

''ہاں جارج! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میری غیر حاضری میں تم چند ماہ تمام ہوٹلوں کا انتظام سنبھال سکتے ہو؟''

''بالکل سنبھال سکتا ہوں۔ تم شاید چھٹی منانے والے ہو۔''

''نہیں جارج میں جنگ میں جا رہا ہوں۔''

''کیا؟'' جارج کے لہجے میں حیرت تھی۔

''میں کل صبح نیویارک جا رہا ہوں۔ وہاں خود کو بھرتی کے لیے پیش کر دوں گا۔''

''پاگل ہو رہے ہو۔ جنگ میں تم مارے بھی جا سکتے ہو۔''

''میں مرنے کے لیے نہیں، مارنے کے لیے جا رہا ہوں۔ جرمن مجھے گزشتہ موقعے پر نہیں مار سکے اور اس بار بھی وہ مجھے ہلاک نہیں کر سکیں گے۔'' ایبل نے کہا۔

جارج نے ایبل کو بہت سمجھایا کہ امریکہ، ایبل کی مدد کے بغیر بھی جنگ جیتنے کی صلاحیت تا ہے...... دوسری طرف زافیا نے بھی ایبل کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آٹھ سالہ فلورینا پھوٹ وٹ کر رونے لگی۔ اسے جنگ کا مطلب معلوم نہیں تھا۔ اسے تو بس یہ معلوم تھا کہ ڈیڈی بہت دنوں لیے اس سے دور ہو جائیں گے۔

سب کوششوں اور منتوں کے باوجود ایبل اگلے روز نیویارک روانہ ہو گیا۔ نیویارک میں وقت ہر شہر کے لوگ موجود تھے۔ ہر شخص بھرتی کی غرض سے آیا تھا۔ اُن کے ساتھ اُنہیں الوداع نے والے بھی تھے...... والدین، بیویاں، بچے اور دوست احباب۔ وہ سب ایک دوسرے کو یقین دلا تے کہ جنگ محض ایک ہفتے میں ختم ہو جائے گی۔ لیکن ان میں سے کسی کو بھی اس بات پر یقین یں تھا۔

ایبل ڈنر کے لیے نیویارک بیرن پہنچا۔ ڈائننگ روم نوجوانوں سے بھرا ہوا تھا۔ لڑکیاں پر جانے والے منگیتروں اور محبت کرنے والوں سے لپٹی جا رہی تھی۔ ایبل اُن کے لیے اداس یا۔ وہ بے فکرے نوجوان نہیں جانتے تھے کہ جنگ کتنی ہولناک چیز ہے۔ اور وہاں ٹھہرنے کی ائے سیدھے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

اگلی صبح وہ بھرتی دفتر پہنچا۔ وہ بھرتی کے لیے نیویارک صرف اس لیے آیا تھا کہ یہاں اس پہچانے جانے کا امکان بہت کم تھا۔ شکاگو میں تو اسے سبھی جانتے تھے۔ بھرتی دفتر ہونے والوں کا م غیر موجود تھا۔ ایبل نے فارم بھر دیا۔ اس نے یہ غور نہیں کیا کہ بھرتی کے خواہش مند لوگوں کی مانی حالت اس کے مقابلے میں کتنی بہتر ہے۔ وہ دو گھنٹے تک انٹرویو لیے جانے کا منتظر رہا۔ انٹرویو سارجنٹ لے رہا تھا۔ اس نے ایبل سے اس کے ذریعہ آمدنی کے متعلق استفسار کیا۔

''ہوٹل منیجمنٹ۔'' ایبل نے جواب دیا اور پھر سارجنٹ کو پہلی جنگ عظیم کے دوران اپنے بات کے بارے میں بتانے لگا۔ سارجنٹ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے سامنے موجود شخص د پانچ فٹ سات انچ اور وزن 190 پونڈ تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ اگر ایبل اسے بتا دیتا کہ وہ گو بیرن کا مالک ہے تو سارجنٹ کو اس کے فرار والی کہانیوں پر یقین آجاتا۔ لیکن ایبل یہی بات تو ہیں چاہ رہا تھا۔ وہ خود کو ایک عام شہری کی حیثیت سے متعارف کرانا چاہتا تھا تاکہ اس کے ساتھ ص سلوک نہ کیا جائے۔

''کل صبح آپ کا طبی معائنہ ہوگا۔'' سارجنٹ نے مختصراً کہا۔ ''تاہم خدمات پیش کرنے ریہ۔''

اگلے روز ایبل کو طبی معائنے کے لیے کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑا۔ ڈاکٹر بے حد منہ پھٹ آدمی

تھا۔ اس نے ایبل کی جسمانی حالت پر بے حد دلآزار تبصرے کیے۔ اپنی پوزیشن کی وجہ سے ایبل برسوں سے ایسے تبصرے سے محفوظ تھا۔ ڈاکٹر نے اسے 4، ایف گریڈ دیا۔ ایبل کے خیال میں ڈاکٹر کا رویہ بے رحمانہ تھا۔

"آپ کا وزن بہت زیادہ ہے۔ بینائی بھی کچھ اچھی نہیں ہے، دل کمزور ہے اور آپ لنگڑا کر چلتے ہیں۔ مسٹر ایبل، میں صاف گوئی سے کام لوں گا۔ آپ فوج میں بھرتی ہونے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ ہم نہیں چاہتے کہ دُشمن کا سامنا کرنے سے پہلے ہی ہمارے کسی سپاہی کو ہارٹ اٹیک ہو جائے۔ بہر حال فوج میں کاغذی کام بھی ہوتا ہے۔"

ایبل کا بس چلتا تو وہ ڈاکٹر کا منہ توڑ دیتا، لیکن وہ جانتا تھا کہ، اس طرح اسے یونیفارم نہیں ملے گی۔

"شکریہ جناب۔ میں نے جرمنوں کے ساتھ لڑنے کے لیے اپنی خدمات پیش کی ہیں میں اُن سے خط وکتابت نہیں کرنا چاہتا۔" ایبل نے تلخی سے کہا۔

وہ ہوٹل واپس آ گیا۔ لیکن ابھی وہ مایوس نہیں ہوا تھا۔ اگلے روز اس نے پھر کوشش کی اس بار اس نے بھرتی کے دوسرے دفتر کا رُخ کیا تھا، لیکن نتیجہ اس بار بھی مختلف نہیں تھا...... دو ڈاکٹر اتنا منہ پھٹ نہیں تھا، لیکن اس نے بھی گریڈ ڈی دیا تھا۔ 4، ایف ایسا لگتا تھا کہ اس جسمانی کیفیت کی وجہ سے اسے جرمنوں کے خلاف لڑنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اگلی صبح اس نے اس سلسلے میں ایک جمنازیم سے رجوع کیا۔ تین مہینے وہ ورزش کرتا رہا بلاآخر اس کا وزن 155 پونڈ رہ گیا۔ انسٹرکٹر نے اسے بتایا کہ اب اس کا وزن مزید کم نہیں ہو سکتا ایبل مایوس نہیں تھا۔ اس نے وہاں سے ایک بار پھر بھرتی دفتر کا رُخ کیا۔ اس بار اس نے لاڈیک کوسکی کے نام سے کوشش کی۔ نتیجہ قدرے اُمید افزا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے ریزرو فوج کی حیثیت سے پاس کر دیا۔

"لیکن میں تو فوری طور پر جنگ میں شامل ہو جانا چاہتا ہوں۔" ایبل نے احتجاج کیا۔

"ہم آپ سے رابطہ رکھیں گے مسٹر کوسکی۔" سارجنٹ نے کہا۔ "آپ خود کو تیار اور فٹ رکھیے۔ کیا معلوم ہمیں کب آپ کی ضرورت پڑ جائے۔"

ایبل شدید غصے کے عالم میں وہاں سے نکلا۔ وہ جسمانی طور پر فٹ نوجوانوں کو رشک آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، جنھیں بڑی آسانی سے بھرتی کر لیا گیا تھا۔ وہ ایک دروازے کے سامنے رُک کر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ پھر وہ اس کمرے میں گھس گیا۔ وہاں ایک فوجی افسر موجود تھا جس کے ایک کندھے پر ستارے لگے ہوئے تھے۔

"اوہ معاف کیجیے گا آفیسر۔" ایبل اسے دیکھ کر پلٹا۔

"اے جوان۔" جنرل نے اسے پکارا۔

ایبل دروازے کی طرف بڑھتا رہا۔ اس کا خیال تھا۔" جنرل کسی اور کو پکار رہا ہے۔

"اے جوان۔" جنرل نے دوبارہ پکارا۔ اس بار آواز بلند تھی۔

ایبل نے پلٹ کر دیکھا۔ "مجھ سے کہہ رہے ہیں جناب؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں جوان۔"

ایبل پلٹ کر جنرل کی طرف بڑھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید جنرل اسے پہچانتا ہے۔ وہ مایوس تھا کہ اب تو اسے بھرتی کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

"مسٹر رونسکی...... میرا نام مارک کلارک ہے اور میں یو ایس ففتھ آرمی کا کمانڈر ہوں۔ میں انسپکشن ٹوور پر آیا ہوں۔ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ میں آپ کا مداح ہوں۔ یہ بتائیں کہ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"کیا کر سکتا ہوں۔" ایبل نے تند لہجے میں کہا۔ پھر اُسے خیال آیا کہ وہ ایک جنرل سے مخاطب ہے۔ "معاف کیجیے گا...... جناب! بات یہ ہے کہ میں جنگ لڑنا چاہتا ہوں اور کوئی مجھے بھرتی کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔"

"آپ اس جنگ میں کس طرح حصہ لیں گے؟"

"سپاہی کی حیثیت سے۔"

"سپاہی؟"

"جی ہاں۔ آپ کو زیادہ سے زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ہے نا؟"

"وہ تو ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ سپاہی سے کہیں اہم حیثیت سے جنگ میں حصہ لیں۔"

"میں آپ کا ہر حکم بجا لانے کے لیے تیار ہوں۔" ایبل نے کہا۔

"بہت خوب۔ میں چاہتا ہوں آپ کے نیو یارک بیرن میں آرمی ہیڈ کوارٹر قائم کر لوں۔ مسٹر رونسکی، دس بارہ جرمنوں کو مار دینے کے مقابلے میں یہ بڑا اور اہم کام ہے۔"

"بیرن ہوٹل آپ کا ہے جس طرح چاہیں استعمال کریں۔" ایبل نے کہا۔ "اب تو میں جنگ میں شرکت کر سکتا ہوں؟"

"تم دیوانے تو نہیں ہو؟" اس بار جنرل کے لہجے میں بے تکلفی تھی۔

"میں پولش ہوں جناب۔" ایبل نے کہا۔

جنرل نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"دیکھیے جناب...... میں سلونم میں پیدا ہوا تھا میں نے جرمنوں کے مظالم سہے ہیں۔ روسیوں نے میری آنکھوں کے سامنے میری بہن کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا میں روسی کیمپ سے فرار ہوا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں امریکہ پہنچنے میں کامیاب ہوا۔ امریکہ نے مجھے بہت کچھ دیا۔ اب میں لکھ پتی ہوں۔ میں دیوانہ نہیں ہوں جنرل...... محض ایک انسان ہوں۔ جرمنوں نے پھر جنگ تھوپی ہے اور اس بار میں انہیں جواب دینا چاہتا ہوں۔"

"اگر یہ بات ہے مسٹر رونسکی تو میں تم سے کام لے سکتا ہوں۔ لیکن وہ ایسا کام ہے جو تمہارے تصور میں بھی نہیں ہوگا۔ ہمیں ففتھ آرمی کے لیے کوارٹر ماسٹر درکار ہے۔ ففتھ آرمی اگلی صفوں میں لڑ رہی ہے نپولین نے درست کہا تھا کہ فوج کے لیے پیٹ بھرا ہونا بہت ضروری ہے۔ تم اس سلسلے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہو مسٹر رونسکی۔ اس طرح تم امریکہ کی بہت بڑی اور غیر معمولی مدد کر رہے ہو گے۔ بولو، کیا کہتے ہو؟"

"میں تیار ہوں جنرل۔"

"شکریہ مسٹر رونسکی۔"

جنرل نے بزر دیا اور اگلے ہی لمحے ایک لیفٹیننٹ کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے جنرل کو زوردار سلیوٹ کیا۔

"لیفٹیننٹ...... میجر رونسکی کو پرسونیل میں لے جاؤ پھر انہیں میرے پاس پہنچا دینا۔" جنرل نے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔" لیفٹیننٹ نے کہا اور اسیل کی طرف متوجہ ہوا۔ "تشریف لایئے میجر۔"

"شکریہ جنرل۔" اسیل نے کہا اور اٹھ گیا



ویک اینڈ اس نے شکاگو میں زافیا اور فلورینا کے ساتھ گزارا۔ "وہ جو تمہارے پندرہ سو سوٹ ہیں ان کا کیا کرو گے؟" زافیا نے پوچھا۔

"سنبھال کر رکھ دو۔ یقین کرو، یہ جنگ مجھے ختم نہیں کر سکے گی۔" اسیل نے جواب دیا۔

"مجھے بھی اس بات پر یقین ہے۔ مجھے تو یہ فکر ہے کہ اب وہ سوٹ تم پہنو گے کیسے؟ ایک سوٹ میں تم جیسے تین سا سکتے ہیں۔"

اسیل ہنس دیا۔ اس نے وہ سوٹ پولش پناہ گزینوں کی امدادی مرکز میں پہنچا دیے۔ پھر وہ نیویارک واپس آیا۔ اس نے ہوٹل میں قیام کرنے والوں کی بکنگ منسوخ کر دی بارہ دن کے اندر اندر اس نے ہوٹل کا قبضہ ففتھ آرمی کو دے دیا۔

تین مہینے بعد اسے ڈیوٹی پر بلا لیا گیا۔ اس دوران وہ ہوٹل کا کام منظم کر کے جنرل کے سپرد کر چکا تھا۔ پہلے اُسے آفیسرز ٹریننگ کے لیے فورٹ بیننگ بھیجا گیا۔ پھر اسے شمالی افریقہ بھیجے جانے کے آرڈر ملے۔ وہ یہ سوچتا رہا کہ وہ کبھی جرمنی پہنچ بھی سکے گا یا نہیں؟

جانے سے ایک دن پہلے اسیل نے اپنی وصیت مرتب کی۔ گزشتہ بیس سال میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے موت کے امکانات پر سنجیدگی سے غور کیا۔ جہاز نیویارک کی بندرگاہ سے دور ہو رہا تھا...... اور اسیل مجسمہ آزادی پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔ "اس کے بعد میں تمہیں اس روز دیکھوں گا خاتون جب امریکہ جنگ جیت چکا ہوگا۔" اس نے زیر لب کہا۔

اسیل کے ساتھ دو باورچی اور کچن اسٹاف کے پانچ ممبر بھی تھے۔ جہاز 17 فروری 1943ء کو الجیریا کی بندرگاہ پر پہنچا۔ اسیل نے ایک سال اس صحرائی علاقے کی گرمی سہتے اور گرد پھانکتے گزارا۔ اس کی کوشش تھی کہ فوجیوں کو بہتر سے بہتر کھانا فراہم کرے۔

"کھانا بہت اچھا نہیں ہوتا لیکن ہم دوسرے فوجیوں کے مقابلے میں عیش کر رہے ہیں۔" جنرل کلارک نے تبصرہ کیا۔

الجزائر میں اسیل نے وہاں کے بہترین ہوٹل کا انتظام سنبھال لیا۔ ہوٹل کی عمارت میں جنرل کلارک کا ہیڈ کوارٹر قائم کیا گیا۔ اسیل جانتا تھا کہ وہ بہت اہم کردار ادا کر رہا ہے لیکن جرمنوں سے دو بدو لڑنے کی امنگ اسے بے چین رکھتی تھی۔ وہ جارج اور زافیا کو خط لکھتا تھا۔ فلورینا کی تصویروں کے ذریعے وہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے بڑا ہوتے دیکھ رہا تھا۔ کرٹس نے خط کے ذریعے اسے مطلع کیا کہ بیرن گروپ اب پہلے سے زیادہ منافع کما رہا ہے۔ اسیل افسردہ تھا کہ وہ مانٹریال بیرن کی افتتاحی تقریب میں شریک نہ ہو سکا۔ وہاں جارج نے اس کی نمائندگی کی تھی۔

جلد ہی وہ افریقہ سے بور ہو گیا۔ وہ محاذ سے بہت دور تھا...... اور صرف لڑنے والے فوجیوں ہی سے اُسے جنگ کی صورت حال کے متعلق معلوم ہو سکتا تھا۔ ان کی فوجیں کامیابی حاصل کر رہی تھیں۔ اسیل کی جنگ سے قربت بس اتنی سی تھی کہ وہ کھانا محاذ پر پہنچاتے ہوئے گولہ باری کی آوازیں سن لیتا تھا۔ وہ آوازیں اس کی بے بسی اور جھنجلاہٹ میں اضافہ ہی کرتی تھیں۔ پھر ایک روز جنرل کلارک کی ففتھ آرمی کو جنوبی یورپ کی تسخیر کا حکم ملا۔ اسیل کے لیے یہ ایک خوش کن خبر تھی۔

ففتھ آرمی فضا میں اڑنے کے علاوہ سمندر کی سطح پر اترنے والے جہاز کے ذریعے اٹلی کے ساحل پر اتری۔ امریکن طیارے انہیں تحفظ دینے کیلئے موجود تھے۔ انہیں خاصی شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اسیل اور اس کے ساتھی اب بھی ایکشن سے دور تھے۔ اسیل کو خدشہ تھا کہ جنگ

ختم ہو جائے گی اور وہ کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام نہیں دے سکے گا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اگلے مورچوں تک رسائی کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ پھر اُسے ترقی دے کر لیفٹیننٹ کرنل بنا دیا گیا۔ اسے لندن بھیج دیا گیا جہاں اسے آیندہ احکامات کا انتظار کرنا تھا۔

25 اگست 1944ء کو اتحادی فوجیں فرانس میں داخل ہو گئیں...... اور پیرس کو آزاد کرا لیا گیا۔ ایبل فاتح فوجوں کے ساتھ پیرس میں داخل ہوا۔ اس نے وہ جگہ منتخب کر لی جہاں اسے پیرس بیرن تعمیر کرنا تھا۔ اتحادی فوجوں نے فرانس کی شمالی سرحد کی طرف پیش قدمی کی۔ اب وہ برلن تسخیر کرنے کے چکر میں تھے۔ ایبل کی پوسٹنگ جنرل براڈے کے ساتھ فرسٹ آرمی میں کر دی گئی۔ غذائی اجناس انگلینڈ سے آرہی تھیں۔ مقامی سپلائی نہ ہونے کے برابر تھی۔ جرمن فوجیں پسپا ہوتے ہوئے ہر قصبے کو اجاڑتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ ایبل ہر نئے شہر میں پہنچ کر سب سے پہلے وہاں موجود غذائی اجناس پر قابض ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی کمپنی کو سب سے اچھا کھانا مل رہا تھا۔ دوسری کمپنیوں کے کوارٹر مین، ایبل کی کارکردگی پر حیران تھے۔ ایک رات جنرل پیٹر نے جنرل براڈلے کے ساتھ کھانا کھایا، وہ بھی حیران رہ گیا۔

"جنگ کے دوران اتنا اچھا کھانا مجھے آج تک نہیں ملا۔" جنرل پیٹر نے پرستائش لہجے میں کہا۔

فروری 1945ء تک ایبل کو وردی پہنے تین سال لے کے قریب ہو چکے تھے۔ اسے اندازہ تھا کہ جنگ اب محض تین ماہ میں ختم ہو جائے گی اسے جنرل براڈ کے تعریفی خطوط بھی ملتے رہتے تھے اور اس کے سینے کی آرائش میں اضافہ بھی ہوتا رہا۔ لیکن ایبل کے نزدیک یہ سب کچھ بے معنی تھا۔ ایبل نے جنرل سے التجائیں کیں کہ اسے بھی جنگ میں لڑنے کا موقع دیا جائے لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

کھانے کا ٹرک اگلے مورچوں تک لے جانا اور کھانے کے انتظامات کرنا، ایک جونیئر آفیسر کی ذمے داری تھی لیکن کبھی کبھی ایبل خود چلا جاتا تھا پھر اس نے سینٹ پیٹرکس ڈے کے موقعے پر کمبلوں سے ڈھکے ہوئے اسٹریچر مسلسل آتے دیکھے تو اس کا شدت سے جی چاہا کہ محاذ کی صورتِ حال دیکھے۔ پھر جب لاشیں آتی رہیں تو اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ اس نے چودہ ٹرک کھانے کے سامان سے لدوائے، اپنے ساتھ ایک لیفٹیننٹ، ایک سارجنٹ، دو کارپورل اور اٹھائیس رنگروٹوں کو لیا اور محاذ کی طرف چل دیا۔

اس روز محاذ تک صرف 28 میل کا سفر بہت سست روی سے طے ہوا۔ سب سے آگے والا ٹرک ایبل خود ڈرائیور کر رہا تھا۔ اس وقت وہ خود کو کوئی جنرل محسوس کر رہا تھا۔ موسلا دھار بارش کی وجہ سے ہر طرف کیچڑ ہو رہی تھی۔ کئی بار اُسے ایمبولنس کو راستہ دینے کے لیے سڑک سے اُترنا پڑا۔ بھوکے

ہوں پر زخمی فوجیوں کو ترجیح دینا ضروری تھا۔ وہ ایسے ہر موقعے پر دعا کرتا کہ ایمبولینس میں لائے نے والے فوجی محض زخمی ہوں۔ بہرحال، اس سے ایبل کو اندازہ ہو گیا کہ ریماجن میں گھمسان کی ائی ہو رہی ہے۔ جیسے جیسے ٹرک آگے بڑھتا گیا۔ ایبل کی دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں۔ اسے احساس ہو ہا تھا کہ اس بار وہ جنگ میں ملوث ضرور ہوگا۔

وہ کمانڈ پوسٹ پر پہنچا تو دور سے دشمن کی گولہ باری کی آواز سنائی دی۔ اس کے وجود میں ی کی تند لہر اُٹھی کیونکہ اسٹریچر پر لائے جانے والے زخمیوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ ایبل کو یہ سوچ ر اور غصہ آرہا تھا کہ وہ فوج میں ہونے کے باوجود جنگ کی صورتِ حال سے بے خبر ہے۔ کوئی بھی باری نمائندہ اس سے زیادہ باخبر ہوگا۔

ایبل نے اپنے کانوائے کو فیلڈ کچن کے پہلو میں ٹھہرایا اور اپنے ٹرک سے اتر آیا۔ اس نے اشیائے خورد و نوش اتروائیں۔ ان فوجیوں کو کھانا دیا جانے لگا جو محاذ سے آئے تھے یا محاذ کی رف جا رہے تھے۔ اس نے اپنے اسٹاف کو ہدایات دیں اور خود ڈیوٹی آفیسر کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ بریگیڈیر جنرل لیونارڈ سے ملاقات ہوئی۔ وہ کہیں جا رہا تھا۔ "ہیلو کرنل...... کیا خدمت کروں تمہاری؟" اس نے پوچھا۔

"سر...... میں کھانا لے کر آیا ہوں......"

"کھانے کی فکر نہ کرو کرنل۔" بریگیڈیر نے کہا۔ "آج صبح نو بجے ایک لیفٹیننٹ نے اطلاع پہنچائی کہ ریماجن کے شمال میں ایک صحیح وسالم پل موجود ہے۔ میں نے حکم دیا کہ اس پل کو جلد از جلد عبور کر لیا جائے۔ لیکن جرمن زبردست مزاحمت کر رہے ہیں۔ اس وقت کھانے کی فرصت یہاں کسے ہیں۔"

"کچھ کامیابی بھی ہوئی جناب؟"

"ہوئی...... لیکن ہمیں بھاری جانی نقصان اُٹھانا پڑا۔ میں اندازہ نہیں لگا سکتا کہ کتنے جوانوں سے محروم ہوا ہوں۔ بہتر ہوگا کہ کھانا کھا لو۔ اس وقت میرے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ زخمیوں کو جلد از جلد طبی امداد بہم پہنچائی جائے۔"

"میں کسی کام آسکتا ہوں سر؟"

"بریگیڈیر نے عجیب نظروں سے موٹے کرنل کو دیکھا۔" تمہارے پاس کتنے آدمی ہیں؟"

"مجھے ملا کر کل 33 آدمی ہیں جناب۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنے آدمیوں کے ساتھ فیلڈ ہاسپٹل پہنچ کر رپورٹ کرو۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ زخمیوں کو ہاسپٹل پہنچانا ہوگا۔"

"بہتر جناب۔" اسبل نے جواب دیا۔ پھر وہ بھاگا بھاگا فیلڈ کچن پہنچا، جہاں ایک کونے میں اس کے آدمی اکٹھا تھے۔

"چلو اٹھو" اس نے انہیں للکارا۔ "منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے آج کچھ ڈھنگ کا کام کر کے دکھاؤ۔"

وہ سب یکلخت اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"آؤ میرے ساتھ...... شاباش جوانو...... ڈبل۔"

اگلے ہی لمحے وہ سب فیلڈ اسپتال کی طرف بھاگ رہے تھے۔ اسپتال میں ایک نوجوان ڈاکٹر اپنے سولہ ماتحتوں کو کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ "کہیے جناب۔ میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں؟" ڈاکٹر نے اسبل سے پوچھا۔

"میں تو آپ کی مدد کرنے کے لیے آیا ہوں۔" اسبل نے جواب دیا۔ "میرے پاس 32 آدمی ہیں۔ بریگیڈیر لیونارڈ نے مجھے آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔"

ڈاکٹر تعجب سے اُسے دیکھتا رہا۔ "جی ہاں...... سر۔"

"مجھے سر مت کہو۔ میں تو تمہاری ماتحتی میں کام کرنے کے لیے آیا ہوں۔" اسبل نے کہا۔

"بس سر۔"

ڈاکٹر نے ان سب کو پٹیوں کا استعمال سمجھایا۔ پھر بولا۔ "نویں آرمرڈ کور نے بھاری جانی نقصان اُٹھایا ہے۔ اب تم میں سے جن لوگوں کو طبی تجربہ ہو۔ وہ وہیں ٹھہر کر کام کریں...... باقی لوگ شدید زخمی فوجیوں کو جلد از جلد اسپتال پہنچائیں۔"

اسبل کو خوشی تھی کہ وہ بالآخر کوئی مثبت کام کر رہا ہے۔ دوسری طرف اب ڈاکٹر ماتحتوں کی تعداد بھی 49 ہو گئی تھی۔ اس نے انہیں اٹھارہ اسٹریچر اور دواؤں کا مکمل بکس دیا۔ پھر وہ انہیں ساتھ لے کر نکل آیا...... اور پل کی طرف بڑھنے لگا۔ اسبل اس سے صرف ایک قدم پیچھے تھا۔

وہ گاتے ہوئے بارش اور کیچڑ میں مارچ کرتے رہے پل کے قریب پہنچ کر انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ان کے سامنے کمبلوں میں ڈھکے ہوئے جسم بکھرے ہوئے تھے۔ دوسری طرف زبردست گولہ باری ہو رہی تھی۔ اسبل کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔ وہ جنگ کے دوران پہلی بار محاذ کے اس قدر نزدیک پہنچا تھا۔ لیکن پھر اسے زخمیوں کی چیخوں نے دہلا دیا۔ وہ اس کے ساتھیوں کی چیخیں تھیں۔

نوجوان ڈاکٹر جا بجا رُکتا اور جس زخمی کے لیے جو ممکن ہوتا، کرتا کہ وہ کسی زخمی کی موت آسان کرنے کی غرض سے اُسے شوٹ کر دیتا۔ وہ ایسے لوگ ہوتے جن کے بچنے کا ذرا بھی امکان نہ

ہوتا۔ اسبل بھی لپک لپک کر ایک ایک زخمی کے پاس جاتا اور شدید زخمی لوگوں کو اسٹریچر پر ڈالتا اور انہیں اسپتال کی طرف بھجوا دیتا۔ جنگل کے افتادہ حصے تک پہنچتے پہنچتے صرف ڈاکٹر، آلو چھیلنے والا اردلی اور خود اسبل، رہ گئے۔ دوسرے لوگ اسٹریچر پر زخمیوں کو لاد کر اسپتال کی طرف جا چکے تھے۔

وہ تینوں آگے بڑھتے رہے۔ گولہ باری کی خوفناک آواز قریب تر ہوتی گئی۔ اسبل کو احساس ہو رہا تھا کہ دشمن اب محض پانچ چھ سو گز دور ہے۔ وہ گھٹنوں کے بل جھک کر آگے بڑھنے لگا۔ پھر اس کے سامنے ہی ایک گولہ آ کر پھٹا۔ وہ اٹھ کر آگے کی طرف بھاگا۔ ڈاکٹر نے ہچکچاہٹ کے باوجود اس کی تقلید کی۔ وہ چند گز آگے آئے ہوں گے کہ ایک سرسبز قطعے پر انہیں بکھرے ہوئے اُس کے سپاہی نظر آئے۔ اُن میں سے بیشتر مر چکے تھے۔

"لاشوں کو چھوڑو۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ دیکھو، ان میں سے کوئی زندہ بھی ہے۔"

"یہ رہا۔" اسبل نے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس شخص کی دونوں آنکھیں ڈھیلوں سے محروم تھیں۔

"نہیں کرنل! یہ مر چکا ہے۔" ڈاکٹر نے ایک نظر دیکھتے ہی کہا۔

اسبل ایک ایک کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ اس نے تیس لاشیں گنیں۔ پھر وہ ڈاکٹر کی طرف پلٹا، جو ایک شدید زخمی کیپٹن کی جان بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسبل بے بسی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ "لعنت ہو ان جرمنوں پر۔" وہ غرایا۔ "ڈاکٹر کیا یہ مر جائے گا؟"

ڈاکٹر نے زخمی کیپٹن پر نظر ڈالی، جو اپنے ہی خون میں نہایا ہوا تھا۔ "مرا نہیں ہے تو مر جائے گا۔" اس نے جواب دیا۔ "بہت زیادہ خون ضائع ہو چکا ہے۔ کرنل...... اب یہاں تمہارا کوئی کام نہیں۔ اسے لے کر اسپتال پہنچو۔ اور کمانڈر سے کہنا میں آگے جا رہا ہوں۔ جتنے آدمی بھی ممکن ہو سکیں۔ اس طرف بھیج دینا۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر۔" اسبل نے آہستہ سے کہا۔ پھر اس نے ڈاکٹر کی مدد سے زخمی کیپٹن کو اسٹریچر پر منتقل کیا۔ ڈاکٹر نے اسے تنبیہ کی کہ اسٹریچر لے جاتے ہوئے ہر ممکن احتیاط سے کام لے۔ ذرا سا جھٹکا مزید خون ضائع ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔ اور اب مزید خون ضائع ہونا مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔

بیس کیمپ تک دو میل کی مسافت کے دوران اسبل نے آلو چھیلنے والے اردلی کو کہیں رُک کر آرام نہ کرنے دیا۔ وہ اس زخمی کیپٹن کو زندہ دیکھنا چاہتا تھا۔ پھر اسے ڈاکٹر کے پاس واپس بھی پہنچنا تھا۔

تیز بارش میں وہ ایک گھنٹہ چلتے رہے۔ اسبل کو یقین ہو گیا تھا کہ کیپٹن مر چکا ہے۔ بالآخر

وہ بیس کیمپ پہنچ گئے وہ اور اردلی بری طرح ہانپ رہے تھے۔ انہوں نے اسٹریچر کو زخمی کیپٹن سمیت، میڈیکل ٹیم کے سپرد کر دیا۔

اسٹریچر دھکیل کر لے جانے کے دوران کیپٹن نے اپنی وہ آنکھ کھولی، جس پر پٹی نہیں باندھی گئی تھی۔ اس کی نظر ایبل کے چہرے پر جم گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ اُٹھانے کی کوشش کی ایبل نے اسے سلیوٹ کیا۔ اس کا جی چاہا کہ ناچنے لگے۔ اتنی خوشی کا احساس اُسے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ کیپٹن کی اس نظر نے...... اس کی، حرکت کی کوشش نے ایبل کے وجود میں مسرت کی لہر دوڑا دی تھی۔ وہ دل ہی دل میں کیپٹن کی زندگی کے لیے گڑگڑا کر دُعائیں مانگتا رہا۔

وہ اسپتال سے نکلا تا کہ ڈاکٹر کے پاس واپس جا سکے ڈیوٹی آفیسر نے اسے روک لیا۔

کرنل میں سب جگہ آپ کو تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”یہاں تین سو آدمی بھوک سے بے تاب ہو رہے ہیں بھئی کہاں ہیں آپ اور آپ کے آدمی؟“

”ہم آج بہت اہم کام میں مصروف ہیں۔“ ایبل نے کہا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے زخمی کیپٹن کا چہرہ لہرا رہا تھا۔

اُن دونوں کے لیے جنگ ختم ہو چکی تھی۔



اسٹریچر کو خیمے میں لے جا کر کیپٹن کو آپریشن ٹیبل پر منتقل کر دیا گیا۔ کیپٹن ولیم کین نے آنکھیں کھول کر اس نرس کو دیکھا جو اسے اداس نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ کچھ کہہ بھی رہی تھی لیکن وہ اس کے الفاظ سننے سے قاصر تھا۔ شاید سر پر پٹیاں بندھی ہونے کی وجہ سے اس کی سماعت متاثر ہوئی تھی۔ صرف نرس کے متحرک لب اسے نظر آ رہے تھے۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ مستقبل کے متعلق کم اور ماضی کے متعلق زیادہ سوچ رہا تھا۔ پھر اسے کیٹ یاد آ گئی کیٹ نے فوج میں بھرتی کے سلسلے میں اسے سمجھانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ کیٹ کو کبھی اپنے اس قدام کی اہمیت نہیں سمجھا سکے گا چنانچہ اس نے اس سلسلے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا۔ اب کیٹ کی مایوس صورت اس کی نگاہوں میں پھر رہی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر، اُڑ کر کیٹ کے پاس پہنچ جائے۔

ولیم نے لیسٹر اینڈ کین کو ٹیڈ لیچ اور ٹونی سائمن کی ذمے داری پر چھوڑا تھا۔ اس کی واپسی تک ان دونوں کو مشترکہ طور پر بینک کا کاروبار سنبھالنا تھا۔ اس نے انہیں ہدایات دینے سے گریز کیا تھا۔ ان دونوں نے بھی ولیم کو بہت سمجھایا تھا۔ وہ دونوں بھی اس کا نکتہ نگاہ بھی نہیں سمجھ سکے تھے...... بہرحال، چند روز بعد اس نے آرمی جوائن کر لی تھی۔ رُخصت ہونے سے پہلے اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ بچوں کا سامنا کرتا۔ اس کے باوجود دس سالہ رچرڈ کسی نہ کسی طرح اسٹیشن پہنچ ہی گیا

اس نے اپنے آنسو ضبط کر لیے تھے۔ وہ آنسو اس دُکھ کے تھے کہ وہ اپنے باپ کے شانہ بشانہ ...نوں سے لڑنے کے لیے نہیں جا سکتا تھا۔

ولیم کو پہلے ورمونٹ کے تربیتی اسکول بھیجا گیا۔ تربیت تین ماہ جاری رہی۔ اس عرصے میں ولیم خود کو بے حد چاق و چوبند محسوس کرنے لگا۔

سب سے پہلے اسے لندن بھیجا گیا جہاں وہ امریکنوں اور برطانویوں کے درمیان رابطہ افسر کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ اسے اطلاع مل چکی تھی کہ ایبل رونسکی نے بیرن ہوٹل امریکی فوج کے حوالے کر دیا ہے۔ اس بات پر اسے خوشی ہوئی۔

لندن میں بلیک آؤٹ اور بمباری کا سلسلہ پورے زور و شور سے چل رہا تھا۔ یوں اسے احساس ہوتا تھا کہ وہ جنگ سے دوچار ہے۔ اس کے باوجود وہ خود کو جنگ سے علیحدہ سمجھتا کیونکہ وہ محاذ جنگ سے بہت دور تھا۔ وہ بے حد عملی آدمی تھا...... اسے محض تماشہ دیکھنے میں لطف نہیں آتا تھا۔ رابطہ افسر کی حیثیت سے کام کرنے سے اس کی تسلی نہیں ہوتی تھی۔ اسے یہ اذیت ناک احساس ہونے لگا تھا کہ جب تک ہٹلر لندن نہ پہنچ جائے، اس کا سامنا کسی جرمن فوجی سے کبھی نہیں ہوگا۔

پھر فرسٹ آرمی کے ایک حصے کی اسکاٹ لینڈ میں پوسٹنگ ہوئی۔ وہاں انہیں تربیتی مشقیں کرنا تھیں...... ولیم کو مبصر کی حیثیت سے بھیجا گیا۔ اسکاٹ لینڈ تک طویل اور اُکتا دینے والے سفر کے دوران ولیم کو احساس ہوتا تھا کہ یہ اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ وہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے فوج میں بھرتی کی درخواست ہی کیوں دی تھی۔ وہ تو لڑنا چاہتا تھا۔ لیکن یہاں اسے قاصد اور کلرک کی حیثیت سے استعمال کیا جا رہا تھا۔ لیکن اسکاٹ لینڈ پہنچ کر اس کا حوصلہ بڑھا...... اسکاٹ لینڈ کی فضا سے لگتا تھا کہ، طویل جنگ کی تیاری ہو رہی ہے۔ لندن واپس پہنچتے ہی اس نے درخواست دی کہ اسے فوری طور پر فرسٹ آرمی میں ٹرانسفر کر دیا جائے۔ اس کا کرنل اس بات کا قائل تھا کہ محاذ پر جانے کے خواہش مند لوگوں سے دفتری کام لینا زیادتی ہے چنانچہ اس نے فوری طور پر اسے ریلیز کر دیا۔

تین دن بعد ولیم اپنی نئی رجمنٹ جوائن کرنے اسکاٹ لینڈ واپس پہنچا اور تربیت میں شامل ہو گیا۔ تربیت بہت سخت تھی۔ اسکاٹ لینڈ کی پہاڑیوں میں نقلی جنگیں لڑی جا رہی تھیں۔ ولیم کو ...فائلیں مرتب کرنے کے مقابلے یہ کام کہیں زیادہ پسند تھا۔

تین ماہ بعد انہیں شمالی فرانس میں اتار دیا گیا۔ وہ جنرل براڈلے کی فرسٹ آرمی میں ...تمام فوجی احساس فتح سے سرشار تھے۔ ولیم کی خواہش تھی کہ وہ برلن میں داخل ہونے والا پہلا ...فرسٹ آرمی، رائن کی طرف پیش قدمی کرتی رہی۔ وہ راستے میں موجود ہر پل عبور کرنے کے لیے تیار تھے۔ پھر صبح کیپٹن ولیم کو احکامات ملے کہ اسے اپنی ڈویژن کے ساتھ لوڈنڈ روف کا پل

عبور کرنا ہے۔ وہ پل ریماجن سے ایک میل دور شمال مشرق میں تھا۔ پل کے ایک طرف جنگل تھا اور دوسری طرف دریا۔ ولیم ایک پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا، نویں ڈویژن کو پل عبور کرتے دیکھ رہا تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ کسی بھی لمحے پل اڑا دیا جائے گا۔ اس کا کرنل خود اپنی ڈویژن کی قیادت کر رہا تھا۔

ولیم کے ایک سو بیس ماتحت تھے اور وہ سب کے سب پہلی بار عملی جنگ میں حصہ لے رہے تھے۔ یہ خالی کارتوسوں کی مدد سے لڑی جانے والی نقلی جنگ نہیں تھی۔ اس بار ان کا واسطہ جرمنوں سے تھا۔ وہ سچ مچ موت سے نبرد آزما تھے۔

ولیم اور اس کے ساتھی جنگل کے کنارے تک بلا روک ٹوک پہنچ گئے۔ ان کی رفتار بہت کم تھی۔ لیکن ابھی تک ان کا جرمنوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ پھر اچانک ان پر گولیوں کی بارش ہوگئی۔ حملہ اس قدر اچانک ہوا کہ انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ ان سب نے خود کو زمین پر گرا لیا۔ لیکن ولیم نے دیکھ لیا کہ صرف چند سیکنڈ میں وہ اپنی پلاٹون کے کم از کم نصف نوجوانوں سے محروم ہو چکا ہے۔ جنگ...... اگر اسے جنگ کہا جا سکتا ہے۔ ایک منٹ سے زیادہ جاری نہ رہ سکی۔ ولیم کے دل میں حسرت تھی کہ اسے کوئی جرمن سپاہی نظر آ جائے۔ وہ رینگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر اسے اپنا اگلا ڈویژن نظر آیا جو جنگل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ اپنی حفاظت بھول کر تیزی سے لپکا۔ پورا ڈویژن خطرے میں تھا۔ اس نے چیخ کر انہیں رُک جانے کے لیے کہا...... بتایا کہ اس طرف خطرہ ہے۔ اسی وقت پہلی گولی اُس کے سر میں لگی۔ وہ گھٹنوں کے بل گر گیا۔ لیکن وہ چیخ چیخ کر پیش قدمی کرنے والوں کو روکتا رہا۔ دوسری گولی اس کی گردن میں لگی اور تیسری سینے میں۔ وہ کیچڑ میں گرا اور ساکت ہو گیا۔ اب اسے موت کا انتظار تھا۔ وہ موت اس کی پسندیدہ موت نہیں تھی۔ ہیرو کی موت نہیں تھی، وہ دشمن کی گولیوں کا نشانہ بنا تھا اور اس نے دشمن کے ایک سپاہی تک کی صورت نہیں دیکھی تھی۔

اس کے بعد جس پہلے احساس نے اس کے ذہن کو چھوا، وہ یہ تھا کہ اسے اسٹریچر پر ڈال کر لے جایا جا رہا ہے وہ کچھ نہ سن سکتا تھا اور نہ کچھ دیکھ سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یا تو رات بے حد تاریک ہے یا وہ بینائی سے محروم ہو چکا ہے۔

وہ سفر اسے بہت طویل لگا۔ پھر اس نے کی آنکھ کھولی اور ایک پستہ قامت، فربہ اندام کرنل کو لنگڑاتے ہوئے، خیمے سے باہر جاتے دیکھا۔ وہ کرنل نہ جانے کیوں اسے جانا پہچانا سا محسوس ہوا۔ اسٹریچر اُٹھانے والوں نے اسے آپریشن ٹیبل پر لٹا دیا۔ وہ نیند، موت ہی کی شکل نہ ہو۔ وہ مرنے سے پہلے بہت کچھ سوچنا...... بہت کچھ یاد کرنا چاہتا تھا۔ لیکن بالآخر نیند، اُس کی قوتِ ارادی پر حاوی آ گئی۔

ولیم اس احساس کے ساتھ جاگا کہ دو آدمی اسے بڑی نرمی اور احتیاط کے ساتھ پلٹ رہے تھے۔ پھر سوئی کی چبھن کا احساس ہوا۔ اس کے بعد وہ پھر سو گیا۔ پہلے اس نے کیٹ کو...... پھر اپنی ماں

......اور پھر ماتھیو کو خواب میں دیکھا، جو اس کے بیٹے کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ وہ سوتا رہا۔

وہ دوسری بار اس احساس کے ساتھ جاگا کہ اس کا بیڈ چینج ہو گیا تھا۔ اب اسے اُمید تھی کہ وہ زندہ رہے گا۔ وہ ساکت و صامت پڑا اپنی واحد کھلی آنکھ سے خیمے کی چھت کو تکتا رہا۔ اس کے لیے اپنے سر کو حرکت دینا بھی ناممکن تھا۔ پھر ایک نرس آئی۔ اس نے اس کے بیڈ چارٹ کا اور پھر اس کا معائنہ کیا۔ وہ پھر سو گیا۔

تیسری بار اس کی آنکھ کھلی تو نرس تبدیل ہو چکی تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کتنی دیر سویا ہے۔ اس بار اُس کی بینائی پہلے سے بہتر تھی۔ اسے مسرت سی ہوئی۔ اب وہ اپنا سر گھما سکتا تھا۔ لیکن سر کو حرکت دینے میں بہت زیادہ تکلیف ہوتی تھی۔ وہ جب تک جاگ سکتا تھا، جاگتا رہا۔ پھر سو گیا۔

وہ چوتھی بار جاگا تو چار ڈاکٹر اسکے معائنے میں مصروف تھے۔ وہ گفتگو بھی کر رہے۔ لیکن وہ نہ کچھ سن سکتا تھا نہ سمجھ سکتا تھا۔ انہوں نے ایک بار پھر اسے منتقل کیا۔ اس بار وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اسے آرمی ایمبولنس میں منتقل کیا گیا تھا۔ دروازے بند ہوئے۔ انجن اسٹارٹ ہوا اور ایمبولنس آگے بڑھ گئی۔ ایک نرس اس کے پاس موجود تھی۔ اس کا اندازہ تھا کہ ایمبولنس کا سفر ایک گھنٹے پر محیط ہوگا۔ لیکن وہ یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ ایمبولنس رکنے کے بعد اسے پھر ایک اسٹریچر پر لٹایا گیا۔ اسی وقت نرس نے انجکشن لگایا اور وہ بے ہوش ہوگیا۔ پھر اسے ہوش آیا تو وہ ایک جہاز میں تھا اور جہاز لینڈ کر رہا تھا۔ اس کے بعد ایک اور ایمبولنس...... ایک اور نرس...... ایک اور سفر۔ فضا میں جانی پہچانی خوشبو تھی۔ وہ یقیناً امریکہ کے کسی شہر میں تھا۔ ممکن ہے نیو یارک ہو۔ اسے سفید دیواروں والے ایک کمرے میں لے جایا گیا اور ایک آرام دہ بستر پر لٹا دیا گیا۔ اس کا سر کسی تکیے پر ٹکا اور پھر اسے ہوش نہ رہا۔

اس بار اس کی آنکھ کھلی تو اس کا خیال تھا کہ وہ تنہا ہے۔ پھر اس کی دھندلائی ہوئی آنکھوں کی بصارت بحال ہوئی تو اس نے کیٹ کو دیکھا، جو اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کیٹ کو چھونے، اس سے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ کیٹ مسکرائی، جواباً وہ بھی مسکرایا۔ لیکن اسے معلوم تھا کہ کیٹ اس کی مسکراہٹ نہیں دیکھ سکی ہوگی۔ وہ دوبارہ جاگا، تب بھی کیٹ موجود تھی لیکن اس کا لباس تبدیل ہو چکا تھا۔ ممکن ہے وہ کئی بار آ اور جا چکی ہو۔ وہ پھر مسکرائی۔ اس نے سر گھمانے کی کوشش کی۔ پھر اسے اپنا بیٹا رچرڈ نظر آیا۔ اس نے خاصا قد نکال لیا تھا اور بے حد خوبرو ہو گیا تھا...... اپنی بچیوں کو دیکھنا چاہتا تھا مگر سر کو تو حرکت دینا ممکن نہیں رہا تھا۔ پھر شاید انہوں نے خود بچیوں کو اس کی نگاہوں کے سامنے کر دیا۔ اوہ...... ورجینیا...... کیا ورجینیا اتنی بڑی ہوگئی! اور یہ لوسی ہے۔ کیا یہ لوسی ہی ہے۔ ہاں...... یہ ناممکن تو نہیں، بلکہ عین ممکن ہے...... یہ اتنے برس کہاں نکل گئے......

کیسے نکل گئے......! وہ پھر سو گیا۔

وہ پھر جاگا۔ اس بار وہ واقعی تنہا تھا۔ وہ سر کو حرکت دے سکتا تھا۔ کچھ پٹیاں کھول دی گئی تھیں۔ دُھندلائی ہوئی نظر اب بڑی حد تک صاف ہو گئی تھی۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی...... صرف آزمائش کے لیے...... لیکن وہ اپنی آواز نہ سن سکا۔ وہ ایک بار پھر سو گیا۔

اس بار آنکھ کھلی تو کچھ اور پٹیاں کم ہو چکی تھیں۔ اب کیٹ پھر موجود تھی۔ وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر...... اس کی آنکھوں میں ایک بے حد حسین مسکراہٹ تھرک رہی تھی۔ اس نے اسے پکارا...... نام لے کر...... وہ مسکرائی...... اور ولیم پھر سو گیا۔

اس بار پٹیاں بہت کم رہ گئی تھیں۔ اس بار اس کا بیٹا بولا۔ ''ہیلو ڈیڈی!''

''ہیلو رچرڈ۔'' اس نے کہا۔ لیکن اپنی آواز خود اسے بھی اجنبی لگی۔ نرس نے سہارا دے کر اسے تکیوں کی مدد سے بٹھا دیا۔ اس نے نرس کا شکریہ ادا کیا۔ ڈاکٹر نے نرمی سے اس کے کندھے چھوئے۔

''مسٹر کین! بدترین وقت گزر چکا ہے۔ اب آپ جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ پھر آپ گھر جا سکیں گے۔''

وہ مسکرایا۔ اسی وقت کیٹ، ورجینیا اور لوسی کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ اُن سے بہت سارے سوالات پوچھنا چاہتا تھا، مگر ایک مسئلہ تھا، شروع کہاں سے کرے۔ اس کی یادداشت میں کئی خلا تھے، جنہیں وہ پر کرنا چاہتا تھا۔ کیٹ نے اسے بتایا کہ وہ مرتے مرتے بچا ہے۔ یہ بات وہ بھی جانتا تھا۔ لیکن وہ اس بات سے لاعلم تھا کہ اس کی پلاٹون پر جرمنوں کا حملہ ایک سال پہلے کی بات ہے۔ یہ اتنے ماہ کہاں چلے گئے؟ کیا موت کی ہم شکل زندگی کی نذر ہو گئے؟ رچرڈ بارہ سال کا تھا۔ وہ ہاورڈ جانے والا ہوگا۔ ورجینیا نو سال کی تھی اور لوسی تقریباً سات سال کی۔ اب اسے اُن سے از سر نو شناسائی پیدا کرنا ہوگی۔

کیٹ پہلے سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ اسے بچوں کے بارے میں بتاتی رہی۔ اس نے اسے چہرے اور سینے کے زخموں کے بارے میں بتایا جس کے داغ کبھی نہیں مٹیں گے۔ اس نے بتاتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا کہ ڈاکٹر کے بقول اس کے دماغ اور بینائی پر کوئی منفی اثر مرتب نہیں ہوا ہے۔

اب مرحلہ تھا ولیم کی بحالی صحت کا۔ اس میں گھر کے ہر فرد نے ہاتھ بٹایا۔ پہلے آواز...... پھر بینائی اور پھر اس کا لہجہ بحال ہوا۔ رچرڈ اپنے باپ کو چلنے میں مدد دیتا تھا۔ بالآخر وہ مرحلہ بھی آیا کہ بیساکھیوں کی ضرورت نہ رہی۔ لوسی اسے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے کھانے کے قابل ہو گیا۔ ورجینیا اسے مارک ٹوئن کی کہانیاں پڑھ پڑھ کر سناتی۔ پھر

نرس کے بعد ولیم کو گھر جانے کی اجازت مل گئی۔

گھر آنے کے بعد ولیم بہت تیزی سے سنبھلا۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ چھ ماہ کے اندر اندر وہ بینک جا کر کام کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ اسے ملاقاتیوں سے ملنے کی اجازت دے دی گئی۔

سب سے پہلے ٹیڈ لیچ اس سے ملنے آیا...... اور اسے دیکھ کر سکتے کے عالم میں رہ گیا۔ ٹیڈ نے اسے بتایا کہ بینک پہلے سے زیادہ منافع کما رہا ہے...... اور یہ کہ اس کے تمام ساتھی بحیثیت چیئرمین اس کا خیر مقدم کرنے کیلئے بے تاب ہیں۔ پھر ٹونی سائمن آیا۔ اس نے افسوسناک خبر سنائی۔ ایلن لائڈ اور لیسٹرز کا بوڑھا ڈائریکٹر اسمتھ مر چکا تھا۔ پھر تھامس کوہن آیا۔ اس نے ولیم کو بتایا کہ وہ اب تقریباً ریٹائر ہو چکا ہے اور اس نے بیشتر کام اپنے بیٹے کے سپرد کر دیا ہے، جس کا دفتر نیو یارک میں ہے۔ اس نے امید ظاہر کی کہ ولیم اب بھی ان کی خدمات سے استفادہ کرتا رہے گا۔ ولیم نے اسے یقین دلایا کہ ایسا ہی ہوگا۔

''اور ہاں...... میرے پاس ایک اطلاع ہے جو آپ کے علم میں آنی ضروری ہے۔'' تھامس کوہن نے کہا۔

ولیم بوڑھے وکیل کی باتیں غور سے سنتا رہا...... اور کھولتا رہا۔ اسے غصہ آ رہا تھا...... شدید غصہ!

......❁......

7 مئی 1945ء کو نازیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ ایبل نیو یارک واپس آیا تو وہاں جشن فتح کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ سڑکوں پر، ہوٹلوں میں، رقص گاہوں میں اب بھی باوردی نوجوانوں کا ہجوم تھا لیکن اس بار چہروں پر خوف نہیں، بلکہ فتح مندی کی چمک تھی۔ ایبل اُن لوگوں کو دیکھ کر اداس ہو گیا جن سے جنگ نے ان کے جسم کے کسی حصے کی قربانی لی تھی۔ کوئی ہاتھ سے...... کوئی ٹانگ سے...... اور کوئی آنکھ سے محروم ہو گیا تھا۔ بہت سے ایسے بھی تھے جن کا چہرہ داغدار ہو گیا تھا۔

ایبل کرنل کی یونیفارم پہنے نیو یارک بیرن میں داخل ہوا تو کسی نے اسے نہیں پہچانا۔ انہوں نے دو سال پہلے اسے عام لباس میں دیکھا تھا۔ اس وقت اس کا چہرہ جھریوں سے پاک تھا۔ اب وہ اپنی عمر سے بڑا لگ رہا تھا۔ جنگ نے اس کے چہرے پر اپنے نقش پا چھوڑ دیے تھے۔ وہ لفٹ کے ذریعے 42 ویں منزل پر آیا، جہاں اس کا دفتر تھا۔ سکیورٹی گارڈ نے درشت لہجے میں اسے بتایا کہ اس منزل پر رہائشی کمرے نہیں ہیں۔

''جارج نوائک کہاں ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''وہ شکاگو میں ہیں۔''

''اس سے فون پر میری بات کراؤ۔''

''آپ کا نام؟''

''ابیل رونسکی۔''

گارڈ نے بہت تیزی سے اس کے حکم کی تعمیل کی ۔ ائر پیس میں جارج کی جانی پہچانی آواز ابیل کو بہت خوشگوار محسوس ہوئی۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ وہ گھر واپس آ چکا ہے۔ اس نے نیو یارک میں قیام کیے بغیر فوری طور پر شکاگو جانے کا فیصلہ کیا۔ جارج کی تیار کردہ تفصیلی رپورٹوں کا جائزہ وہ فلائٹ کے دوران لیتا رہا۔ اسے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ جارج نے اس کی عدم موجودگی میں بیرن گروپ کا کام بڑی خوش اسلوبی سے سنبھالا تھا۔ منافعے کی شرح بڑھ گئی تھی۔ بیشتر ملازمین جنگ پر چلے گئے تھے۔ ابیل نے فیصلہ کیا کہ فوری طور پر اسٹاف بھرتی کرنا ہوگا تا کہ جنگ سے واپس آنے والا اہل اسٹاف دوسروں کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔

شکاگو ائر پورٹ پر جارج اس کا منتظر تھا۔ اس کے سر کے بال کچھ کم ہو گئے تھے۔ اور وزن کچھ بڑھ گیا تھا۔ اس سے قطع نظر وہ ذرا بھی نہیں بدلا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو گزشتہ تین سالوں کے اہم واقعات سے آگاہ کرتے رہے۔ ابیل کو یوں لگا، جیسے وہ گھر سے دور گیا ہی نہیں تھا۔

''تمہارا لنگ کچھ بڑھ گیا ہے۔'' جارج نے ابیل کو بتایا۔

ابیل نے گھر جانے سے پہلے شکاگو بیرن کا معائنہ ضروری سمجھا۔ پھر وہ گھر کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ وہ اپنی بیوی اور بچی سے ملنے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔ گھر پہنچ کر اسے شدید ذہنی جھٹکا لگا۔ فلورینا اب گیارہ سال کی ہو چکی تھی۔ وہ گلاب کی نیم وا کلی کی طرح حسین تھی۔ دوسری طرف زافیا موٹی ہو گئی تھی اور واضح طور پر ادھیڑ عمر کی نظر آنے لگی تھی۔

ابتدا میں ان دونوں کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ایک دوسرے کے ساتھ ان کا رویہ کیا ہو۔ جلد ہی ابیل کو اندازہ ہو گیا کہ اب زافیا سے اس کا پہلے جیسا تعلق کبھی بحال نہیں ہو سکے گا۔ زافیا کو نہ ابیل کی کارکردگی پر تفاخر کا احساس ہوتا تھا...... اور نہ ہی وہ اسے خوش رکھنے کی کوئی کوشش کرتی تھی۔ ابیل کو محسوس ہوا کہ زافیا کی زندگی میں زیادہ دلچسپی نہیں رہی ہے۔ اس نے کوشش کی کہ زافیا کی زندگی میں دلچسپی بحال ہو جائے لیکن زافیا نے اس کے ساتھ تعاون ہی نہیں کیا۔ وہ صرف اپنے گھر تک محدود رہنا چاہتی تھی۔ اسے بیرن گروپ کی سرگرمیوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بالآخر ابیل نے اپنی کوششیں ترک کر دیں۔ اب اسے یہ فکر تھی کہ ان حالات میں وہ زافیا سے وفاداری کب تک نبھا سکے گا۔ البتہ فلورینا، ابیل کی زندگی کی سب سے بڑی مسرت بن گئی۔ زافیا سے وہ ذہنی اور جسمانی طور پر دور ہوتا گیا۔ اب وہ شکاگو سے وقتاً فوقتاً نکل بھاگنے کے بہانے تلاش کرتا تھا۔

اس نے ہوٹلوں کے دورے شروع کر دیے۔ جن دنوں اسکول کی چھٹیاں ہوتیں،''

رینا کو بھی اپنے ساتھ لے جاتا۔ جنگ سے واپس آنے کے بعد چھ ماہ کے عرصے میں اس نے...... ہر ہوٹل کا دورہ کیا۔ ایک سال کے اندر تمام ہوٹلوں کا معیار بلند ہو گیا۔ لیکن ابیل مزید پیش قدمی چاہتا تھا۔ سہ ماہی میٹنگ میں اس نے کرٹس کو آگاہ کیا کہ اس کی ریسرچ ٹیم نے ایک بیرن میکسیکو اور ایک بیرن برازیل میں کھولنے کا مشورہ دیا ہے۔

''آپ کے پاس اتنا فنڈ ہے کہ دونوں ہوٹلوں کی تعمیر میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔'' کرٹس نے کہا۔ ''خدا جانے آپ کہاں تک جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

''جس دن وارسا میں ہوٹل کا افتتاح ہوگا۔ اس دن شاید میں ٹھہر جاؤں گا۔'' ابیل نے جواب دیا۔ ''میں نے جرمنوں سے بدلہ لیا ہے لیکن روسی باقی ہیں۔ اور ہاں...... کین کے بینک والی بات کہاں تک پہنچی؟''

بینک کا تذکرہ کرتے ہی ابیل کا لہجہ بدل گیا تھا۔ کرٹس کے لیے یہ بات تشویش ناک تھی کہ ابیل، ڈیوس لاری کی موت کی ذمے داری اب بھی کین پر ڈال رہا تھا۔ بہر حال، اس نے خصوصی فائل کھولی اور پڑھنا شروع کیا۔ ''لیسٹرز کین اینڈ کمپنی کے شیئرز گھرانے کے چودہ افراد کے قبضے میں ہیں۔ ان کے علاوہ چھ ڈائریکٹر ہیں۔ مسٹر کین سب سے بڑا اسٹاک ہولڈر ہے۔ اس کے پاس آٹھ فیصد شیئرز ہیں۔''

''لیسٹر فیملی کا کوئی فرد اپنے شیئرز بیچنا چاہتا ہے؟''

''میرا اندازہ ہے کہ آنجہانی لیسٹر کی بیٹی سوزن معقول قیمت ملنے پر شیئرز فروخت کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ بینک کا سابق نائب صدر پیٹر پارفٹ بھی شیئرز بیچنے میں دلچسپی رکھتا ہے۔''

''ان دونوں کے پاس کتنے فیصد شیئرز ہیں؟''

'' کرٹس نے پھر فائل کا جائزہ لیا۔ ''سوزن کے پاس چھ فیصد اور پارفٹ کے پاس 2 فیصد شیئرز ہیں۔''

''اور وہ کیا قیمت طلب کر رہے ہیں؟''

''مس سوزن لیسٹر بیس لاکھ ڈالر مانگ رہی ہیں جب کہ پیٹر پارفٹ اپنے دو فیصد کے لیے دس لاکھ ڈالر طلب کر رہا ہے۔''

''سوزن لیسٹر کے شیئرز فوراً خرید لو۔ ہمیں پارفٹ کی ضروریات بڑھنے کا انتظار کرنا ہوگا۔ شیئرز خریدتے وقت میرا نام نہ آنے پائے۔''

کرٹس فیملن کھنکھار کر رہ گیا۔

''کیا ہے مسٹر فیملن۔ تم کچھ پریشان ہو؟'' ابیل نے دریافت کیا۔

کرٹس ہچکچایا، پھر بولا۔ "نہیں مسٹر رونسکی۔"

"اب یہ اکاؤنٹ میں مسٹر ہنری بورن کو دے رہا ہوں۔ تم ہنری بورن کو جانتے ہو؟"

"جی ہاں...... میں کانگریس مین مسٹر بورن کی ساکھ سے واقف ہوں۔" کرٹس کے لہجے میں ناپسندیدگی تھی۔

ابیل نے کرٹس کی بات نظر انداز کر دی۔ وہ بھی جانتا تھا کہ ہنری بورن کی شہرت اچھی نہیں ہے۔ لیکن وہ اپنے سیاسی اثر و رسوخ کی وجہ سے کام کا آدمی تھا۔ اس کے علاوہ اس میں اور بورن میں ایک قدر مشترک بھی تھی۔ کین سے نفرت۔

"میں ہنری بورن کو بیرن گروپ کا ڈائریکٹر مقرر کر رہا ہوں۔" ابیل نے کہا۔ "ڈائریکٹر برائے کین اکاؤنٹ...... یہ بات خفیہ رکھی جائے۔"

"آپ کی مرضی جناب۔"

"مس سوزن لیسٹر سے سودا ہوتے ہی مجھے آگاہ کر دینا۔"

"بہت بہتر، مسٹر رونسکی۔"

ابیل لنچ کے لیے بیرن واپس آیا۔ جہاں ہنری بورن، اس کا منتظر تھا۔ وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے اور کونے کی میز پر جا بیٹھے۔ ابیل نے ویٹر کو بلا کر کھانے کا آرڈر دیا۔

"تمہاری بیوی کا کیا حال ہے ابیل؟"

"ٹھیک ٹھاک...... اور تم سناؤ۔"

"وہ بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔"

وہ دونوں جھوٹ بول رہے تھے۔

"اور کوئی خاص خبر؟" ابیل نے پوچھا۔

"اٹلانٹا بیرن کے لیے جگہ کا بندوبست ہو گیا ہے۔ چند روز میں کاغذات پیش کر دیے جائیں گے۔ آئندہ ماہ کی پہلی تاریخ سے تم کام شروع کرا سکتے ہو۔"

"یہ غیر قانونی تو نہیں ہے۔"

"تمہارے کاروباری حریفوں کے ہتھکنڈوں کے مقابلے میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔" ہنری نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی۔ تم جانتے ہو، میں قانون سے الجھنا پسند نہیں کرتا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں، حقیقت تو صرف ہم دونوں کے علم میں ہے۔"

"بہت خوب۔" ابیل نے کہا۔ "ہنری گزشتہ برسوں میں مجھے تم سے بہت فائدہ پہنچا میں تمہیں اس کا صلہ ضرور دوں گا۔ بیرن گروپ کا ڈائریکٹر بننا پسند کرو گے تم؟"

"مذاق مت کرو ابیل۔"

"مذاق تو تم کر رہے ہو۔ تم جانتے ہو کہ تم نے اسٹیٹ اور سٹی پرمٹس کے ذریعے مجھے کتنا فائدہ پہنچایا ہے۔ میں سیاست دانوں اور بیوروکریٹس سے نمٹنا نہیں جانتا۔"

"مجھ پر بھی تمہاری مہربانیاں کچھ کم نہیں ہیں۔"

"یہ تو تمہارا حق ہے۔ بہرحال، اب میں تمہیں وہ کام سونپنا چاہتا ہوں جو میرے نزدیک بہت اہم ہے۔ اس میں رازداری کی ضرورت ہے۔ اور میرے خیال میں زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔ میں اپنے مشترکہ دشمن ولیم کین کی بات کر رہا ہوں۔"

ہنری خاموشی سے بیٹھا ابیل کا منصوبہ سنتا رہا۔



8 مئی 1946 کو ابیل نیویارک گیا۔ جہاں یوم فتح منایا جا رہا تھا۔ ابیل نے بیرن ہوٹل میں ایک ہزار پولش افراد کو ڈنر پر مدعو کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا۔ فرانس میں پولش فورسز کا کمانڈر انچیف جنرل سوسکوسکی اس تقریب کا مہمان خصوصی تھا۔ ابیل اس تقریب کا کئی ہفتوں سے منتظر تھا۔ وہ فلورینا کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔

تقریب کی رات بیرن کی بینکوئٹ روم کی آرائش دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ ایک سو بیس میزیں امریکہ کی پرچمی جھنڈیوں سے آراستہ تھیں۔ دوسری جانب پولینڈ کے چھوٹے چھوٹے پرچم میزوں پر لہرا رہے تھے۔ دیواروں پر نامور جرنیلوں...... آئزن ہاور، پیٹن، براڈلے، ہوجز، پیڈ روسکی اور سکوسکو کی تصاویر آویزاں تھیں۔ ابیل سب سے نمایاں جگہ پر بیٹھا تھا۔ اس کے دائیں جانب جنرل سوسکوسکی اور بائیں جانب فلورینا تھی۔

پھر جنرل، شرکاء سے خطاب کے لیے کھڑا ہوا۔ اس نے اعلان کیا کہ لیفٹیننٹ کرنل ابیل رونسکی کو پولش سوسائٹی کا تاحیات صدر نامزد کیا گیا ہے۔ یہ اس کی ان خدمات کے اعتراف میں ہے جو اس نے پولش امریکن کاز کے سلسلے میں انجام دی ہیں۔ بینکوئٹ روم تالیوں سے گونج اُٹھا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ کیونکہ اب جنرل، پولینڈ کی غلامی کا تذکرہ کر رہا تھا۔ وہ پولش باشندوں سے اپیل کر رہا تھا کہ وہ وطن کی آزادی کے لیے اپنی انتھک کوششیں جاری رکھیں۔ ابیل یقین کرنا چاہتا تھا کہ ایک روز پولینڈ آزاد ہوگا...... اور وہ اپنے محل پر، اپنے ورثے پر قابض ہو سکے گا۔ لیکن اسے شک تھا کہ اتحادی ہونے کی وجہ سے روس کی پوزیشن اور مستحکم ہو گئی ہے۔

جنرل نے کہا کہ امریکہ میں مختلف قومیتوں کے حامل مہاجرین میں پولش لوگوں نے سب سے زیادہ جانی اور مالی قربانیاں دی ہیں۔ کوئی امریکن اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ گزشتہ جنگ میں پولینڈ نے ساٹھ لاکھ بیٹے قربان کیے ہیں۔ جب کہ چیکوسلواکیہ کا جانی نقصان محض ایک لاکھ ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یقینی شکست کا احساس ہونے کے باوجود ہتھیار نہ ڈال کر حماقت کی تھی۔ ”لیکن دوست...... میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ ہم جنگ نہیں ہارے ہیں۔“ جنرل نے کہا اور بینکوئٹ روم ایک بار پھر تالیوں سے گونج اُٹھا۔

ابیل اداس ہو گیا۔ بیشتر امریکیوں کے لیے جنگ عظیم میں پولش قوم کی کاوشیں مضحکہ خیز قرار پائی تھیں۔ ان کے نزدیک کوئی پولش جنگی ہیرو نہیں تھا۔

جنرل نے تالیوں کی گونج ختم ہونے کا انتظار کیا۔ پھر اس نے حاضرین کو ابیل کی کہانی سنائی، جو اپنے چند آدمیوں کے ساتھ جنگ ریماجن کے زخمیوں اور مقتولین کو سمیٹتا پھرا تھا۔ جنرل اپنی تقریر کے اختتام پر بیٹھا تو ہال میں موجود ہر شخص کھڑا ہو کر تالیاں بجا رہا تھا...... اور مہمانِ خصوصی اور بہادر میزبان کو خراجِ عقیدت پیش کر رہا تھا۔ اس لمحے فلورینا کو اپنے باپ پر بے پناہ فخر محسوس ہوا۔

اگلے روز ابیل کی داستانِ شجاعت اخبار کی زینت بن گئی۔ ابیل کو حیرت تھی کیونکہ اس سے پہلے امریکن پریس نے جنگ عظیم میں پولش قوم کی قربانیوں کو کبھی نہیں سراہا تھا پھر اسے خیال آیا کہ یہ اہمیت بھی کسی عام پولش کے لیے نہیں، بلکہ شکاگو بیرن کے حصے میں آئی ہے۔ اگر وہ شکاگو بیرن نہ ہوتا تو اخبار والے یقیناً اسے نظر انداز کر دیتے۔ وہ احساسِ فتح سے سرشار تھا۔ اسے جنگی ہیرو تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اس کی تصویریں لی جا رہی تھیں...... انٹرویو کیے جا رہے تھے۔ پھر اچانک ابیل تنہا رہ گیا۔ فلورینا اسکول واپس چلی گئی۔ جارج شکاگو میں تھا...... اور ہنری بورن واشنگٹن میں۔ ہوٹل کی تنہائی اسے کاٹ کھانے کو دوڑتی، لیکن وہ زافیا کے پاس واپس شکاگو نہیں جانا چاہتا تھا۔

اس نے جلدی کھانا کھانے اور اس کے بعد تمام ہوٹلوں کی مفصل رپورٹوں کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا۔ وہ عموماً اپنے دفتر سے ملحقہ پینٹ ہاؤس میں کھانا نہیں منگواتا تھا بلکہ ڈائننگ روم کا رخ کرتا تھا۔ اس طرح اسٹاف کو اس سے قربت اور نگرانی کا احساس رہتا تھا۔ اب جیسے جیسے اس کے ہوٹلوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی، وہ جانتا تھا کہ اسے یہ مواقع بھی کم میسر آئیں گے۔

وہ لفٹ میں بیٹھ کر نیچے آیا۔ اس نے استقبالیہ کلرک سے استفسار کیا کہ ہوٹل میں اس وقت کتنے مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پھر ایک خوبصورت عورت نے اس کی توجہ اپنی طرف منعطف کرالی، جو رجسٹریشن کارڈ پر دستخط کر رہی تھی اسی لمحے عورت نے نظریں اُٹھا کر اسے دیکھا۔

”اوہ ابیل...... بہت خوشی ہوئی تم سے مل کر۔“

”تم...... میلانی ہو۔ پہچانی نہیں جا رہیں۔“

”لیکن تمہیں کون بھول سکتا ہے، ابیل۔“

”مجھے علم نہیں تھا کہ تم نیو یارک میں ہو۔“

”ایک دن کے لیے آئی ہوں۔ میگزین کا کام ہے۔“

”تو تم اب جرنلسٹ بن گئی ہو۔“ ابیل کے لہجے میں بے یقینی نمایاں تھی۔

”نہیں...... میں ایک اشاعتی ادارے کی اکنامک ایڈوائزر ہوں۔ مجھے ایک پروجیکٹ پر ریسرچ کے لیے نیو یارک بھیجا گیا ہے۔“

”بے حد متاثر کن جاب معلوم ہوتی ہے۔“

”یقین کرو، ایسا نہیں ہے۔ بہر حال، اتنا ہے کہ میں بے کار نہیں ہوں۔“

”ڈنر، میرے ساتھ کرو گی؟“

”ضرور، کیوں نہیں۔“

ڈنر کے بعد وہ دونوں ابیل کے پینٹ ہاؤس میں یکجا تھے۔ ابیل کو اندازہ تھا کہ وہ اب زافیا سے وفادار نہیں رہ سکے گا۔ میلانی کی رفاقت بے حد متاثر کن تھی۔ میلانی نے اسے بتایا کہ وہ شادی کر کے طلاق لے چکی ہے۔

وہ دونوں بے حد دوستانہ انداز میں باتیں کرتے رہے۔ لیکن جلد ہی ابیل کو بے زاری کا احساس ہونے لگا کہ ابیل نے اس سے ملاقات کر کے برسوں پرانا قرض چکایا ہے۔ اس کے باوجود وہ رخصت ہوئی تو ابیل کے انداز میں، بناوٹی ہی سہی، گرم جوشی بہر حال تھی۔

اس کے بعد پینٹ ہاؤس کی فضا رنگین ہو گئی۔ وہ ابیل کی رنگ رلیوں کا مرکز بن گیا۔ جب اور کوئی میسر نہیں آتا تو ابیل ہوٹل کی کسی ویٹرس ہی کو مدعو کر لیتا۔ شاید زافیا کی سرد مہری اور جنگ کے دنوں کے اعصابی کشیدگی رنگ لا رہی تھی۔

لیکن ابیل کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ زافیا اس سلسلے میں کسی پرائیویٹ سراغ رساں کی خدمات حاصل کرے گی اور اس کی بے وفائی کا ثبوت حاصل کرنے کے بعد طلاق کا دعویٰ دائر کر دے گی۔ طلاق کا تصور ہی ابیل کے لیے جان لیوا تھا۔ پولش لوگوں کے درمیان طلاق بہت ہی کم ہوتی ہے۔ طلاق کا مطلب جگ ہنسائی تھا۔ ابیل نے زافیا کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ ابیل جانتا تھا کہ طلاق سے اس کی نہ صرف اپنے ہم قوموں میں سبکی ہوگی بلکہ وہ معاشرتی اور سیاسی پیش قدمی بھی متاثر ہوگی، جس کا وہ آغاز کر چکا ہے۔

ابیل نے اس سلسلے میں اپنے وکیل سے بات کی۔ پہلی بار احساس ہوا کہ اس کے پینٹ

ہاؤس کی خلوت میں اب تک سینکڑوں عورتیں آ چکی ہیں۔ اب وہ اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا کہ طلاق پر رضا مند ہو جائے اور فلورینا کو اپنے پاس رکھنے کے سلسلے میں ٹھوس موقف اختیار کرے۔ تیرہ سالہ فلورینا اس کی زندگی میں سب سے سچی محبت تھی۔

طویل جدوجہد کے بعد معاہدہ ہو گیا۔ اس نے زافیا کو پانچ لاکھ ڈالر دیے اور شکاگو والا مکان اس کے نام کر دیا۔ اس کے علاوہ یہ طے پایا کہ زافیا ہر مہینے کے آخری ویک اینڈ پر فلورینا سے مل سکے گی۔

ایبل نے نیو یارک کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ جارج نے اسے شکاگو بیرن کی جلاوطنی قرار دیا۔ اب ایبل سارے امریکہ میں گھومتا پھرتا اور نئے نئے ہوٹل تعمیر کرتا پھر رہا تھا۔ شکاگو وہ صرف اس وقت آتا جب اسے کرٹس فینٹن سے ملاقات کرنا ہوتی۔



ولیم کین اس خط کو تین بار پڑھ چکا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایبل، لیسٹرز کے حصص کیوں خریدنا چاہتا تھا...... اور اس نے ہنری بورن کو بیرن گروپ کا ڈائریکٹر کیوں بنایا ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ اب صرف اندازوں پر انحصار کرنا خطرناک ہو گا۔ اس نے فون اٹھایا اور ملاقات کا وقت طے کیا۔

اسے کلاڈ کوہن سے تعارف کرانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کلاڈ ہر اعتبار سے اپنے باپ تھامسن کوہن کا نعم البدل ثابت ہوا۔ وہ ظاہری اعتبار سے بھی اپنے باپ کی کاربن کاپی نظر آ رہا تھا۔

''میں آپ کو نہیں بھولا، مسٹر کین۔'' کلاڈ نے کہا۔ ''لیکن ایسا لگتا ہے آپ مجھے بھول گئے۔''

''گڈ لارڈ۔'' ولیم کے منہ سے نکلا۔ ''ہاورڈ میں وہ مباحثہ، سن انیس سو......''

''اٹھائیس کی بات ہے۔'' کلاڈ نے اس کی بات پوری کر دی۔ ''آپ مباحثے میں جیت گئے تھے لیکن آپ نے اصول کی خاطر رُکنیت قربان کر دی تھی۔''

ولیم بے ساختہ ہنس دیا۔ ''مجھے امید ہے ہمیں شراکت راس آئے گی۔ بشرطیکہ تمہارا سوشلزم ایک قابل مذمت سرمایہ دار کا ساتھ دینا گوارا کر سکے۔'' اس نے کہا۔

ان دونوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا۔ اس وقت وہ اپنے کالج کے دن یاد کر رہے تھے۔ ''تمہارا ایک جام مجھ پر ادھار ہے۔ ولیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں پورسلین کلب میں اپنے وعدے کے مطابق تمہیں جام نہیں پلا سکا تھا۔ بولو کیا پیو گے؟''

''شکریہ، میں نے مے نوشی ترک کر دی ہے۔'' کلاڈ نے کہا۔ ''اور ہاں...... اب میں خود بھی ایک قابل مذمت سرمایہ دار ہوں۔''

''ذرا ہی دیر میں ثابت ہو گیا کہ کلاڈ ذہانت اور مستعدی کے معاملے میں بھی اپنے باپ کی طرح ہے۔ اسے ایبل، ہنری گٹھ جوڑ کے متعلق مکمل معلومات حاصل تھیں۔ یہ امر ولیم کے لیے اطمینان کا باعث تھا۔ اس نے وضاحت کی کہ آئندہ کے لیے وہ کیا چاہتا ہے۔

''ماضی کی طرح ماہانہ رپورٹ...... مکمل رازداری کے ساتھ۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن اب میں کچھ جاننا چاہتا ہوں۔ ایبل رونسکی میرے بینک کے حصص کیوں خرید رہا ہے۔ کیا وہ اب بھی ڈیوس لاری کی موت کا ذمے دار مجھے سمجھتا ہے۔ کیا اب بھی میرے خلاف اس کی جنگ جاری ہے۔ اس میں ہنری کا کیا کردار ہے۔ کیا میری ایبل سے ملاقات سود مند ثابت ہو سکتی ہے۔ میں اسے بتا سکتا ہوں کہ رچمنڈ گروپ کی پشت پناہی سے گریز میرا نہیں بلکہ بینک کا فیصلہ تھا۔''

''اس دوران کلاڈ سامنے رکھے پیڈ پر سب کچھ نوٹ کرتا رہا۔

''مجھے ان تمام سوالوں کے جواب جلد از جلد چاہئیں میں اپنے بورڈ کو حالات سے باخبر رکھنا چاہتا ہوں۔''

''میں جلدی تم سے رابطہ قائم کروں گا ولیم۔'' کلاڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اور ہاں ...... ریماجن میں تم نے جو کچھ کیا، اس کے حوالے سے تم میرے لیے اور محترم ہو گئے ہو۔''

آئندہ چند ماہ میں ولیم کی صحت مزید بحال ہوئی۔ سینے اور چہرے کے داغ بڑی حد تک ہلکے ہو گئے۔ کیٹ اسے ننھے بچوں کی طرح تھپک تھپک کر سلاتی۔ اس دوران وہ سرگوشی میں ایک ہی جملہ دُہراتی! خدا کا شکر ہے کہ تم بچ گئے۔ اب دردِ سر کے دورے بھی کم ہو گئے تھے۔ اس کے داہنے ہاتھ کی قوت بحال ہو رہی تھی۔ کیٹ نے اسے ویسٹ انڈیز کے تفریحی دورے سے پہلے، کام پر جانے کی اجازت نہ دی۔ نیو یارک واپس آتے ہی ولیم بے چین ہو گیا۔ کیٹ اسے بینک جانے سے نہیں روک سکتی تھی۔

جلد ہی ولیم بینک کے مسائل میں کھو گیا۔ ذہین اور جرأت مند نوجوان، جنہیں جنگ نے پختگی عطا کی تھی، تیزی سے اُبھر رہے تھے۔ صدر ٹرومین نے دوسری بار صدارتی انتخاب جیت لیا تھا۔ پھر کلاڈ کوہن کی طرف سے پہلی رپورٹ موصول ہوئی۔ ایبل نے ہر اس شخص سے رابطہ قائم کیا تھا، جس کے پاس لیسٹرز، کین اینڈ کمپنی کے حصص موجود تھے۔ اب تک اسے صرف ایک کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ لیکن سوزن لیسٹر نے کلاڈ سے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ یہ بات معلوم نہیں ہو سکی کہ سوزن نے اپنے حصص کیوں فروخت کیے ہیں۔ اتنا کہا جا سکتا تھا کہ اس سودے کے پیچھے مالی کمزوری یا ضروریات کارفرما نہیں تھیں۔ ولیم کے لیے یہ معلومات کافی پریشان کن تھیں۔

ہنری بورن کو مئی 1947 میں بیرن گروپ کا ڈائریکٹر مقرر کیا گیا تھا۔ لیسٹرز اکاؤنٹ اس

کی خصوصی ذمے داری تھی۔ ایک اہم بات یہ بھی تھی کہ سوزن کے پاس موجود حصص کی خریداری کے سلسلے میں ایبل نے خود کو ہنری سے الگ تھلگ رکھا تھا، جیسے اس خریداری سے ان دونوں کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ اب ایبل کے پاس لیسٹرز، کین اینڈ کمپنی کے چھ فیصد حصص موجود تھے۔ مزید دو فیصد کے لیے وہ ساڑھے سات لاکھ ڈالر ادا کرنے پر رضا مند تھا۔ وہ دو فیصد حصص پیٹر پارفٹ کے پاس تھے۔ اب ولیم جان گیا تھا کہ آٹھ فیصد کا مالک ہوتے ہی ایبل کیا قدم اٹھائے گا۔ ولیم کو یہ بھی علم تھا کہ لیسٹر، کین اینڈ کمپنی کے پھیلاؤ کی شرح بیرن گروپ کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ بیرن گروپ اب ہلٹن اور شیرٹن گروپ کا ہم پلہ ہوگیا ہے۔ ولیم سوچ میں گیا کہ بورڈ کو اس صورتِ حال سے مطلع کیا جائے یا نہیں۔ اسی پریشانی میں کئی رات اسے نیند نہ آئی۔ بالآخر اس نے کیٹ سے مشورہ طلب کیا۔

''جب تک یہ بات یقینی نہ ہو جائے کہ ایبل کی نیت اچھی نہیں، کوئی قدم نہ اُٹھاؤ۔'' کیٹ نے کہا۔

''ہنری کے ساتھ اس کا گٹھ جوڑ ثابت کرتا ہے کہ ایبل کی لیسٹرز شیئرز میں دلچسپی بے ضرر نہیں...... میں بیٹھا انتظار کرتا رہوں اور وہ میرے خلاف منصوبے بناتا رہے۔''

''ولیم...... یہ بیس سال پرانی بات ہے۔ اب تک تو وہ بھول بھی چکا ہوگا کہ اس کا تم سے کبھی واسطہ بھی پڑا تھا۔''

''ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ میں ایسے بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں جو ایک معمولی سی بات عمر بھر نہیں بھلا سکتے۔'' ولیم نے کہا۔

کیٹ نے اس کے بعد کچھ نہیں کہا، لیکن ولیم نے خود کو یقین دلایا کہ کیٹ کا مشورہ درست ہے۔



جنگ کے بعد بیرن گروپ کے منافعے میں زبردست اضافہ ہوا۔ چھٹی دہائی کے اوائل میں منافع کمانا بہت آسان ہوگیا۔ ایبل کے لیے مالی کامیابی ناکافی تھی۔ اب وہ بڑھاپے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے وطن کا خیال آتا تھا۔ اس کے نزدیک یہ اس کی نااہلی تھی کہ وہ اپنی مادی کامیابیوں کے سہارے کھڑا ہو کر مادرِ وطن کی زبوں حالی کا تماشہ دیکھتا رہے۔ اسے ترکی میں پولش کونسلر کے کہے ہوئے الفاظ یاد آتے تھے...... 'شاید تم اپنی زندگی میں پولینڈ کا عروج دیکھ سکو۔' ایبل نے امریکی کانگریس کو قائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی کہ وہ مشرقی یورپ میں روس کے تسلط کے خلاف کچھ کرے، لیکن نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ ایبل کو احساس ہونے لگا کہ اس نے مادرِ وطن کے لیے آج تک کوئی خطرہ مول نہیں لیا ہے۔ اس نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ وہ واشنگٹن کے سیاست دانوں میں لابی

کیا کر رہا تھا۔ وہ اخباری نمائندوں سے رابطہ رکھتا۔ اپنے ہوٹلوں میں پولش برادری کو مدعو کرتا۔ یہاں تک کہ شکاگو کو بیرن پولش کاز کی علامت بن گیا۔

پھر پولینڈ کی ایک یونیورسٹی کے، تاریخ کے سابقہ پروفیسر ڈاکٹر تھیوڈور نے روزنامہ زیڈم میں ایبل کی کاوشوں پر اداریہ لکھا۔ اس طرح ایبل کو معلوم ہوا کہ پروفیسر بھی امریکہ میں موجود ہے۔ وہ پروفیسر سے ملنے گیا۔ وہ دھان پان پروفیسر کو دیکھ کر حیران رہ گیا جو اب بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ پروفیسر نے بڑی گرم جوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔

''ایبل روِنسکی...... میں پولش کاز کے سلسلے میں تمہاری پیہم کوششوں پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ ناکامی کے باوجود تم نے ہمت نہیں ہاری۔''

''میں ہمت کیسے ہار سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ امریکہ میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔''

''لیکن بیرن...... تم جن لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہو، انہی لوگوں نے یہ سب کچھ کیا ہے، بالواسطہ ہی سہی۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے اور وہ تماشہ دیکھتے رہے ہیں۔ یہ لوگ ہماری قوم کی آزادی کے لیے کچھ بھی نہیں کریں گے۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا پروفیسر۔ یہ لوگ ہماری مدد کیوں نہیں کریں گے۔''

''تمہیں معلوم ہے بیرن، امریکی فوجوں کو مشرقی یورپ میں سست تر پیش قدمی کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ روسی فوجوں کو وہاں مضبوطی سے قدم جمانے کا موقع مل جائے۔ پیٹن، روسیوں سے بہت پہلے برلن پہنچ سکتا تھا لیکن آئزن ہاور نے اسے روکے رکھا۔ آئزن ہاور کو ہدایات واشنگٹن میں موجود لیڈروں سے ملی تھیں۔ اب تم انہی لیڈروں کو متاثر کرنا چاہتے ہو۔''

''اُس وقت انہیں اندازہ نہیں تھا کہ روس عفریت بن جائے گا۔ اس وقت روسی ہمارے حلیف تھے۔ لیکن امریکنوں نے ہمارے ساتھ زیادتی نہیں کی۔''

''بیرن روِنسکی...... کاش تم میرے بھائی سے ملے ہوتے۔'' پروفیسر نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ''مجھے حال ہی میں اطلاع ملی ہے کہ اس نے چھ ماہ پہلے ایک روسی کیمپ میں دم توڑ دیا۔ ایسے ہی کیمپ میں، جہاں سے تم فرار ہوئے تھے۔'' ایبل نے کچھ کہنا چاہا لیکن پروفیسر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔ ''نہیں...... کچھ مت کہو۔ تم ان کیمپوں سے خوب واقف ہو۔ تم جانتے ہو کہ ہمدردی کی کوئی اہمیت نہیں۔ بیرن...... لوگ سو رہے ہیں۔ ایسے میں ہمیں دنیا کو بدلنا ہے...... میں بتاؤں...... میرے بھائی کو روس، امریکیوں نے بیچا تھا۔''

ایبل متعجبانہ نگاہوں سے پروفیسر کو دیکھتا رہا۔ ''یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ کے بھائی کو پولینڈ میں روسی دستوں نے گرفتار کیا تھا......''

''ہرگز نہیں۔ میرے بھائی کو پولینڈ سے گرفتار نہیں کیا گیا تھا۔ اسے فرینکفرٹ کے نزدیک ایک نازی کیمپ سے رہا کرایا گیا تھا۔ امریکیوں نے ایک ماہ اسے ڈی پی کیمپ میں رکھا اور پھر اسے روسیوں کے حوالے کر دیا۔''

''یہ ناممکن ہے۔ وہ ایسا کیوں کرتے؟''

''روسیوں کو غلام درکار تھے۔ جو ہٹلر کے چنگل سے نکلا، اسٹالن کے چنگل میں پھنس گیا۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ میرا بھائی ایک ماہ امریکی سیکٹر میں رہا تھا۔''

''اچھا یہ بتایئے کہ ان جیسے اور بھی تھے یا صرف ان کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا؟'' ایبل نے پوچھا۔

''ان جیسے بہت سے لوگ تھے لاکھوں کی تعداد میں۔'' پروفیسر نے بے حد غیر جذباتی انداز میں کہا۔ ''صحیح تعداد کا تو شاید کبھی علم نہیں ہو سکے گا۔ امریکی حکام آپریشن کی چینل کا مکمل ریکارڈ رکھنا کیوں پسند کریں گے!''

''آپریشن کی چینل؟ ایسا تو کبھی تذکرہ نہیں سنا گیا۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ امریکی خود، حریت پسندوں کو روس بھیجتے رہے تو بڑا خوفناک ردعمل سامنے آئے گا۔''

''آپریشن کی چینل کے بارے میں کوئی ٹھوس ثبوت موجود نہیں ہے۔ خدا، جنرل مارک کلارک کا بھلا کرے، اس نے یہ احکامات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے فوجیوں کی مہربانی سے کچھ قیدیوں کو علم ہو گیا، اس سے پہلے کہ امریکی انہیں روس بھیجتے، وہ فرار ہو گئے، ایسے لوگوں نے خاموشی اوڑھ لی ہے۔ اور اب زبان نہیں کھولیں گے۔'' پروفیسر نے کہا۔

''لیکن امریکی عوام کو اس کے بارے میں بتانا ضروری ہے۔ میں اس سلسلے میں کمیٹی بناؤں گا، پمفلٹ چھپواؤں گا، تقریریں کروں گا۔ کانگریس کو حقیقت بتائی جائے تو وہ اسے ضرور سنے گی۔''

''بیرن روسکی، میں سمجھتا ہوں، یہ معاملہ تم جیسے آدمی کی حدود سے بھی آگے کا ہے۔''

ایبل اٹھ کھڑا ہوا۔

''یہ بات نہیں ہے، میرے دوست کہ میں تمہیں کمتر سمجھ رہا ہوں۔ البتہ تم اس وقت کے عالمی لیڈروں کی ذہنیت نہیں سمجھ رہے ہو۔ روس نے ان حریت پسندوں کو طلب کیا اور امریکہ کو اس کا مطالبہ ماننا پڑا۔ میرا خیال ہے، انہیں اندازہ نہیں ہوگا کہ روس میں ان بے بسوں پر کیا گزرے گی۔ بہرحال اب اس صدی کی چھٹی دہائی میں کوئی اس فعل کی ذمے داری نہیں قبول کرے گا۔ ایک سو سال میں بھی نہیں ہوگا۔ چند ایک کو چھوڑ کر تمام مورخین بھول جائیں گے کہ جنگ عظیم میں سب سے زیادہ جانی قربانی پولینڈ نے پیش کی تھی جرمنوں سے بھی زیادہ!'' پروفیسر اٹھ کھڑا ہوا۔ ''بیرن...... میں چاہتا ہوں تم عملی سیاست میں بھی حصہ لو۔ مجھ سے ملتے رہنا دوست!''

ایبل نے ہوٹل آتے ہی فون سنبھالا اور آپریٹر کو سینیٹر ڈگلس کے دفتر فون کرنے کی ہدایت دی۔ سینیٹر ڈگلس کی انتخابی مہم میں ایبل نے دل کھول کر مدد کی تھی۔ چنانچہ سینیٹر، ایبل کی ہر ممکن مدد کرتا رہتا تھا۔ اسے احساس تھا کہ اس کے حلقہ انتخاب میں پولش مہاجرین کی اکثریت ہے۔ اور ایبل اُن کا قائد ہے۔

چند لمحے بعد رابطہ مل گیا۔ فون پر ڈگلس کا اسسٹنٹ آدم بات کر رہا تھا۔ ''ہیلو آدم! مجھے سینیٹر سے بہت اہم بات کرنی ہے۔ میری اُن سے ملاقات کرا دو۔'' ایبل نے کہا۔

''مسٹر روسکی! آج تو وہ شہر میں موجود نہیں ہیں جمعرات کو وہ واپس آئیں گے تو یقیناً سب سے پہلے آپ کو فون، کریں گے۔ یہ بتا دیں کہ آپ کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں؟''

''ہاں آدم...... پولش ہونے کی حیثیت سے تم بھی اس معاملے میں دلچسپی لو گے۔ مجھے باخبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جرمنی میں امریکی حکام نے پولش قیدیوں کو روسی حکام کے حوالے کیا تھا۔ اس طرح ان گنت پولش حریت پسند روسی کیمپوں میں دھکیل دیے گئے۔''

''فون پر ایک لحہ خاموشی رہی۔ پھر آدم کی آواز سنائی دی۔ ''میں سینیٹر کو بتا دوں گا مسٹر روسکی۔ فون کرنے کا شکریہ۔''

لیکن اتوار کا دن بھی گزر گیا۔ سینیٹر نے فون نہیں کیا...... بالآخر پیر کی صبح ایبل نے خود اس کے دفتر فون کیا۔ اس بار بھی آدم نے جواب دیا۔ ''اوہ مسٹر روسکی۔'' آدم نے خجالت آمیز لہجے میں کہا۔ ''سینیٹر نے آپ کے لیے پیغام چھوڑا ہے۔ وہ ان دنوں بہت مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موقع ملتے ہی آپ کو فون کریں گے۔''

''تم نے انہیں میرا پیغام دیا تھا؟'' ایبل نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''جی ہاں جناب۔ انہیں یقین ہے کہ یہ افواہ ہے...... پروپیگنڈہ ہے۔ انہیں جوائنٹ چیف آف سٹاف نے بتایا ہے کہ ایسے تمام لوگ رہا کر دیے گئے تھے۔''

ایبل کو اندازہ ہو گیا کہ پروفیسر کا کہنا درست تھا۔ سینیٹر ڈگلس نے اس سے پہلے اسے اس طرح نظر انداز نہیں کیا تھا۔ ایبل نے ایک اور نمبر ڈائل کیا۔ یہ سینیٹر میکارتھی کے دفتر کا نمبر تھا۔ کسی لڑکی نے جواب دیا۔ اس نے دریافت کیا کہ کون بات کر رہا ہے۔ ایبل کی بات سننے کے بعد اس نے ہولڈ آن کرنے کو کہا۔ چند لمحے بعد سینیٹر میکارتھی کی آواز سنائی دی۔

''یس مسٹر روسکی۔'' سینیٹر نے کہا۔

ایبل سوچ میں پڑ گیا۔ کیا سینیٹر نے دانستہ اس کے نام کے تلفظ کی غلط ادائیگی کی ہے؟''

''ایسی کون سی بات ہے جو آپ سوائے میرے کسی سے نہیں کرنا چاہتے۔ کوئی سنگین

معاملہ ہے کیا؟" اس نے مزید کہا۔

"ایبل ہچکچایا۔ دراصل اسے امید نہیں تھی کہ وہ سینیٹر سے براہ راست بات کر سکے گا۔

"میں آپ کو مکمل رازداری کی ضمانت دیتا ہوں...... بلا جھجک کہیے۔ کیا بات ہے؟"

"سینیٹر...... آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو مشرقی یورپ کو کمیونزم کے تسلط سے آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"بے شک مسٹر رونسکی۔" سینیٹر نے جلدی سے کہا۔ ایبل کو اندازہ ہو گیا کہ سینیٹر دانستہ اس کا نام بگاڑ رہا ہے۔ تاہم وہ خاموش رہا۔ "آپ کو اندازہ ہو گا کہ جب تک ہماری اپنی حکومت میں غدار موجود ہیں۔ ہم آپ کے وطن کو آزاد نہیں کرا سکتے۔" سینیٹر نے اپنی بات پوری کی۔

"جی ہاں...... میں بھی اسی سلسلے میں بات کرنا چاہ رہا ہوں۔ آپ اب تک مفاد پرستوں کو بڑی کامیابی سے بے نقاب کرتے رہے ہیں۔ لیکن کمیونسٹوں کے بدترین جرائم سے عوام اب تک بے خبر ہیں۔"

"آپ کن جرائم کا تذکرہ کر رہے ہیں بیرن؟"

"میں اپنے اُن ہزاروں ہموطنوں کی بات کر رہا ہوں سینیٹر، جو کمیونزم کے مخالف تھے...... جنہیں جنگ کے بعد پولینڈ بھیجا جانا تھا لیکن انہیں امریکی حکام نے روسیوں کی تحویل میں دے دیا تاکہ وہ روسی عقوبت خانوں میں سسک سسک کر مرتے رہیں۔" ایبل خاموش ہو گیا۔ وہ کسی ردعمل کی توقع کر رہا تھا لیکن دوسری طرف خاموشی تھی۔ پھر کلک کی آواز سنائی دی۔ ایبل کو ایسے لگا جیسے کوئی اور بھی اس گفتگو کو سن رہا ہو۔

"مسٹر رونسکی...... میری بات سنیں۔ آپ بہت ہی سادہ لوح ہیں۔ آپ نے مجھے بتانے کے لیے فون کیا کہ امریکہ کے وفادار فوجیوں نے ہزاروں پولش لوگوں کو روس بھجوا دیا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ کیا میں اس احمقانہ بات پر یقین کر سکتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے بغیر کسی ثبوت کے اس سفید جھوٹ پر یقین کیسے کر لیا۔ مسٹر رونسکی...... آپ امریکی فوجیوں کو غدار قرار دے رہے ہیں۔ مجھے بتائیں آپ لوگ آخر چاہتے کیا ہیں؟ آپ کمیونسٹوں کے پروپیگنڈے پر یقین کر بیٹھے ہیں۔ آپ نے محض ایک بے بنیاد افواہ کی بنا پر میرا وقت ضائع کیا۔ یہ سب روسی پروپیگنڈا ہے۔ یہ لوگ امریکہ میں [illegible] کرنا چاہتے ہیں۔"

ایبل سینیٹر کے اس طرح پھٹ پڑنے پر ششدر رہ گیا اسے اندازہ ہو گیا کہ مزید کچھ کہنا بے سود ہو گا۔ "سینیٹر آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" بالآخر اس نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کا وقت ضائع کیا۔ میں نے اس معاملے کو اس زاویے سے نہیں دیکھا تھا اور یہ میری غلطی تھی۔"

"آپ دیکھ لیں کہ یہ کمیونسٹ لوگ کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔" اس بار سینیٹر کا لہجہ نرم تھا۔ "اب آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا۔ امید ہے آپ آئندہ محتاط رہیں گے۔"

"یقیناً سینیٹر...... وقت دینے کا شکریہ جناب۔ خدا حافظ۔"

"خدا حافظ رونسکی۔"

ایبل کو کلک کی آواز سن کر ایسا لگا کہ جیسے اس پر دوسرا دروازہ بھی بند ہو گیا ہو۔



ولیم اب خود کو بوڑھا محسوس کرنے لگا تھا...... رچرڈ جوان ہو گیا تھا۔ اس کی کئی لڑکیوں سے دوستی تھی۔ ولیم کو خوشی تھی کہ اس معاملے میں اس کا بیٹا خوش ذوق ہے۔ اس کی تمام دوست لڑکیاں کیٹ جیسی تھیں۔ ورجینیا اور لوسی بھی بڑی ہو گئی تھیں۔ وہ دونوں اپنی ماں سے بہت زیادہ مشابہ تھیں، ورجینیا طبعاً فنکار تھی۔ لوسی اسے بے حد سراہتی تھی۔ ان کے نزدیک ورجینیا اپنے عہد کا پکا سوتی۔ ولیم اکثر تینوں کے مستقبل کے بارے میں سوچا کرتا تھا۔ کیٹ اس سلسلے میں مطمئن تھی۔ رچرڈ اتنا اچھا وائلن بجانے لگا تھا کہ اسے اسکول کے کنسرٹ میں مظاہرے کی دعوت دی جاتی تھی۔ ورجینیا اچھی پینٹنگ کرنے لگی تھی۔ لوسی اس کے بچوں میں سب سے حسین تھی۔ گیارہ سال کی عمر میں ہی اس کا حسن نظروں کو خیرہ کر دینے کی اہلیت رکھتا تھا۔

1951ء میں رچرڈ کو ہاورڈ میں داخلہ مل گیا۔ وہ ریاضی میں پہلی پوزیشن نہیں لے سکا۔ کیٹ نے ولیم کو دلاسہ دیا کہ سینٹ پال میں اس کی بیس بال اور وائلن کے سلسلے میں شاندار کارکردگی رہی تھی جب کہ ولیم اپنے زمانہ طالب علمی میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکا تھا۔ ولیم اندر ہی اندر اپنے بیٹے کی ان کامیابیوں پر فخر کرتا تھا لیکن وہ کیٹ سے یہی کہتا کہ یہ کامیابیاں بینک کار بننے کے لچھن نہیں ہیں۔

اب امن کا زمانہ تھا۔ بینکاری کا کام ترقی کر رہا تھا...... ولیم کی مصروفیات بھی بڑھ گئیں۔ کچھ عرصہ تو ایسا گزرا کہ ولیم کو ایبل کی سرگرمیوں پر تشویش کی فرصت بھی نہیں ملی۔ کلاڈ کو ایبل کی سرگرمیوں پر تشویش کی فرصت بھی نہیں ملی۔ کلاڈ کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا تھا کہ ایبل تھرڈ پارٹی کے ذریعے ولیم کے سوا بینک کے ہر اسٹاک ہولڈر سے شیئرز کے سلسلے میں رابطہ قائم کر چکا ہے۔ ولیم کو اندازہ تھا کہ وہ وقت تیزی سے قریب آ رہا ہے، جب اسے بورڈ کے اراکین کو صورتِ حال سے آگاہ کرنا پڑے گا۔ عین ممکن ہے اسے استعفا دینا پڑے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا استعفا ایبل کے لیے سب سے بڑی فتح ہو گا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ یہ قدم وہ لڑے بغیر نہیں اُٹھائے گا۔

پھر معاملات اسکے ہاتھ سے نکل گئے۔ 1951ء میں سول ایوی ایشن والوں نے انٹر

اسٹیٹ ائرویز نامی ایک نئی کمپنی کو مشرقی اور مغربی ساحلی علاقوں کے درمیان پرواز کی اجازت دی۔ کمپنی نے تین کروڑ کے قرض کے سلسلے میں لیسٹرز بینک سے رجوع کیا۔ ولیم کے خیال میں اس کمپنی کو امداد دینا منفعت بخش تھا۔ اس نے اس سلسلے میں عوامی سرکاریہ کاری کا فیصلہ کیا۔ کمپنی کی نمائندگی بینک کر رہا تھا...... اور اس سلسلے میں اپنے تمام وسائل استعمال کر رہا تھا جنگ سے واپسی کے بعد یہ سب سے بڑا پروجیکٹ تھا جس پر ولیم کام کر رہا تھا۔ جولائی میں اس سلسلے میں پیش کش کی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے کمپنی کے شیئرز بک گئے۔ تمام کاروباری حلقوں میں ولیم کے اس اقدام کو سراہا گیا۔ ولیم بے حد خوش تھا۔ لیکن کلاڈ کوہن کی رپورٹ کے ذریعے اسے علم ہوا کہ کمپنی کے حصص ایبل رونسکی ایک ڈی کارپوریشن نے بھی خریدے ہیں۔

ولیم کو اندازہ ہوگیا کہ اب اُسے ٹیڈ لیچ اور ٹونی سائمن کو اپنے بدترین خدشات سے آگاہ کرنا ہے۔ اس نے ٹونی کو نیویارک بلایا۔ اس نے اپنے کمرے میں دونوں نائب صدور سے ملاقات کی اور انہیں ایبل، ہنری گٹھ جوڑ کے متعلق بتایا۔

''تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا؟'' ٹونی نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''کین اینڈ کابوٹ میں میرا واسطہ رچمنڈ گروپ جیسی بیسیوں کمپنیوں سے پڑا ہے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ ایبل رونسکی اس قدر کینہ پرور ثابت ہوگا۔ انٹر اسٹیٹ ائرویز کے دس فیصد حصص ایبل نے خریدے تو مجھے اندازہ ہوا کہ اس کے عزائم خطرناک ہیں۔'' ولیم نے وضاحت کی۔

''ممکن ہے، یہ تمہارا وہم ہو۔'' ٹیڈ لیچ نے کہا۔ ''بہر حال، میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا کہ بورڈ کے اراکین کو اس سلسلے میں آگاہ کیا جائے۔ یہ نامناسب ہوگا۔''

''میں متفق ہوں۔'' ٹونی نے کہا۔ ''ویسے تم اس شخص سے مل کر...... بات کر کے تو دیکھو۔''

''میرا خیال ہے، وہ یہی چاہتا ہے۔ اس طرح اسے یقینی طور پر علم ہو جائے گا کہ بینک دباؤ میں ہے۔''

''اور تم اسے رچمنڈ گروپ کے سلسلے میں حقائق بتا دو گے تو تمہارے خیال میں کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ تم نے تو بورڈ کو اس کے حق میں قائل کرنے کی کوشش......''

''مجھے یقین ہے، وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہے۔ وہ میرے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔''

''تمہارے خیال میں بینک کو اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے'' ٹیڈ نے پوچھا۔ ''اگر کوئی شخص اپنے حصص بیچنے پر آمادہ ہے تو ایبل کو انہیں خریدنے سے نہیں روکا جا سکتا۔ اگر ہم خود اپنے حصص خریدنا شروع کر دیں تو یہ اس کی خواہش کے عین مطابق ہوگا۔ اس کے حصص کی قیمت بڑھ

جائے گی۔ گویا ہم اس طرح بھی اسے خوش کریں گے۔''

''میں جانتا ہوں، ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ میں تو صرف تم دونوں کو آگاہ کرنا چاہتا تھا۔'' ولیم نے کہا۔

''یہ بھی ممکن ہے، وہ تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد کرتا ہو۔'' ٹونی نے کہا۔ ''حصص خریدنے کی ایک وجہ یہ بھی تو ہو سکتی ہے۔''

''تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو جب کہ اس معاملے میں میرا سوتیلا باپ بھی ملوث ہے۔'' ولیم نے تیز لہجے میں کہا۔ ''میں ایبل کو جتنا سمجھتا ہوں تم نہیں سمجھتے۔ میں گزشتہ بیس سال سے اسے دیکھ رہا ہوں۔ وہ خسارہ پسند نہیں کرتا۔ میں اسے خوب جانتا ہوں۔ بالکل جیسے اپنے گھر کے لوگوں کو جانتا ہوں۔ وہ......''

''خواہ مخواہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ولیم مجھے توقع ہے......''

''میں خواہ مخواہ پریشان نہیں ہو رہا ہوں ٹونی۔ تم جانتے ہو کہ ضابطے کی ایک شق کی رو سے بینک کا آٹھ فیصد اسٹاک کسی شخص کے ہاتھ جانے کا کیا مطلب ہے۔ وہ شق میں نے اس لیے رکھوائی تھی کہ مجھے چیئرمین کے عہدے سے نہ ہٹایا جا سکے۔ اب ایبل کے پاس چھ فیصد حصص موجود ہیں۔ یہ ایک خطرہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ جس دن وہ انٹر اسٹیٹ ائرویز کے حصص مارکیٹ میں لے آیا۔ اس روز کمپنی ختم ہو جائے گی۔''

''لیکن اس سے اسے فائدہ کیا ہوگا۔ اُلٹا مالی نقصان ہوگا۔'' ٹیڈ نے اعتراض کیا۔

''یقین کرو تم ایبل رونسکی کا طریق کار نہیں سمجھ سکے وہ شیر کی طرح باحوصلہ ہے۔ وہ اس نقصان کی کوئی پروا نہیں کرے گا۔ وہ صرف مجھ سے بدلہ لینا چاہتا ہے۔ اس کے پاس اکیس ہوٹل ہیں۔ اس نقصان سے اس کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ لیکن انٹر اسٹیٹ کی تباہی ہم پر اثر انداز ہوگی۔ ہم لوگوں کا اعتماد کھو بیٹھیں گے۔''

''ارے چھوڑو ولیم...... ہونے دو، دیکھا جائے گا۔ ٹونی نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ ''اب ہمیں معلوم ہو گیا ہے تو ہم اس کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں گے اور ضرورت کے مطابق قدم اُٹھا سکیں گے۔ پہلے تو ہمیں یہ قدم اُٹھانا ہے کہ اگر کوئی لیسٹرز کے شیئرز فروخت کرنا چاہتا ہے تو پہلے تمہیں پیش کش کرے۔ بینک تمہارے ہر اقدام کی تائید کرے گا۔ ویسے میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ تم اس سے مل لو۔ اس سے کھل کر بات کر لو۔ اس طرح اس غیر یقینی صورت حال سے نجات مل جائے گی۔''

''ٹیڈ...... کیا تمہارا مشورہ بھی یہی ہے؟'' ولیم نے ٹیڈ لیچ سے پوچھا۔

''میں ٹونی سے متفق ہوں۔ بینک کا مفاد بھی اس میں ہے کہ تم اس سے کھل کر بات

کرلو۔''

ولیم چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا۔ ''ٹھیک ہے میں تمہارے مشورے پر عمل کروں گا۔ میں تم سے متفق نہیں ہوں لیکن خود ملوث ہونے کی وجہ سے اپنی قوت فیصلہ پر اعتماد کروں گا...... اور اس کے نتائج سے تم دونوں کو آگاہ کروں گا۔''

''ٹونی اور ٹیڈ کے جانے کے بعد ولیم بیٹھا سوچتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ ایبل سے ملاقات بے سود ہوگی کیونکہ اس معاملے میں ہنری بھی ملوث ہے۔



چار دن بعد ولیم اپنے دفتر میں تنہا بیٹھا تھا۔ اس نے سختی سے کہہ دیا تھا کہ اسے کسی بھی صورت میں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ اسے معلوم تھا کہ اس وقت ایبل بھی نیویارک بیرن میں اپنے دفتر میں موجود ہے۔ اس کا ایک آدمی بیرن ہوٹل کے داخلی دروازے پر تعینات تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ جیسے ہی ایبل نظر آئے، اسے آگاہ کر دے۔ ایبل آٹھ بج کر ستائیس منٹ پر، بیرن ہوٹل میں داخل ہوا اور سیدھا اپنے دفتر میں گیا۔ اس کے بعد وہ دفتر سے نہیں نکلا۔

ولیم نے فون اُٹھایا اور آپریٹر کو بیرن ہوٹل کا نمبر ملانے کی ہدایت دی۔ جلدی رابطہ قائم ہوگیا۔ ''بیرن ہوٹل نیویارک۔'' ہوٹل کی آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''پلیز...... مسٹر رونسکی سے ملایئے۔'' ولیم نے کہا۔ وہ کچھ نروس ہو رہا تھا۔

''کون صاحب بات کر رہے ہیں؟'' آپریٹر نے پوچھا۔

''میرا نام ولیم کین ہے۔''

''میرا خیال ہے، وہ موجود نہیں ہیں۔'' آپریٹر نے کہا۔ آپ ہولڈ کریں۔ میں چیک کرتی ہوں۔''

''کچھ دیر خاموشی رہی، پھر ایک مردانہ آواز نے پوچھا...... ''مسٹر کین؟''

''مسٹر رونسکی؟''

''مسٹر کین، کہیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟'' ایبل کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔

''میں لیسٹرز بینک میں آپ کی غیر معمولی دلچسپی کی وجہ سے تشویش میں مبتلا ہوں مسٹر رونسکی۔ اس کے علاوہ بینک کے زیر سرپرستی قائم ہونے والی کمپنی کے سلسلے میں بھی آپ کی اسٹاک پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ میرے خیال میں وقت آ گیا ہے کہ ہم مل کر اس سلسلے میں بات چیت کرلیں۔ میں یہ بھی بتادوں کہ آپ سے انفرادی حیثیت سے بات کر رہا ہوں۔''

''مسٹر کین، ہماری ملاقات ناممکن ہے۔ میں ماضی کے معاملات میں تمہاری تاویلیں سننا

نہیں چاہتا۔ میں تمہیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ارادہ کیا ہے۔ تم اپنے بینک کے سلسلے میں اتنے پریشان ہو گے کہ ایک دن میرے ہوٹل کی بارھویں منزل سے چھلانگ لگانے کی خواہش کرو گے۔ مجھے تمہارے بینک کی قواعد کی شق نمبر 7 سے فائدہ اُٹھانے کے لیے صرف دو فیصد حصص اور درکار ہیں۔ تب تمہیں اندازہ ہوگا کہ ڈیوس لاری پر کیا گزری تھی۔ اب بیٹھ کر سوچتے رہو کہ میں تمہارا کیا حشر کرنے والا ہوں۔''

''ولیم کو ایبل کے الفاظ نے مشتعل کر دیا، تاہم اس نے کوشش کر کے خود کو پرسکون رکھا۔ اس کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ ''میں آپ کے احساسات سمجھتا ہوں مسٹر رونسکی۔'' اس نے ہموار لہجے میں کہا۔ ''لیکن میرا خیال ہے، ہماری ملاقات ایک دانشمندانہ اقدام ہوگا۔ اس معاملے کے دو ایک پہلو ایسے ہیں جن سے آپ بے خبر ہیں۔''

''مثلاً ہنری بورن کا معاملہ جسے تم نے پانچ لاکھ کی زک دی تھی۔''

''ولیم لمحہ بھر کو گنگ رہ گیا۔ پھر اس کا جی چاہا کہ پھٹ پڑے۔ لیکن اس نے کوشش کر کے خود کو سنبھال لیا۔ ''نہیں مسٹر رونسکی۔ میں آپ سے ہنری کے سلسلے میں بات کرنا نہیں چاہتا۔ یہ میرا نجی معاملہ ہے۔ تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے ہنری کا ایک سینٹ بھی نہیں مارا۔''

''ہنری کا دعویٰ کچھ اور ہے۔ وہ تمہیں تمہاری ماں کی موت کا ذمے دار ٹھہراتا ہے۔ ڈیوس لاری کے ساتھ تمہارا رویہ میں دیکھ چکا ہوں، اس لیے ہنری کی باتوں پر مجھے یقین ہے۔''

ولیم کو اپنے جذبات پر قابو پانے میں اتنی دشواری کبھی نہیں ہوئی تھی۔ ''میری تجویز ہے کہ ہم ملاقات کے ذریعے یہ تمام غلط فہمیاں دور کر سکتے ہیں۔'' اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہماری ملاقات صرف ایک جگہ ہو سکتی ہے۔ ولیم کین۔ جنت میں...... اور مجھے یقین ہے کہ تم وہاں نہیں پہنچ سکو گے۔'' ایبل نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے اپنی سیکرٹری سے ہنری سے بات کرانے کو کہا۔ سیکرٹری نے پندرہ منٹ کی کوشش کے بعد ہنری سے رابطہ قائم کیا۔

''ایبل کہو، کیا بات ہے؟''

''ہنری...... میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ کین کو سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ اب یہ کھلی جنگ ہے۔''

''کیا مطلب؟ کیا وہ جانتا ہے کہ اس میں، میں بھی ملوث ہوں؟'' ہنری نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

''وہ جانتا ہے۔ اسے لیسٹرز کے حصص کے بارے میں بھی علم ہے اور انٹر اسٹیٹ کے بارے میں بھی۔''

''اسے کیسے علم ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں صرف تم اور میں باخبر ہیں۔''

''تم کرٹس فینگن کو بھول رہے ہو۔''

''ہاں، یہ بات تو ہے، لیکن کرٹس، کین کو مطلع نہیں کرسکتا۔''

''اُسی نے کیا ہے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ یہ مت بھولو کہ رچمنڈ گروپ کے معاملات میں تھرڈ پارٹی وہی تھا۔ میرا خیال ہے ان دونوں کے درمیان اسی وقت اشتراک ہوگیا ہوگا۔''

''میرے خدا!''

''کیا بات ہے ہنری تم پریشان معلوم ہوتے ہو!''

''ایبل...... میں بتا رہا ہوں۔ اب صورت حال مختلف ہے۔ کین شکست ماننے والا آدمی نہیں ہے۔ ویسے بھی اب اسے سب کچھ معلوم ہوگیا ہے۔ وہ خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔''

''میں بھی ایسا ہی آدمی ہوں۔ مجھے ولیم کین سے کوئی خوف نہیں ہے۔ میرے ہاتھ میں چاروں اکے ہیں...... تم پارفٹ سے مذاکرات جاری رکھو۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ پارفٹ کا کین سے معاملہ نہیں بن سکتا۔ میری یورپ سے واپسی تک مزید کوئی قدم نہ اُٹھانا۔ ولیم کین کی فون پر گفتگو سے ثابت ہوگیا کہ وہ پریشان ہے۔ تم بے فکر رہو۔''

''ٹھیک ہے ایبل۔ اگر کوئی نئی بات سامنے آئی تو تمہیں ضرور بتاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ ویسے ہنری، کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم مجھ سے بڑھ کر کین سے نفرت کرتے ہو۔''

ہنری ہنس دیا۔ ''خدا کرے، تمہارا یورپ کا سفر بخیر ہو ایبل۔''

ایبل نے ریسیور رکھا اور سوچتا رہا کہ اگلا قدم کیا ہو۔ اس کی سیکرٹری کمرے میں داخل ہوئی۔ ''کانٹی نینٹل ٹرسٹ بینک میں کرٹس فینگن سے ملاؤ۔'' اس نے سیکرٹری سے کہا۔ چند لمحے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ ایبل نے ریسیور اٹھالیا۔

''کرٹس فینگن؟''

''صبح بخیر، مسٹر رونسکی۔ کیا حال ہے؟''

''میں تمہارے بینک میں اپنے اکاؤنٹ بند کر رہا ہوں۔''

دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

''سن رہے ہو فینگن!''

''جی ہاں۔'' کرٹس نے لرزیدہ آواز میں کہا۔ ''میں وجہ پوچھ سکتا ہوں مسٹر رونسکی؟''

''میں غداری پسند نہیں کرتا۔ اکاؤنٹ کے سلسلے میں تمہیں میرا تفصیلی خط مل جائے گا۔ اس کے ذریعے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرے اکاؤنٹ کس بینک میں ٹرانسفر کرتا ہیں اور ہاں، اب تم بیرن گروپ کے ڈائریکٹر بھی نہیں ہو۔''

''لیکن مسٹر رونسکی...... میرا قصور کیا......''

'' ایبل نے ریسیور رکھا۔ اسی وقت اس کی بیٹی فلورینا کمرے میں داخل ہوئی۔

''ڈیڈی...... کیا بات ہے۔ آپ کا موڈ خراب ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''ہونا بھی چاہیے بے بی۔ لیکن تمہارے لیے نہیں ہے۔'' اس نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ ''یورپ کے دورے کے لیے کپڑوں کا بندوبست کرلیا تم نے؟''

''جی ہاں ڈیڈی۔ شکریہ۔''

......❁......

14 گھنٹے کا سفر کر کے وہ لندن پہنچے۔ انہوں نے کلارج میں قیام کیا۔ تھکا دینے والے سفر کے بعد انہیں نیند کی طلب بہت شدت سے ہو رہی تھی۔ ایبل کے دورہ یورپ کی تین وجوہات تھیں۔ وہ لندن، پیرن اور ممکنہ طور پر روم میں بیرن ہوٹل کی تعمیر کے سلسلے میں کام کرنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کالج میں داخلے سے پہلے فلورینا کو یورپ کی سیاحت کرا دینا چاہتا تھا۔ تیسری اور سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے محل کو دیکھنا چاہتا تھا۔ یہ جاننا چاہتا تھا کہ وہ اپنی وراثت ثابت کرسکتا ہے یا نہیں۔

لندن کا قیام ان دونوں کے لیے بہت پر لطف ثابت ہوا۔ ایبل کے مشیروں کو ہائیڈ پارک کے کارنر پر لندن بیرن کے لیے مناسب جگہ نظر آگئی۔ ایبل نے اپنے وکلاء کو ہدایت کی کہ وہ اس جگہ کی خریداری کے لیے تیزی سے کام شروع کریں۔ اس دوران فلورینا سیر و تفریح کرتی رہی۔

پیرس میں بھی یہی کچھ ہوا۔ وہ دونوں فرانسیسی زبان جانتے تھے۔ عام طور پر ایبل کسی بھی مقام سے بہت جلد بور ہو جاتا تھا...... اور گھر پہنچنے کے لیے تڑپنے لگتا تھا...... لیکن اس بار اس کے ساتھ فلورینا تھی۔ اس کی قربت میں وہ کہیں بور نہیں ہوسکتا تھا۔ زافیا کی علیحدگی کے بعد فلورینا ہی اس کی خوشیوں کا واحد مرکز تھی۔ ان دونوں نے شیڈول کے خلاف پیرس میں کئی روز مزید قیام کیا۔ اس کے لیے ایبل نے ایک بہانہ تراش لیا تھا۔ وہ راسپل بلے وارڈ پر واقع ایک اچھا ہوٹل خریدنا چاہتا تھا، جو جنگ کے دوران ناکام ہو چکا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ ہوٹل کی پرانی عمارت گرا کر نئی عمارت تعمیر کرائے گا، لیکن اس نے اس سلسلے میں ناکام ہوٹل کے مالک کو کچھ نہیں بتایا۔ سودا مکمل ہونے کے بعد ایبل نے ہوٹل کی عمارت کو ڈھانے کا حکم دیا۔ اب پیرس میں رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ چنانچہ وہ دونوں روم کی طرف روانہ ہوگئے۔

اس قدیم شہر کے ماحول نے ایبل کو اداس کر دیا...... اطالوی قوم مستقبل سے مایوس نظر

آتی تھی۔ ایبل نے فیصلہ کیا کہ یہ وقت روم میں، بیرن ہوٹل کے قیام کے لیے نا مناسب ہے۔ فلوریا نے محسوس کرلیا کہ روم میں ایبل کا دل نہیں لگ رہا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے آبائی محل کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہے۔ چنانچہ اس نے باپ سے التجائیں کیں کہ وہ روم میں اپنا قیام مختصر کردیں۔

ویزے کے حصول کے لیے خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر ویزا مل گیا۔ انہوں نے سلونم کے سفر کے لیے ایک کار کرائے پر لی۔ پولش بارڈر پر انہیں کئی گھنٹے روک کے رکھا گیا۔ ایبل کے حق میں ایک بات جاتی تھی۔ وہ پولش زبان بڑی روانی سے بول سکتا تھا۔ خوش قسمتی سے سرحدی محافظوں کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ پولش ایبل کی مادری زبان ہے، ورنہ وطن واپسی اس کے لیے اور دشوار ہو جاتی۔ ایبل نے پانچ سو ڈالر مقامی کرنسی میں تبدیل کرائے۔ یہ بات محافظوں کے لیے اور خوش کن تھی۔ بالآخر وہ سرحد پار کر کے پولینڈ کی حدود میں داخل ہوگئے۔ جیسے جیسے سلونم نزدیک آتا گیا، فلوریا کو ادراک ہوتا گیا کہ اس کے باپ کے لیے یہ سفر کتنی اہمیت رکھتا ہے۔

"ڈیڈی...... میں نے آپ کو اتنی ہیجانی کیفیت میں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" فلوریا نے کہا۔

"یہ وہ جگہ ہے بے بی، جہاں میں پیدا ہوا تھا۔" ایبل نے کہا۔ "امریکہ میں اتنا طویل عرصہ گزارنے کے بعد جہاں شہروں کے خدوخال روز بدلتے رہتے ہیں، یہ سب کچھ بے حد غیر حقیقی لگ رہا ہے۔ یہاں کچھ بھی تو نہیں بدلا۔ ہر چیز ویسی ہی ہے، جیسے میں چھوڑ کر گیا تھا۔"

وہ سلونم کی طرف بڑھتے رہے۔ راستے میں تباہ شدہ کاٹیج دیکھ کر ایبل اندر ہی اندر بجھ کر رہ گیا۔ چالیس سال گزر چکے تھے اور اس کا وطن دنیا کی تاریخ میں اپنی اہمیت رقم نہیں کرسکا تھا۔ ایبل کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ خود اپنے وطن کے لیے کچھ بھی تو نہیں کرسکا تھا۔

بیرن کی جاگیر کی حدود شروع ہوتے ہی انہیں وہ آہنی گیٹ نظر آیا، جس سے گزر کر محل میں پہنچا جاسکتا تھا۔ ایبل نے ہیجان زدہ ہنسی ہنستے ہوئے کار روک دی...... "سب کچھ ویسا ہی ہے ڈیئر۔ کچھ نہیں بدلا۔ ہر چیز ویسی ہی ہے جیسی میں چھوڑ کر گیا تھا۔ آؤ، پہلے وہ کاٹیج دیکھیں، جہاں میں نے اپنے زندگی کے ابتدائی پانچ سال گزارے تھے۔ مجھے امید تو نہیں کہ اب وہاں کوئی ہوگا، لیکن میں وہاں جائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے بعد ہم محل دیکھیں گے۔"

ایبل پُر اعتماد انداز میں آگے بڑھتا رہا۔ فلوریا اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ شاید بلوط کے درختوں سے گھری ہوئی پگڈنڈی صدیوں سے ایسی ہی رہی ہوگی۔ فلوریا کو یقین تھا کہ آئندہ سو سال میں بھی یہاں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ کوئی بیس منٹ چلنے کے بعد اچانک ان کے سامنے ایک مسطح قطعہ زمین آگیا۔ سامنے ہی وہ کاٹیج موجود تھا ایبل ٹھٹک گیا اور سحر زدہ سا اسے تکنے لگا۔ اسے یہ یاد بھی نہیں تھا کہ اس کا پہلا گھر کتنا چھوٹا تھا۔ وہ سوچتا رہا۔ اتنے سے کاٹیج میں نو افراد کیسے

رہ سکتے ہیں۔ کاٹیج کی چھت بہت تباہ حال ہو چکی تھی، ٹوٹی ہوئی کھڑکیاں اور اردگرد کی روئیدگی اور بکھرے ہوئے پتھر گواہی دے رہے تھے کہ اب وہاں کوئی نہیں رہتا۔ سبزیوں کا باغیچہ خودرو جھاڑیوں نے نگل لیا تھا۔ فلوریا نے اپنے باپ کا ہاتھ تھاما اور کاٹیج کی طرف بڑھ گئی۔ ایبل سر جھکائے کھڑا تھا۔ فلوریا نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔ وہ چند لمحے انتظار کرتے رہے۔ پھر فلوریا نے دوبارہ دستک دی۔ اس بار کاٹیج کے اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ چند لمحوں بعد دروازہ تھوڑا سا کھلا اور ایک بے حد ضعیف عورت نے اُن کا جائزہ لیا۔ وہ کمر خمیدہ اور بے حد نحیف و نزار تھی۔ اس کے بال بالکل سفید تھے اور وہ بوسیدہ سیاہ کپڑوں میں ملبوس تھی۔

"یہ...... یہ ناممکن ہے۔" ایبل بڑبڑایا۔

"کیا بات ہے، کیا چاہتے ہو؟" عورت نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔ زبان پولش تھی۔ اس کے منہ میں کوئی دانت نہیں رہا تھا۔

"کیا ہم اندر آسکتے ہیں۔ ہم آپ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔" ایبل نے پولش میں کہا۔

عورت کی نگاہوں میں خوف جھانکنے لگا۔ اس نے دوبارہ دونوں کا جائزہ لیا۔ بوڑھی ہیلن سے کوئی غلطی ہوگئی ہے کیا؟" وہ تقریباً رو دی۔

"نہیں ماں...... میں تو تمہارے لیے اچھی خبر لایا ہوں۔" ایبل نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔

قدرے ہچکچاہٹ کے بعد عورت نے انہیں راستہ دے دیا۔ وہ مکان میں داخل ہوئے۔ کاٹیج کی فضا بے حد سرد تھی۔ عورت نے انہیں بیٹھنے کے لیے نہیں کہا۔ کمرہ اب بھی ویسا ہی تھا۔ وہاں دو کرسیاں اور ایک میز موجود تھی۔ فرش پر گرد کا قالین بچھا تھا۔ فلوریا تھرتھرا کر رہ گئی۔

"میں آگ مسلسل روشن نہیں رکھ سکتی۔" عورت نے چھڑی سے اجڑے ہوئے آتشدان کی راکھ کریدتے ہوئے کہا۔ راکھ میں کچھ چنگاریاں تھیں۔ عورت نے اپنے فراک کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بڑی بے بسی سے کہا۔ "مجھے کاغذ درکار ہیں۔" پھر اس نے ایبل کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں پہلی بار دلچسپی کی چمک نظر آئی۔ تمہارے پاس کاغذ ہیں؟" اس نے ایبل سے پوچھا۔

ایبل اس کی آنکھوں میں جھانکتا رہا۔ "آپ مجھے نہیں پہچانتیں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں...... میں تمہیں نہیں جانتی۔"

"آپ جانتی ہیں مما...... میرا نام...... میرا نام لاڈیک ہے۔" ایبل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم...... تم میرے ننھے لاڈیک کو جانتے ہو؟"

"مما...... میں...... میں لاڈیک ہوں۔"

""نہیں...... ہرگز نہیں۔"" عورت کے انداز میں قطعیت تھی۔ ""لاڈیک میرے لیے نہیں تھا۔ اس کے جسم پر خدا کی مہر تھی۔ اسی لیے تو بیرن اسے لے گیا۔ ہاں...... بیرن مما کے سب سے چھوٹے بچے کو......"" اس کی آواز چیخی اور پھر ڈوب گئی۔ وہ نیچے بیٹھ گئی اور اس نے اپنے جھریوں بھرے ہاتھ اپنی گود میں رکھ لیے۔

""میں واپس آگیا ہوں مما۔"" اسپل نے اصرار کیا۔ لیکن بوڑھی عورت نے کوئی توجہ نہیں دی۔

اب وہ شاید خود سے ہم کلام تھی۔ ""انہوں نے میرے شوہر، میرے جوزیو کو مار ڈالا۔ وہ میرے پیارے پیارے بچوں کو کیمپ لے گئے۔ صرف ننھی صوفیہ بچ گئی۔ کیونکہ میں نے اسے چھپالیا تھا۔ وہ سب چلے گئے۔""

""اور ننھی صوفیہ کا کیا ہوا؟"" اسپل نے پوچھا۔

""دوسری جنگ میں اسے روسی لے گئے۔""

اسپل کا جسم بری طرح لرزنے لگا۔

عورت نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ""تم کیا چاہتے ہو؟"" تم مجھ سے یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟""

""میں تمہیں اپنی بیٹی فلورینا سے ملوانا چاہتا ہوں، مما۔""

""کسی زمانے میں میری بھی ایک بیٹی تھی فلورینا لیکن اب میں اکیلی ہوں۔""

""لیکن میں......"" اسپل جملہ پورا کرنے کے بجائے قمیص کے بٹن کھولنے لگا۔

فلورینا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روک دیا۔ ""ہم جانتے ہیں۔"" اس نے مسکراتے ہوئے عورت کو مخاطب کیا۔

""تمہیں کیا معلوم۔ یہ جب کی بات ہے، تب تم پیدا بھی نہیں ہوئی ہوگی۔""

""گاؤں والوں نے ہمیں بتایا تھا۔"" فلورینا نے کہا۔

""تمہارے پاس کاغذ ہیں؟...... عورت نے بچکانہ لہجے میں کہا۔ ""مجھے آگ جلانے کے لیے کاغذ درکار ہیں۔""

اسپل نے بڑی بے بسی سے فلورینا کو دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔ ""مجھے افسوس ہے مما۔ ہم اپنے ساتھ کاغذ نہیں لائے۔""

""تم چاہتے کیا ہو؟"" عورت کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

""کچھ نہیں مما۔"" اسپل کے لہجے میں مایوسی تھی۔ اب اس نے تسلیم کرلیا تھا کہ وہ اسے کبھی نہیں پہچانے گی...... اُسے کبھی لاڈیک تسلیم نہیں کرے گی۔ ""ہم تو بس آپ سے ملنے آئے تھے۔ اس

نے کچھ توقف کے بعد کہا۔ پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پرس نکالا۔ پرس سے اس نے تمام کرنسی نکال کر ہیلن کی طرف بڑھا دی۔

""شکریہ، شکریہ۔"" ہیلن کی آنکھیں خوشی سے بھر آئیں۔ اسپل اس کی پیشانی چومنے کے لیے جھکا۔ لیکن وہ پیچھے ہٹ گئی۔ فلورینا نے اپنے باپ کا ہاتھ تھاما اور اسے دروازے کی طرف کھینچنے لگی۔ ہیلن نوٹوں کو مروڑ تروڑ کر ان کی گیندیں بنا رہی تھی۔ پھر اس نے ان گیندوں کو آتشدان میں رکھا اور دیا سلائی دکھا دی۔ نوٹوں کے اوپر اس نے کچھ تیلیاں، کھپچیاں اور ان کے اوپر لکڑیاں رکھ دیں۔ پھر وہ آگ کے پاس بیٹھ کر ہاتھ تاپنے لگی۔ کئی ہفتوں سے اس کے آتشدان کو ایسی آگ میسر نہیں آئی تھی۔ اسپل نے اسے دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ پھر وہ فلورینا کے ساتھ کاٹیج سے نکل آیا۔

واپسی کے سفر میں وہ دونوں خاموش رہے۔ محل کے آہنی گیٹ کو دیکھ کر اسپل نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ اپنی اُداسی چھپاتے ہوئے اس نے خوشگوار لہجے میں فلورینا سے کہا۔ ""آؤ...... اب میں تمہیں دُنیا کا حسین ترین محل دکھاؤں گا۔""

""آپ مبالغے سے کام لے رہے ہیں ڈیڈی۔""

""نہیں، یہ حقیقت ہے تم خود دیکھ لینا۔"" اسپل نے نرم لہجے میں کہا۔

فلورینا ہنسنے لگی۔ وہ دونوں کار میں جا بیٹھے۔ اسپل نے کار اسٹارٹ کردی اور اسے آہنی گیٹ سے گزار دیا۔ اب وہ محل کی حدود میں داخل ہوگئے تھے۔ اسپل کے ذہن میں گزرے ہوئے دنوں کی یادیں اُمڈی چلی آرہی تھیں۔ ان میں ان خوشگوار دنوں کی یادیں بھی تھیں جو اس نے بیرن اور لیون کے ساتھ گزارے تھے...... مسرت سے بھرپور دن، اور وہ ناخوشگوار یادیں بھی تھیں، جب لیون، بیرن اور فلورینا اس سے چھین لیے گئے تھے۔ جب اسے اپنے محبوب محل سے دور، روسی کیمپ لے جایا جا رہا تھا۔ اس وقت اس نے سوچا تھا کہ شاید اب وہ اپنے محل کو دوبارہ نہیں دیکھ سکے گا۔ لیکن آج لاڈیک کوسکی فتح یاب تھا۔ وہ اپنے محل میں واپس آگیا تھا۔

کار بل کھاتی سڑک پر آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ دونوں خاموش تھے۔ پھر ایک موڑ کاٹتے ہی انہیں بیرن رودسکی کے محل کی پہلی جھلک دکھائی دی۔ اسپل نے کار روک دی...... وہ محل کو گھورتے رہے...... دونوں خاموش تھے...... ان کی نگاہوں میں بے یقینی تھی۔ اسپل پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے خواب کی باقیات کو تک رہا تھا۔ جسے بمباری نے بکھیر دیا تھا۔

وہ دونوں کار سے اُتر آئے۔ فلورینا نے اپنے باپ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ اسپل کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کے رخسار بھیگ گئے تھے۔ محل کی صرف ایک دیوار سلامت

تھی۔ وہی دیوار تباہ شدہ محل کی شان و شوکت کی واحد گواہ تھی۔ باقی تو صرف پتھروں کا ڈھیر تھا...... آزردہ کھنڈر تھے۔ ایبل، فلورینا کو ان کھنڈرات کی تاریخ بتانے کے سوا کیا کرسکتا تھا۔ وہ بڑے بڑے ہال، وہ بیڈ روم، وہ دیواروں پر آویزاں روغنی تصاویر...... وہ کچن۔ ایبل محل کے ملبے پر ٹہلتا رہا۔ جن پر خودرو جھاڑیاں اُگ آئی تھیں۔ ایبل کی نگاہیں ان کھنڈرات میں اپنے محل کو کھوجنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ پھر وہ قبروں کی طرف چلا آیا۔ بیرن کی...... لیون اور فلورینا کی قبریں۔ وہ خاموش کھڑا رہا۔ ایک بچکانہ خواہش اس کے دل میں مچل رہی تھی۔ کاش وہ لوگ زندہ ہوتے...... اس سے باتیں کرتے۔ وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ ان کے جیتے جاگتے چہرے اس کے تصور میں اُبھر آئے۔ وہ چہرے بے شکن تھے...... ان کے لبوں پر مسکراہٹ اور رخساروں پر تازگی تھی۔ فلورینا اپنے باپ کی کیفیت سے آگاہ تھی۔ وہ اپنا لرزتا ہوا ہاتھ اپنے باپ کے کندھے پر رکھے خاموش کھڑی تھی۔ ایبل بہت دیر اُن قبروں پر جھکا رہا۔ بالآخر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ دونوں کھنڈر پر چہل قدمی کرتے رہے۔ ایبل اسے بتاتا رہا کہ ہال کہاں تھا...... اس کا بیڈ روم کہاں تھا...... اور اس کی بہن فلورینا کہاں سوتی تھی۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں اس کے اور ان لوگوں کے قہقہے دفن تھے جو اسے بہت پیارے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلتے رہے یہاں تک کہ وہ تہ خانوں تک پہنچ گئے۔ جنگلا اب بھی موجود تھا۔ ایبل نیچے کمرے کا جنگلا تھام کر بیٹھ گیا۔ وہ اضطرابی کیفیت میں، اپنی کلائی میں پڑے کنگن کو گھمائے جا رہا تھا۔ "یہ وہ جگہ ہے میری بچی، جہاں تمہارے باپ نے اپنی زندگی کے چار سال گزارے تھے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے ڈیڈی!"

"یہ حقیقت ہے میری بچی۔" یہ تہ خانے کا وہ واحد حصہ ہے، جو پہلے سے بہتر حال میں ہے۔ ان دنوں یہ حصہ بہت خوفناک تھا اب تو یہاں تازہ ہوا ہے، دھوپ ہے...... پرندوں کی چہکار ہے اور آزادی کا احساس ہے۔ اس وقت یہاں تاریکی تھی، سیلن، موت کی بو...... اور خوف کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔"

"آیئے ڈیڈی...... واپس چلیں۔ آپ یہاں زیادہ دیر رہے تو اور اداس ہو جائیں گے۔" فلورینا نے کہا اور ایبل کا ہاتھ تھام کر اسے کھینچنے لگی۔ ایبل ہچکچا رہا تھا لیکن پھر وہ فلورینا کے ساتھ چل دیا۔ کار کی طرف بڑھتے ہوئے اسے پلٹ کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ اپنے خواب کے کھنڈر کو کس دل سے دیکھتا۔

واپسی کے سفر میں وہ خاموش رہا۔ فلورینا نے بھی اسے چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔ "بس...... وطن کے حوالے سے میرا اب ایک ہی مقصد رہ گیا ہے۔" کافی دیر بعد ایبل نے لب کھولے۔

فلورینا وضاحت کی منتظر تھی لیکن ایبل نے اس کے بعد کچھ نہ کہا۔ فلورینا نے بھی اس سے اصرار نہ کیا۔ وہ ایبل کی ذہنی کیفیت پوری طرح سمجھ رہی تھی۔ البتہ اس نے ایبل کو مجبور کیا کہ امریکہ واپسی سے پہلے ایک ہفتہ لندن میں گزارا جائے۔ اسے احساس تھا کہ ایبل لندن میں بہت خوش رہا تھا وہ سوچ رہی تھی کہ شاید اس طرح اس کا باپ وطن سے حاصل کردہ اذیت ناک یادوں کو جھٹکنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اگلے روز لندن پرواز کر گئے۔ لندن پہنچتے ہی فلورینا تفریحات میں مصروف ہوگئی اور ایبل اخبارات میں کھو گیا۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس دوران امریکہ میں کیا ہوتا رہا ہے۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے دُنیا اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئی ہے۔ پھر ٹائمز میں ایک چھوٹی سی خبر نے اسے متوجہ کرلیا...... انٹر اسٹیٹ ائر ویز کا ایک طیارہ، میکسیکو سٹی سے ٹیک آف کے فوراً بعد کریش ہوگیا تھا۔ سترہ مسافر اور عملے کے افراد میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا تھا۔ میکسیکن انتظامیہ نے اس حادثے کی تمام تر ذمے داری انٹر اسٹیٹ والوں پر ڈالی تھی۔ ایبل نے فوری طور پر ہنری سے فون پر رابطہ قائم کیا۔ "ہیلو...... ہنری...... میں لندن سے بول رہا ہوں۔"

"اوہ......" ہنری کے لہجے میں استعجاب تھا۔ "کیا حال ہے ایبل؟"

"یہ انٹر اسٹیٹ کے طیارے کا حادثہ...... کیا چکر ہے یہ؟"

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ طیارہ بیمہ شدہ تھا۔ اسٹاک کی پوزیشن ٹھیک ٹھاک ہے۔ کمپنی کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔" ہنری نے کہا۔

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میرے خیال میں یہ اچھا موقع ہے کہ ہم مسٹر ولیم کے اعصاب چیک کرلیں۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا ایبل؟"

"میری بات غور سے سنو میں چاہتا ہوں۔ پیر کو اسٹاک مارکیٹ کھلتے ہی تم حرکت میں آجاؤ۔" ایبل نے کہا اور پھر اپنے منصوبے کی جزئیات سمجھانے لگا۔ ہنری اس کی بات توجہ سے سن رہا تھا۔ بیس منٹ بعد ایبل نے رابطہ منقطع کردیا۔

❁

کرٹس فینٹن نے فون پر ولیم کو بتایا کہ ایبل نے اس کے بینک سے بیرن گروپ کے اکاؤنٹ ختم کردیے ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ایبل نے اس پر غداری کا الزام لگایا ہے۔ اور وہ اس سے سخت ناراض ہے۔" میرا خیال ہے، میرے لیے آپ کو آگاہ کرنا ضروری تھا کہ مسٹر رونسکی آپ کے بینک کے شیئرز میں دلچسپی لے رہے ہیں۔" کرٹس نے کہا۔ "لیکن اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں اپنے

اہم ترین موکل سے محروم ہوگیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں اپنے بینک کے ڈائریکٹرز کو کیا جواب دوں گا۔"

"آئی ایم سوری کرٹس۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ڈائریکٹرز سے بات کروں گا۔" ولیم نے اسے تسلی دی۔ ویسے وہ خود بھی پریشان تھا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ایبل کا اگلا قدم کیا ہوگا۔

ایک ماہ بعد اس کی سمجھ میں آ گیا۔ وہ پیر کا دن تھا...... ولیم اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف تھا کہ ایک بروکر نے اسے فون کیا۔ اس نے اسے آگاہ کیا کہ اچانک دس لاکھ ڈالر مالیت کے انٹراسٹیٹ ائرویز کے حصص اسٹاک مارکیٹ میں نمودار ہوئے ہیں ولیم کو فوری طور پر فیصلہ کر کے عملی قدم اُٹھانا تھا۔ اس نے اپنے ٹرسٹ کی طرف سے وہ تمام حصص خریدنے کی ہدایت دی۔ دو بجے دس لاکھ ڈالر مالیت کے مزید حصص مارکیٹ میں موجود تھے۔ اس سے پہلے کہ ولیم انہیں خریدتا، حصص کی قیمت گرنے لگی۔ اسٹاک ایکسچینج بند ہوتے وقت انٹراسٹیٹ ائرویز کے حصص کی قیمت چالیس فیصد گر چکی تھی۔

اگلی صبح ساڑھے دس بجے بروکر نے ولیم کو دوبارہ کال کیا۔ اس بار وہ بوکھلایا ہوا تھا۔ مارکیٹ میں دس لاکھ ڈالر مالیت کے شیئرز کی تیسری کھیپ موجود تھی۔ بروکر نے یہ بھی بتایا کہ اس کا رد عمل بھی فوری طور پر سامنے آیا ہے اور اس وقت مارکیٹ پر انٹراسٹیٹ کے سیل آرڈرز برس رہے ہیں......اور انٹراسٹیٹ کے شیئرز کی قیمت گھٹتے گھٹتے صرف چند سینٹ تک آ پہنچی ہے۔ صرف چوبیس گھنٹے پہلے حصص کی قیمت ساڑھے چار ڈالر تھی۔

ولیم نے بورڈ کے سیکرٹری راجرز کو ہدایات دیں کہ وہ آئندہ پیر کو بورڈ کا اجلاس طلب کرے۔ اس اثنا میں وہ صورت حال کی تہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ بدھ تک مارکیٹ میں پھینکے جانے والے تمام حصص اس نے خود خرید کر انٹراسٹیٹ کو مکمل تباہی سے بچا لیا۔ بدھ کو ایکسچینج کمیشن نے اعلان کیا کہ انٹراسٹیٹ کے حصص کے معاملے میں سازش کے امکانات پائے جاتے ہیں لہٰذا انکوائری کرائی جائے گی۔ ولیم جانتا تھا کہ اس انکوائری میں تین سے چھ ماہ کا عرصہ لگے گا۔ اب یہ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ہاتھ میں تھا کہ وہ اتنا عرصہ انتظار کریں یا کمپنی کو ڈوب جانے دیں۔ نقصان دُہرا ہوا تھا۔ ولیم کو مالی نقصان اُٹھانا پڑا تھا جب کہ بینک کی ساکھ متاثر ہوئی تھی۔

اگلے روز کلاڈ کوہن نے ولیم کو آگاہ کیا کہ وہ ایبل کی ڈمی کمپنی ہی تھی جس نے تمام [illegible] ڈالر کے حصص مارکیٹ میں پھینک دیے تھے۔ اس کمپنی کا نام گارنٹی انویسٹمنٹ کارپوریشن تھا...... کارپوریشن کے ایک نمائندے نے ایک پریس ریلیز میں کہا کہ انہوں نے میکسیکن حکام کی جانب

سے، انٹراسٹیٹ کے شیئرز سے پیچھا چھڑانا مناسب سمجھا تھا۔

پریس نے کارپوریشن کے اس پریس ریلیز کو خوب اُچھالا۔ جمعے کے دن فیڈرل ایوی ایشن ایجنسی نے حادثے کی انکوائری مکمل ہونے سے پہلے ائر لائن کو پرواز کی سہولتیں فراہم کرنے سے انکار کر دیا۔ ائر لائن کے طیارے گراؤنڈ کر دیے گئے۔

ولیم کو یقین تھا کہ انکوائری کا نتیجہ انٹراسٹیٹ کے خلاف نہیں نکلے گا۔ لیکن فی الحال ائر لائن کا تعطل کاروباری اعتبار سے مہلک تھا۔ یہ پریشانی ہی کچھ کم نہ تھی کہ ایک اور افتاد آ پڑی۔ ایک بڑی کمپنی نے آگاہ کیا کہ وہ لیسٹرز میں اپنا اکاؤنٹ ختم کرنے کے سلسلے میں غور کر رہی ہے۔ پریس نے اس خبر کو بھی نمایاں جگہ دی کہ انٹراسٹیٹ کی پشت پر لیسٹرز بینک کا ہاتھ تھا۔

جمعے کے دن اچانک انٹراسٹیٹ کے حصص کی قیمت حیرت انگیز طور پر چڑھنے لگی۔ ولیم کو اس وجہ کو سمجھنے میں دشواری نہیں ہوئی۔ بعد میں کلاڈ کوہن کی رپورٹ نے اس کے اندازے کی تائید کر دی۔ قیمت میں اس اضافے کا سبب بھی ایبل ہی تھا۔ پہلے تو اس نے چڑھی ہوئی قیمت کے دنوں میں اپنے شیئرز بیچ دیے۔ اب وہ پھر انٹراسٹیٹ کے حصص خرید رہا تھا۔ ولیم اس کی ذہانت کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے نہ صرف ولیم کو اور اس کے بینک کو دھچکا پہنچایا تھا بلکہ خود زبردست منافع بھی کمایا تھا۔

پیر کو بورڈ کے اجلاس میں ولیم نے ڈائریکٹرز کو اپنی اور ایبل کی چپقلش کی پوری تفصیل بتائی اور استعفے کی پیش کش کی جو نامنظور کر دی گئی۔ لیکن ولیم، چہروں سے اندازہ لگا سکتا تھا کہ ایبل کے دوسرے حملے کے بعد بینک کے اراکین کا رویہ تبدیل ہو جائے گا۔ اجلاس میں انٹراسٹیٹ ائرویز کی بقا کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ ٹونی نے یقین سے کہا کہ انکوائری کا نتیجہ بینک کے حق میں نکلے گا اور انٹراسٹیٹ جلد ہی تمام مالی نقصانات کا ازالہ کر دے گی۔ تاہم ٹونی نے بعد میں ولیم کے سامنے اعتراف کیا کہ اُن کا یہ فیصلہ بھی بالآخر ایبل ہی کے لیے سودمند ثابت ہوگا۔ لیکن اپنی ساکھ بچانے کے لیے بینک کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔

ٹونی کے دونوں دعوے درست ثابت ہوئے۔ ایس ای سی نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں لیسٹرز بینک کے کردار کو سراہا اور گارنٹی انویسٹمنٹ کارپوریشن کے طرز عمل کی مذمت کی۔ اگلی صبح رپورٹ چھپی تو ولیم کو یہ جان کر حیرت ہوئی کہ انٹراسٹیٹ ایئرویز کے حصص کی قیمتیں لمحہ بہ لمحہ چڑھ رہی تھیں اور جلد ہی حصص کی قیمت ساڑھے چار ڈالر تک پہنچ گئی۔ کلاڈ کوہن نے ولیم کو آگاہ کیا کہ اس بار بھی ایبل ہی حصص کا سب سے بڑا خریدار ہے۔

''میں یہ سب کچھ جاننا نہیں چاہتا۔'' ولیم نے کہا...... ''جو کچھ وہ پہلے کر چکا ہے، اُسے دُہرا بھی سکتا ہے۔ اس کے لیے منافع ہی منافع ہے۔''

''حالانکہ آپ کو اس کی طرف سے اسی اقدام کی ضرورت تھی۔'' کلاڈ نے کہا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم معموں میں باتیں کرنے کے عادی تو کبھی نہیں تھے۔''

''مسٹر ایبل سے یہ پہلی غلطی سرزد ہوئی ہے۔'' کلاڈ نے کہا۔ ''وہ قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ یہ آپ کے لیے حملہ کرنے کا مناسب ترین وقت ہے۔ ایبل کو ابھی تک یہ احساس نہیں ہوا ہے کہ اس نے جو قدم اُٹھایا ہے، وہ غیر قانونی ہے۔''

''میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئی۔''

''سیدھی سی بات ہے۔ آپ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ دُشمنی میں ملوث ہونے کی وجہ سے سامنے کی بات بھی نظر انداز کر جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے پاس موجود حصص مارکیٹ میں ڈھیر کر دیتا ہے تاکہ حصص کی قیمت گر جائے اور بعد میں زیادہ منافع کمانے کی غرض سے انہیں کم قیمت میں دوبارہ خریدتا ہے تو یہ رول 10ب (5) کی خلاف ورزی ہے۔ یہ فراڈ کے ذیل میں آتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ایبل کا مقصد منافع کمانا ہرگز نہیں تھا۔ وہ تو صرف آپ کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ لیکن اب اس کا یہ جواز کون تسلیم کرے گا کہ اس نے حصص سے یہ سوچ کر پیچھا چھڑایا کہ کمپنی ناقابل اعتبار ہے۔ وہ یہ بھی تو پوچھیں گے کہ دوبارہ شیئرز خریدنے کا کیا جواز ہے۔ بہر حال مسٹر کین، میں نے اس سلسلے میں مفصل رپورٹ تیار کر لی ہے۔ اس میں تمام قانونی نکات موجود ہیں۔ کل وہ رپورٹ آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔''

''شکریہ۔'' ولیم نے کہا۔ اب اسے فتح کا احساس ہونے لگا تھا۔

اگلی صبح نو بجے کلاڈ کی رپورٹ ولیم کی میز پر پہنچ گئی...... ولیم نے اسے بہت غور سے پڑھا۔ پھر اس نے بورڈ کا ایک اور اجلاس طلب کیا۔ ڈائریکٹرز نے اس لائحہ عمل کی تائید کر دی، جو رپورٹ کی روشنی میں ولیم نے طے کیا تھا۔ کلاڈ کوہن کو ایک پریس ریلیز جاری کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ وہ پریس ریلیز اگلی صبح وال اسٹریٹ جرنل میں شائع ہونا تھا۔

''لیسٹرز بینک کے چیئرمین مسٹر ولیم کین کے پاس یہ سمجھنے کے لیے معقول وجوہ ہیں کہ گارنٹی کارپوریشن نے انٹر اسٹیٹ ایئرویز کے سیل آرڈر غیر قانونی منافع کمانے کی غرض سے مارکیٹ میں پھینکے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ گارنٹی کارپوریشن نے محض 24 گھنٹے کے اندر انٹر اسٹیٹ کے حصص کی قیمت بری طرح گرگئی کمیشن کی انکوائری میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس میں لیسٹر بینک کا ہاتھ نہیں تھا۔ اب انٹر اسٹیٹ کے حصص کی قیمت پھر چڑھ رہی ہے۔

دوسری طرف گارنٹی کارپوریشن نے پھر بہت بھاری تعداد میں انٹر اسٹیٹ کے حصص خرید لیے ہیں۔ اب ان کی اسٹاک پوزیشن پھر وہی ہے۔ یعنی اُن کے پاس تیس لاکھ ڈالر کے حصص موجود ہیں اس سلسلے میں لیسٹرز بینک کے چیئرمین نے تمام دستاویزات ایکسچینج کمیشن کے فراڈ ڈویژن کو بھجوا دی ہیں انہوں نے ڈویژن سے تفصیلی انکوائری کا مطالبہ بھی کیا ہے۔''

اس پریس ریلیز کے نیچے رول 10ب (5) کا نفس مضمون دیا گیا تھا۔

ولیم نے وال اسٹریٹ جرنل میں یہ پریس ریلیز پڑھا اور مسکرادیا۔ اسے یقین تھا کہ جلد ہی ایبل روسنکی اس سے رابطہ قائم کرے گا۔

ہنری نے ایبل کو یہ پریس ریلیز پڑھ کر سنائی۔ ایبل منہ بگاڑ کر رہ گیا۔ وہ خاموش رہا لیکن اس کی مضطرب انگلیاں میز کو تھپتھپا رہی تھیں۔

''واشنگٹن والے ہر قیمت پر اس معاملے کی تہ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔'' ہنری نے کہا۔

''تم جانتے ہو ہنری، میں نے یہ سب کچھ منافع کمانے کے لیے نہیں کیا تھا۔'' ایبل نے الغانہ انداز میں کہا۔

''میں تو یہ بات جانتا ہوں۔ ایبل لیکن کمیشن والے اس بات کو کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔''

''لعنت ہے۔'' ایبل غرایا۔ ''اب میں کیا کروں؟''

''پہلا کام تو یہ ہے کہ دم سادھ کر بیٹھ جاؤ اور دُعا کرو کہ اس دوران کوئی بہت بڑا اسکینڈل کومت کو مصروف کر دے اور تمہارے معاملے میں انکوائری تعطل کا شکار ہو جائے۔ دوسری طرف کشن ہونے والے ہیں۔ ممکن ہے نئی انتظامیہ اس معاملے کو اتنی اہمیت نہ دے۔ اس کے علاوہ فی الحال لیسٹرز کے شیئرز میں بھی دلچسپی نہ لو۔ باقی معاملات مجھ پر چھوڑ دو۔ میں واشنگٹن کے موکریٹس سے بات کروں گا۔'' ہنری نے کہا۔

''صدر ٹرومین کے دفتر والوں کو بتا دینا کہ گزشتہ الیکشن میں، میں نے انہیں پچاس ہزار ارکا عطیہ دیا تھا اس بار میں ان کے امیدوار کو عطیہ دے سکتا ہوں۔''

''یہ کام تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ بہر حال، میرا مشورہ ہے کہ اس بار پچاس ہزار ڈالر کا لیے ریپبلکن اُمیدوار کی مہم میں بھی دے دینا۔''

"لعنت ہے۔ انہوں نے ایک تل تخلیق کر دیا ہے...... اور اگر ہم نے کین کو موقع دیا تو وہ اسے پہاڑ بنا ڈالے گا۔" ایبل کی انگلیاں، اب بھی میز پر متحرک رہی تھیں اور اس کے ذہنی اضطراب کی عکاسی کر رہی تھیں۔



کلاڈ کی رپورٹ کے ذریعے ولیم کو معلوم ہوا کہ ایبل نے لیسٹرز سے متعلق تمام کمپنیوں کے شیئرز کی خرید وفروخت روک دی ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ اب اس کے سامنے یورپ میں زیادہ سے زیادہ بیرن ہوٹل تعمیر کرنے کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ کلاڈ کا خیال تھا کہ ایبل انکوائری کے فیصلے تک کوئی قدم نہیں اُٹھانا چاہتا۔

کمیشن کے نمائندے نے ولیم سے کئی ملاقاتیں کی تھیں۔ وہ کھل کر گفتگو کرتا تھا لیکن اس سے انکوائری کی پروگریس کے متعلق کچھ پتہ نہ چل سکا۔ بالآخر تفتیش مکمل ہوگئی۔ نمائندے نے ولیم کے تعاون پر اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد ولیم کو معلوم نہ ہو سکا کہ انکوائری کا نتیجہ کیا نکلا۔

صدارتی انتخابات قریب آ گئے تھے۔ صدر ٹرومین کی توجہ کا مرکز اب صرف ان کی انتخابی مہم تھی۔ ولیم کو خدشہ تھا کہ اس چکر میں ایبل صاف بچ نکلے گا۔ دوسری طرف اسے یہ احساس بھی تھا کہ ہنری، واشنگٹن میں اپنا اثر ورسوخ بروئے کار لا رہا ہوگا۔ کلاڈ نے اسے بتایا تھا کہ ایبل نے صدر ٹرومین کی انتخابی مہم میں 50 ہزار کا عطیہ دیا تھا۔ اس بار کلاڈ کی رپورٹ سے اسے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ ایبل نے ڈیموکریٹک اُمیدوار ایڈلائی کی مہم میں بھی 50 ہزار ڈالر کا عطیہ دیا ہے ریپبلکن انتظامیہ آئزن ہاور کی مہم میں الگ 50 ہزار ڈالر دیے گئے تھے۔ خود ولیم صرف ریپبلکن انتظامیہ فراڈ کے اس کیس کو اہمیت نہیں دے گی۔

4 نومبر 1952ء کو آئزن ہاور امریکہ کے صدر منتخب ہوئے تو ولیم نے جان لیا کہ ایبل فراڈ کیس سے بچ نکلا ہے۔ بس وہ اتنی توقع کر سکتا تھا کہ ایبل کو یہ سبق یاد رہے گا۔ اور وہ لیسٹرز میں گڑبڑ کا خیال دل سے نکال دے گا...... ایک خوش آئند بات یہ تھی کہ ہنری اپنی نشست کھو بیٹھا تھا۔ کلاڈ نے اپنی رپورٹ میں خیال ظاہر کیا تھا کہ اب ہنری، ایبل کے لیے پہلے جتنا اہم نہیں رہے گا۔ شکاگو میں یہ افواہ عام تھی کہ ہنری اپنی دوسری بیوی کو طلاق دینے کے بعد جوئے کی طرف متوجہ ہوا ہے اور بھاری رقمیں ہار رہا ہے۔ وہ ایبل کا مقروض بھی تھا۔

کافی عرصے بعد ولیم نے سکون کا سانس لیا۔ نئی انتظامیہ کا پہلا سال گزرتے گزرتے ولیم اور پرسکون ہوگیا۔ لیسٹرز میں ایبل کی خطرناک دلچسپی اب ماضی کی بات لگتی تھی۔ اس نے کلاڈ سے کہا کہ اس کے خیال میں ایبل سے اس کا پیچھا چھوٹ چکا ہے۔ کلاڈ نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

ولیم اب لیسٹرز کے ارتقا کے لیے سرگرم ہوگیا۔ اُسے احساس تھا کہ اب وہ یہ سب کچھ اپنے لیے کم اور اپنے بیٹے کے لیے زیادہ کر رہا ہے۔ بینک کا اسٹاف اب اسے اولڈ مین کہنے لگا تھا۔

"یہ تو ہونا ہی تھا" کیٹ نے کہا۔

"تمہارے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہوا؟" کیٹ نے نظریں اُٹھا کر دیکھا۔ ولیم مسکرا رہا تھا۔ "تم تو پہلے سے زیادہ حسین ہوگئی ہو۔"

رچرڈ کی 21 ویں سالگرہ اب محض ایک سال دور رہ گئی تھی۔ ولیم نے اپنی وصیت ترتیب دے ڈالی۔ اس نے پچاس لاکھ ڈالر کیٹ کے لیے اور بیس بیس لاکھ ڈالر دونوں بچیوں کے لیے چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ باقی سب کچھ رچرڈ کے لیے تھا۔ اس نے ہاورڈ یونیورسٹی کو دس لاکھ ڈالر عطیہ دینے کا فیصلہ بھی کیا۔

رچرڈ، ہاورڈ میں بہت خوش تھا۔ وہ یونیورسٹی کے آرکسٹرا میں شامل تھا۔ اس کے علاوہ، وہ یونیورسٹی کی بیس بال ٹیم کا ایک اہم کھلاڑی بھی تھا۔ یہ کامیابیاں ولیم کے لیے بھی متاثر کن تھیں۔ کیٹ کو اپنے بیٹے پر فخر تھا۔ پھر ہاورڈ میں رچرڈ کی تعلیم مکمل ہوگئی۔ وہ میری نامی لڑکی کے ساتھ گھر پہنچا۔ ولیم نے اُن کا کھلے دل سے استقبال کیا، کیونکہ میری، ایلن لائڈ کی نواسی تھی۔

یکم اکتوبر 55ء کو رچرڈ ہاورڈ بزنس اسکول چلا گیا۔



ایبل 52ء میں استنبول کے دورے سے واپس آیا تو اسے ڈیوڈ میکسٹن کی موت کی خبر ملی۔ ڈیوڈ میکسٹن اس کا محسن تھا۔ اس نے ایبل کو اس وقت مالی سہارا دیا تھا، جب وہ ڈوب رہا تھا۔ آج بیرن گروپ کا روشن مستقبل ڈیوڈ ہی کا رہین منت تھا۔ ایبل نے تدفین میں شرکت کی، پھر وہ ڈیوڈ کی بیوہ سے ملا۔ اس نے بیوہ کو بتایا کہ وہ زندگی میں جب بھی چاہے، مہمان کی حیثیت سے کسی بھی بیرن ہوٹل میں قیام کر سکتی ہے۔ ڈیوڈ کی بیوہ اس مہربانی کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

اگلے روز وہ نیویارک پہنچا۔ اس کے دفتر کی میز پر ہنری کی رپورٹ موجود تھی۔ اس میں خوشخبری تھی کہ اب گارنٹی انویسٹمنٹ والا معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ ہنری نے خیال ظاہر کیا تھا کہ آئزن ہاور انتظامیہ، گارنٹی کارپوریشن والے معاملے کو آگے نہیں بڑھائے گی۔ خصوصاً اس صورت میں کہ گزشتہ ایک سال کے دوران انٹر اسٹیٹ کے اسٹاکس مستحکم رہے ہیں۔

ایبل نے اس کے باوجود آئندہ دو برس یورپ میں بیرن ہوٹلوں کی تعمیر کی نذر کر دیے۔ پیرس بیرن 53ء میں اور لندن بیرن 54ء کے اواخر میں مکمل ہوا۔ ان کے علاوہ برسلز، روم، ایمسٹرڈم، جنیوا، بون، ایڈن برگ، کینس اور اسٹاک ہوم میں بھی اس سلسلے میں پیش رفت ہوئی ایبل اس عرصے

میں اتنا مصروف رہا کہ اسے ولیم کین کے متعلق سوچنے تک کی فرصت نہ مل سکی۔ اس عرصے میں اس نے لیسٹرز کے حصص خریدنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ البتہ پہلے کے خریدے ہوئے شیئرز اب بھی اس کے قبضے میں تھے۔ اب وہ موقعے کا منتظر تھا۔ اس بار وہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے۔ ولیم پر فیصلہ کن ضرب لگانا چاہتا تھا۔ جون 55ء میں فلورینا کی تعلیم مکمل ہونا تھی۔ ایبل چاہتا تھا کہ وہ ہوٹلوں میں قائم شدہ دُکانیں سنبھالے، جو ایک چھوٹی موٹی مملکت کا روپ دھار گئی تھیں۔

فلورینا کو ایبل کی یہ تجویز پسند تھی لیکن اس کا کہنا تھا کہ پہلے اسے تجربہ حاصل کرنا چاہیے۔ ڈیزائننگ، رنگوں اور تنظیم کی صلاحیت تو اسے قدرت کی طرف سے ودیعت ہوئی تھی۔ فلورینا نیویارک کے عام اسٹور میں ملازمت کر کے تجربہ حاصل کرنا چاہتی تھی اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے ذریعے آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ ایبل کی بیٹی کی حیثیت سے اُبھرنے میں اس کی صلاحیتوں کی توہین تھی۔ ایبل نے اس کی یہ بات تسلیم کرلی لیکن جب فلورینا نے اسے بتایا کہ وہ سیلز گرل کی حیثیت سے اپنے کیریر کا آغاز کرنا چاہتی ہے تو ایبل سناٹے میں آ گیا۔

"کیا تم سنجیدہ ہو، اتنی تعلیم کے بعد سیلز گرل بننا......"

"جی ہاں...... میں سنجیدہ ہوں۔ آپ نے بھی تو پلازہ میں ویٹر کی حیثیت سے کام کیا تھا۔"

"ایبل نے اپنی بیٹی کی آنکھوں میں جھانکا اور جان لیا کہ وہ اسی کی بیٹی ہے...... اور جو کچھ کہہ رہی ہے، اس پر عمل بھی کرے گی۔ اس نے ہتھیار ڈال دیے۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اس نے ایک ماہ باپ کے ساتھ یورپ کی سیاحت میں گزارا۔ اس دوران اس نے بیرن گروپ کے ہوٹلوں کے ارتقا کا جائزہ لیا۔ اس نے بریسلو بیرن کا افتتاح بھی کیا۔

نیویارک واپس آتے ہی اس نے اخباروں میں "ضرورت ہے" کالم کھنگالے اور بالآخر جونیئر سیلز اسسٹنٹ کی اسامی کے لیے درخواست دے دی۔ اس نے درخواست میں اپنا نام جیسی کوسکی تحریر کیا تھا۔ اپنے باپ کے احتجاج کے باوجود اُس نے بیرن ہوٹل کے سوئٹ میں رہنا مناسب نہ سمجھا۔ ایبل نے اُسے بائیسویں سالگرہ کے تحفے کے طور پر ایک چھوٹا سا اپارٹمنٹ خرید کر دیا اور وہ فوری طور پر اس میں منتقل ہوگئی۔

سب سے پہلے اسے کاسمیٹکس کا شعبہ دیا گیا۔ چھ ماہ بعد وہ اس قابل ہوگئی کہ آزادانہ اپنی بیوٹی شاپ چلا سکتی تھی۔ بلومنگ اسٹور میں لڑکیاں جوڑیوں کی شکل میں کام کرتی تھیں۔ فلورینا نے اس سے فائدہ اُٹھایا اور اسٹور کی سست ترین لڑکی کو اپنی پارٹنر کی حیثیت سے منتخب کیا۔ اس کی پارٹنر میسی کو دو ہی دلچسپیاں تھیں۔ ٹھیک چھ بجے چھٹی کرنا...... اور بوائے فرینڈ بنانا۔ پہلا کام دن میں ایک بار

ہوتا تھا اور دوسرا ہمہ وقتی کام تھا۔

جلد ہی ان دونوں میں دوستی ہوگئی۔ فلورینا نے اپنی پارٹنر سے یہ گر بھی سیکھ لیا کہ فلور منیجر کو بے خبر رکھ کر کام چوری کیسے کی جا سکتی ہے۔ اس کا اس پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں تھا، بلکہ وہ فلور منیجر کی حیثیت سے مستقبل میں اس گر سے استفادہ کرنا چاہتی تھی۔

اس حقیقت کے باوجود کہ میسی، کاسمیٹکس فروخت کرنے سے زیادہ اُن کے استعمال میں دلچسپی رکھتی تھی...... کاسمیٹکس کے کاؤنٹر کے منافعے میں قابلِ قدر اضافہ ہوا۔ میسی کی مستعدی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسے محض اپنے ناخن رنگنے میں دو گھنٹے لگتے تھے۔ پھر انہیں ڈریس کاؤنٹر پر لگا دیا گیا، جہاں، میسی لباس ٹرائی کرتی تھی جب کہ فلورینا انہیں فروخت کرتی تھی۔ میسی کو مردوں کو لبھانے کا ہنر بھی خوب آتا تھا۔ ہوتا یہ کہ پہلے میسی اُنہیں لبھاتی اور پھر فلورینا اُن کے ہاتھ کوئی سا بھی لباس فروخت کر دیتی...... یوں یہ شراکت یہاں بھی کامیاب ثابت ہوئی۔ اگلے چھ ماہ میں اس کاؤنٹر کے منافعے کا گراف بھی اُوپر گیا۔ فلور منیجر نے تسلیم کرلیا کہ یہ دونوں لڑکیاں شراکت کے لیے موزوں ترین ہیں۔ فلورینا کو اس تاثر کی نفی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اسٹور کی تمام لڑکیوں کو اپنی پارٹنرز سے شکایت رہتی تھی کہ وہ بہت تھوڑا کام کرتی ہیں، جب کہ فلورینا، میسی کو مثالی پارٹنر قرار دیتی تھی۔

پھر اُن دونوں کو، مین کاؤنٹر پر لگا دیا گیا۔ یہ کاؤنٹر اسٹور کے داخلی دروازے کے ساتھ ہی تھا۔ یہ اسٹور میں کام کرنے والوں کے نزدیک چھوٹا پروموشن کہلاتا تھا۔ اس سے پہلے کوئی لڑکی پانچ سال سے کم سروس میں اس کاؤنٹر پر نہیں پہنچ سکی تھی، جب کہ فلورینا محض ایک سال میں وہاں پہنچ گئی تھی۔ یہ اس کی کارکردگی کا کمال تھا۔ اسٹیشنری ڈیپارٹمنٹ میں میسی بور ہوتی رہی۔ اسے نہ پڑھنے سے دلچسپی تھی، نہ لکھنے سے۔ فلورینا کو تو یہ شک ہونے لگا تھا کہ وہ لکھنا پڑھنا جانتی ہی نہیں ہے۔ بہرحال، میسی اس کے باوجود خوش تھی کیونکہ اس اسٹور میں داخل ہونے والے ہر شخص کی نظر پہلے اس پر ہی پڑتی تھی اور اسے نگاہوں کا مرکز بننا بہت پسند تھا۔

ایبل نے کئی بار چھپ چھپ کر فلورینا کی مصروفیات اور کارکردگی کا جائزہ لیا تھا اور بے حد متاثر ہوا تھا۔ اب ایبل اس وقت کا منتظر تھا، جب فلورینا اپنا کاروبار سنبھالتی۔ وہ اور جارج متفق تھے کہ دو سال کی تربیت ختم ہوتے ہی فلورینا کو بیرن گروپ کا نائب صدر بنا دیا جائے...... اور وہ ہوٹلوں کے تمام اسٹورز کی ذمے داری سنبھالنے۔

....

فلورینا نے بلومنگ اسٹور میں اپنے آخری چھ ماہ جونیئر سپروائزر کی حیثیت سے گزرے۔

وہ چھ کاؤنٹرز کی نگراں تھی۔ اٹھارہ سیلز کلرک اس کی ماتحتی میں کام کر رہے تھے۔ فلورینا نے اسٹور کی انتظامیہ کو آگاہ نہیں کیا تھا کہ وہ جلد ہی ملازمت چھوڑنے والی ہے۔ اب ملازمت چھوڑنے کے دن قریب آ رہے تھے اور فلورینا سوچ رہی تھی کہ اس کی عدم موجودگی میں بے چاری میسی کا کیا بنے گا۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ میسی کو اپنے ساتھ لے جائے گی۔

ایک دن میسی نے اشارہ کر کے فلورینا کو بتایا اور دور سے ایک نوجوان دکھایا، جو دستانے منتخب کر رہا تھا۔ ''کیا خیال ہے؟ کیسا ہے؟'' اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

فلورینا نے نظریں اُٹھا کر اُسے دیکھا۔ عموماً میسی کی پسند اُسے ناپسند ہوتی تھی لیکن اس بار معاملہ مختلف ثابت ہوا۔ وہ نوجوان اسے بے حد پرکشش لگا۔ فلورینا اس روز میسی سے حسد محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی۔ ''اچھا ہے۔'' اس نے کہا اور اپنے کاؤنٹر کی طرف واپس چلی گئی۔

میسی نوجوان کی طرف بڑھ گئی۔ فلورینا اُنہیں دیکھتی رہی۔ اُسے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہ بار بار بے تابی سے اُس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ بالآخر اس نے سیاہ چرمی دستانے خریدے اور چلا گیا۔

''کہو، کچھ امید بندھی؟'' فلورینا نے میسی سے پوچھا، لیکن اس روز اس کا انداز حاسدانہ تھا۔

''فی الوقت تو کوئی خاص بات نہیں، لیکن مجھے امید ہے کہ وہ واپس آئے گا۔''

میسی کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ اگلے روز وہ نوجوان پھر دستانوں والے کاؤنٹر پر موجود تھا...... اور پہلے سے زیادہ پریشان نظر آ رہا تھا۔

''چلو میسی...... تم تو لگ جاؤ دھندے سے۔'' فلورینا نے کہا۔ میسی چلی گئی۔ نوجوان نے فوراً ہی دستانے خریدے اور چلا گیا۔ فلورینا دل ہی دل میں ہنس دی۔

''دو جوڑی دستانے خرید چکا ہے۔'' فلورینا نے کہا۔ ''میرے خیال میں وہ تمہاری قربت کا مستحق ہو چکا ہے۔''

''لیکن اس نے مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا۔'' میسی کے لہجے میں مایوسی تھی۔

''نہیں......'' فلورینا کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''تو کیا اُسے دستانے خریدنے کا خبط ہے؟''

''میرے خیال میں وہ بہت معصوم ہے۔''

''لگتا تو ایسا ہی ہے۔'' فلورینا نے تائید کی۔

اگلے روز نوجوان پھر آیا۔ میسی دوسرے گاہکوں کو چھوڑ کر اس کی طرف لپکی۔ فلورینا اس کے چھوڑے ہوئے گاہکوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ لیکن کن انکھیوں سے وہ ان دونوں کا جائزہ لیتی رہی۔ اس بار اُن کے درمیان طویل گفتگو ہوئی۔ بالآخر نوجوان ایک جوڑی دستانے خرید کر رخصت ہو گیا۔

''اس بار تو بات بن ہی گئی ہو گی۔'' فلورینا نے کہا۔

''لگتا تو ایسا ہی ہے۔'' میسی نے جواب دیا۔ ''لیکن اس نے مجھے آج بھی مدعو نہیں کیا۔''

فلورینا حیران رہ گئی۔

''دیکھو، اگر وہ کل آئے تو تم اسے سرو کرنا۔'' میسی نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''میرا خیال ہے، وہ شرمیلا آدمی ہے۔ مجھے بلا وجہ دعوت نہیں دے گا۔''

فلورینا ہنسنے لگی۔ ''میرا خیال ہے، اس صورت میں اسٹور ایک جوڑی دستانے کی فروخت سے بھی محروم ہو جائے گا۔''

نوجوان بے حد مستقل مزاج ثابت ہوا۔ وہ اگلے دن بھی مقررہ وقت پر اسٹور میں داخل ہوا۔ اس بار بھی اس نے دستانوں والے کاؤنٹر کا رُخ کیا تھا میسی نے فلورینا کو ٹہوکا دیا۔ فلورینا دستانوں والے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔ ''میں آپ کی کچھ مدد کر سکتی ہوں؟'' اس نے نوجوان سے کہا۔

''جی نہیں...... میرا مطلب ہے، جی ہاں'' نوجوان گڑبڑا گیا۔ ''مجھے دستانوں کی ایک جوڑی درکار ہے۔''

فلورینا نے نیلے رنگ کے دستانے اس کی طرف بڑھا دیے کیونکہ نوجوان اب تک صرف اسی رنگ کے دستانے خریدتا آیا تھا۔ نوجوان نے شک آمیز نگاہوں سے فلورینا کو دیکھا، پھر اس نے دستانے پہن کر دیکھے۔ وہ کچھ ڈھیلے تھے۔ فلورینا نے اسے ایک اور جوڑی دی...... لیکن وہ تنگ تھی۔ تیسری جوڑی اس کے بالکل ٹھیک آئی۔

''میرا خیال ہے، اب آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔'' فلورینا نے کہا۔

''جی نہیں۔''

''فلورینا نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ ''میں میسی کو بھیجتی ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''آپ اسے مدعو کر لیں نا۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ وہ انکار نہیں کرے گی۔''

''ارے نہیں...... آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔'' نوجوان نے جلدی سے کہا۔ ''میں اُسے نہیں...... آپ کو مدعو کرنا چاہتا ہوں۔''

فلورینا ششدر رہ گئی۔ اس سے کچھ بولا بھی نہیں گیا۔

اب نوجوان کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ ''آج آپ میرے ساتھ ڈنر پر چلیں گی؟'' اس نے پوچھا۔

''جی ہاں۔'' فلورینا نے بلا ارادہ جواب دیا۔

''میں آپ کو آپ کے گھر سے لے لوں؟''

''اب فلورینا سنبھالا لے چکی تھی۔''جی نہیں......'' اس نے کہا۔ وہ اپنا اپارٹمنٹ کسی کو دکھانا نہیں چاہتی تھی۔ کون یقین کرتا کہ وہ ایک سیلز گرل کا اپارٹمنٹ ہوسکتا ہے۔'' میں آپ کو کسی ریستوراں میں مل جاؤں گی۔''

''کہاں؟''

فلورینا سوچ میں پڑ گئی۔ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا تھا۔

''ایلین ریستوران کیسا رہے گا؟'' نوجوان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' فلورینا نے جواب دیا۔''میں آٹھ بجے وہاں پہنچ جاؤں گی۔''

نوجوان اسٹور سے نکلا تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ فلورینا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر اسے خیال آیا کہ نوجوان خریدے ہوئے دستانے لے جانا بھول گیا ہے۔

اس رات فلورینا کے لیے لباس کا انتخاب بھی مسئلہ بن گیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اُسے نوجوان کا نام تک معلوم نہیں۔ اسے ہنسی آگئی۔ اسے لباس کا انتخاب کرتے ہوئے یہ خیال بھی رکھنا تھا کہ وہ محض ایک سیلز گرل ہے۔ بہرحال، اسے احساس تھا کہ اس کا دل کچھ عجیب انداز سے دھڑک رہا ہے۔

وہ آٹھ بجے سے کچھ پہلے ہی گھر سے نکلی۔ کچھ دیر بعد اُسے ٹیکسی مل گئی۔ وہ ریستوراں چند منٹ تاخیر سے پہنچی۔

نوجوان بار میں موجود تھا۔ اس نے فلورینا کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ وہ بلیزر کوٹ میں بہت جچ رہا تھا۔

''مجھے افسوس ہے کہ میں تاخیر سے......''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' نوجوان نے اس کی بات کاٹ دی۔''اصل اہمیت اس بات کی ہے کہ تم آگئیں۔''

''تمہارا خیال تھا کہ میں نہیں آؤں گی؟''

''مجھے یقین نہیں تھا۔ اور ہاں...... مجھے تو تمہارا نام بھی معلوم نہیں ہے۔''

''جیسی کوسکی......اور تمہارا نام؟''

''رچرڈ کین۔'' نوجوان نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

فلورینا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔''اور تم دستانے خریدنے کے علاوہ بھی کچھ کرتے ہو؟'' اس نے شوخ لہجے میں کہا۔

وہ ہنسنے لگا۔ فلورینا کو اس کے انداز کا بے ساختہ پن بہت پسند آیا۔

ان دونوں نے کھانے کا آرڈر دیا۔ وہ دونوں ہی اس قربت سے بہت زیادہ لطف اندوز

ہو رہے تھے۔ رچرڈ تھیٹر اور موسیقی کے متعلق گفتگو کرتا رہا۔ اس کے انداز میں اتنی بے ساختگی اور سچائی تھی کہ دونوں کے درمیان جلد ہی بے تکلفی ہوگئی۔ ان کی دلچسپیاں مشترک تھیں۔ فلورینا نے رچرڈ کو اپنے بارے میں صرف اتنا بتایا کہ وہ ایک پولش گھرانے سے تعلق رکھتی ہے...... جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، فلورینا کو اپنے جھوٹ پر پشیمانی ہونے لگی۔ پھر اس نے سوچا، ضروری تو نہیں کہ ان دونوں کی مستقبل میں کوئی اور ملاقات بھی ہو۔

وہ ریستوراں سے نکلے۔ رچرڈ، فلورینا کے لیے ٹیکسی روکنے کی کوشش کرنے لگا لیکن کوئی خالی ٹیکسی نظر نہیں آئی۔ بالآخر اس نے فلورینا سے پوچھا۔''تمہیں کہاں جانا ہے؟''

''57ویں سڑک پر'' فلورینا نے بے سوچے سمجھے جواب دیا۔

''تب تو پیدل چلنا بہتر رہے گا۔'' رچرڈ نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں، ہاتھ میں ہاتھ ڈالے، پیدل چل دیے۔ راستے میں باتیں ہوتی رہیں۔ کئی بار فلورینا کا جی چاہا کہ اپنے بارے میں حقیقت اُگل دے لیکن ہر بار اس نے خود پر قابو پالیا۔ پھر وہ ایک پرانے اپارٹمنٹ ہاؤس کے سامنے رک گئی۔ اس کا اپنا اپارٹمنٹ اس سے سو گز کے فاصلے پر تھا۔ ''میں یہاں اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہوں۔'' اس نے کہا۔

رچرڈ نے کچھ ہچکچاہٹ کے بعد اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔''مجھے یقین ہے، تم مجھ سے آئندہ بھی ملنا پسند کرو گی۔'' اس نے کہا۔

''یقیناً۔'' فلورینا نے نرم لہجے میں کہا۔

''کل؟ کل ہم بلیو اینجل چلیں گے۔ وہاں کا ماحول بیحد حسین ہوتا ہے۔''

فلورینا سوچ میں پڑ گئی، پھر بولی۔''ٹھیک ہے۔''

''میں کل رات دس بجے تمہیں یہیں سے لینے آؤں گا۔'' رچرڈ نے کہا۔

''نہیں نہیں۔'' فلورینا جلدی سے بولی۔''میں وہیں پہنچ جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے جیسی۔ کل دس بجے ملیں گے۔ گڈ نائٹ۔''

فلورینا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا تو وہ اپنے اپارٹمنٹ ہاؤس کی طرف بڑھ گئی۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ کاش اس نے اتنے زیادہ جھوٹ نہ بولے ہوتے۔ پھر وہ یہ سوچ کر رہ گئی کہ یہ محض چند روزہ رفاقت ہی تو ہے۔ لیکن اس کے دل کے کسی گوشے میں یہ آواز گونج رہی تھی کہ کاش ایسا نہ ہو۔

اگلے روز اسٹور میں میسی، رچرڈ کے بارے میں سوالات کرتی رہی جب کہ فلورینا موضوع بدلنے کی کوششیں کرتی رہی۔ یہ تقریباً دو سال میں پہلا موقع تھا کہ فلورینا چھٹی کا وقت ہوتے ہی

اسٹور سے نکل آئی۔ اس روز اس نے بہت خوب صورت لباس پہنا۔ وہ بلیو اینجل پہنچی تو رچرڈ اس کا منتظر تھا۔ وہ دونوں لاؤنج میں چلے گئے...... جہاں بابی شارٹ کی خوب صورت آواز فضا میں تیر رہی تھی۔تم سچ بول رہی ہو یا میں بھی تمہارا کوئی جھوٹ ہوں۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو بابی نے فلورینا کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔فلو، ینا ایسی بن گئی، جیسے کچھ دیکھا ہی نہ ہو۔ بابی شارٹ دو تین بار بیرن میں اپنے فن کا مظاہرہ کر چکا تھا۔فلورینا کو گمان بھی نہیں تھا کہ وہ اسے دیکھ کر پہچان سکے گا۔ پھر اس نے سوچا، ممکن ہے، بابی کسی اور کی طرف متوجہ رہا ہو۔

رچرڈ نے پہلے تو فلورینا سے دن بھر کی مصروفیات کے بارے میں استفسار کیا۔فلورینا اس سلسلے میں کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ تو اب رچرڈ کے سامنے صرف اعترافِ حقیقت کرنا چاہتی تھی۔''رچرڈ...... میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔''

اسی وقت ایک طویل القامت خوبرو نوجوان ان کی میز کے پاس آ کھڑا ہوا۔''ہیلو رچرڈ'' اس نے خوش دلی سے کہا۔

''ہیلو اسٹیو...... ان سے ملو یہ ہیں جیسی کوسکی۔ اور جیسی، یہ ہے اسٹیو میلون۔ ہم ہاورڈ میں ساتھ پڑھتے ہیں۔'' رچرڈ نے ان دونوں کا تعارف کرایا۔

کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد اسٹیو معذرت کر کے چلا گیا۔لیکن اظہارِ حقیقت کا لمحہ گزر چکا تھا۔ اب رچرڈ، فلورینا کو اپنے مستقبل کے عزائم کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ بتا رہا تھا کہ بزنس اسکول سے فارغ ہو کر اپنے باپ کے بینک لیسٹرز میں کام کرے گا۔فلورینا کو یہ نام سنا ہوا لگا، لیکن یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ کہاں سنا تھا نہ جانے کیوں اُسے یہ چیز پریشان کن معلوم ہو رہی تھی۔ پھر اس نے اس ناخوشگوار احساس کو ذہن سے جھٹک دیا۔

گزشتہ رات کی طرح وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے پیدل ہی 57 ویں سڑک کی طرف چل دیے۔گزشتہ شب کی طرح ہی رچرڈ نے اسے شب بخیر کہا اور رات کی تاریکی میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔فلورینا نے سکون کی سانس لیا۔ اس بار رچرڈ نے اگلے روز کے لیے ملاقات کی فرمائش نہیں کی تھی۔

لیکن پیر کے دن رچرڈ نے اس کے اسٹور فون کیا اور جمعے کی رات ڈنر پر مدعو کیا تو فلورینا کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

اس کے بعد وہ تقریباً ہر روز ملتے رہے۔ انہوں نے فلمیں دیکھیں، کنسرٹ میں گئے...... یہاں تک کہ بیس بال کے میچ بھی دیکھے۔ ایک ہفتہ گزرنے کے بعد فلورینا کو احساس ہوا کہ وہ اب تک اپنے بارے میں اتنے سارے چھوٹے چھوٹے جھوٹ بول چکی ہے کہ اب سچ بول کر وہ رچرڈ کو

الجھن میں مبتلا کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی۔ اتوار کی رات رچرڈ کو ہاورڈ کے لیے روانہ ہونا تھا۔ فلورینا نے خود فریبی کی کیفیت میں یہ سوچا کہ جب یہ تعلق برقرار رہنا ہی ہے تو جھوٹ اور سچ سے کیا فرق پڑتا ہے۔

لیکن جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ رچرڈ سے اس کا تعلق سطحی نہیں ہے۔ رچرڈ، ہاورڈ میں ٹرم کے دوران ہر روز اسے فون کرتا رہا...... اور ہر ویک اینڈ پر وہ اس سے ملنے بھی آیا۔ دوسری طرف فلورینا کو اس تکلیف دہ حقیقت کا بھی احساس ہو گیا کہ وہ غیر محسوس طریقے سے رچرڈ کی محبت میں گرفتار ہوتی رہی ہے، اور اب واپسی کا کوئی سوال بھی نہیں ہے۔ پھر اسے یہ احساس بھی ہو گیا کہ اس صورت میں اسے رچرڈ کو حقیقت سے آگاہ کرنا ہوگا...... یہ اعتراف بھی کرنا ہوگا کہ وہ اب تک جھوٹ بولتی رہی ہے۔



رچرڈ کے لیے پڑھائی پر توجہ مرکوز رکھنا بےحد دشوار ثابت ہو رہا تھا۔ وہ جیسی کی محبت میں اس تیزی سے گرفتار ہوا تھا کہ اسے سنبھلنے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی۔ وہ تو صرف ایک بات پر غور کر رہا تھا، وہ اپنے باپ کو کیسے بتائے کہ وہ ایک پولش سیلز گرل سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ اس کے والدین کو اس کی پسند کو تسلیم کرنا ہوگا۔ اس نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ آئندہ ویک اینڈ پر وہ جیسی کو پروپوز کرے گا۔

رچرڈ ہر جمعے کو گھر واپس آتا تھا۔ ہر جمعے کی شام وہ کچھ نہ کچھ خریدنے کے بہانے بلومنگ اسٹور کا رُخ کرتا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ جیسی کو اس کی آمد کا پتہ چل جائے۔ اب تک اس کے پاس خاصی تعداد میں دستانے جمع ہو چکے تھے۔ اس شام اس نے اپنی ماں سے کہا کہ وہ بلیڈ خریدنے کے لیے جا رہا ہے۔

''کوئی ضرورت نہیں بیٹے۔ تم اپنے ڈیڈی کے بلیڈ استعمال کر سکتے ہو'' کیٹ نے کہا۔

''ارے نہیں ممی...... ویسے بھی اس سلسلے میں میری اور ڈیڈی کی پسند مختلف ہے۔ بس، میں ابھی آیا۔''

''اس نے بچوں کی سی بے صبری کے ساتھ اسٹور کی طرف دوڑ لگائی اور جب وہاں پہنچا تو، اسٹور بند ہونے ہی والا تھا۔ اس نے جیسی سے ساڑھے سات بجے کا وقت پہلے ہی طے کر لیا تھا، لیکن مزید کچھ وقت ساتھ گزارنے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ ملاقات سے پہلے ایک چھوٹی سی ملاقات! اس لہٰذا وہ اسٹیو کے اس مقولے پر ایمان لے آیا کہ محبت کرنے والے بے وقوف ہوتے ہیں۔

یہ دیکھ کر اسے مایوسی ہوئی کہ جیسی موجود نہیں تھی۔ میسی سے اسے پتہ چلا کہ جیسی ابھی ابھی

گھر جانے کے لیے نکلی ہے۔ رچرڈ بھاگتا ہوا اسٹور سے نکلا۔ سڑک پر وہ اسے تلاش کرتا رہا۔ بالآخر وہ اسے نظر آ گئی۔ لیکن وہ گھر جانے کے بجائے ففتھ ایونیو کی طرف بڑھ رہی تھی۔ رچرڈ کا ذہن الجھ گیا۔ وہ کچھ فاصلے پر اس کا تعاقب کرتا رہا۔ 48 ویں سڑک پر وہ ایک بک اسٹال میں داخل ہو گئی۔ یہ بات بھی الجھا دینے والی تھی کیونکہ کتابیں تو وہ بلومنگ کے اسٹیشنری کاؤنٹر پر سے بھی حاصل کر سکتی تھی۔ جیسی نے سیلز مین سے کچھ کہا۔ سیلز مین نے دو کتابیں اس کی طرف بڑھا دیں۔ جیسی نے قیمت ادا کرنے کی بجائے بل پر دستخط کر دیے۔ یہ بات بھی رچرڈ کے لیے حیران کن تھی۔ وہ جلدی سے اوٹ میں ہو گیا کیونکہ جیسی اسٹور سے نکل رہی تھی۔

رچرڈ اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ لڑکی درحقیقت کون ہے۔ اس اثنا میں جیسی بیڈل اسٹور میں داخل ہو گئی، چوکیدار نے اُسے زوردار سلیوٹ سے نوازا۔ رچرڈ کھڑکی سے اندر کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اسٹور میں جیسی کی پذیرائی غیر معمولی انداز میں کی گئی۔ ایک بوڑھی عورت نے ایک پیکٹ، جیسی کی طرف بڑھایا۔ انداز ایسا تھا جیسے اسے جیسی کی آمد کی توقع رہی ہو۔ جیسی نے پیکٹ کھول کر دیکھا۔ اس میں خوبصورت رنگ برنگے ملبوسات تھے...... قیمتی ملبوسات جیسی نے اظہار پسندیدگی کے انداز میں سر کو جنبش دی۔ فلورینا نے اس بار بھی بل پر دستخط کر دیے۔

جیسی اسٹور سے نکلی اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ رچرڈ نے بھی جلدی سے ٹیکسی پکڑی اور ڈرائیور کو جیسی کی ٹیکسی کا تعاقب کرنے کی ہدایت کی۔ جیسی کی ٹیکسی اس اپارٹمنٹ ہاؤس کے سامنے سے گزر گئی۔ جہاں رچرڈ اُسے الوداع کہتا تھا۔ اب رچرڈ کو تشویش ہونے لگی۔ بہرحال، اس اپارٹمنٹ ہاؤس سے کوئی سو گز آگے ٹیکسی ایک نوتعمیر شدہ اپارٹمنٹ ہاؤس کے سامنے جا کر رُک گئی۔ دروازے پر ایک باوردی دربان موجود تھا...... دربان نے آگے بڑھ کر جیسی کے لیے دروازہ کھولا۔ رچرڈ بھی اپنی ٹیکسی سے اُتر آیا۔ وہ غصے اور تعجب کی ملی جلی کیفیت میں اپارٹمنٹ ہاؤس کے دروازے کی طرف بڑھا۔

''اے مسٹر...... 95 سینٹ تو دیتے جاؤ۔'' ٹیکسی ڈرائیور نے عقب سے پکارا۔ رچرڈ نے جیب سے پانچ ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا اور بقیہ رقم واپس لیے بغیر ہی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ تیزی سے اندر داخل ہوا۔ جیسی لفٹ کے انتظار میں کھڑی تھی۔ وہ تیزی سے اس طرف لپکا۔ ''یہ سب کیا ڈرامہ رچا رکھا ہے، تم نے مس جیسی؟'' اس نے فلورینا کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔ ''آخر تم کون ہو؟''

''رچرڈ...... مم، میں تو تمہیں پہلے ہی بتا دینا چاہتی تھی۔'' فلورینا ہکلائی۔ ''لیکن ڈیئر...... مجھے موقع نہیں ملا۔''

''بکواس مت کرو۔'' رچرڈ نے اس کے ساتھ لفٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ ''تم نے تین مہینے سے جھوٹ کا طومار باندھ رکھا تھا۔ اب سچ بولنے کا وقت آ گیا ہے۔''

''وہ دونوں لفٹ سے نکل آئے۔ وہ چپ چاپ اپنے اپارٹمنٹ کی طرف چل دی۔ رچرڈ اس کے ساتھ تھا۔ فلورینا نے اس سے پہلے رچرڈ کو کبھی برہم نہیں دیکھا تھا اس نے سمجھ لیا کہ رچرڈ کو غصہ کم آتا ہے لیکن شدت سے آتا ہے۔ رچرڈ نے بنظر غائر اس کے اپارٹمنٹ کو دیکھا۔ اپارٹمنٹ کی آرائش، رچرڈ کے گھر کی آرائش سے کسی طرح بھی کم نہ تھی۔

''سیلز گرل ہونے کی حیثیت سے تو اسے محل قرار دیا جا سکتا ہے۔'' رچرڈ نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''یہ بتاؤ...... یہ تمہیں تمہارے کس عاشق نے خرید کر دیا ہے؟''

جواب میں فلورینا نے اسے زور کا تھپڑ مارا کہ خود اس کا ہاتھ بھی جھنجنا کر رہ گیا۔ ''تمہاری یہ جرأت'' وہ حلق کے بل چیخی۔ ''نکل جاؤ میرے گھر سے۔'' جیسے ہی یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلے، وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ رچرڈ کا جانا اسے گوارا بھی تو نہیں تھا۔

رچرڈ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا...... ''لعنت ہے مجھ پر۔ مجھے ایسی خراب بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ مجھے معاف کر دو۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں...... اور میرا خیال تھا کہ میں تمہیں خوب جانتا ہوں۔ یہ جان کر مجھے صدمہ ہوا کہ تم تو اتنے عرصے کے بعد بھی میرے لیے اجنبی ہو۔''

''رچرڈ...... میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں۔ مجھے افسوس ہے ڈیئر...... یقین کرو، میں تمہیں حقیقت بتانا چاہتی تھی۔ بہرحال، تمہارے سوا میری زندگی میں کبھی کوئی نہیں آیا۔'' فلورینا کی آواز بکھرنے لگی۔

رچرڈ اُسے تھپکتا رہا۔ آہستہ آہستہ وہ دونوں پرسکون ہو گئے۔ بالآخر رچرڈ مطلب کی بات زبان پر لے آیا۔ ''تم جیسی ہو یا تمہارا کوئی بھی نام ہے۔ میں تمہیں اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا، مجھے تبھی تمہاری اہمیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

''میں بھی یہی چاہتی ہوں ڈیئر۔ لیکن پہلے میں تمہیں حقیقت تو بتا دوں۔'' فلورینا نے کہا اور پھر رچرڈ کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔

فلورینا نے محسوس کیا کہ رچرڈ اس کی باتیں سن کر چونکا تھا اور پھر اس کے چہرے پر سائے سے پھیلتے چلے گئے لیکن وہ خاموش رہا۔ فلورینا کے لیے اس کی یہ خاموشی تکلیف دہ ہونے کے علاوہ تعجب خیز بھی تھی۔ ''کیا تمہارا ارادہ تبدیل ہو گیا ہے رچرڈ؟'' فلورینا کے لہجے میں مایوسی تھی۔ ''میرے

بارے میں جاننے کے بعد تمہیں مجھ سے محبت نہیں رہی ہے کیا؟''

''یہ بات نہیں ہے ڈارلنگ۔'' رچرڈ نے آہستہ سے کہا۔ ''ایک اور بات ہے...... میرے ڈیڈی، تمہارے ڈیڈی سے بے پناہ نفرت کرتے ہیں، بلکہ دونوں حضرات ایک دوسرے کے شدید دُشمن ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' فلورینا چونکی۔

''میری موجودگی میں صرف ایک بار ایسا ہوا کہ میرے ڈیڈی کے سامنے تمہارے ڈیڈی کا تذکرہ کیا گیا۔ میرے ڈیڈی ہتھے سے اُکھڑ گئے۔ انہوں نے کہا کہ اس شخص کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے...... کین فیملی کو تباہ و برباد کرنا۔''

''کیا...... کیوں؟'' فلورینا کے لہجے میں الجھن تھی۔ ''میں نے تمہارے ڈیڈی کے بارے میں کبھی نہیں سنا...... وہ دونوں ایک دوسرے کو کیسے جانتے ہیں؟''

رچرڈ نے اس سلسلے میں اپنی ماں کی زبانی جو کچھ سنا تھا، فلورینا کو بتا دیا۔

''میرے خدا...... تو 25 سال بعد بینک تبدیل کرنے کا یہ جواز تھا۔ ڈیڈی کے پاس۔ مجھے یاد ہے، انہوں نے غداری اور بے وفائی کی مذمت بھی کی تھی۔ رچرڈ، اب ہم کیا کریں۔'' فلورینا نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

''ہم اُنہیں سچ سچ بتا دیں گے۔ ہم بے خبر تھے اور پھر غیر محسوس طریقے سے محبت میں الجھتے گئے...... ہم اُنہیں بتا دیں گے کہ ہم شادی کر رہے ہیں۔''

''ہمیں چند ہفتے انتظار کر لینا چاہیے۔'' فلورینا نے کہا۔

''کیوں؟ تمہیں خدشہ ہے کہ تمہارے ڈیڈی تمہارا شادی کا ارادہ بدلوا سکتے ہیں؟''

''یہ بات نہیں رچرڈ۔ البتہ اس طرح ہمیں سوچنے کا موقع مل جائے گا۔ یہ خبر اُن تک دھماکے کی طرح نہیں پہنچنا چاہیے...... بلکہ انہیں بے حد نرمی سے بتایا جائے۔ ہم انہیں سنبھلنے کا موقع بھی تو دیں۔ ممکن ہے، ان کا ردعمل اتنا شدید نہ ہو۔ تم نے خود ہی تو بتایا کہ انٹر اسٹیٹ والے معاملے کو پانچ سال ہو چکے ہیں۔''

''یقین کرو، ان کی، ایک دوسرے کے لیے نفرت اتنی ہی شدید ہے، جتنی ہماری محبت۔ شادی تو دور کی بات ہے...... میرے ڈیڈی تو صرف مجھے تمہارے قریب دیکھ کر بپھر جائیں گے۔''

''تب تو انہیں آہستہ آہستہ، رسانیت سے مطلع کرنا اور ضروری ہو گیا ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں سوچنے کے لیے وقت درکار ہے۔'' فلورینا نے کہا۔

''کچھ بھی ہو۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں جیسی۔''

''جیسی نہیں، فلورینا۔''

''یہ ایک اور الجھن ہے جس پر قابو پانے میں وقت لگے گا۔ مجھے تم سے محبت ہے فلورینا۔''

آئندہ چند ہفتوں میں انہوں نے اپنے والدین کی نفرتوں کے سلسلے میں تفصیلی تحقیقی کام کر ڈالا۔ فلورینا نے اس سلسلے میں اپنی ماں اور انکل جارج کو کریدا...... لیکن، بہت ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ۔ رچرڈ نے اپنے باپ کی فائلیں کھنگال ڈالیں۔ جو کچھ ان دونوں کے علم میں آیا، وہ بہت حیران کن تھا۔ کین اور ایبل کی نفرتیں بے حد شدید تھیں۔ یہ دھماکا خیز خبر رسانیت کے ساتھ ان تک پہنچانا ناممکن تھا۔ اس دوران وہ ملتے بھی رہے۔ رچرڈ فطرتاً بہت مہربان شخص تھا۔ وہ ان مسائل سے فلورینا کی توجہ ہٹانے کے لیے طرح طرح سے اسے بہلا دیتا۔ اس نے فلورینا کو وائلن بجا کر سنایا۔ فلورینا اس کی مہارت سے مسحور ہو کر رہ گئی۔

''اب وقت آ گیا ہے کہ ہم انہیں آگاہ کر دیں۔'' ایک شام رچرڈ نے کہا۔

''میں جانتی ہوں لیکن میں اپنے باپ کو دُکھ دینا نہیں چاہتی۔''

''میں جانتا ہوں۔''

''اب فلورینا اس سے نظریں چرا رہی تھی۔ ''ڈیڈی آئندہ ہفتے کو واشنگٹن سے واپس آ رہے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''گویا فیصلہ کن دن بھی وہی ہو گا۔''

پیر کو رچرڈ، ہاورڈ واپس چلا گیا۔ اُن دونوں کے درمیان فون پر گفتگو ہوتی۔ وہ پر یقین تھے کہ کوئی رُکاوٹ ان کا راستہ کھوٹا نہیں کر سکتی۔ جمعے کو رچرڈ کچھ جلدی نیویارک واپس آ گیا۔ اس نے فلورینا سے نصف دن کی چھٹی کرنے کو کہا۔ وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے، 57 ویں سڑک کی طرف چلتے رہے۔ سڑک پار کرتے ہی انہیں سگنل کی وجہ سے رُکنا پڑا۔ رچرڈ نے وہ انگوٹھی فلورینا کو پہنا دی جو وہ اس کے لیے لایا تھا۔ چھوٹے چھوٹے ہیروں کے درمیان ایک بڑا زمرد جگمگا رہا تھا۔ انگوٹھی اتنی خوبصورت تھی کہ فلورینا کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آئے۔ سڑک پار کرنے کا سگنل تبدیل ہو گیا تھا لیکن وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ روشنی تین چار بار تبدیل ہوئی، تب کہیں جا کر انہوں نے سڑک پار کی۔ سڑک پار کر کے انہوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا اور اپنے اپنے باپ کا سامنا کرنے کے لیے مخالف سمتوں میں چل دیے۔ انہوں نے طے کیا تھا کہ اس محاذ پر لڑنے کے بعد وہ فلورینا کے اپارٹمنٹ میں یکجا ہوں گے۔

فلورینا بیرن ہوٹل کی جانب بڑھ رہی تھی۔ وہ بار بار اپنی انگلی میں موجود انگوٹھی کو دیکھتی۔

اسے اب یہ سب خواب سا لگ رہا تھا۔ جیسے جیسے وہ ہوٹل نزدیک آ رہا تھا، اس کے قدم سست پڑتے جا رہے تھے۔ اس نے انگوٹھی کے زمرد پر انگلی پھیری۔ اس لمس نے گویا اس کے حوصلے میں اضافہ کر دیا...... لیکن قدموں کی رفتار اب بھی سست تھی۔

استقبالیہ کلرک نے اسے بتایا کہ ایبل اور جارج اُوپر پینٹ ہاؤس میں موجود ہیں۔ فلورینا لفٹ کی طرف بڑھ گئی، جب کہ کلرک نے ایبل کو فلورینا کی آمد کی اطلاع دے دی۔ فلورینا 42 ویں منزل پر اترتے ہوئے کچھ ہچکچائی۔ پھر وہ دروازے پر پہنچ کر ٹھٹکی، لیکن ایبل نے دستک کے بغیر ہی دروازہ کھول دیا...... جارج کھڑکی کے پاس کھڑا پارک ایونیو کا نظارہ کر رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر فلورینا کو دیکھا...... اور خیر مقدمی الفاظ کہے۔ فلورینا کی نگاہوں میں التجا تھی۔ یہ التجا کہ جارج اسے ایبل کے ساتھ تنہا چھوڑ دے۔ وہ جارج کے سامنے یہ بات کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی۔ جارج نے اس کی بے چینی محسوس کر لی۔

''ایبل میں چلتا ہوں۔ مجھے کام ہے آج۔ ایک مہاراجہ آنے والا ہے۔'' جارج نے کہا۔

''چھوڑو...... اب تو فلورینا آ گئی ہے۔ کچھ دیر بیٹھو۔'' ایبل نے کہا۔

جارج نے فلورینا کو دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔ ''نہیں ایبل۔ میرا جانا بہت ضروری ہے۔ اس کا استقبال کرنے کے لیے وائس پریذیڈنٹ سے کم لیول کا آدمی نہیں ہونا چاہیے۔ گڈ نائٹ فلورینا۔'' جارج کمرے سے چلا گیا۔ اب نجانے کیوں...... فلورینا سوچ رہی تھی کہ کاش وہ نہ جاتا۔

''تمہارے اسٹور کا کیا حال ہے گڑیا۔'' ایبل نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔

''ڈیڈی، میں شادی کر رہی ہوں۔'' فلورینا نے شرماتے ہوئے کہا اور انگوٹھی والا ہاتھ ایبل کے سامنے پھیلا دیا۔

''اس قدر اچانک؟'' ایبل کے لہجے میں حیرت تھی۔

''نہیں ڈیڈی...... میں اُسے عرصے سے جانتی ہوں۔''

''میں نے کبھی دیکھا ہے اُسے؟'' ایبل کے لہجے میں اشتیاق در آیا۔

''نہیں ڈیڈی۔''

''مجھے اس کے بارے میں بتاؤ، کیا وہ پولش ہے؟ تم نے اب تک مجھے اس کے بارے میں کیوں نہیں بتایا فلورینا؟''

''وہ پولش نہیں ہے ڈیڈی۔ وہ ایک امریکی بینکار کا بیٹا ہے۔''

''ایبل کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ اس نے تیزی سے اپنے لیے ایک جام بنایا اور اور اسے ایک ہی سانس میں حلق میں اتار لیا۔

فلورینا اس کی اذیت سمجھ رہی تھی۔ اس نے اظہارِ حقیقت میں تاخیر مناسب نہ سمجھی۔ ''اس کا نام رچرڈ کین ہے ڈیڈی۔''

''ایبل کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ ''کیا وہ ولیم کین کا بیٹا ہے؟'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔

''جی ہاں۔''

''تم نے یہ بات سوچی کیسے۔ تم جانتی ہو میرا اُس سے کیا تعلق ہے؟ وہ ولیم کین......؟'' ایبل نے نفرت سے کہا۔'' ...... وہ میرے عزیز ترین دوست کی موت کا ذمے دار ہے۔ اس نے مجھے دیوالیہ کرنے کی کوشش بھی کی۔ اگر ڈیوڈ میکسٹن میری مدد نہ کرتا تو وہ مردود اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتا۔ اس صورت میں میں اس وقت کہاں ہوتا۔ تم اس وقت سچ مچ بلومنگ اسٹور پر سیلز گرل ہوتیں۔ تم نے یہ بھی کبھی سوچا؟''

''جی ہاں ڈیڈی...... گزشتہ چند ہفتوں میں، میں نے ہر پہلو پر سوچا ہے۔ میں اور رچرڈ آپ دونوں کی نفرت کی شدت پر حیران ہیں۔ اس وقت وہ بھی اپنے باپ سے اسی سلسلے میں گفتگو کر رہا ہوگا۔''

''بہت خوب میں بتا سکتا ہوں کہ اس کا کیا ردعمل ہوگا۔ بھول جاؤ۔ وہ اپنے بیٹے کو تم سے شادی کرنے کی اجازت کبھی نہیں دے گا۔'' ایبل کی آواز بلند ہو گئی تھی۔

''میں نہیں بھول سکتی ڈیڈی۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ ہمیں آپ کے غصے کی نہیں دُعاؤں کی ضرورت ہے۔'' فلورینا نے مضبوط لہجے میں کہا۔

'' میری بات سنو فلورینا۔'' اب ایبل کی آواز غصے کی شدت سے لرز رہی تھی۔'' آئندہ اس لڑکے سے کبھی نہ ملنا۔ سن لیا تم نے؟''

''سن لیا ڈیڈی۔ لیکن میں اسے ملے بغیر نہیں رہ سکتی۔ صرف اس لیے کہ آپ اس کے باپ سے نفرت کرتے ہیں، میں اُسے نہیں چھوڑ سکتی۔''

''ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں اس مردود کے بیٹے سے شادی کی اجازت نہیں دے سکتا۔ تم مجھے اس طرح چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔''

''میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جا رہی ہوں۔ ڈیڈی...... اگر یہ بات ہوتی تو میں اس کے ساتھ چپکے سے کہیں نکل جاتی۔ میری عمر اکیس سال ہے۔ میں خود مختار ہوں۔ میں رچرڈ سے شادی کر کے اس کے ساتھ عمر گزارنا چاہتی ہوں۔ پلیز...... ڈیڈی میری مدد کیجیے۔ آپ اس سے ملیں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ میں اس کے لیے اتنی دیوانی کیوں ہو رہی ہوں۔''

''وہ کبھی میرے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ میں ولیم کین کی اولاد کی صورت دیکھنا نہیں

چاہتا...... سمجھیں تم؟"

"تب یہ مجبوری ہے ڈیڈی۔ مجھے آپ کو چھوڑنا ہوگا۔"

"فلورینا...... اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں عاق کر دوں گا۔" ایبل کا لہجہ نرم ہو گیا۔

"سوچ لو...... دُنیا میں اچھے لڑکوں کی کمی نہیں۔ لیکن باپ صرف ایک ہی ہوتا ہے۔"

"میرے لیے دُنیا میں صرف ایک ہی مرد ہے، ڈیڈی...... اور میں اسی سے شادی کروں گی۔ یہ اس کا قصور نہیں کہ وہ آپ کے دُشمن کا بیٹا ہے۔ قدرت نے اولاد کو اپنے لیے والدین منتخب کرنے کا حق نہیں دیا۔"

"اگر میرا گھرانہ تمہارے لیے باعث ننگ ہے تو فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ ایبل بپھر گیا۔" میں قسم کھاتا ہوں کہ کبھی تمہارا نام زبان پر نہیں لاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ پلٹا اور کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔" میں تمہیں آخری بار سمجھا رہا ہوں کہ تم اس لڑکے سے شادی ہرگز نہیں کرو گی۔"

"ڈیڈی...... ہم شادی ضرور کریں گے لیکن میں اب بھی آپ کی اجازت چاہتی ہوں۔"

"ایبل پلٹا۔ اس کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا۔ نقرئی کنگن فلورینا کے ہونٹوں کے قریب لگا۔ وہ تقریباً گر پڑی۔ اس کے منہ سے خون جاری ہو گیا۔ وہ پلٹی اور زار و قطار روتی ہوئی کمرے سے نکل گئی اس نے لفٹ کا بٹن دبایا اور ہاتھ سے خون پونچھنے لگی۔ لفٹ کا دروازہ کھلا۔ اس میں سے جارج نمودار ہوا فلورینا کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے چہرے پر زلزلے کا سا تاثر پیدا ہوا۔ فلورینا جلدی سے لفٹ میں گھس گئی اور بٹن دبا دیا۔ دروازہ بند ہونے سے پہلے جارج کھڑا اُسے روتے دیکھتا رہا۔ پھر دروازہ بند ہو گیا۔

نیچے پہنچتے ہی فلورینا نے ٹیکسی روکی اور اپنے اپارٹمنٹ کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ اپارٹمنٹ پہنچی تو رچرڈ باہر سڑک پر موجود تھا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ بے حد اُداس لگ رہا تھا۔ فلورینا نے کرایہ ادا کیا اور اس کی طرف لپکی۔ وہ دونوں خاموشی سے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اپارٹمنٹ کی طرف چل دیے۔ اس کی قربت فلورینا کو تحفظ کا احساس دلا رہی تھی۔

"میں تم سے محبت کرتی ہوں رچرڈ۔"

"مجھے بھی تم سے محبت ہے فلورینا۔"

"یہ پوچھنے کی تو شاید ضرورت نہیں کہ تمہارے ڈیڈی کا ردعمل کیا رہا۔"

"میں نے انہیں بتایا کہ تم جیسی کوئی نہیں دیکھا۔ انہوں نے تمہارے ڈیڈی کو جھوٹا اور بدمعاش کہا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ لڑکیوں کی کوئی کمی تو نہیں ہے۔"

"پھر تم نے کیا کہا؟"

"میں نے انہیں بتایا کہ تم جیسی کوئی اور نہیں ہے بس پھر وہ آپے سے باہر ہو گئے۔" رچرڈ نے بتایا۔" انہوں نے مجھے عاق کرنے کی دھمکی دی۔ میں سوچتا رہا کہ آخر یہ لوگ، یہ بات کب سمجھیں گے کہ ہمیں ان کی دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ماں سے مدد چاہی، لیکن انہیں خود اپنے غصے پر قابو پانے میں دُشواری ہو رہی تھی ڈیڈی نے ممی سے چیخ کر کہا کہ وہ کمرے سے نکل جائیں میں نے کبھی انہیں ممی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے نہیں دیکھا۔ ممی رو رہی تھی۔ وہ سب کچھ بے حد عجیب تھا۔ میں وہاں خود کو اجنبی محسوس کر رہا تھا۔ اس لیے میں گھر سے خاموشی سے نکل آیا۔ کاش ڈیڈی۔ اپنا غصہ ورجینیا اور لوسی پر نہ اتاریں۔ اور تم سناؤ...... تمہارے محاذ کا کیا حال رہا؟"

"میرے ڈیڈی نے زندگی میں پہلی بار مجھ پر ہاتھ اُٹھایا ہے۔" فلورینا نے آہستہ سے کہا۔" مجھے یقین ہے کہ اگر وہ ہمیں ایک ساتھ دیکھ لیں گے تو یقیناً تمہیں ختم کر دیں گے۔ رچرڈ...... اس سے پہلے انہیں کچھ پتہ چلے، ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے۔ وہ سب سے پہلے یہاں آئیں گے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے رچرڈ۔"

"ڈرنے کی ضرورت نہیں فلورینا۔ ہم آج رات یہاں سے دور چلے جائیں گے...... ان دونوں سے بہت دور۔"

"تمہیں سامان پیک کرنے میں کتنی دیر لگے گی......؟" فلورینا نے پوچھا۔

"تم اپنی کہو۔ میں تو اب گھر واپس جا ہی نہیں سکتا۔ میرے پاس سو ڈالر سے کچھ زائد رقم ہے۔ تم ایک ہنڈرڈ ڈالر مین سے شادی کر سکتی ہو؟"

"تم بھول رہے ہو کہ میں ایک معمولی سیلز گرل ہوں۔ میرے پاس دو سو بارہ ڈالر ہیں۔ گویا ہم دونوں کے حصے میں 156 ڈالر فی کس آئے...... اور تم میرے 56 ڈالر کے مقروض ہو گئے خیر...... ایک ڈالر سالانہ کے حساب سے ادائیگی کرتے رہنا۔"

آدھے گھنٹے کے اندر اندر فلورینا نے اپنا سامان پیک کیا، میز پر رقعہ چھوڑا اور رچرڈ کے ساتھ اپنے اپارٹمنٹ سے نکل آئی۔ رچرڈ نے ٹیکسی روکی۔ فلورینا یہ دیکھ کر خوش تھی کہ رچرڈ بحران سے، خوش اسلوبی سے گزرنا جانتا ہے۔ اس کے لیے یہی سہارا بہت تھا۔ ائر پورٹ پہنچ کر انہوں نے سان فرانسسکو کے لیے فلائٹ پکڑی۔ ساڑھے سات بجے طیارہ نے ساڑھے سات گھنٹے کی پرواز کے لیے زمین چھوڑی۔

"تم جانتے ہو مسٹر کین...... کہ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔" فلورینا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں مسز کین۔"

......❀......

ایبل اور جارج، فلوریٹا کے اپارٹمنٹ چند منٹ کی تاخیر سے پہنچے اب ایبل، فلوریٹا پر ہاتھ اُٹھا کر پچھتا رہا تھا۔ وہ یہ سوچنے سے گریز کر رہا تھا کہ فلوریٹا کے بغیر اس کی زندگی کی کیا حقیقت رہ جائے گی۔ وہ یہ سوچ کر آیا تھا کہ اسے نرمی سے...... محبت سے سمجھا بجھا کر قائل کر لے گا۔

جارج نے اطلاعی گھنٹی بجائی۔ کوئی جواب نہیں ملا۔ تین چار کوششوں کے بعد ایبل نے اپارٹمنٹ کی وہ چابی نکالی جو ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھی۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے ہر کمرے میں جھانکا، اگرچہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی فلوریٹا کی وہاں موجودگی کی توقع نہیں تھی۔

''وہ جا چکی ہے۔'' جارج نے کہا۔

''ہاں...... لیکن گئی کہاں ہے؟'' ایبل نے کہا۔ پھر اسے وہ رقعہ نظر آیا، جو اسکے ہی نام تھا۔ اس نے رقعہ کھولا۔

''پیارے ڈیڈی! میں اس طرح بھاگنے پر شرمندہ ہوں۔ لیکن میں رچرڈ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ہم فوراً شادی کر لیں گے۔ اور آپ ہمیں نہیں روک سکیں گے۔ یہ یاد رکھیے گا کہ رچرڈ کو کوئی نقصان پہنچانا مجھے نقصان پہنچانے کے مترادف ہوگا۔ ہم اس وقت تک واپس نہیں آئیں گے، جب تک آپ اور مسٹر کین اپنے احمقانہ اختلافات دور نہیں کر لیتے۔ آپ نہیں جانتے کہ میں آپ سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ میری دُعا ہے کہ ہمارا تعلق ہمیشہ قائم رہے...... لیکن سب کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

آپ کی بیٹی۔ فلوریٹا

ایبل بیڈ پر ڈھیر ہوگیا۔ رقعہ اس نے جارج کی طرف بڑھا دیا۔ جارج نے رقعہ پڑھا اور ہاتھ ملنے لگا۔ ''میں کسی کام آسکتا ہوں؟'' اس نے پوچھا۔

''جارج مجھے اپنی بیٹی واپس چاہیے...... خواہ اس کے لیے مجھے اس مردود ولیم کین سے بات کرنا پڑے۔ میں جانتا ہوں...... وہ بھی اس شادی کے حق میں نہیں ہوگا۔ اسے فون کرو جارج۔''

جارج فون ملانے کی کوشش کرتا رہا۔ ایبل بیڈ پر نیم دراز خلا میں گھورے جا رہا تھا۔ اسے فلوریٹا کا بچپن یاد آ رہا تھا۔ دل میں ٹیسیں سی اُٹھ رہی تھیں۔

بالآخر فون مل گیا۔ ''میں مسٹر ولیم کین سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' جارج نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''کون صاحب بات کریں گے؟''

''مسٹر ایبل رونسکی۔''

''میں دیکھتا ہوں جناب۔''

''میرا خیال ہے، یہ بٹلر تھا۔ وہ اپنے مالک کو بلانے گیا ہے۔'' جارج نے کہا اور ریسیور ایبل کی طرف بڑھا دیا۔ ایبل بے چینی سے انتظار کرتا رہا۔ اس کی مضطرب انگلیاں بیڈ سائیڈ ٹیبل پر تھرک رہی تھیں۔ بالآخر ولیم کین کی آواز سنائی دی۔ ''میں ولیم کین بول رہا ہوں۔''

''میں ایبل رونسکی ہوں۔''

''اوہ، یہ تو بتاؤ، تم نے اپنی بیٹی کو میرے بیٹے کے پیچھے لگانے کا منصوبہ کب بنایا تھا؟'' ولیم کا لہجہ سرد تھا۔ ''انٹر اسٹیٹ والے معاملے میں ناکامی کے بعد۔''

''احمقانہ باتیں مت کرو۔ تمہاری طرح میں بھی اس شادی کے حق میں نہیں ہوں۔ مجھے تمہارے بیٹے میں کوئی دلچسپی نہیں اور اس چکر کے متعلق مجھے آج ہی معلوم ہوا ہے۔ میں تم سے جتنی نفرت کرتا ہوں اس سے زیادہ اپنی بیٹی سے محبت کرتا ہوں۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔ میرا خیال ہے، اس معاملے میں ہمیں ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے۔''

''نہیں مسٹر رونسکی...... میں تم سے ایک بار یہ درخواست کر چکا ہوں۔ تم نے مجھے بتایا تھا کہ ہماری ملاقات کہاں ہو سکتی ہے۔'' ولیم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''میں انتظار کروں گا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم سے وہاں بھی نہیں مل سکوں گا۔ کیونکہ میں جہنمی نہیں ہوں۔''

''جو ہو چکا اس پر خاک ڈالو کین۔ اگر تمہیں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہیں تو ہم شادی رُکوا سکتے ہیں۔ تم بھی تو شادی رُکوانا چاہتے ہو نا؟ یا تم میری مدد کرنے کی بجائے محض مجھے کڑھتا دیکھنے کے لیے ان دونوں کی شادی کا تماشہ......''

رابطہ منقطع ہوگیا۔ ایبل نے ریسیور کریڈل پر ڈالا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ کرب کی شدت سے اس پر لرزہ طاری ہوگیا۔ وہ خود کو خلا میں ڈولتا محسوس کر رہا تھا۔ جارج اسے سہارا دے کر اپارٹمنٹ سے باہر لے آیا۔ اس رات...... اور اگلے دن ایبل نے فلوریٹا کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔ اس نے زافیا کو بھی فون کیا۔ زافیا نے اعتراف کیا کہ فلوریٹا اسے رچرڈ کے بارے میں بتا چکی ہے۔ ''مجھے تو لڑکا معقول معلوم ہوتا ہے۔'' زافیا نے کہا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہیں؟''

''معلوم ہے''

''مجھے بتاؤ''

''خود معلوم کرلو۔'' زافیا نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

ایبل نے اس سلسلے میں اخبارات میں اشتہارات سے بھی مدد لینا چاہتا تھا لیکن پھر اسے خیال آیا کہ فلورینا 21 سال کی ہو چکی ہے۔ بہرحال کسی بھی چیز کے جواب میں اسے فلورینا کا کوئی پیغام نہیں ملا۔ بالآخر اس نے تسلیم کرلیا کہ فلورینا رچرڈ سے شادی کر چکی ہوگی۔ وہ اس کا آخری خط اب تک سینکڑوں بار پڑھ چکا تھا...... اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ لڑکے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ البتہ لڑکے کے باپ کا معاملہ مختلف تھا۔ ایبل کو یاد تھا کہ اس نے ولیم سے کس قدر عاجزانہ انداز میں بات کی تھی...... لیکن اس مردود نے تو سننے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ اس نے سوچ لیا کہ اس بار موقع ملتے ہی وہ کین کو تباہ کر دے گا۔

پروگرام کے مطابق ایبل کو فلورینا کے ساتھ یورپ کا دورہ کرنا تھا۔ وہاں فلورینا کو ایڈن برگ بیرن اور کینز بیرن کا افتتاح کرنا تھا۔ اب ایبل کو اس بات کی پروا نہیں تھی کہ ان ہوٹلوں کا افتتاح کون کرے گا...... بلکہ افتتاح ہوگا بھی یا نہیں۔

''کیا یورپ کے دورہ ملتوی کردو گے؟'' جارج نے ایبل سے پوچھا۔

''یہ تو ممکن نہیں۔ میں جا کر خود دونوں ہوٹلوں کا افتتاح کروں گا۔ لیکن جارج میری عدم موجودگی میں تمہیں فلورینا کا پتہ اس طرح چلانا ہوگا کہ یہ بات اس کے علم نہ آئے۔ دیکھو...... اگر اسے معلوم ہوگیا کہ میں اس کا پیچھا کر رہا ہوں تو وہ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اس سلسلے میں تمہیں زافیا سے مدد مل سکتی ہے لیکن ہوشیار رہنا۔ وہ اس بہانے مجھ سے انتقام لینے کے چکر میں ہے۔''

''اور بینک کے شیئرز کے بارے میں ہنری کو کوئی قدم اُٹھانا ہوگا؟''

''نہیں، فی الحال کچھ نہیں کرنا ہے۔ کین پر فیصلہ کن حملے کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ اس کی فکر نہ کرو۔ تم تو صرف فلورینا کو تلاش کرو۔''

جارج نے وعدہ کرلیا کہ...... ایبل کی واپسی تک وہ فلورینا کو بہرصورت تلاش کرے گا۔

✿

تین ہفتے بعد ایبل نے ایڈن برگ بیرن کا افتتاح کیا۔ ہوٹل بہت خوبصورت تھا۔ وہ ایتھرز کے شمال میں ایک پہاڑی پر تعمیر کیا گیا تھا۔ پریس نے ہوٹل کے افتتاح کو مناسب کوریج کی تھی۔ یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ شکاگو بیرن کی بیٹی فلورینا رونسکی کو ہوٹل کا افتتاح کرنا تھا۔ سنڈے

ٹیمپریں نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ باپ، بیٹی کے درمیان اختلافات رُونما ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ایبل رونسکی بجھا بجھا نظر آرہا ہے۔ ایبل نے اس کی تردید کردی۔ اس نے کہا، پچاس سال کی مصروف زندگی کے بعد آدمی شگفتہ نظر نہیں آسکتا۔

اس کے بعد ایبل نے کینز کا رُخ کیا۔ یہ ہوٹل بھی بہت خوبصورت تھا۔ لیکن ایبل قدم قدم پر فلورینا کی کمی محسوس کر رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ یہ سوچ کر خوفزدہ ہو جاتا کہ اب وہ شاید کبھی اپنی بیٹی کی صورت نہیں دیکھ سکے گا۔ احساسِ تنہائی سے چھٹکارہ پانے کے لیے اس نے کیا کچھ نہ کیا۔ لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ یہ احساس اور جان لیوا تھا کہ اس کی زندگی کی محبوب ترین ہستی پر ولیم کین کا بیٹا قابض ہوگیا ہے۔ اس بار فرانس میں اس کا دل نہیں لگا۔ وہاں کے کام نمٹا کر ایبل، بون پہنچا، جہاں اس نے بیرن ہوٹل کے لیے زمین خریدنے کے سلسلے میں مذاکرات کیے۔ اس دوران فون کے ذریعے اس کا جارج سے رابطہ رہا۔ فلورینا کا اب تک سراغ نہیں مل سکا تھا۔ جارج نے اسے ہنری کے متعلق تشویش ناک اطلاع فراہم کی۔ ''وہ پھر مقروض ہوگیا ہے، جوئے کے سلسلے میں۔''

''میں نے اسے بتا دیا تھا کہ میں اس کی اس روش سے بیزار ہو چکا ہوں۔'' ایبل نے کہا۔ ''ویسے بھی وہ الیکشن ہارنے کے بعد میرے لیے بے مصرف ہوگیا ہے۔ بہرحال، اس سلسلے میں میں واپس آ کر خود نمٹوں گا۔''

''وہ دھمکیاں دے رہا ہے۔'' جارج نے بتایا۔

''یہ بھی کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مجھے اس کی کبھی پروا نہیں رہی۔ اس سے کہہ دو کہ وہ میری واپسی کا انتظار کرے۔''

''تم کب واپس آرہے ہو؟''

''تین چار ہفتے لگیں گے۔ مجھے ترکی اور مصر میں زمین کے سلسلے میں بات کرنا ہے۔ اور ہاں جارج...... مشرقِ وسطیٰ پہنچ کر میں تم سے رابطہ نہیں رکھ سکوں گا۔''

استنبول میں ایبل کو بیرن ہوٹل کی تعمیر کے لیے جلد ہی مناسب جگہ مل گئی...... آبنائے باسفورس کے سامنے...... ترکی میں برطانوی سفارت خانے سے محض سو گز دور۔ ایبل وہاں کھڑا اپنی گزشتہ آمد کو یاد کرتا رہا۔ اس کے کانوں میں لوگوں کی چیخیں گونج رہی تھیں جو جلاد سے اس کا ہاتھ کاٹنے کا تقاضا کر رہے تھے۔ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود ایبل سہم گیا۔ وہ بائیں ہاتھ سے اپنی داہنی کلائی تھامے کھڑا تھا۔ وہ اس وقت خود کو تیس برس پہلے کا لاڈیک کوسکی محسوس کر رہا تھا۔

چار ہفتے بعد ایبل نیویارک پہنچا۔ سفر کے دوران صرف فلورینا کا خیال اس کے ہمراہ تھا۔ جارج ہمیشہ کی طرح کسٹم گیٹ کے باہر اس کا منتظر تھا۔

"کیا خبریں ہیں؟" ایبل نے کیڈلاک کی عقبی نشست پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ اچھی ہیں اور کچھ ناگوار۔" جارج نے جواب دیا۔ "فلورینا نے اپنی ماں سے رابطہ رکھا ہے۔ وہ سان فرانسسکو میں ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں رہ رہی ہے۔"

"شادی......؟"

" جارج نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحے ماحول پر اذیت ناک خاموشی مسلط رہی۔ پھر ایبل نے پوچھا۔ "کین کا بیٹا کیا کر رہا ہے؟"

"اسے ایک بینک میں ملازمت مل گئی ہے۔ اسے بہت جگہ ٹھکرایا گیا۔ لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس نے ہاورڈ برنس اسکول سے تعلیم مکمل نہیں کی ہے...... اور اس کا باپ بھی اس کی پشت پر نہیں ہے۔ اس کے باپ کی ناراضی کا خطرہ کوئی بھی شخص مول لینا نہیں چاہتا۔ بہرحال، بہت دھکے کھانے کے بعد اسے بینک آف امریکہ میں ملازمت مل گئی۔ اب وہ کلرک ہے حالانکہ قابلیت کے لحاظ سے اُسے......"

"اور فلورینا کا کیا حال ہے؟" ایبل نے جارج کی بات کاٹ دی۔

"وہ کولبس نامی فیشن شاپ میں اسسٹنٹ منیجر کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ وہ کسی بینک سے قرضہ لینے کی کوشش بھی کر رہی ہے۔"

"کیوں...... کیا وہ مالی پریشانی سے دو چار ہے؟" ایبل کے لہجے میں تشویش تھی۔

"نہیں...... وہ اپنی فیشن شاپ کھولنا چاہتی ہے۔"

"اسے کتنی رقم درکار ہے؟"

"صرف 34 ہزار ڈالر۔"

" ایبل کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "جارج...... اُسے یہ رقم مل جانی چاہیے۔ لیکن اس طرح کہ وہ بینک کا قرضہ ہو اور اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہ ہو۔"

"اور اس کے بارے میں مجھے چھوٹی سے چھوٹی بات سے بھی باخبر رکھنا۔"

"اور لڑکا......؟"

"اس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" ایبل نے منہ بگاڑ کر کہا۔ "اور ہاں...... تم کہہ رہے تھے کہ کوئی بری خبر بھی ہے۔"

"ہنری وبال بن گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ ہر شخص کا مقروض ہے۔ میرا خیال ہے، اب تم ہی اس کا واحد ذریعہ آمدنی ہو۔ وہ طرح طرح کی دھمکیاں دیتا ہے کہتا ہے اس کے پاس دستاویزی ثبوت ہیں کہ تم اس کے ذریعے مختلف لوگوں کو رشوت دیتے رہے ہو۔"

اس سے میں صبح نمٹ لوں گا۔"

اس کے بعد تمام راستے جارج، ایبل کو بیرن گروپ کی سرگرمیوں سے آگاہ کرتا رہا۔

اگلی صبح ایبل نے ہنری سے ملاقات کی۔ ہنری بے حد تھکا تھکا اور بوڑھا سا نظر آ رہا تھا۔ چہرے پر جھریاں پڑ گئی تھیں۔ اس نے ایبل سے دستاویزی ثبوت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ "مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔" اس نے ایبل سے کہا۔ "بس ذرا قسمت آڑے آ گئی تھی۔"

"ہنری تم کب سدھرو گے! تم جانتے ہو کہ تم کبھی نہیں جیت سکتے۔ جوا تمہیں راس نہیں ہے۔ بہرحال، کتنی رقم چاہیے تمہیں؟"

"دس ہزار ڈالر سے کام چل جائے گا۔"

"دس ہزار ڈالر! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں سونے کی کان ہوں۔ پچھلی بار تم نے پانچ ہزار ڈالر لیے تھے۔"

"افراطِ زر کی وجہ سے میرا مطالبہ بڑھ گیا ہے۔"

"یاد رکھنا...... یہ آخری موقع ہے۔" ایبل نے چیک بک نکالتے ہوئے کہا۔ "آئندہ تم مجھ سے بھیک مانگنے آئے تو میں تم سے بیرن گروپ کی ڈائریکٹرشپ بھی چھین لوں گا۔"

"ایبل...... تم بہت اچھے دوست ہو۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ تمہیں پریشان نہیں کروں گا...... شکریہ ایبل۔"

ہنری کے جاتے ہی جارج آ گیا۔ "ہنری کے ساتھ کیا رہا؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے اسے آخری موقع دیا ہے...... نجانے کیوں؟" حالانکہ اس میں مجھے دس ہزار ڈالر کا خسارہ ہوا ہے۔"

"میں شرط لگا سکتا ہوں کہ وہ اس کے بعد بھی آئے گا۔" جارج نے کہا۔

"نہ آنا اس کے حق میں بہتر ہوگا کیونکہ میں اس سے عاجز آ چکا ہوں۔" ایبل نے کہا۔ "اور فلورینا کی کوئی خبر؟"

"وہ ٹھیک ہے۔ زافیا ہر مہینے اس کی طرف جاتی ہے۔"

"بہت ذلیل عورت ہے۔"

"مسز کین بھی کئی بار ان سے ملنے جا چکی ہیں؟"

"اور کین؟"

"وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں ہے۔"

"ہاں...... یہ ہم دونوں میں ایک قدرِ مشترک ہے۔"

ایبل نے کہا۔

"میں نے ایک بینک کے ذریعے فلورینا کو قرضہ دلوانے کی بات کر لی ہے۔ وہ معمول سے آدھا فیصد زیادہ سود طلب کریں گے۔ یوں فلورینا کو شک بھی نہیں ہوگا کہ گارنٹی ہم نے دی ہے۔"

"شکریہ جارج...... میں دس ڈالر کی شرط لگا سکتا ہوں کہ فلورینا دو سال کے اندر اندر نہ صرف قرض ادا کر دے گی بلکہ اسے آئندہ کبھی قرض کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔"

"میں تو یہ شرط صرف 1،5 کے بھاؤ پر لگا سکتا ہوں تم ہنری سے رجوع کرو۔ وہ اس معاملے میں پیدائشی احمق ہے۔" جارج نے ہنستے ہوئے کہا۔

ایبل بھی ہنسنے لگا۔ "خیر...... تم مجھے اس بارے میں باخبر رکھنا۔"

......❁......

ولیم کو اب صرف ایک ہی فکر تھی۔ ایبل کی غیر معمولی خاموشی اسے معنی خیز لگ رہی تھی۔ اس کے پاس لیسٹرز کے چھ فیصد حصص موجود تھے اور صرف دو فیصد مزید درکار تھے۔ یہ بات سمجھ میں نہ آنے والی نہیں تھی کہ وہ اب بھی انٹراسٹیٹ والے معاملے میں خوفزدہ ہے۔ کلاڈ کوہن کو ماہانہ رپورٹ سے معلوم ہوا کہ ہنری پھر جوئے کی لت کی بدولت پریشان ہے اور ہر بار ایبل ہی اس کی مدد کرتا ہے۔ ولیم اس سلسلے میں بھی سوچتا رہا کہ کیا ایبل کی کوئی دُکھتی رگ ہنری کے ہاتھ میں ہے۔ دوسری طرف رپورٹ سے اُسے یہ علم بھی ہوا کہ ایبل یورپ کے مزید آٹھ شہروں میں اپنے ہوٹل تعمیر کروا رہا ہے۔ اس کی قوت مسلسل بڑھ رہی تھی۔ پروگرام کے مطابق فلورینا رونسکی، ایڈن برگ برن کا افتتاح نہیں کر سکی تھی۔

ولیم کو اپنے بیٹے کا خیال آ گیا۔ اس نے رپورٹ دراز میں مقفل کر دی۔ اب وہ رچرڈ کے ساتھ اپنے سخت رویے پر پچھتا رہا تھا۔ اس سلسلے میں اس کی کیٹ سے بھی خاصی تلخی ہوئی تھی۔ ان کی ازدواجی زندگی میں یہ ایک نئی بات تھی۔ کیٹ نے اسے نرمی سے سمجھایا...... آنسو بہائے لیکن اسے قائل نہ کر سکی۔ ورجینیا اور لوسی بھی بھائی کی کمی شدت سے محسوس کرتی تھیں۔

لوسی باتھ روم میں بند ہو کر نل کھول دیتی اور بھائی کو چھپ چھپ کر خط لکھتی۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ ولیم کے سامنے رچرڈ کا تذکرہ کرتا۔ گھر کی فضا اُداس اور سوگوار ہو گئی تھی۔

ولیم نے بینک میں اپنی مصروفیات بڑھا لی تھیں۔ اس کا خیال تھا کہ یوں وہ اپنے بیٹے کی اذیت ناک یاد بھلا سکے گا۔ لیکن یہ اس کی خام خیالی تھی۔ دوسری طرف بینک کا کام بھی بڑھ گیا تھا۔ اب نائب صدور کی تعداد چھ تھی۔ ولیم نے سوچا اس طرح کام کا دباؤ کم ہو جائے گا۔ لیکن نتیجہ الٹا نکلا۔ مسائل اور...... اُن فیصلوں کی تعداد بڑھ گئی جو ولیم کو کرنا پڑتے۔ نئے نائب صدور میں جیک

تھامس نامی نوجوان بہت قابل تھا۔ ولیم کو احساس تھا کہ اگر رچرڈ اپنی ضد سے باز نہ آیا تو جیک ہی اس کی جگہ بینک کا چیئرمین ہوگا۔ بینک کا منافع سال بہ سال بڑھ رہا تھا لیکن اب ولیم دولت کمانے سے اُکتانے لگا تھا۔ شاید چارلس لیسٹر کی طرح اسے بھی اپنی جانشینی کا مسئلہ پریشان کر رہا تھا۔ رچرڈ اس کی زندگی سے نکل چکا تھا۔ ولیم نے وصیت تبدیل کر دی اور ٹرسٹ توڑ دیا۔

شادی کی 25ویں سالگرہ کے موقعے پر ولیم نے اپنی بیوی اور بچیوں کو تعطیلات گزارنے کے لیے یورپ لے جانے کا فیصلہ کیا کہ شاید اس طرح یہ لوگ رچرڈ کو بھلا سکیں۔ لندن میں انہوں نے رٹز میں قیام کیا۔ ولیم کو وہ خوش گوار دن یاد آئے، جب وہ کیٹ کے ساتھ پہلی بار یہاں آیا تھا۔ وہ آکسفورڈ گئے۔ دونوں بچیاں بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ واپسی کے سفر میں وہ اس چرچ میں بھی گئے جہاں ولیم اور کیٹ کی شادی ہوئی تھی۔ وہ بیل ان میں بھی قیام کرنا چاہتے تھے لیکن پہلے کی طرح اس بار بھی وہاں ایک ہی کمرہ خالی تھا۔

انگلینڈ میں ایک ہفتے قیام کے بعد انہوں نے اٹلی کا رُخ کیا۔ روم میں بچیوں کو رچرڈ بہت یاد آیا۔ ایک رات ورجینیا بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ کیٹ اُسے تھپکتی رہی۔

"ڈیڈی کو کوئی یہ بات نہیں بتا سکتا کہ زندگی میں بعض چیزیں انا سے بھی بڑی ہوتی ہیں۔" ورجینیا نے روتے ہوئے شکوہ کیا۔

کیٹ کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

وہ لوگ واپس نیویارک پہنچے تو ولیم تروتازہ...... اور بینک میں اپنا کام سنبھالنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

کئی مہینے گزر گئے۔ حالات معمول پر آنے لگے تھے کہ ایک دن ورجینیا نے شادی کا اعلان کر دیا۔ اس خبر نے ولیم کو ہلا ڈالا۔ "ابھی تو وہ بچی ہے۔" ولیم نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"اس کی عمر بائیس سال ہے ولیم۔" کیٹ نے کہا۔ "تمہیں دادا بننا کیسے لگے گا؟" اس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ اب وہ پچھتانے کے سوا کیا کر سکتی تھی۔

"کیا مطلب ہے، تمہارا؟"

"رچرڈ کے ہاں بچہ ہوا ہے۔" کیٹ نے آہستہ سے کہا۔

"رچرڈ نے خط لکھا تھا۔" کیٹ نے جواب دیا۔

"ولیم...... وقت آ گیا ہے کہ تم اسے معاف کر دو۔"

"وہ وقت کبھی نہیں آئے گا۔" ولیم نے کہا اور پاؤں پٹختا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ کیٹ آہ بھر کر رہ گئی۔ ولیم نے تو یہ تک نہیں پوچھا تھا کہ نومولود لڑکا ہے یا لڑکی۔

❁

اگلے سال مارچ کے اواخر میں، ٹرینٹی چرچ بوسٹن میں ورجینیا کی شادی ہوگئی۔ ولیم کو ڈیوڈ بہت پسند آیا۔ وہ پیشے کے لحاظ سے وکیل تھا۔ ورجینیا، رچرڈ کو مدعو کرنا چاہتی تھی لیکن کیٹ کی التجائیں بھی ولیم کو قائل نہ کرسکیں وہ رچرڈ کو بلانا چاہتا تھا لیکن جانتا تھا کہ رچرڈ، ایبل کی بیٹی کے بغیر شادی میں شریک نہیں ہوگا۔ تاہم رچرڈ نے اس موقعے پر اپنی بہن کو مبارک باد کا تار اور ایک تحفہ بھیجا۔ ولیم نے استقبالیے کے دوران اس تار کو مہمانوں کو پڑھ کر سنانے تک کی اجازت نہ دی۔

.......✽.......

ایبل اپنے نیویارک بیرن والے دفتر میں تنہا بیٹھا تھا۔ وہ ایسے شخص کا منتظر تھا جو کینیڈی کی انتخابی مہم کے فنڈ اکٹھا کرنے پر مامور تھا۔ چند لمحے بعد اسکی سکریٹری اندر داخل ہوئی۔ ''مسٹر ونسٹن آپ سے ملنا چاہتے ہیں سر۔'' وہ بولی۔

ایبل نے اُٹھ کر ونسٹن کا استقبال کیا۔ ''کیا حال ہے؟'' اس نے ہاتھ ملانے کے بعد پوچھا۔

''مجھے افسوس ہے مسٹر رونسکی کو مجھے کچھ تاخیر ہوگئی۔'' ونسٹن نے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ ہاں...... یہ فرمایئے۔ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔''

''مسٹر رونسکی...... میری پارٹی کو اس بار بھی توقع ہے کہ آپ اس کی پشت پناہی کریں گے۔''

''آپ جانتے ہیں کہ میں شروع ہی سے ڈیموکریٹ رہا ہوں۔'' ایبل نے کہا۔ ''میں نے روز ویلٹ، ٹرومین اور ایڈلائی کے ساتھ تعاون کیا حالانکہ ایڈلائی کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔''

وہ دونوں ہنس دیے۔ دونوں کی ہنسی محض سطحی تاثر کی حامل تھی۔

''اس سے انکار نہیں مسٹر رونسکی کہ آپ نے ہمیشہ پارٹی کے ساتھ تعاون کیا ہے۔'' ونسٹن نے کہا۔ ''ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے جواب میں کانگریس مین ہنری بورن نے کس کس طرح آپ کی مدد کی ہے۔ میرا خیال ہے ان ناخوشگوار تفصیلات میں جانا غیر ضروری ہے۔''

''یہ سب ماضی کی باتیں ہیں۔ میں اُنہیں بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔''

''میں آپ سے متفق ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں، الیکشن اتنے نزدیک ہوں تو کوئی امیدوار خطرہ مول نہیں لیتا۔ نکسن کو تو یوں بھی اس وقت کسی اسکینڈل کی تلاش ہے۔'' ونسٹن سنجیدگی سے بولا۔

''میں سمجھتا ہوں۔ بہرحال، یہ بتایئے کہ آپ مجھ سے کیا توقع رکھتے ہیں؟'' ایبل نے پوچھا۔

''مجھے تو ہر ممکن امداد کی ضرورت ہے۔ نکسن کی حمایت بہت زور و شور سے کی جارہی ہے۔ مقابلہ سخت ہوگا۔ میرے اُمیدوار کا وائٹ ہاؤس میں پہنچنا آسان کام نہیں ہے۔''

''میں کینیڈی کی مدد کروں گا بشرطیکہ وہ میری مدد کریں، سیدھی سی بات ہے۔''

''مسٹر رونسکی...... ہمارا امیدوار بخوشی آپ کی مدد کرے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ اس وقت پولش برادری کا اہم ستون ہیں۔ سینیٹر کینیڈی اس بات کو سراہتے ہیں کہ آپ نے اپنے ہم وطنوں کے لیے کتنی قربانیاں دی ہیں جو اب بھی آہنی پردوں کے پیچھے، رُوسیوں کی قید میں ہیں۔ وہ جنگ کے دوران آپ کی بیش بہا خدمات کے بھی معترف ہیں۔ میں آپ کو بتا دوں کہ ہمارے صدارتی اُمیدوار نے انتخابی مہم کے دوران لاس اینجلز میں آپ کے نئے ہوٹل کا افتتاح کرنا قبول کرلیا ہے۔''

''یہ اچھی خبر ہے۔'' ایبل نے مختصراً کہا۔

''امیدوار آپ کی اس خواہش سے آگاہ ہے کہ بیرونِ ملک تجارت میں پولینڈ کو سب سے زیادہ اہمیت دی جانی چاہیے۔''

''یہ گزشتہ جنگ کے دوران ان کی خدمات کے پیشِ نظر میرے ہم وطنوں کا حق ہے۔''

ایبل نے کہا۔ ''اور وہ دوسری بات؟''

''سینیٹر کینیڈی اس وقت رائے عامہ ہموار کررہے ہیں۔ تاہم منتخب ہوئے بغیر وہ حتمی فیصلہ تو نہیں کرسکتے۔''

''بالکل درست...... ڈھائی لاکھ ڈالر کا عطیہ اُنہیں فیصلے پر پہنچنے میں کچھ مدد دے سکتا ہے؟''

''ونسٹن خاموش رہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ میری تجویز آپ کو قبول ہے۔ ٹھیک ہے۔ اس ہفتے کے اختتام تک ڈھائی لاکھ ڈالر آپ کی انتخابی مہم کے فنڈ میں جمع ہوجائیں گے۔ یہ میرا وعدہ ہے۔'' ایبل نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ ''سینیٹر کینیڈی سے کہیے گا کہ مجھے امید ہے، امریکہ کے آیندہ صدر وہی ہیں۔''

''میں ضرور کہوں گا۔ مسٹر ایبل...... میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے ہماری پارٹی کے ساتھ تعاون کا سلسلہ جاری رکھا۔'' ونسٹن نے ایبل کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''مجھ سے رابطہ رکھیے گا مسٹر ونسٹن۔'' ایبل نے کہا اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ ''میں اتنی بڑی رقم کی سرمایہ کاری اس وقت تک نہیں کرتا، جب تک معقول منافعے کی اُمید نہ ہو۔''

''میں جانتا ہوں مسٹر رونسکی۔''

اس کے جانے کے بعد ایبل نے سکریٹری کو طلب کرکے جارج کو بُلانے کی ہدایت کی۔

چند لمحے بعد جارج دفتر میں داخل ہوا۔

''میرا خیال ہے جارج، میں نے کام دکھا دیا ہے۔'' ایبل نے کہا۔

''مبارک ہو ایبل۔ مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی...... اگر کینیڈی کامیاب ہوگیا تو تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری ہوجائے گی۔ فلورینا بھی تم پر فخر کرے گی۔''

ایبل، فلورینا کا نام سن کر مسکرایا۔ ''معلوم ہے، وہ شریر لڑکی کیا کر رہی ہے، تم نے گزشتہ ہفتے کا لاس اینجلز ٹائمز دیکھا؟'' اس نے جارج سے پوچھا۔

جارج نے نفی میں سر ہلایا۔ ایبل نے اخبار اس کی طرف بڑھا دیا۔ ایک خبر کے گرد اس نے سرخ روشنائی سے دائرہ بنا دیا تھا۔ خبر تھی...... فلورینا کین کی تیسری فیشن شاپ لاس اینجلز میں کھل رہی ہے۔ اس سے پہلے اس کی دو فیشن شاپس، سان فرانسسکو میں کامیابی حاصل کر چکی ہیں۔ سال کے اختتام سے پہلے سان ڈیگو میں بھی اُن کی ایک فیشن شاپ کا افتتاح متوقع ہے۔ ریاست کیلی فورنیا میں مسز فلورینا کین کی وہی ساکھ بنتی جارہی ہے، جو فیشن کے شہر پیرس میں بیلنسگا کی ہے۔

جارج ہنسنے لگا، پھر اس نے اخبار ایبل کی طرف بڑھا دیا۔

''میں جانتا ہوں، یہ خبر اُس نے خود ہی لکھی ہے۔ اب میرے لیے یہ تو ممکن نہیں کہ میں اس کے نیویارک میں فیشن شاپ کھولنے کا انتظار کروں۔ ویسے میں شرط لگا سکتا ہوں کہ پانچ...... زیادہ سے زیادہ سات سال تک وہ نیویارک تک آ پہنچے گی۔ بولو جارج، شرط لگاتے ہو!''

''میں نے پہلی شرط قبول نہیں کی تھی ورنہ اب تک دس ڈالر ہار چکا ہوتا۔'' جارج نے ہنستے ہوئے کہا۔

ایبل یک دم سنجیدہ ہوگیا۔ ''سینیٹر کینیڈی لاس اینجلز بیرن کا افتتاح کر رہا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے جارج! فلورینا اس تقریب میں شریک ہونا چاہے گی؟''

''کین کے لڑکے کو بھی مدعو کیا جائے تو یہ ممکن ہے۔ اس کے بغیر وہ ہرگز نہیں آئے گی۔''

''یہ تو ممکن نہیں...... کین کا بیٹا ہے کیا چیز۔ اس نے بینک کی ملازمت چھوڑ دی اور اب فلورینا کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ فلورینا کی کامیابی میں حصہ بٹا رہا ہے۔ اس سے ملازمت نہیں کی گئی۔''

''ایبل...... تم جانتے ہو کہ یہ بات نہیں ہے۔'' جارج نے احتجاج کیا۔ ''ان دونوں کا اشتراک ہی تو کامیاب ثابت ہو رہا ہے۔ فلورینا دُکان چلاتی ہے اور شعبہ مالیات کین کے بیٹے کے ذمے ہے۔ یہ مت بھولو کہ ایک بڑے بینک نے چھوٹے کین کو اپنے یورپ کے بزنس کی سربراہی پیش کی تھی لیکن فلورینا کی التجاؤں نے چھوٹے کین کو روک لیا۔ فلورینا جانتی ہے کہ اب دُکان کا شعبہ مالیات اس کے بس کا نہیں رہا۔ ایبل...... ایک بات تسلیم کرلو، اُن کی شادی کامیاب ثابت ہوئی ہے...... ہر اعتبار سے...... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اپنے ہوائی گھوڑے سے اُتر کر اُس لڑکے سے مل کیوں نہیں لیتے۔''

''تم میرے عزیز ترین دوست ہو جارج...... اور کوئی میرے سامنے یہ بات اس طرح سے نہیں کہہ سکتا۔ لیکن حقیقت تم بھی جانتے ہو۔ کین دو قدم میری طرف بڑھے تو میں بھی اس کی

طرف دو قدم بڑھاؤں گا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ میں گھٹنوں کے بل چلتا ہوا اُس تک جاؤں اور وہ مجھے گھسٹتا ہوا دیکھتا رہے۔ اس کی زندگی میں تو یہ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنے ہوائی گھوڑے سے نہیں اتر سکتا۔''

''اور ایبل...... اگر ایسا ہونے سے پہلے تم خود مر گئے تو کیا ہوگا؟''

''اس صورت میں، میں ہار جاؤں گا اور میرا سب کچھ فلورینا کو ملے گا۔''

''تم تو کہہ رہے تھے کہ تم فلورینا کو کچھ نہیں دو گے۔ تم اپنی وصیت اپنے نواسے کے حق میں تبدیل کرنے والے تھے۔

''یہ ممکن نہیں جارج۔ وصیت نامہ مکمل ہے لیکن اس پر دستخط کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ اس اُلو کے پٹھے نواسے کا کیا ہے...... اُسے تو آخر میں دونوں کی دولت ملے گی۔ میری بھی اور میرے دُشمن کی بھی۔'' ایبل نے اپنا پرس نکالا فلورینا کی کئی پرانی تصویریں ہٹانے کے بعد اپنے نواسے کی تازہ تصویر نکال کر جارج کی طرف بڑھا دی۔ ''دیکھو...... خوبصورت ہے نا؟''

''بہت خوبصورت بچہ ہے۔''

''ہاں...... اپنی ماں پر گیا ہے۔'' ایبل نے جلدی سے کہا۔

''ایبل...... تم ہار کبھی نہیں مانو گے۔'' جارج نے ہنستے ہوئے کہا۔

''وہ لوگ اسے کس نام سے پکارتے ہیں؟'' ایبل نے پوچھا۔

''کیا مطلب تمہارا؟ تمہیں بچے کا نام معلوم ہے کیا؟''

''نہیں...... میں نہیں جانتا کہ وہ اُسے کس نام سے پکارتے ہیں۔''

''مجھے کیا معلوم۔''

''معلوم کرو۔ میرے نزدیک یہ بات بہت اہم ہے۔''

''کیسے معلوم کروں؟'' جارج جھلا گیا۔ ''وہ گولڈن گیٹ پارک میں بچے کی گاڑی دھکیل رہے ہوں تو اُن کا پیچھا کروں؟ تم نے خود ہی تو کہا ہے کہ فلورینا کو علم نہ ہونے پائے کہ تم اب بھی اس میں اور کین کے لڑکے میں دلچسپی لے رہے ہو۔''

''ہاں یاد آیا...... اب تو مجھے لڑکے کے باپ کا قرض چکانا ہے۔''

''لیسٹرز کے شیئرز کے بارے میں کیا کرنا ہے......؟'' جارج نے پوچھا۔ ''اب پیٹر بارفٹ اپنے دو فیصد شیئرز بیچنے کے لیے بے چین ہے اس سے اس سلسلے میں ہنری نے گفت وشنید کی ہے...... اور میں ہنری پر اعتبار نہیں کرتا۔ وہ تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔''

''میں کینیڈی کے الیکشن جیتنے سے پہلے ولیم کین کے خلاف کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتا۔

ہنری کی فکر نہ کرو۔ اُسے میں نے کین کے معاملے سے علیحدہ کر دیا ہے۔''

''فکر تو کرنا پڑے گی۔ ایبل...... ہنری پھر مقروض ہو گیا ہے۔ شکاگو کے آدھے سے زیادہ جواری اس کی تلاش میں ہیں۔''

''وہ یہاں نہیں آ سکتا۔ پچھلی بار میں نے اسے دو ٹوک الفاظ میں بتا دیا تھا کہ اب مجھ سے کوئی امید نہ رکھے اب وہ بھیگ مانگنے آیا تو بیرن گروپ کی پوزیشن بھی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔''

''یہ اور زیادہ پریشانی کی بات ہے۔ اگر ضرورت اُسے کین تک لے گئی تو کیا ہوگا؟''

''یہ ممکن نہیں ہے جارج، ہنری دُنیا میں وہ واحد آدمی ہے جس کی کین سے نفرت مجھ سے زیادہ شدید ہے۔ اس کی وجوہات بھی ہیں۔

''تم یہ بات اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''ولیم کین کی ماں نے ہنری سے دوسری شادی کی تھی۔ ولیم نے جس وقت دھکے دے دے کر ہنری کو گھر سے نکالا، اس وقت ولیم کی عمر صرف سولہ سال تھی۔''

''میرے، خدا...... تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟''

''ولیم کین کے بارے میں، میں سب کچھ جانتا ہوں۔'' یہی حال ہنری کا ہے۔ ولیم اور میں ایک جیسے ہیں۔ یہ بھی بتا دوں کہ ولیم بھی میرے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔ بہرحال، تم ہنری کی فکر نہ کرو۔ وہ حقیقت کبھی سامنے لانا نہیں چاہے گا کہ اس کا اصل نام وٹوریو ہے...... اور وہ ایک بار سزا بھی کاٹ چکا ہے۔''

''خدا کی پناہ...... کیا ہنری جانتا ہے کہ تم اس کی حقیقت سے باخبر ہو؟''

''نہیں...... یہ بات تو میں برسوں سے چھپائے ہوئے ہوں۔ یہ تو ترپ کا اکا ہے۔ ہنری پر میں نے کبھی اعتبار نہیں کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ میرے لیے کارآمد ثابت ہوا ہے لیکن مجھے مستقبل میں اس سے کوئی خدشہ نہیں...... بیرن گروپ کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے ملنے والی تنخواہ سے محروم ہو کر وہ بالکل قلاش ہو جائے گا۔ خیر چھوڑو...... یہ بتاؤ لاس اینجلز بیرن کب تک مکمل ہو رہا ہے۔''

''ستمبر کے وسط میں۔''

''بہت خوب...... یعنی الیکشن سے صرف چھ ہفتے پہلے...... کینیڈی افتتاح کرے گا اور اخبارات اس سلسلے میں شہ سرخیاں جمائیں گے۔''

......

ولیم، واشنگٹن میں بینکرز کانفرنس میں شرکت کر کے واپس آیا تو ایک پیغام اس کا منتظر تھا کہ فوراً کلاڈ کوہن سے رابطہ قائم کرے۔ کلاڈ سے بات کیے عرصہ ہو چکا تھا۔ کیونکہ ایبل رونسکی سے

متعلق کوئی پریشان کن خبر نہیں ملی تھی۔ تین سال قبل رچرڈ اور فلورینا کی شادی کے موقعے پر ایبل نے اسے فون کیا تھا۔ اس کے بعد کلاڈ کی رپورٹ میں آج تک ایبل کی کسی مشکوک سرگرمی کا تذکرہ نہیں ہوا تھا۔ گویا ولیم کے لیے راوی، ایبل کی طرف سے چین ہی چین لکھتا تھا۔

ولیم نے فوراً کلاڈ کو فون کیا۔ وہ اس پیغام کی وجہ سے کچھ پریشانی محسوس کر رہا تھا۔ کلاڈ نے کہا، بات کچھ ایسی ہے کہ وہ فون پر نہیں بتا سکتا۔ ولیم نے اُسے اپنے دفتر آنے کی دعوت دی۔ کوئی چالیس منٹ بعد کلاڈ آ گیا۔ ولیم خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔

''تمہارے والد اس طریق کار کو کبھی نہ سراہتے۔'' اس کے خاموش ہوتے ہی ولیم نے کہا۔

''آپ کے والد بھی نہ سراہتے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کا واسطہ ایبل رونسکی جیسے شخص سے نہیں پڑا تھا۔ کلاڈ بولا۔

''تمہیں یہ یقین کیوں ہے کہ تمہارا منصوبہ کامیاب ثابت ہوگا؟''

''برنارڈ شرمن کیس کی مثال سامنے رکھو۔'' کلاڈ نے کہا۔ ''صرف 1642 ڈالر کا معاملہ تھا۔ لیکن شرمن صدارتی اسسٹنٹ تھا۔ چنانچہ صدر کے لیے مشکل کھڑی ہو گئی۔ یہاں ہم جانتے ہیں کہ مسٹر رونسکی کے عزائم کتنے بلند ہیں۔ اس کو گرانا بہت آسان ثابت ہوگا۔''

''بہت خوب...... اور اس فتح کی مجھے کتنی قیمت ادا کرنا ہوگی؟''

''زیادہ سے زیادہ پچیس 25 ہزار ڈالر۔ ویسے میں کوشش کروں گا کہ اس سے کم میں کام بن جائے۔''

''ٹھیک ہے، لیکن رونسکی کو معلوم نہ ہو کہ اس معاملے میں میرا ہاتھ ہے۔''

''میں اس سلسلے میں ایک ایسے شخص کو استعمال کروں گا جو تمہارا نام بھی نہیں جانتا۔''

''اچھا...... اس کے بعد ہم کیا کریں گے؟''

''ہم یہ تمام تفصیلات یکجا کر کے سینیٹر کینیڈی کے دفتر بھیج دیں گے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس کے بعد ایبل رونسکی کوئی منصوبہ بنانے کے قابل نہیں رہے گا۔ اس کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اس کے پاس آٹھ فیصد شیئرز ہوئے، تب بھی وہ لیسٹرز کے قوانین و ضوابط کی ساتویں شق سے استفادہ نہیں کر سکے گا۔''

''لیکن اس کے لیے کینیڈی کا الیکشن جیتنا ضروری ہے۔ نکسن کی پوزیشن بہتر ہے۔ میں خود اس کے حق میں ہوں، میرا خیال ہے، امریکی قوم کسی رومن کیتھولک کو وائٹ ہاؤس تک نہیں پہنچنے دے گی۔ بہرحال...... ایبل رونسکی سے صرف پچیس ہزار میں ہمیشہ کے لیے جان چھڑانا بہت سستا

سودا ہے۔ میں چاہتا ہوں، وہ میرا اور بینک کا پیچھا چھوڑ دے۔"

"اگر کینیڈی صدر منتخب ہو گیا تو......؟"

"ولیم نے دراز کھول کر اپنی چیک بک نکال لی۔"

لاس اینجلز بیرن کے سلسلے میں ایبل کی توقع پوری نہ ہو سکی۔ صدارتی اُمیدوار جان کینیڈی نے ہوٹل کا افتتاح کیا، اس ایک دن میں اس نے درجنوں تقریبات میں شرکت کی تھی۔ اس کے علاوہ ٹی وی پر اس کا اپنے حریف رچرڈ نکسن سے مناظرہ بھی ہوا۔ یوں بیرن ہوٹل کے افتتاح کی خبر نمایاں جگہ نہ پا سکی۔ تاہم اس سلسلے میں پریس کی کوریج نامناسب بھی نہیں تھی۔ ہوٹل سے کچھ فاصلے پر فلورینا کی فیشن شاپ تھی لیکن باپ بیٹی کی ملاقات نہیں ہوئی۔

الیکشن کے نتائج سامنے آئے اور جان ایف کینیڈی امریکہ کے 35 ویں صدر قرار پائے۔ اس رات ایبل ڈیموکریٹک پارٹی کے ہیڈ کوارٹر کی پارٹی میں شریک ہوا اور اس نے میئر ڈیلے کا جام صحت نوش کیا۔ وہ پارٹی سے واپس آیا تو صبح کے پانچ بجے تھے۔

"مجھے جشن منانا ہے۔" اس نے جارج سے کہا...... "کیونکہ میں......" وہ جملہ پورا کیے بغیر ہی سو گیا۔

جارج اپنے دوست کو دیکھ کر مسکرا دیا۔ پھر اس نے ایبل کو ٹھیک طرح سے بستر پر لٹا دیا۔



ولیم نے کینیڈی کی کامیابی کی خبر سنتے ہی کلاڈ کو فون کیا۔ "25 ہزار ڈالر کی سرمایہ کاری عقلمندانہ ثابت ہوئی ہے۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "بس کلاڈ! اب ہمیں مسٹر روسنکی کو کوئی موقع نہیں دینا چاہیے۔ لیکن سنو...... اس کے دورۂ ترکی سے پہلے کچھ نہ کرنا۔" یہ کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔ اسے رچرڈ نکسن کی ناکامی کا بہرحال دُکھ ہوا تھا۔



ایبل کو واشنگٹن میں صدارتی بال پارٹی کی طرف سے دعوت نامہ ملا۔ دُنیا میں ایک ایسی ہستی تھی، جسے وہ اپنی خوشی میں شریک کرنا چاہتا تھا...... بلکہ اُسے شریک کیے بغیر اس کی خوشی مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس نے اس سلسلے میں جارج سے گفتگو کی۔ اسے تسلیم کرنا پڑا کہ اس کے اور کین کے اختلافات دور ہوئے بغیر فلورینا اس کا ساتھ کبھی نہیں دے گی۔ گویا اسے پارٹی میں تنہا جانا تھا۔

پارٹی میں شرکت کے لیے ایبل کو اپنے دورۂ یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کے دورے کو چند روز آگے بڑھانا پڑا۔ وہ یہ تقریب مس نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ استنبول بیرن کی افتتاحی تقریب کو ملتوی کیا جا سکتا تھا۔ وہ تقریب میں شریک ہوا۔ نوجوان صدر کی پُرامید اور جوشیلی تقریر نے اُسے بے حد متاثر

کیا۔ "یہ مت سوچیں کہ آپ کا وطن آپ کے لیے یہ کیا کر سکتا ہے...... یہ سوچیں کہ آپ اپنے وطن کے لیے یہ کیا کر سکتے ہیں۔" صدر کینیڈی نے زور دے کر کہا تھا۔

ایبل، واشنگٹن بیرن میں واپس آیا تو احساسِ فتح سے سرشار تھا۔ اس نے ڈنر پارٹی کے لیے لباس تبدیل کیا۔ پارٹی کے لیے اس نے خاص طور پر سوٹ سلوایا تھا۔ اس نے آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔ اس کا جسم پھیل گیا تھا۔ فلورینا تھی تو وہ اس سلسلے میں ہر وقت اسے ٹوکتی رہتی تھی...... اور وہ اس کی خاطر کھانے پینے میں احتیاط برتتا تھا۔ لیکن اب...... پھر اس نے جھنجھلا کر سوچا کہ اُسے ہر بات میں فلورینا کیوں یاد آ جاتی ہے۔ وہ اپنے سینے پر میڈل سجانے میں مصروف ہو گیا۔

اس روز واشنگٹن میں، صدر کے اعزاز میں سات پارٹیاں دی جا رہی تھیں۔ ایبل، ڈی سی. آرمری کی طرف سے دی جانے والی پارٹی میں مدعو تھا۔ جس میز پر اُسے بیٹھنا تھا، وہ نیو یارک اور شکاگو سے آئے ہوئے پولش ڈیموکریٹس کے لیے مخصوص تھی۔ پولش قومیت والوں کے لیے یہ دُہرا جشن تھا۔ ان کا ایک آدمی سینیٹر اور دس کانگریس مین منتخب ہو چکے تھے۔ ایبل کا وقت دو پرانے دوستوں کے ساتھ اچھا گزرا۔ لیکن انہوں نے ایبل سے فلورینا کے بارے میں استفسار کر کے اُس کی طبیعت مکدر کر دی۔

پھر جان کینیڈی اپنی خوبصورت بیوی جیکولین کے ساتھ تقریب میں شرکت کے لیے آیا۔ وہ کوئی پندرہ منٹ ٹھہرے اور اس دوران منتخب لوگوں سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ ایبل کو صدر سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ حالانکہ وہ صدر کے راستے میں جا کھڑا ہوا تھا۔ البتہ ونسٹن اس کے ہتھے چڑھ گیا، جو کینیڈی کے ساتھ رخصت ہو رہا تھا۔

"مسٹر روسنکی! کیا اچھا اتفاق ہے۔" ونسٹن نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

ایبل اُسے ضرور بتاتا کہ اس کے ساتھ ایسے اتفاق پیش نہیں آتے، لیکن اس کا موقع نہ تھا۔ ونسٹن اس کا ہاتھ تھام کر اسے ستون کے پیچھے لے گیا۔ "اس وقت تو میں بہت مصروف ہوں مسٹر روسنکی۔ تفصیل سے بات نہیں کر سکتا۔ بس اتنا کہوں گا کہ عنقریب آپ کو ہماری طرف سے خوشخبری ملنے والی ہے۔ فی الوقت صدر بہت مصروف ہیں لیکن مارچ یا اپریل تک آپ کا کام ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اہم خدمات انجام دیں گے۔"

ایبل اپنی میز کی طرف واپس چلا آیا۔

"کیا بات ہے۔ بہت خوش نظر آ رہے ہو؟" اس کے دوست نے پوچھا۔ "کیا کینیڈی نے تمہیں سکریٹری آف اسٹیٹ کے عہدے کی پیش کش کی ہے؟"

"نہیں...... انہوں نے صرف اتنا کہا ہے کہ بیرن ہوٹل کے مقابلے میں وائٹ ہاؤس کچھ

زیادہ آرام دہ ثابت نہیں ہوا ہے۔"

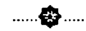
"اگلے روز ایبل نیو یارک واپس آیا۔ اس نے جارج کے ساتھ ڈنر کیا۔ "ہم آج جشن منائیں گے۔" ایبل نے کہا۔ "ونسٹن نے مجھے یقین دلایا ہے کہ آئندہ چند ہفتوں میں میرا کام ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ میں مشرق وسطیٰ سے واپس آؤں گا تو خوش خبری میری منتظر ہوگی۔"

"مبارک ہو ایبل، تم صحیح معنوں میں اس کامیابی کے اہل بھی ہو۔"

"شکریہ جارج...... تمہیں بھی مبارک ہو۔ جب یہ کام ہو جائے گا تو اپنی عدم موجودگی میں میں تمہیں بیرن گروپ کا صدر مقرر کردوں گا۔"

"کیا خیال ہے ایبل...... اس بار کتنے دنوں بعد واپس آؤ گے؟" جارج نے پوچھا۔

"صرف تین ہفتے لگیں گے۔ پہلے مشرقِ وسطیٰ میں تعمیرات کا کام چیک کروں گا۔ پھر استنبول بیرن کا افتتاح...... اور اس سے پہلے لندن اور پیرس بھی جاؤں گا۔"



ایبل کو لندن میں شیڈول کے برخلاف تین دن مزید رُکنا پڑا۔ لندن میں بیرن کے معاملات الجھے ہوئے تھے اور منیجر ہر خرابی کی ذمے داری برٹش یونین سسٹم پر ڈال دیتا تھا۔ لندن بیرن وہ واحد ہوٹل تھا جو برابر نقصان میں جا رہا تھا۔ لندن شہر کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے بند بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ایبل نے ایک بار پھر منیجر تبدیل کر ڈالا۔

پیرس کا معاملہ مختلف تھا۔ یورپ میں ایبل کے جتنے بھی ہوٹل تھے، پیرس بیرن ان میں کامیاب ترین تھا۔ وہاں دو دن قیام کے بعد ایبل نے مشرقِ وسطیٰ کا رُخ کیا۔ ریاض میں بیرن ہوٹل کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا تھا۔ ایبل نے وہاں اپنے معاونین کو آخری ہدایات دیں اور ترکی کے لیے روانہ ہوگیا۔

گزشتہ چند برسوں میں وہ ترکی کئی بار آچکا تھا۔ اس کی نظر میں استنبول بیرن کی اپنی ایک اہمیت تھی۔ اُسے یاد تھا کہ اس نے یہیں سے امریکہ کے...... گویا کامیابی کے سفر آغاز کیا تھا۔ ہوٹل پہنچتے ہی اسے دو دعوت نامے امریکہ اور برطانیہ کے سفیروں کی طرف سے آئے تھے۔ برطانوی سفارتِ خانے کی دعوت تو وہ نظر انداز کر ہی نہیں سکتا تھا۔ اُسے برطانوی سفارت خانے میں دوبارہ جانے کا موقع کوئی چالیس سال بعد مل رہا تھا۔

اس رات اس نے برطانوی سفیر برنارڈ کے ساتھ ڈنر کیا۔ اسے سفیر کی بیوی کے ساتھ بٹھایا گیا۔ اسے یہ اعزاز پہلی بار حاصل ہوا تھا۔ ڈنر کے خاتمے پر برطانوی روایات کے مطابق خواتین چلی گئیں مرد سگار سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ ڈنر میں امریکی سفیر بھی شامل تھا۔ ایبل کی سمجھ میں

نہیں آ رہا تھا کہ وہ دونوں اس سے اس قدر تکریم سے کیوں پیش آ رہے ہیں پھر برطانوی سفیر نے جام تیار کیے اور جام اُٹھاتے ہوئے کہا "ایبل رونسکی کے نام۔"

امریکی سفیر فلیچر نے بھی جام بلند کیا۔ "اسے ہم عملی مبارک باد قرار دے سکتے ہیں۔"

ایبل کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ وہ مستفسرانہ نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا کہ وہ مبارک باد کی وضاحت بھی کریں۔

"اے فلیچر...... تم نے تو کہا تھا کہ اس تقرری کے بارے میں ہر شخص کو علم ہے۔" سر برنارڈ نے امریکی سفیر سے کہا۔

"ہاں...... یہ تو ہے۔ انگریزوں کے پیٹ میں کوئی بات کب رُکتی ہے۔" فلیچر نے کہا۔

"مجھے آگاہ کیا گیا ہے کہ سرکاری اعلان چند روز میں کیا جائے گا۔"

اُن دونوں نے ایبل کو دیکھا جو ساکت و صامت بیٹھا تھا۔

"یور ایکسیلنسی...... یاد رکھیے گا میں سب سے پہلے آپ کو مبارک باد دے رہا ہوں۔ آپ کو یہ تقرری مبارک ہو۔" سر برنارڈ نے کہا۔

ایبل کا چہرہ تمتما اُٹھا۔

"اب تو آپ کو یور ایکسیلنسی کہہ کر ہی پکارا جائے گا۔ دعوتوں میں جانا پڑے گا۔ یوں آپ اور موٹے ہو جائیں گے۔"

"ایبل میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں......" امریکی سفیر نے کہا۔ "تم آخری بار پولینڈ کب گئے تھے؟"

"چند سال پہلے...... بہت مختصر قیام رہا۔ لیکن یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی۔"

"چلو تمہاری خواہش پوری ہوگئی۔" فلیچر کے لہجے میں خلوص تھا۔ "اب تم ایک فاتح کی حیثیت سے واپس جاؤ گے۔"

اس کے بعد دیر تک اسی موضوع پر باتیں ہوتی رہیں۔ ایبل پیتا رہا اور احساسِ فتح سے لطف کشید کرتا رہا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فوراً امریکہ جائے اور فلورینا کو یہ خبر سنائے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ امریکہ پہنچتے ہی سان فرانسسکو جائے گا اور فلورینا سے صلح کر لے گا۔ وہ تو شروع ہی سے یہی چاہتا تھا، بس اُسے کسی بہانے کی تلاش تھی۔ اب اسے کین کے بیٹے کو بھی زبردستی پسند کرنا تھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اب اسے کین کے بیٹے والی اصطلاح بھی ترک کر دینی چاہیے۔ کیا نام ہے لڑکے کا...... رچرڈ...... ہاں رچرڈ۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ایبل نے اپنے میزبان سے رخصت کی اجازت چاہی۔ "بیرن ہوٹل جاؤ

گے، نا چلو...... میں تمھیں اپنی کار میں چھوڑ دوں۔" برطانوی سفیر نے کہا۔ سفیر کی بیوی ایبل کو خدا حافظ کہنے کے لیے دروازے تک آئی۔ ایبل نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

"مسٹر رونسکی ......سرکاری طور پر بے خبر ہونے کے باوجود میں آپ کو، آپ کی اس تقرری پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ آپ کو ایک بڑے عہدے دار کی حیثیت سے وطن واپسی کا موقع مل رہا ہے، آپ یقیناً بہت خوش ہوں گے۔" سفیر کی بیوی نے کہا۔

"جی ہاں میں...... بہت خوش ہوں۔" ایبل نے سادگی سے کہا۔

سفیر نے بیرن ہوٹل کے دروازے پر ایبل کو شب بخیر کہا۔ "مجھے اُمید ہے مسٹر رونسکی کہ آپ برطانوی سفارت خانے میں اپنی پہلی دعوت سے محظوظ ہوئے ہوں گے۔" سفیر نے کہا۔

"برطانوی سفارت خانے میں یہ میری دوسری دعوت تھی سر برنارڈ۔"

"اچھا...... آپ پہلے بھی آ چکے ہیں۔" سر برنارڈ کے لہجے میں حیرت تھی۔ "ہم نے مہمانوں کا ریکارڈ چیک کیا تھا۔ اس میں آپ کا نام نہیں ملا۔"

"میرا خیال ہے قیام کرنے والوں کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ بہر حال گزشتہ موقعے پر میں نے کھانا کچن میں کھایا تھا۔ مجھے اس کھانے کا ذائقہ آج بھی یاد ہے۔" ایبل کی آنکھیں خواب ناک سی ہوگئیں۔ وہ اس دن کو کیسے بھول سکتا تھا، جب وہ اپنے ہاتھ سے محروم ہونے والا تھا اور ایک برطانوی سفارت کار نے اُسے بچالیا تھا اور سفارت خانے میں ایک رات قیام کا موقع بھی دیا تھا۔ دوسری طرف سر برنارڈ کی آنکھوں میں بے یقینی جھانک رہی تھی۔

اس رات ایبل بہت خوش تھا۔ وہ گنگنا رہا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ اسی وقت امریکہ چلا جاتا لیکن اگلے روز وہ امریکی سفارت خانے میں مدعو تھا...... اور مستقبل کے سفیر سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسی دعوت مسترد کرسکتا ہے۔

امریکی سفارت خانے کی دعوت بھی بے حد پر لطف ثابت ہوئی۔ اس رات ایبل نے مہمانوں کو وہ واقعہ سنایا، جب اسے برطانوی سفارت خانے کے کچن میں کھانا کھانے کا موقع ملا تھا۔ تمام لوگ ایبل کی صاف گوئی پر حیران تھے۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ کروڑ پتی شخص چالیس سال پہلے اسی شہر میں پھل چرانے کے الزام میں گرفتار ہوا ہوگا...... اور ہاتھ کٹنے کے مرحلے سے اس قدر قریب پہنچا ہوگا۔ ایبل کا اندازہ تھا کہ بیشتر مہمانوں کو اس کی بات پر یقین نہیں آیا ہے۔ بہر حال، اس کے نقرئی کنگن نے ان سب کو بے حد متاثر کیا تھا۔

......❁......

اگلے روز ایبل امریکہ کے لیے روانہ ہوگیا اس کا طیارہ بلغراد میں اترا، جہاں طیارے کی

سروس کی وجہ سے اُسے سولہ گھنٹے قیام کرنا پڑا۔ بالآخر طیارے نے ٹیک آف کیا۔ ایمسٹرڈم میں اسے پھر نا خیر کا سامنا کرنا پڑا...... اس بار اُسے جہاز بدلنا تھا۔ بالآخر 36 گھنٹے کے بعد وہ امریکہ پہنچا۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ وہ کسٹم ایریا سے نکلا ہی تھا کہ اخباری نمائندوں کے ہجوم میں گھر گیا۔ کیمروں کی کلک کلک شروع ہوگئی۔ ایبل مسکرا دیا۔ شاید سرکاری اعلان کیا جا چکا تھا۔ باوقار انداز میں آگے بڑھتا رہا...... آخر وہ پولینڈ کا امریکی سفیر تھا۔ وہ ادھر اُدھر دیکھتا رہا۔ جارج کہیں نظر نہیں آیا۔ فوٹو گرافر اس کی تصویر کھینچنے کے لیے ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے۔

پھر اُسے جارج نظر آ گیا۔ جارج کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ نجانے کیوں ایبل کا ڈوب سا گیا۔ اسی وقت ایک اخباری نمائندے نے عجیب سا سوال کیا۔ وہ سوال یہ نہیں تھا کہ پولینڈ میں امریکہ کا سفیر بننے پر اس کے کیا تاثرات ہیں...... اس کے برعکس صحافی نے پوچھا تھا۔ "ان الزامات کے جواب میں آپ کیا کہیں گے؟" اس کے بعد تو کیمروں کی فلیش لائٹس مسلسل جلنے بجھنے لگیں۔ ساتھ ہی اس پر سوالات برسنے لگے۔

"کیا یہ الزامات درست ہیں مسٹر رونسکی؟"

"آپ نے کانگریس مین مسٹر ہنری بورن کو کتنی رشوت دی تھی؟"

"کیا آپ الزامات کی تردید کرتے ہیں؟"

"کیا آپ امریکہ اس لیے واپس آئے ہیں کہ عدالت میں ان الزامات کا سامنا کرسکیں؟"

اخباری نمائندوں نے خود ہی سوال کیے اور خود ہی ایبل کا جواب لکھ لیا۔ حالاں کہ ایبل خاموش رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ جارج نے بڑی مشکل سے اس کا ہاتھ پکڑا...... اور اسے گھسیٹتا ہوا کیڈلاک کی طرف لے گیا۔ شوفر کار میں موجود تھا۔ "بیرن ہوٹل چلوں جناب؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں...... 57 ویں سڑک پر مس رونسکی کے فلیٹ کی طرف چلو۔" جارج نے کہا۔

"کیوں...... کیا بات ہے؟" ایبل نے پوچھا۔

"بیرن ہوٹل، اس وقت اخباری نمائندوں سے بھرا ہوا ہوگا۔"

"آخر چکر کیا ہے۔ استنبول میں لوگوں کے رویے سے ایسا لگ رہا تھا۔ جیسے میں پولینڈ میں امریکی سفیر بنایا جا چکا ہوں۔ یہاں میرے ساتھ ایسا سلوک کیا جارہا ہے جیسے میں مجرم ہوں۔ یہ ہو کیا رہا ہے جارج؟"

"بہتر ہے کچھ دیر انتظار کرلو۔ وکیل کی موجودگی میں بات کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔"

"اور میرا وکیل کون ہے؟" ایبل کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔

''فورڈ جلک...... وہ امریکہ کا سب سے اچھا وکیل ہے۔''

''سب سے مہنگا بھی تو ہے۔''

''میرا خیال ہے، اس مرحلے پر تم بچت کے بارے میں نہیں سوچ سکتے۔''

''ٹھیک ہے جارج۔ آئی ایم سوری۔ اس وقت وہ کہاں ہے؟''

''میں اسے کورٹ میں چھوڑ کر آیا تھا۔ بہر حال، وہ وہاں سے فارغ ہوتے ہی فلورینا کے فلیٹ پر آئے گا۔''

''میں اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتا جارج۔ مجھے سب کچھ بتا دو۔ تمہیں معلوم ہے، میں بدترین حالات میں بھی نہیں گھبراتا۔''

''ٹھیک ہے دوست۔'' جارج نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''حقیقت یہ ہے کہ تمہارے وارنٹ نکل چکے ہیں۔''

''اور مجھ پر الزام کیا ہے؟''

''سرکاری افسروں کو رشوت دینا۔''

''لیکن میں نے زندگی میں کبھی براہِ راست کسی سرکاری افسر کو رشوت نہیں دی......'' اسبل نے احتجاج کیا۔

''یہ درست ہے۔ لیکن ہنری تو دیتا رہا ہے۔ اور اب وہ سب کچھ تمہارے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہے۔''

''میرے خدا...... مجھے اس شخص کو استعمال کرنا ہی نہیں چاہیے تھا'' اسبل نے کہا۔'' میرے اور اس کے درمیان صرف ایک قدر مشترک تھی...... کین سے نفرت! اسکی وجہ سے میں دھوکا کھا گیا۔ لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ ہنری ایسا کر سکتا ہے۔ وہ خود بھی تو ملوث ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

''ہنری تو غائب ہو گیا اور اس کے قرضے پراسرار طور پر ادا کر دیے گئے۔''

''ولیم کین؟'' اسبل پھنکارا۔

''اس کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا ہے۔'' جارج نے بتایا۔

''مجھے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ بہر حال، یہ بتاؤ، حکام تک یہ بات کیسے پہنچی؟''

''مجھے تفصیلات کا علم نہیں۔ اتنا سنا ہے کہ جسٹس ڈیپارٹمنٹ کو ایک گمنام پیکٹ موصول ہوا جس میں ایک مکمل فائل موجود تھی۔''

''اور پیکٹ نیویارک سے پوسٹ کیا گیا ہوگا!''

''نہیں...... لفافے پر شکاگو کی مہر تھی۔''

''اسبل چند لمحے خاموش رہا، پھر بولا'' وہ پیکٹ ہنری نے ہرگز نہیں بھیجا ہوگا۔ یہ بات میرے حلق سے نہیں اُترتی۔''

''تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟''

''تم نے بتایا ہے کہ ہنری کے سارے قرضے چکائے جا چکے ہیں محکمہ انصاف مجھے گرفت میں لینے کے لیے یہ قربانی نہیں دے سکتا...... سمجھے؟ ہنری نے وہ فائل کسی کو فروخت کی ہوگی۔ لیکن کسے؟ یہ بات بھی طے ہے کہ ہنری وہ فائل ولیم کین کے حوالے کسی قیمت پر نہیں کر سکتا تھا۔

''بلا واسطہ نا؟''

''ہاں ...... ممکن ہے، ولیم کین نے تھرڈ پارٹی کے ذریعے سودا کیا ہو۔ وہ جانتا ہوگا کہ ہنری مقروض ہے اور اس کے قرض خواہ جواری اسے دھمکیاں دے رہے ہیں۔'' اسبل نے کہا۔

''ہاں اسبل، یہ ممکن ہے کسی بھی سراغ رساں کے ذریعے ہنری کے بارے میں یہ معلومات حاصل کرنا دشوار نہیں تھا۔ تاہم کسی فیصلے پر پہنچنے میں جلدی نہ کرو۔ پہلے وکیل سے بات کر لی جائے۔''

کیڈلاک اس اپارٹمنٹ ہاؤس کے سامنے رُک گئی جس کے ایک فلیٹ میں کبھی فلورینا رہا کرتی تھی۔ اسبل نے وہ فلیٹ اپنے پاس رکھا تھا۔ اس اُمید میں کہ فلورینا کبھی نہ کبھی لوٹ آئے گی۔ جارج نے دروازہ کھولا۔ انہیں فلیٹ میں بیٹھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ وکیل فورڈ بھی آ گیا۔

''مسٹر فورڈ! آپ مجھ سے بے لاگ گفتگو کر سکتے ہیں۔ میں صورتِ حال کے بارے میں پوری طرح جانتا ہوں۔ آپ مجھے بدترین امکان کے بارے میں بھی بتاتے ہوئے نہ ہچکچائیں۔''

''مجھے افسوس ہے مسٹر رونسکی۔ مسٹر جارج نے مجھے پولینڈ کے سفارت خانے میں آپ کی تقرری کے بارے میں بتایا تھا لیکن......'' وکیل کے لہجے میں تاسف تھا۔

''اسے تو بھول ہی جاؤ۔ وہ سب کچھ ختم ہو چکا، میں جانتا ہوں، اب تو ونسٹن کو میرا نام بھی یاد نہیں ہوگا۔ میرا خواب بکھر چکا۔ اب مجھے اس کی تعبیر کبھی نہیں مل سکے گی۔ وہ میری زندگی کی سب سے سچی اور عزیز خواہش تھی۔ مجھے اس کا دُکھ ہے۔ لیکن فی الوقت میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ مجھے درپیش حالات کی اصل نوعیت کیا ہے؟''

''آپ پر چودہ مختلف ریاستوں میں رشوت ستانی کے سترہ الزامات ہیں۔ میں نے محکمہ انصاف سے رابطہ قائم کر کے آپ کے لیے یہ سہولت حاصل کی ہے کہ وہ کل صبح نہایت خاموشی سے آپ کو اس فلیٹ سے گرفتار کریں۔ اس کے علاوہ وہ ضمانت کی درخواست پر بھی کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔''

''اوہ، اتنی بڑی مہربانی'' اسبل نے تلخ لہجے میں کہا'' اور الزامات...... کیا عدالت میں وہ

الزامات ثابت کیے جاسکتے ہیں؟''

''جی ہاں...... کچھ الزامات تو وہ یقیناً ثابت کرسکتے ہیں۔'' فورڈ نے کہا۔ اس کا انداز حقیقت پسندانہ تھا۔ ''لیکن ہنری بورن کی غیر موجودگی میں ان کا کیس زیادہ مضبوط نہیں رہے گا۔ تاہم...... یہ بات تو آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ کو اصل نقصان تو پہنچ ہی چکا ہے۔''

''مجھے احساس ہے۔'' ایبل نے ڈیلی نیوز کے پہلے صفحے پر چھپی ہوئی اپنی تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر فورڈ...... تمہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ ہنری بورن سے وہ فائل کس نے خریدی تھی۔ اس کے لیے تمہیں کتنے ہی آدمی لگانے پڑیں...... اور کتنا ہی خرچہ آئے، اس کی پروانہ کرنا۔ یہ معلومات جلد از جلد حاصل کرو کیونکہ اگر اس معاملے میں ولیم کین کا ہاتھ ہے تو میں اس شخص کو بالکل تباہ و برباد کر کے رکھ دوں گا اور پھر وہ کبھی پنپ نہیں سکے گا۔''

''آپ پہلے ہی دُشواریوں میں پڑ چکے ہیں...... ان دُشواریوں میں اضافہ نہ کریں۔'' وکیل فورڈ نے کہا۔

''تم فکر نہ کرو۔ ولیم کا خاتمہ میں ایسے کروں گا کہ اس میں قانون کی خلاف ورزی نہیں ہوگی۔''

''مسٹر رونسکی...... میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ آپ فی الوقت ولیم کین کو چھوڑیں اور اپنی فکر کریں۔ یہ آپ کی زندگی کا سب سے اہم موڑ ہے۔ آپ کو دس سال تک کی سزا ہوسکتی ہے۔ آج تو کچھ کرنا ممکن نہیں آپ سکون سے سوجائیں۔ میں بیان جاری کروں گا جس میں تمام الزامات کی تردید کی جائے گی۔ میں کہوں گا ہمارے پاس مسٹر رونسکی کی بے گناہی کے ثبوت موجود ہیں۔''

''کیا یہ درست ہے؟'' ایبل نے پرامید لہجے میں پوچھا۔

''نہیں...... لیکن اس طرح مجھے فائل میں موجود ناموں کو چیک کرنے کا موقع مل جائے گا۔ کچھ عجب نہیں کہ براہِ راست، اُن میں سے کسی کا بھی آپ سے واسطہ نہ پڑا ہو۔ اگر ہر شخص کا صرف ہنری بورن سے تعلق رہا ہے تو میرے لیے یہ ثابت کرنا کچھ دُشوار نہ ہوگا کہ ہنری، بیرن گروپ کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھارہا تھا۔ مسٹر رونسکی، خدا کے لیے، اگر آپ اُن میں سے کسی سے بلاواسطہ ملے ہوں تو مجھے بے خبر نہ رکھیے گا، کیونکہ انہیں آپ کے خلاف گواہی کے لیے ضرور طلب کیا جائے گا۔ بہرحال ہم اس سلسلے میں کل کچھ کریں گے۔ آج تو آپ آرام کریں۔ آپ بہت تھکے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ میں کل صبح آپ سے ملوں گا۔''

ایبل کو صبح ساڑھے آٹھ بجے فلورینا کے فلیٹ سے گرفتار کیا گیا۔ فلیٹ سے اسے براہ

راست فیڈرل ڈسٹرکٹ کورٹ لے جایا گیا۔ اس روز ایبل خود کو بہت تنہا محسوس کررہا تھا۔ فورڈ نے بہت رازداری سے کام لیا تھا...... لیکن ایبل عدالت پہنچتے ہی فوٹوگرافروں اور رپورٹروں میں گھر گیا۔ عدالت میں مختصر سی ساعت ہوئی۔ کلرک نے ایبل پر لگائے گئے الزامات پڑھ کر سنائے۔ فورڈ نے انہیں بے بنیاد قرار دیا۔ پھر اس نے ضمانت کی درخواست کی۔ محکمہ انصاف کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ جج نے آئندہ ساعت کی تاریخ 17 مئی مقرر کی۔

ایبل ضمانت پر رہا کردیا گیا۔ باہر جارج کار میں اس کا منتظر تھا۔ ایبل فوٹوگرافروں اور رپورٹروں سے پیچھا چھڑا کر کار تک پہنچا۔ رپورٹروں نے کار کا تعاقب کیا لیکن بالآخر ڈرائیور اُن سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہوگیا...... ایبل خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ 57 ویں سڑک والے فلیٹ میں پہنچ گئے۔

''جارج...... تمہیں کم از کم تین ماہ تک بیرن گروپ کا کام سنبھالنا ہوگا۔ اس دوران میں مسٹر فورڈ کے ساتھ اپنے دفاع کے سلسلے میں مصروف رہوں گا۔ دُعا کرو کہ یہ ذمے داری تمہیں عمر بھر نہ سنبھالنی پڑ جائے۔'' ایبل نے ہنسنے کی کوشش کی۔

''نہیں ایبل، ایسا نہیں ہوگا۔ مسٹر فورڈ تمہیں چھڑالیں گے۔'' جارج نے بریف کیس اُٹھایا اور بڑی محبت سے ایبل کے ہاتھ کو تھپتھپایا۔ ''مسکراتے رہنا۔'' اس نے کہا اور فلیٹ سے نکل گیا۔

''جارج نہ ہوتا تو خدا جانے میرا کیا حشر ہوتا۔'' ایبل نے اپنے وکیل سے کہا۔ ''چالیس سال قبل ہم نے ایک ہی کشتی پر سفر کا آغاز کیا تھا اور ابھی تک ہم سفر ہیں۔ خیر، چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ ہنری بورن کا بھی کوئی سراغ ملا؟''

''نہیں...... نہ صرف میرے بلکہ محکمۂ انصاف کے لوگ بھی اس کی جستجو میں ہیں۔ اُمید ہے کہ وہ مل جائے گا...... کاش! وہ اُن سے پہلے ہمیں مل جائے۔''

''اور یہ معلوم ہوا کہ اس نے فائل کس کے ہاتھ بیچی تھی؟''

''میں اس سلسلے میں کئی آدمیوں کو استعمال کررہا ہوں۔''

''گڈ...... اب مجھ سے اُن لوگوں کے بارے میں پوچھو، جن کے نام فائل میں موجود ہیں۔''

وہ دونوں اس سلسلے میں مصروف ہوگئے ہر نام کے ساتھ الزام کی نوعیت اور دیگر کوائف بھی تھے فورڈ اس سلسلے میں ایبل کے ساتھ تین ہفتے تک مصروف رہا۔ بالآخر اُسے یقین ہوگیا کہ ایبل کا اُن میں سے کسی کے ساتھ براہِ راست رابطہ نہیں رہا۔ ان تین ہفتوں میں ہنری بورن کا سراغ کوئی فریق بھی نہیں پاسکا۔ فورڈ کے آدمی اس سلسلے میں بھی ناکام رہے تھے کہ ہنری سے وہ تباہ کن فائل کس نے خریدی تھی۔

جیسے جیسے سماعت کی تاریخ قریب آتی گئی، ایبل کو لاحق سزا کا خوف بڑھتا گیا۔ 55 سال کی عمر میں زندگی کے آخری چند سال جیل میں گزارنے کا تصور اس کے لیے بے حد شرم ناک تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے ماضی پلٹ آیا ہے وہ تو زندگی کے ابتدائی حصے میں بھی جیل کاٹ چکا تھا۔ فورڈ کا کہنا تھا کہ اگر تمام الزمات ثابت ہوگئے تو اسے طویل عرصے کے لیے جیل جانا پڑے گا۔ ایبل کو رہ رہ کر محکمہ انصاف پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ ہنری کے جرائم اس کے سر تھوپنے پر تلے ہوئے ہیں۔

پھر اسے فلورینا کا خط موصول ہوا، جس میں فلورینا نے لکھا تھا کہ وہ آج بھی اپنے باپ سے نہ صرف بے تحاشا محبت کرتی ہے بلکہ اس کی بے گناہی پر بھی یقین رکھتی ہے۔ خط کے ساتھ اس نے اپنے بیٹے کی تازہ تصویر بھی بھیجی تھی۔

سماعت سے تین دن پہلے محکمہ انصاف والوں نے ہنری بورن کو نیو آرلینز میں ڈھونڈ نکالا۔ ہنری وہاں ایک اسپتال میں پڑا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگوں میں فریکچر تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا یہ حشر جواریوں نے کیا تھا، جن کا وہ مقروض تھا۔ ہنری کی ٹانگوں پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔ محکمہ انصاف والوں نے اسے وہیل چیئر سمیت نیو یارک کی فلائٹ پر بھیج دیا۔

اگلے روز ہنری کو عدالت میں پیش کر دیا گیا...... اس پر فراڈ اور سازش کے الزامات عائد کیے گئے اور ضمانت کی درخواست نامنظور کر دی گئی۔ فورڈ نے عدالت سے اجازت چاہی کہ اسے ہنری سے سوالات کا موقع دیا جائے، لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہنری نے ایبل کے خلاف سرکاری گواہ بننا قبول کر لیا تھا۔

''اس طرح اس کی سزا کم ہو جائے گی۔'' فورڈ نے خشک لہجے میں کہا۔

''یعنی اصل مجرم میں قرار پاؤں گا۔'' ایبل غرایا۔ ''اور اب یہ علم بھی نہیں ہو سکے گا کہ اس نے فائل کس کے ہاتھ بیچی تھی؟''

''نہیں مسٹر رونسکی...... اس سلسلے میں تو وہ گفتگو کرنے کے لیے تیار تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ ولیم کین کے ہاتھ وہ فائل کسی بھی قیمت نہیں بیچ سکتا تھا۔ اس نے شکاگو کے ہیری اسمتھ کے ہاتھ وہ فائل فروخت کی تھی۔ دشواری یہ ہے کہ شکاگو میں درجنوں ہیری اسمتھ ہیں اور اُن میں سے کوئی بھی اس کے بیان کردہ حلیے پر پورا نہیں اترتا۔''

''اسے تلاش کرو۔ مقدمہ شروع ہونے سے پہلے اس کا سراغ مل جانا چاہیے۔''

''ہم اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔'' فورڈ نے کہا۔ ''ہنری کا کہنا ہے کہ ہیری اسمتھ نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ ثبوت کی فائل حکام کو پیش کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔''

''تو کیا ارادہ تھا اس کا؟''

''بلیک میلنگ...... اور اسی لیے ہنری غائب ہو گیا تھا۔ وہ آپ کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا...... فائل محکمہ انصاف کے ہاتھوں میں پہنچا تو خود اس کے لیے بھی خطرناک تھا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ فائل محکمہ انصاف تک پہنچ چکی ہے تو اس نے سلطانی گواہ بننے میں ہی اپنے لیے عافیت جانی۔''

''میں نے اس شخص کو صرف اس بنیاد پر قبول کیا تھا کہ وہ بھی میری طرح ولیم کین سے نفرت کرتا ہے، لیکن ولیم کین نے ایک ہی ہلے میں ہم دونوں کو صاف کر دیا۔'' ایبل نے کہا۔

''اس معاملے میں ولیم کین کے ملوث ہونے کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔''

''مجھے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف اپنے خلاف اس کے طریقہ کار کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ بلاشبہ وہ میرا ذہین ترین دُشمن ہے۔'' ایبل نے کہا

وکیل فورڈ اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔

استغاثہ کی درخواست پر سماعت کی تاریخ آگے بڑھا دی گئی۔ استغاثہ کا کہنا تھا کہ وہ ابھی ہنری بورن سے مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ فورڈ نے احتجاج کیا کہ یہ غلط الزامات اور اس پر التوا اُس کے موکل کی صحت پر بری طرح اثر انداز ہو رہے ہیں لیکن جج پریسکوٹ نے اس کا یہ استدلال سختی سے مسترد کر دیا۔

وقت سست روی سے گھسٹتا رہا۔ مقدمہ شروع ہونے سے دو روز قبل ایبل اپنی تقدیر پر شاکر ہو گیا۔ اب وہ سزا کے لیے ذہنی طور پر تیار تھا۔ ادھر فورڈ کے آدمیوں نے ہیری اسمتھ کا سراغ لگا لیا۔ وہ ایک پرائیویٹ سراغرساں تھا، جس نے ہیری اسمتھ کا فرضی نام اختیار کر کے ہنری سے فائل حاصل کر لی۔ مزید ایک ہزار ڈالر خرچ کرنے پر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ وکلا کی ایک فرم کوہن اینڈ کوہن کے لیے کام کر رہا تھا۔

''وہ کین کے وکیل ہیں۔'' ایبل نے چھوٹتے ہی کہا۔

''آپ کو یقین ہے؟ میرا تو خیال ہے کہ ولیم کین کا کسی یہودی سے کاروباری تعلق نہیں ہو سکتا۔''

''نہیں، ایسی بات نہیں۔ میں پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں۔''

''اس سلسلے میں میرے لیے کیا ہدایات ہیں......؟'' جارج نے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' ایبل کی بجائے فورڈ نے جواب دیا...... ''مقدمہ کے اختتام تک کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ مشکلات میں اضافہ کرنے کے مترادف ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ ولیم کین سے میں مقدمہ کے بعد نمٹوں گا۔'' ایبل نے کہا۔ ''اب میری بات سنو فورڈ۔ ہنری کو بتا دو کہ اس نے نادانستگی میں فائل ولیم کین کو بیچی تھی۔ اب کین ہم دونوں

سے بیک وقت انتقام لے رہا ہے...... اس کے بعد دیکھنا، ہنری کی زبان کوئی نہیں کھلوا سکے گا۔ ہنری وہ واحد آدمی ہے جو مجھ سے زیادہ ولیم کین سے نفرت کرتا ہے۔"

"اس رات فورڈ، ہنری کی کوٹھری میں گیا اور ایبل کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ ہنری نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ فورڈ خاصا مایوس واپس آیا۔ تاہم اس نے اپنے موکل تک یہ مایوس کن اطلاع نہیں پہنچائی کیونکہ اگلی صبح مقدمے کی کارروائی شروع ہو رہی تھی۔

مقدمے کی کارروائی شروع ہونے سے چار گھنٹے پہلے پہرے دار ناشتہ لے کر ہنری بورن کی کوٹھری میں گیا تو اس نے ہنری کو کوٹھری کی چھت سے لٹکا پایا۔ اس نے اپنی ہاورڈ کی ٹائی کو بطور پھندا استعمال کیا تھا۔ وہ مر چکا تھا۔

مقدمے کی کارروائی مقررہ وقت پر شروع ہوئی۔ لیکن استغاثہ اپنے اہم ترین گواہ سے محروم ہو چکا تھا۔ استغاثہ نے مزید التوا کی درخواست کی۔ اس بار جج نے فورڈ کے دلائل سننے کے بعد درخواست مسترد کر دی۔ ایبل، زافیا کو کمرہ عدالت میں موجود پا کر ششدر رہ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی۔ وہ ایبل کی ذلت کے ایک ایک لمحے سے محظوظ ہو رہی تھی۔

نو دن کی سماعت کے بعد استغاثہ کو یقین ہو گیا کہ اُن کا کیس ہنری بورن کی شہادت کے بغیر بے جان ہے۔ انہوں نے وکیل صفائی سے سمجھوتے کے سلسلے میں بات کرنے کی اجازت چاہی۔ وقفے کے دوران فورڈ نے ایبل کو ان شرائط سے آگاہ کیا۔

"اگر میں سمجھوتہ نہ کروں تو میرے بری ہونے کے امکانات کتنے ہیں؟" ایبل نے پوچھا۔

"پچاس فیصد" فورڈ نے جواب دیا۔ "اور اگر سزا ہوئی تو چھ سال سے کم نہیں ہوگی۔"

"اور اگر میں استغاثہ کی تجویز کے مطابق دو چھوٹے الزامات قبول کر لوں؟"

"تو میرے خیال میں بھاری جرمانہ ہوگا۔ اور بس۔"

"ایبل چند لمحے غور کرتا رہا۔ پھر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ میں اعتراف جرم کر لیتا ہوں۔ اس جھنجھٹ سے تو جان چھوٹے گی۔"

وقفے کے بعد سرکاری وکیل نے جج کو آگاہ کیا کہ وہ ملزم ایبل روسنکی کے خلاف عائد کردہ پندرہ الزامات واپس لے رہے ہیں اور اس کے بعد وکیل صفائی نے کہا کہ باقی دو الزامات کے جواب میں اس کا موکل...... مسٹر ایبل اعتراف جرم کر رہا ہے۔ جیوری معطل کر دی گئی۔ جج پریسکوٹ نے ایبل کو پچیس ہزار ڈالر جرمانے کی سزا اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید کی سزا سنائی۔ مقدمے کے اخراجات اُسی کو ادا کرنے تھے۔ جارج، ایبل کو واپس لے گیا۔ وہ دونوں پینٹ

ہاؤس میں بیٹھ کر پیتے رہے۔ کچھ دیر بعد ایبل نے کہا۔" جارج...... پیٹر پارفٹ کے پاس جو لیسٹرز کے دو فی صد حصص ہیں اُنہیں خرید لو۔ میں آٹھ فیصد حصص ہوتے ہی بینک کے قوانین کے ساتویں شق سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ میں ولیم کین کو اس کے اپنے بورڈ روم میں ہلاکت سے دو چار کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

چند روز بعد اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے اعلان کیا کہ غیر ملکی تجارت میں پولینڈ کو ترجیح کے اعتبار سے اولیت دی جائے گی۔ اس کے علاوہ وارسا میں امریکی سفیر کی حیثیت سے جان مور کا بوٹ کی تقرری کا اعلان بھی کیا گیا۔



وہ فروری کی ایک اُداس شام تھی۔ ولیم، کلاڈ کوہن کی ماہانہ رپورٹ دوسری بار پڑھ رہا تھا۔ ہنری نے پچیس ہزار ڈالر کے عوض وہ تمام ثبوت فراہم کر دیے تھے، جو ایبل کے خاتمے کے لیے بہت کافی تھے، لیکن اسکے فوراً بعد وہ غائب ہو گیا تھا۔ ولیم نے ثبوت والی فائل کی کاپی سیف میں رکھتے ہوئے سوچا کہ ہنری سے اور اُمید بھی کیا کی جا سکتی ہے۔ اوریجنل فائل کلاڈ نے چند روز پہلے محکمہ انصاف کے پتے پر روانہ کر دی تھی۔

ایبل کو ترکی سے واپس آتے ہی گرفتار کر لیا گیا۔ ولیم کو توقع تھی کہ ایبل کا پہلا ردعمل یہ ہوگا کہ وہ انٹراسٹیٹ کے شیئرز مارکیٹ میں پھینک دے گا۔ اس بار ولیم اس کے لیے تیار تھا۔ اس نے اپنے بروکر سے کہہ دیا تھا کہ انٹراسٹیٹ کے حصص مارکیٹ میں آتے ہی خرید لیے جائیں۔ اس طرح قیمت گرنے کا کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔ لیکن کئی ہفتے گزر گئے اور ایبل نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔ ولیم کو یقین ہو گیا کہ کلاڈ کا کہنا درست تھا۔ ایبل کے خلاف اس کا، کارروائی میں ملوث ہونا ثابت نہیں کیا جا سکا ہوگا، کیونکہ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ ایبل نے اس سلسلے میں جستجو نہ کی ہو۔ اُسے یہ بھی یقین تھا کہ ایبل نے ساری ذمے داری ہنری پر ڈال دی ہوگی۔ کلاڈ کو یقین تھا کہ ہنری کی شہادت، ایبل کو لمبے عرصے کے لیے جیل بھجوا دے گی اور ایبل کو بینک کے قوانین کی شق سے فائدہ اُٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اُدھر ولیم کو یہ اُمید تھی کہ ایبل کو سزا ہونے کے بعد رچرڈ گھر لوٹ آئے گا۔

ولیم، رچرڈ کو معاف کرنے کے لیے تیار تھا۔ ٹونی سائمن کے ریٹائر ہونے اور ٹیڈ لیچ کی موت کے بعد لیسٹرز کے بورڈ میں ایک خلا پیدا ہو گیا تھا۔ ولیم کی خواہش تھی کہ اس کی 65 ویں سالگرہ سے پہلے (جو ابھی دس سال دور تھی) رچرڈ واپس آجائے تا کہ اس کی جگہ چیئر مین شپ سنبھال سکے۔ کلاڈ کی رپورٹ سے اُسے معلوم ہوا کہ رچرڈ، فلوریڈا کے کاروبار میں مالی معاملات نہایت کامیابی سے سنبھالے ہوئے ہے۔ اس کا خیال تھا، رچرڈ کے لیے روسنکی کی بیٹی سے زیادہ اہم لیسٹرز کی چیئر مین

شپ ہوگی۔ ولیم کو ایک بات پر تشویش بھی تھی...... وہ وائس چیئر مین، جس کے چیئر مین بننے کے امکانات بے حد روشن تھے، اہل ہونے کے باوجود بے حد جلد باز تھا۔ ولیم کے نزدیک یہ ایک بہت بڑی خامی تھی جو اُس کی چیئر مین شپ کے راستے میں حائل تھی۔ اس لیے ولیم قبل از وقت ریٹائرمنٹ بھی نہیں لے سکتا تھا۔ اسے آیندہ دس سال میں رچرڈ کو لیسٹرز میں شمولیت کے لیے آمادہ کرنا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کیٹ تو رچرڈ سے غیر مشروط طور پر صلح کرنے کے لیے تیار ہے۔ لیکن اتنے برس گزر جانے کے بعد اس کی اپنی ضد اور پختہ ہوگئی۔ وہ رچرڈ کو صرف اس شرط پر معاف کرسکتا تھا کہ وہ فلورینا رونسکی کو چھوڑ دے۔ ولیم نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اگر رچرڈ نہ مانا تو وہ اپنا سب کچھ ورجینیا کے نام چھوڑ جائے گا۔ مقام شکر یہ تھا کہ ورجینیا کی ازدواجی زندگی بے حد کامیاب ثابت ہوئی تھی...... کاش، کاش وہ ایک اور بیٹے کی ماں بن جائے۔

ولیم پر دل کا پہلا دورہ بینک کے کام کرتے ہوئے پڑا۔ دورہ خطرناک نہیں تھا۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ کام کا دباؤ کم اور آرام زیادہ کرنے کی صورت میں، وہ بیس سال مزید جی سکتا ہے۔ ولیم کا کہنا تھا کہ اسے صرف دس سال مزید زندگی چاہیے تا کہ وہ اپنا کام مکمل کر سکے......اور چیئر مین شپ، رچرڈ کین کو سونپ سکے۔

چند ہفتے کے آرام کے دوران، ولیم نے ہچکچاہٹ کے باوجود جیک تھامس کو اپنی جگہ کام کرنے اور اہم فیصلے کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن حالت بہتر ہوتے ہی اس نے بینک کا رُخ کیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بورڈ کے اراکین پر جیک تھامس کا اثر و نفوذ بڑھ جائے۔ اس دوران کیٹ نے اُسے بہت سمجھایا کہ وہ رچرڈ سے براہِ راست بات کرے لیکن وہ اڑا رہا۔

جس روز ہنری بورن نے جیل میں خودکشی کی، اس روز ولیم پر دل کا دوسرا دورہ پڑا۔ کیٹ اس کے سرہانے بیٹھی رہی۔ اسے خدشہ تھا کہ ولیم اسے چھوڑ جائے گا۔ لیکن ایبل کے مقدمے کا فیصلہ سننے کی خواہش نے اُسے زندہ رکھا۔ وہ ہر روز اخبار میں مقدمے کی کاروائی پڑھتا۔ اُسے اندازہ ہوگیا تھا کہ ہنری کی خودکشی نے ایبل کی پوزیشن مستحکم کردی ہے۔ پھر مقدمے کا فیصلہ بھی ہوگیا۔ ولیم کو اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہوئی کہ جرمانے کی رقم بھی بہت کم ہے۔ وہ جانتا تھا کہ استغاثہ کو سمجھوتہ کرنا پڑا ہوگا۔

مقدمہ ختم ہونے کے بعد ولیم مطمئن ہوگیا۔ اب اسے ایبل سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا تھا۔ البتہ اسے اس بات پر حیرت تھی کہ ایبل کے سلسلے میں اسے احساسِ جرم ہو رہا ہے۔ اسے اس بات پر خوشی تھی کہ ایبل کو سزا نہیں ہوئی، اسے جیل نہیں جانا پڑا۔

کئی ہفتے گزر گئے۔ ایبل کی طرف سے کوئی کاروائی نہیں ہوئی۔ پھر ولیم نے اسے ذہن سے جھٹک دیا......اب وہ صرف رچرڈ کے بارے میں سوچتا تھا۔ کبھی کبھی تو وہ بیٹے کو دیکھنے کے لیے

...پ اُٹھتا۔ ستمبر کی ایک صبح اس نے کیٹ سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ کیٹ نے اس سے اس تبدیلی کی وجہ نہیں پوچھی۔ وہ جانتی تھی کہ اکلوتا بیٹا کتنا اہم ہوتا ہے۔

''میں رچرڈ کو فون کر کے اُن دونوں کو مدعو کرلوں گی۔'' کیٹ نے کہا۔ اُسے خوشی ہوئی کہ ...نوں کا سن کر ولیم کو کوئی جھٹکا نہیں لگا۔

''بالکل ٹھیک ہے۔'' ولیم نے نرم لہجے میں کہا۔ ''رچرڈ سے کہنا کہ میں مرنے سے پہلے ...ک دفعہ اسے ضرور دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''احمقانہ باتیں مت کرو ڈیئر۔'' کیٹ نے بڑے پیار سے اُسے ڈانٹا۔ ''ڈاکٹروں کا کہنا ...ہے کہ ابھی تم کم از کم بیس سال مزید جیو گے۔''

''میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ رچرڈ بینک میں میری جگہ سنبھال لے۔ میرے لیے ...نا ہی کافی ہے۔ اور ہاں فون کرنے کی بجائے تم خود رچرڈ کے پاس چلی جاؤ نا۔''

''تمہارا کیا مطلب ہے ولیم؟'' کیٹ کچھ نروس ہوگئی۔

ولیم مسکرایا۔ ''میں بے خبر شوہر نہیں ہوں ڈارلنگ، تم پہلے بھی کئی بار سان فرانسسکو جا چکی ...۔ گزشتہ چند برسوں میں، میں جب بھی کسی کاروباری دورے پر گیا ہوں۔ تم نے اس سے فائدہ ...ٹھایا ہے۔ پہلے تو تم اپنی ماں کے گھر جانے کا بہانہ کرتی تھیں۔ اُن کے انتقال کے بعد تمہارے ...انے غیر مؤثر ہوتے گئے۔ پھر 28 سال کی ازدواجی زندگی میں، میں تمہاری عادات سے اچھی طرح ...ف ہو چکا ہوں۔ تم اب بھی پہلے کی طرح خوبصورت ہو......لیکن ڈارلنگ، تم جیسی وفا دار بیوی، ...ہر سے چھپ کر کس سے مل سکتی ہے۔ صرف اور صرف اپنے بچھڑے ہوئے بیٹے سے۔''

''ہاں، میں اس سے ملتی رہی ہوں لیکن تم نے اس سے پہلے، اس سلسلے میں کوئی بات ...وں نہیں کی؟'' کیٹ نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''سچ پوچھو تو میں خوش تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ بیک وقت ہم دونوں کو کھو بیٹھے۔''

''وہ دونوں ٹھیک ٹھاک ہیں اور اب تو تم ایک پوتے کے علاوہ ایک پوتی کے دادا بھی ہو۔''

''پوتی؟ ولیم اُٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''ہاں، اس کا نام اینابل ہے۔''

''اور لڑکے کا کیا نام ہے؟''

''کیٹ نے لڑکے کا نام بتایا تو ولیم مسکرانے لگا۔ وہ اس بات پر کیسے یقین کرسکتا تھا۔ ...کیٹ جھوٹ بول رہی تھی۔

بس تو تم فوراً چلی جاؤ۔ اس سے کہنا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔'' ولیم نے کہا۔ پھر

اُسے یاد آیا کہ اس سے پہلے بھی ایک باپ اپنے بیٹے کو یہ پیغام بھجوا چکا ہے اس باپ کو احساس تھا کہ وہ اپنے بیٹے سے محروم ہونے والا ہے۔ ہاں...... چارلس لیسٹر نے خود اسی کی زبانی ماتھیو لیسٹر کو یہ پیغام بھجوایا تھا...... اپنے بیٹے کی مہلک بیماری کی خبر سن کر۔

اس رات کیٹ بہت خوش تھی۔ برسوں بعد اُسے اتنی خوشی ملی تھی۔ اس نے فون پر رچرڈ کو اپنی آمد کے بارے میں اطلاع دی اور بتایا کہ وہ خوش خبری کے ساتھ آ رہی ہے۔

تین ہفتے بعد کیٹ نیو یارک واپس آئی۔ ولیم کو معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا اور بہو نومبر میں آ ئیں گے۔ وہ بہت خوش ہوا۔ کیٹ اُن کی کامیابیوں کے قصے سناتی رہی۔ اس نے بتایا کہ ننھا ولیم کین اپنے دادا کی تصویر ہے کیٹ نے یہ بھی بتایا کہ وہ سب نیو یارک آنے کے لیے بے چین ہیں۔ ولیم بڑی توجہ سے سنتا رہا۔ اسے حیرت تھی کہ وہ بہت خوش ہے اب اُسے خوف محسوس ہونے لگا کہ اگر رچرڈ جلد ہی نہ آیا تو شاید کبھی نہیں آئے گا اور لیسٹرز بینک کی چئر مین شپ جیک تھامس کو مل جائے گی۔ یہ تصور بھی اس کے لیے اذیت ناک تھا۔

اگلے پیر کو ولیم بیماری سے اُٹھنے کے بعد پہلی بار بینک پہنچا۔ وہ بہت پر جوش تھا۔ اس کے پاس زندگی کا ایک مقصد رہ گیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کے مزید آرام کے مشورے کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اُسے اپنی چیئر مین شپ مستحکم کر کے اپنے بیٹے کے لیے راہ ہموار کرنا تھی۔ اب یہی اس کی زندگی کا واحد مقصد تھا، جس کے لیے وہ جینا چاہتا تھا۔

ولیم نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا۔ تین ڈائریکٹر وہاں بیٹھے صلاح مشورہ کر رہے تھے۔ جیک تھامس چیئر مین کی کرسی پر براجمان تھا۔

''کیا مجھے گئے ہوئے بہت عرصہ ہو گیا؟'' ولیم نے قہقہہ لگتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا اب میں اس بینک کا چیئر مین نہیں ہوں۔''

''بالکل ہیں۔ آیئے جناب۔'' جیک تھامس نے کرسی چھوڑ دی۔ ''میں آپ کا منتظر تھا۔''

''کوئی مسئلہ؟''

''جی ہاں...... ایبل رونسکی۔'' جیک تھامس کا لہجہ بے تاثر تھا۔

ولیم کا دل ڈوب سا گیا۔ وہ قریبی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ ''اب وہ کیا چاہتا ہے۔ کیا وہ مجھے میری زندگی کے آخری سال چین سے نہیں گزارنے دے گا؟''

''وہ ساتویں شق سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ہنگامی اجلاس طلب کر رہا ہے۔ اُس کا مقصد آپ کو چیئر مین کے عہدے سے ہٹانا ہے۔'' جیک تھامس نے کہا۔

''مگر نہیں...... اس کے پاس آٹھ فیصد شیئرز نہیں ہیں۔''

''اس کا کہنا ہے کہ کل صبح تک اس کے پاس آٹھ فیصد شیئرز ہوں گے۔''

''نہیں...... میں چیک کر چکا ہوں۔'' ولیم نے کہا۔ ''اس کے ہاتھ شیئرز فروخت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔''

''پیٹر پارفٹ؟''

''نہیں۔'' ولیم فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔ ''اس کے شیئرز تیسری پارٹی کے ذریعے میں ایک سال پہلے خرید چکا ہوں۔''

''جیک تھامس کا رنگ فق ہو گیا۔ ولیم کو پہلی بار اندازہ ہوا کہ جیک تھامس چیئر مین بننے کے لیے کتنا بے چین ہے۔'' بہر حال اس کا دعویٰ ہے کہ کل صبح اس کے پاس مطلوبہ 8 فیصد شیئرز موجود ہوں گے۔ اس کے بعد اسے بورڈ میں اپنی پسند کے تین ڈائریکٹر شامل کرنے اور اہم فیصلوں کو تین ماہ تک رُکوانے کا اختیار ہو گا۔ وہ اخبار میں اپنے ارادوں کو اشتہار کی صورت میں چھپوانا چاہتا ہے...... اس کا کہنا ہے کہ وہ صرف ایک صورت میں اپنا ارادہ فسخ کر سکتا ہے...... وہ یہ کہ آپ چیئر مین شپ سے استعفا دے دیں۔'' جیک تھامس نے تفصیل بتائی۔

''یہ بلیک میلنگ ہے۔'' ولیم چیخ پڑا۔

''ممکن ہے، لیکن آئندہ پیر کی دوپہر تک آپ نے استعفانہ دیا تو وہ اشتہار جاری کر دے گا۔ وہ چالیس اخبارات و رسائل میں اشتہاری بکنگ کرا چکا ہے۔''

''وہ پاگل ہو گیا ہے۔'' ولیم نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

''اس نے اور بھی بہت کچھ کہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ آئندہ دس سال تک کوئی کین لیسٹرز کے بورڈ میں شامل نہیں ہو گا۔ اس کے علاوہ آپ استعفے کا سبب بیماری یا ایسی ہی کوئی اور بات تحریر نہیں کر سکیں گے۔'' اس نے ولیم کی طرف ایک دستاویز بڑھائی جو بیرن گروپ کے لیٹر پیڈ پر ٹائپ کی گئی تھی۔

''پاگل ہو گیا ہے۔'' ولیم نے دستاویز کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے اپنی بات دُہرائی۔

''میں نے کل بورڈ کی میٹنگ طلب کر لی ہے۔'' جیک تھامس نے کہا۔ ''صبح دس بجے...... میرا خیال ہے، ہمیں اس کے مطالبات پر تفصیلی بحث کرنا ہو گی۔''

وہ لوگ چلے گئے۔ اس روز ولیم اپنے دفتر میں تنہا بیٹھا رہا۔ اس سے ملنے کے لیے کوئی بھی نہیں آیا۔ اس نے چند ڈائریکٹرز سے رابطہ قائم کیا۔ لیکن وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اس کی مدد کریں گے...... ولیم کو احساس تھا یہ میٹنگ اس کے لیے بے حد دُشوار ثابت ہو گی تاہم جب تک کسی کے پاس آٹھ فیصد حصص نہیں ہیں، اس کی پوزیشن محفوظ تھی۔ وہ آئندہ کے لیے لائحۂ عمل طے کرنے لگا۔ اس نے اسٹاک ہولڈرز کی فہرست چیک۔ اُن میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اپنے

اسٹاک سے دست بردار ہونا چاہتا ہو۔ ولیم دل ہی دل میں ہنس دیا۔ ایبل رونسکی کا تباہ کن منصوبہ عمل میں آنے سے پہلے ہی اپنی موت آپ مرگیا تھا۔

اس رات ولیم نے گھر پہنچتے ہی کیٹ سے کہا وہ رچرڈ کی مجوزہ آمد ملتوی کر دے۔ اس کے بعد وہ اسٹڈی میں بند ہوگیا۔ وہ ایبل کو آخری شکست دینے کے لیے اپنی حکمت عملی ترتیب دے رہا تھا۔ صبح تین بجے وہ اپنے تمام اقدامات طے کر چکا تھا۔ جیک تھامس کو وائس چیئرمن کے عہدے سے ہٹانا ضروری ہوگیا تھا تاکہ رچرڈ کو اس کی جگہ دی جا سکے۔

اگلی صبح ولیم معمول سے پہلے بینک پہنچا اور اپنے نوٹس کا جائزہ لیتا رہا۔ اسے اپنی فتح کا یقین تھا۔ دس بجنے میں پانچ منٹ تھے کہ اس کی سیکرٹری نے اُسے بتایا کہ کوئی مسٹر ایبل رونسکی آپ سے فون پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"مسٹر رونکی" ولیم نے بے یقینی سے کہا۔ پھر اُس نے لرزیدہ آواز میں سیکرٹری کو ایبل سے بات کرانے کی ہدایت کی۔

"ہیلو مسٹر کین!" اگلے ہی لمحے ایبل کی جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

"کیا چاہتے ہو؟"

"بینک کے قوانین وضوابط کے مطابق میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں کہ میرے پاس لیسٹرز کے آٹھ فیصد شیئرز موجود ہیں اگر آیندہ پیر تک تم نے میری ہدایت پر عمل نہ کیا تو میں ضوابط کی ساتویں شق سے فائدہ اٹھاؤں گا۔" ایبل نے کہا۔

"تمہیں دو فیصد حصص کہاں سے مل گئے؟" ولیم کی آواز لڑکھڑا گئی۔ لیکن جواب ملنے سے پہلے ہی رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔

ولیم نے ایک بار پھر اسٹاک ہولڈرز کی فہرست کا جائزہ لیا۔ یقیناً اُن میں سے کسی ایک نے اس کے ساتھ غداری کی تھی...... لیکن کس نے؟ ابھی لسٹ کو دیکھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی دوبارہ بجی۔ سیکرٹری نے اُسے بتایا کہ میٹنگ کا وقت ہو چکا ہے۔

ٹھیک دس بجے ولیم بورڈ روم میں داخل ہوا ڈائریکٹرز کے چہروں پر نظر ڈالتے ہوئے اُسے پہلی بار احساس ہوا کہ وہ سب نوجوان ہیں، وہ اُن میں سے محض چند ایک کو جانتا ہے۔ پھر اسے یاد آیا کہ وہ اسی بورڈ روم میں ایک جنگ پہلے بھی لڑ چکا ہے۔ اس وقت وہ کسی ڈائریکٹر کو بھی نہیں جانتا تھا...... اور جنگ جیت گیا تھا۔

"جنٹل مین! یہ میٹنگ بیرن گروپ کے ایبل رونسکی کے مطالبے پر بلائی گئی ہے۔ ایبل وہ شخص ہے جو ایک بار مجرم قرار پا چکا ہے۔ اس نے اس بار براہِ راست مجھے دھمکیاں دینے کی جرأت

کی ہے۔ اس کا مطالبہ ہے کہ میں بینک کی صدارت اور چیئر مین شپ سے استعفا دے دوں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ میرے ریٹائرمنٹ میں اب صرف نو سال باقی رہ گئے ہیں۔ میرے قبل از وقت ریٹائرمنٹ کو کاروباری حلقوں میں کچھ اور معنی پہنائے جائیں گے، جو بینک کے لیے مخدوش ہے۔"

ولیم نے توقف کیا، اپنے نوٹس پر نگاہ ڈالی اور سب سے اہم پتہ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ "جنٹل مین میں ایبل رونسکی کے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے ٹرسٹ سے ایک کروڑ ڈالر نکال کر آپ کی صوابدید پر چھوڑ سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ لیسٹرز کے ہر نقصان کا ازالہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن مسٹر ایبل رونسکی کے خلاف مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ، اس قدر ذلیل بلیک میلنگ کے سامنے ہتھیار ڈالنے والے نہیں ہیں۔"

"کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ ولیم کو اپنی فتح کا یقین ہوگیا۔ لیکن پھر جیک تھامس نے ولیم سے، اس کے اور ایبل کے تعلق کے بارے میں ایک سوال کرنے کی اجازت چاہی۔ ولیم کو حیرت ہوئی لیکن اس نے بلا ہچکچاہٹ، اجازت دے دی۔ اُسے جیک تھامس، سے کوئی خوف نہیں تھا۔

"آپ کے اور ایبل کے درمیان یہ انتقامی مقابلہ گزشتہ تیس سال سے چل رہا ہے۔" جیک تھامس نے کہا۔ "اگر ہم آپ کی تجاویز پر عمل کر لیں تو کیا اس کا اختتام ہو جائے گا؟"

"وہ شخص اور کیا کرے گا...... اور کیا کر سکتا ہے وہ؟" ولیم جھنجھلا گیا۔

"ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ ممکن ہے، اس کے ذہن میں کچھ اور بھی ہو۔ بہرحال، آٹھ فیصد حصص کا مالک ہونے کی حیثیت سے اس کی قوت آپ کے برابر ہوگئی ہے۔ وہ آپ کے ساتھ دُشمنی ترک کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا۔" بورڈ کے نئے سیکرٹری نے کہا۔ ولیم اُسے ناپسند کرتا تھا کیونکہ وہ بہت زیادہ بولتا تھا۔ "آپ نے اپنے ٹرسٹ کے ایک کروڑ ڈالر کے ذریعے ہمیں مالی تحفظ فراہم کرنے کی پیش کش کی ہے۔ لیکن ایبل رونسکی اہم فیصلوں کو التو میں ڈالتا رہا...... اسی طرح اجلاس طلب کرتا رہا تو بینک کی ساکھ اور کاروبار دونوں تباہ ہو جائیں گے۔"

"نہیں...... میری مالی مدد کے بعد یہ ناممکن ہے ہم اس سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔" ولیم نے کہا۔

"آج کا فیصلہ بہت اہم ہے۔" سکرٹری نے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ "مقابلے کی صورت میں شکست بالآخر ہماری ہوگی۔"

"لیکن میں اپنے ٹرسٹ سے ان تمام نقصانات کا ازالہ کر دوں گا۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن بینک کے لیے بے شمار سنگین مسائل پیدا ہو جائیں گے۔" جیک تھامس نے کہا۔ "ہم ایبل کے ہاتھوں میں کھلونا بن جائیں گے۔ میں آپ سے ایک اہم لیکن ذاتی سوال کرنا چاہتا ہوں مسٹر چیئر مین! مجھے یقین ہے کہ جواب کتنا ہی ناخوشگوار کیوں نہ ہو، آپ صاف

گوئی کا مظاہرہ کریں گے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جو یہاں موجود ہر شخص کو پریشان کیے ہوئے ہے۔''

ولیم سوچ میں پڑ گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کے پیٹھ پیچھے بورڈ میں کھچڑی پکتی رہی ہے۔ اب ولیم کو معاملات اپنے ہاتھ سے نکلتے محسوس ہونے لگے۔ ''میں ہر سوال کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں...... مجھے کسی چیز سے ...... کسی شخص سے خوف نہیں ہے۔'' ولیم نے بالخصوص جیک تھامس سے نظریں ملاتے ہوئے کہا۔

''شکریہ مسٹر چیئرمین۔'' جیک تھامس نے کہا۔ ''کیا آپ اس فائل کے معاملے میں ملوث تھے، جو مسٹر ایبل کے خلاف ثبوتوں پر مشتمل تھی اور جو کسی گمنام شخص نے محکمہ انصاف کو پوسٹ کی تھی۔ اگر آپ اس میں ملوث تھے تو آپ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ مسٹر رونسکی لیسٹرز کے ایک بڑے اسٹاک ہولڈر ہیں؟''

''کیا یہ بات تمہیں اس نے بتائی ہے؟'' ولیم نے جیک سے پوچھا۔

''جی ہاں...... اس کا کہنا ہے کہ اس کی گرفتاری اور تذلیل کے واحد ذمے دار آپ ہیں۔''

''ولیم چند لمحے خاموش رہا۔ اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے نوٹس پر نظر ڈالی۔ یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کے بورڈ کے اراکین اس سے یہ سوال بھی کر سکتے ہیں۔ گزشتہ 23 سال میں اس نے بورڈ روم میں کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا...... تو اب کیسے بول سکتا تھا۔ ''ہاں، وہ فائل میں نے ہی بھیجی تھی۔'' اس نے کہا۔ ''وہ فائل اتفاقاً میرے ہاتھ لگ گئی تھی اور میں نے اسے متعلقہ محکمے تک پہنچانا اپنا فرض سمجھا تھا۔''

''وہ فائل آپ کے ہاتھ کیسے لگی؟'' جیک تھامس نے پوچھا۔

ولیم خاموش رہا۔

''میرا خیال ہے مسٹر چیئرمین کہ اس سوال کا جواب ہم سب کے علم میں ہے۔'' جیک تھامس خود ہی بولا۔ ''آپ نے ہمیں بتائے بغیر یہ اقدام کیا اور ہم سب کو خطرے میں ڈال دیا۔ ہماری ساکھ، ہمارے کیریئر، بینک کا کاروبار...... سب کچھ ایک ذاتی عناد کی بنیاد پر داؤ پر لگا دیا۔

''لیکن رونسکی مجھے تباہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔''

''چنانچہ اسے تباہ کرنے کے لیے آپ نے بینک کو خطرے میں ڈال دیا۔''

''میں نے بینک کو اور خود کو بچانے کے لیے یہ مدافعانہ اقدام کیا تھا۔ رونسکی کے عزائم خطرناک تھے اور بینک کے دفاع کے لیے میں نے ایسا کرنا ضروری سمجھا تھا۔''

''لیکن آپ نے ڈائریکٹرز کی اجازت کے بغیر یہ قدم کیسے اُٹھایا؟''

''یہ بینک میرا ہے۔''

''جی نہیں ...... آپ آٹھ فیصد حصص کے مالک ہیں اور مسٹر رونسکی کی بھی یہی پوزیشن ہے۔ آپ چیئرمین ضرور ہیں لیکن آپ کے مقابلے میں آٹھ فیصد حصص کا مالک ہونے کی حیثیت سے مسٹر ایبل رونسکی کوئی مطالبہ کرتا ہے تو ڈائریکٹرز اسکی اہمیت کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ اپنے خلاف اس کے مطالبے کے ذمے دار آپ خود ہیں۔''

''ٹھیک ہے...... میں بورڈ سے اعتماد کا ووٹ طلب کرتا ہوں۔'' ولیم نے کہا۔ ''مجھے بتائیے کیا آپ ایبل رونسکی کے مقابلے میں میرا ساتھ دیں گے؟''

''اعتماد کے ووٹ کا مطلب یہ ہوتا ہے مسٹر چیئرمین کہ آپ کو بینک کی قیادت کا اہل سمجھا جا رہا ہے یا نہیں۔'' سیکرٹری نے مداخلت کی۔

''یہی سہی ...... بورڈ فیصلہ کر لے کہ کیا میرا کیریئر اس طرح داغدار ہونا چاہیے...... ریٹائرمنٹ اتنا قریب ہونے کے باوجود۔ میں نے ربع صدی اس بینک کی ان تھک خدمت کی ہے۔''

جیک تھامس کے اشارے پر سکریٹری نے تمام ممبرز کو پرچیاں دے دیں۔ ولیم کو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ سب کچھ طے شدہ منصوبے کے مطابق ہو رہا ہے۔ وہ خاموشی سے ان لوگوں کو پرچیاں بھرتے دیکھ رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں التجائیں کر رہا تھا...... دعائیں کر رہا تھا۔ لیکن اس کے لب ساکت تھے ایبل کے خلاف میرا ساتھ دو...... کہ میں اس کا مستحق ہوں۔ اُسے اجازت نہ دو کہ وہ اس طرح مجھے تباہ کر سکے۔ مجھے میری مدت پوری کرنے دو۔ پھر میں خود ہی چلا جاؤں گا۔''

''اب سیکرٹری پرچیاں کھول رہا تھا۔ کمرے میں موجود ہر شخص اس کی طرف متوجہ تھا۔ وہ ہر پرچی کو نوٹ کر کے رکھتا جا رہا تھا۔ تمام پرچیاں دو جگہ تقسیم ہو رہی تھیں۔ ایک جگہ کم پرچیاں تھیں اور دوسری جگہ زیادہ لیکن ولیم یہ فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ زیادہ پرچیاں اس کے حق میں یا اس کے خلاف...... ویسے وہ تصور بھی نہیں کر سکتا ہے کہ اپنے ہی بورڈ روم میں وہ ایبل کے مقابلے میں ہار بھی سکتا ہے۔

سکریٹری کچھ کہہ رہا تھا لیکن ولیم کو اپنی سماعت پر یقین نہیں رہا تھا۔ وہ 12 ووٹوں کے مقابلے میں 17 ووٹوں سے اعتماد کا ووٹ ہار گیا تھا۔ ایبل نے آخری جنگ میں اُسے شکست دے دی تھی۔

وہ اپنی تمام تر طاقت مجتمع کر کے اُٹھ کھڑا ہوا۔

سب خاموشی سے اُسے دیکھتے رہے اور وہ کمرے سے نکل آیا۔ چیئرمین کے دفتر پہنچ کر اس نے اپنا کوٹ اُٹھایا اور چارلس لیسٹرز کے پورٹریٹ پر الوداعی نظر ڈالی۔ پھر وہ تھکے تھکے قدموں سے باہر نکل آیا۔

''آپ کی واپسی پر خوشی ہوئی مسٹر چیئرمین۔'' چوکیدار نے اس سے کہا۔ ''کل ملیں گے جناب۔''

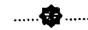
ولیم جانتا تھا کہ وہ اب کبھی نہیں ملیں گے۔ وہ پلٹا اور اس نے اس بوڑھے شخص سے ہاتھ ملایا جس نے 23 سال پہلے اُسے لیسٹرز کے بورڈ روم کا راستہ دکھایا تھا۔ چوکیدار حیران رہ گیا۔ پھر اس نے آہستہ سے خدا حافظ کہا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ شوفر اسے گھر لے آیا۔ لیکن ولیم گھر کے دروازے سے آگے نہ بڑھ سکا اور دروازے پر ہی ڈھیر ہوگیا۔

شوفر اور کیٹ اسے سہارا دے کر اندر لائے۔ کیٹ حیران رہ گئی کیونکہ ولیم رو رہا تھا۔ ''کیا ہوا ولیم؟ کیا بات ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''مجھے میرے اپنے بینک سے نکال دیا گیا ہے کیٹ۔'' ولیم نے کہا اور پھر بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ ''میرے اپنے بورڈ کو مجھ پر اعتماد نہیں رہا۔ انہوں نے مجھے نظر انداز کر کے ایبل رونسکی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔''

کیٹ نے اسے بستر پر لٹا دیا...... اور ساری رات اس کے سرہانے بیٹھی رہی۔ ولیم نے ساری رات نہ کوئی بات کی اور نہ ہی آنکھوں سے ٹپکتے آنسو تھمے۔

اگلی صبح، وال اسٹریٹ جرنل میں چھوٹی سی خبر چھپی۔ گزشتہ روز کی بورڈ میٹنگ کے بعد ولیم کین نے لیسٹرز کو چیئرمین شپ اور صدارت سے استعفا دے دیا خبر میں استعفے کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی۔ ولیم جانتا تھا کہ اب افواہیں اُڑیں گی اور بینک کا کاروبار متاثر ہوگا۔ وہ بستر پر دراز رہا۔ اب اسے کسی بات کی کوئی پروا نہیں تھی۔



ایبل نے وال اسٹریٹ جرنل میں وہ خبر پڑھی۔ اس نے لیسٹر کا نمبر ڈائل کیا اور نئے چیئرمین سے ملانے کو کہا۔ چند لمحے بعد جیک تھامس کی آواز سنائی دی۔ ''صبح بخیر مسٹر رونسکی۔''

''صبح بخیر تھامس!'' ایبل نے کہا۔ ''میں انٹر اسٹیٹ کے تمام حصص مارکیٹ ریٹ پر بینک کو دینے کے لیے تیار ہوں، اسکے علاوہ تم میرے آٹھ فیصد لیسٹرز کے شیئرز بیس لاکھ ڈالر میں خرید سکتے ہو۔''

''شکریہ مسٹر رونسکی...... میں آپ کا شکر گزار ہوں۔''

''شکریے کی کیا بات ہے، جب تم نے اپنے دو فیصد شیئرز میرے ہاتھ فروخت کیے تھے، یہ بات تو اُسی وقت طے پا گئی تھی۔'' ایبل نے کہا۔



ایبل کو اس بات پر حیرت تھی کہ اس کی ولیم کین پر آخری فتح اُسے کوئی خوشی نہ دے سکی۔ جارج نے اسے سمجھایا کہ وہ وارسا جا کر بیرن ہوٹل کے لیے مناسب جگہ تلاش کرے لیکن ایبل نے

انکار کر دیا۔ جیسے جیسے عمر گزر رہی تھی، اسکے دو خوف توانا ہوتے جا رہے تھے۔ پردیس میں مرنے کا خوف اور فلورینا سے کبھی نہ ملنے کا خوف 22 نومبر 63ء کو صدر کینیڈی کے قتل کے بعد اس کی حالت اور ابتر ہوگئی۔ اس کا ڈپریشن بہت بڑھ گیا۔ اس بار جارج کی تجویز اُسے ماننا پڑ گئی۔

وہ وارسا گیا۔ بڑی مشکل کے بعد اسے بیرن ہوٹل کی تعمیر کی اجازت مل گئی۔ یہ کسی کمیونسٹ ملک میں قائم ہونے والے پہلے بیرن ہوٹل کا امکان تھا۔ لیکن پولینڈ کی سفارت کا موقع چھن جانے کے بعد ایبل کو کسی بات سے خوشی نہیں ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے کین کو شکست دینے کی کوشش میں اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لیے کھو دیا۔ وارسا کے بعد وہ دُنیا گھومتا پھرا۔ اس نے کیپ ٹاؤن بیرن...... اور پھر ڈوسلڈرف بیرن کا افتتاح کیا۔ وہ چھ مہینے اپنے پسندیدہ ہوٹل پیرس بیرن میں مقیم رہا۔ پیرس میں فلورینا اُسے شدت سے یاد آتی تھی...... لیکن اب فلورینا کی یاد اُسے بہت عزیز تھی۔

طویل خود ساختہ جلاوطنی کے بعد وہ امریکہ واپس آیا۔ اس کی کمر جھک گئی تھی اور سر بالوں سے محروم ہوگیا تھا۔ ائیر پورٹ پر کسی نے اسے نہ پہچانا البتہ جارج اس کے استقبال کے لیے موجود تھا...... بوڑھا وفادار دوست جارج! نیویارک بیرن تک سفر کے دوران جارج حسب سابق اُسے بیرن گروپ کی سرگرمیوں سے آگاہ کرتا رہا۔ منافع کاروبار کے ساتھ بے تحاشا بڑھ گیا تھا اب دُنیا میں 72 بیرن ہوٹل تھے اور 72 ہزار افراد اُن ہوٹلوں میں کام کرتے تھے۔ جارج سناتا رہا...... لیکن ایبل کچھ نہیں سن رہا تھا وہ تو صرف فلورینا کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

''وہ ٹھیک ہے'' جارج نے بتایا۔ ''آئندہ سال کے اوائل میں وہ نیویارک میں آنے والی ہے۔''

''کیوں؟'' ایبل کے وجود میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

''وہ ففتھ ایونیو پر فیشن شاپ کھول رہی ہے۔''

''ففتھ ایونیو؟''

''ہاں...... گیارہواں فلورینا فیشن شاپ۔''

''تم اس سے ملے؟''

''ہاں۔'' جارج نے جواب دیا۔

''کیسی ہے وہ؟ خوش تو ہے نا؟'' ایبل کے لہجے میں بے قراری تھی۔

''وہ دونوں بہت خوش ہیں کامیاب بھی ہیں۔ ایبل، وہ دونوں ہی تمہارے لیے قابلِ فخر ہیں۔ تمہارا نواسا بہت ذہین ہے...... اور نواسی بہت خوبصورت ہے۔ بس فلورینا کی تصویر ہے وہ۔''

''کیا وہ مجھ سے ملے گی؟''

''تم اس کے شوہر سے ملو گے؟''

''نہیں جارج...... جب تک لڑکے کا باپ زندہ ہے میں لڑکے سے نہیں ملوں گا۔''

''اور اگر تم پہلے مر گئے؟''

''یہ ممکن نہیں ہے جارج بائبل میں جو کچھ پڑھو۔ اس پر اندھا دھند یقین مت کیا کرو۔''

''بیرن ہوٹل پہنچ کر ایبل پھر تنہا تھا۔ اس دن کے بعد...... چھ ماہ تک اس نے پینٹ ہاؤس سے باہر قدم بھی نہیں رکھا۔



فلورینا کین نے مارچ 67ء میں نیو یارک میں اپنی دُکان کا افتتاح کیا۔ ایسا لگتا تھا کہ ولیم کین اور ایبل رونسکی کے سوا شہر کا ہر شخص وہاں موجود ہے۔ کیٹ اور لوسی بھی افتتاحی تقریب میں شریک ہوئیں۔ ولیم گھر پر اکیلا رہ گیا۔ دوسری طرف جارج بھی تقریب میں شریک ہوا۔ اس نے ایبل کو سمجھانے کی کوشش کی تھی ایبل کا کہنا تھا کہ وہ اس کے بغیر دس دُکانیں کھول چکی ہے تو مزید ایک سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جارج نے اسے ضدی احمق کا لقب عطا کیا اور تنہا ہی ففتھ ایونیو کی طرف چل دیا۔

دُکان بہت خوبصورت اور آراستہ تھی۔ فلورینا کا انداز ایبل کے انداز سے مماثلت رکھتا تھا۔ فلورینا نے جارج کو کیٹ اور لوسی سے متعارف کرایا، جو زافیا کے ساتھ محو گفتگو تھیں۔ وہ دونوں بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ اُنہوں نے جارج سے ایبل کی خیریت دریافت کی تو جارج حیران رہ گیا۔

''میں اسے ضدی احمق قرار دے کر آیا ہوں۔ اس نے اتنی اچھی تقریب میں شرکت کا موقع گنوا دیا۔ مسٹر کین آئے؟'' اس نے پوچھا۔

جواب سن کر اسے نجانے کیوں خوشی کا احساس ہوا۔



ولیم نے اخبار ایک طرف پھینکا اور بستر سے نکل آیا بہت آہستہ آہستہ اس نے کپڑے بدلے۔ اس دوران وہ آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتا رہا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے ایک بار پھر اپنا جائزہ لیا میں تو اب بھی بینکار لگتا ہوں اس نے تلخی سے سوچا ظاہر ہے عمر بھر بینکاری کرنے کے بعد اس بڑھاپے میں اور بھلا کیا لگ سکتا ہوں۔ اس نے اوور کوٹ پہنچا...... سر پر ہیٹ رکھا...... سفید موٹھ والی چھڑی لی اور گھر سے نکل آیا...... گزشتہ تین سال کے دوران یہ پہلا موقع تھا کہ وہ گھر سے اس طرح تنہا نکل رہا تھا۔ ملازمہ اُسے تنہا باہر جاتے دیکھ کر دنگ رہ گئی۔

وہ خاصی خوش گوارا اور گرم رات تھی لیکن ولیم کو سردی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ شاید اتنے عرصے تک گھر میں بند رہنے کا نتیجہ تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ ففتھ ایونیو تک پہنچنے میں اُسے خاصی

رہی۔ فلورینا بوتیک شاپ کے سامنے لوگوں کا ہجوم تھا۔ اس کو ہمت نہ ہوئی کہ اتنے لوگوں میں راستہ بنا کر اندر جانے کی کوشش کرے۔ وہ دور کھڑا لوگوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اُسے رچرڈ نظر آیا جو کیٹ سے باتیں کر رہا تھا۔ اُف...... رچرڈ اتنا بڑا ہو گیا ہے...... اتنا لمبا...... اس کے انداز میں کس قدر اعتماد ہے ...... اس وقت رچرڈ کو دیکھ کر ولیم کو نجانے کیوں اپنے باپ کی یاد آ گئی...... وہ بھی تو رچرڈ کین تھا۔ وہ دیکھتا رہا...... لیکن کوششوں کے باوجود وہ اندازہ نہ لگا سکا کہ فلورینا کون سی ہے۔ اس نے فلورینا کو پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں تھا۔ وہ تقریباً ایک گھنٹہ کھڑا، آنے جانے والوں کو دیکھتا رہا۔ وہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے محض ایک احمقانہ ضد کے لیے خوشیوں کے کتنے بہت سے سال گنوا دیے تھے...... ارے یہ تو سب کچھ اس کا اپنا تھا۔ رچرڈ اس کا بیٹا...... فلورینا، اس کی بہو، پوتا...... پوتی!

اب ہوا سرد ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ گھر واپس چلا جائے۔ تقریب سے فارغ ہو کر وہ سب بھی ڈنر کے لیے گھر واپس آئیں گے۔ وہ پہلی بار فلورینا سے...... اپنے پوتے پوتی سے ملے گا۔ اپنے رچرڈ سے ملے گا۔ ننھی اینابل پر تو اُسے دیکھے بغیر ہی پیار آیا تھا۔ وہ جی بھر کر اُنہیں پیار کرے گا۔ اس نے کیٹ سے اعتراف کر لیا تھا کہ وہ بے وقوف تھا اُسے بہت پہلے اُن سے معافی طلب کر لینی چاہیے تھی۔ فلورینا نے اسے خط میں لکھا تھا...... میں ہمیشہ آپ سے محبت کروں گی، کتنی پیاری لڑکی ہو گی وہ...... محبت کرنے والی...... سمجھ دار...... خط کے آخر میں اس نے لکھا تھا، میں آپ سے ملاقات کے لیے بے چین ہوں۔'

اس نے سوچا، اب اسے گھر جانا چاہیے۔ اگر کیٹ کو معلوم ہو گیا کہ وہ اس طرح تنہا گھر سے نکلا ہے تو وہ بہت ناراض ہو گی خیر...... ہوتی رہے...... وہ یہ تقریب دیکھے بغیر کیسے رہ سکتا تھا۔ اب تفصیلی ملاقات تو خیر گھر پر ہی ہو گی۔ وہ اُسے بتائیں گے کہ افتتاحی تقریب کتنی اچھی ہوئی...... اس بات سے بے خبر کہ وہ سرد ہوا میں ایک گھنٹے سے زیادہ دیر تک صرف اس لیے کھڑا رہا کہ ان کی خوشیوں میں شریک ہو سکے۔ کاش...... وہ پہلے کی طرح تندرست و توانا ہوتا...... اور ہجوم کو دھکیل کر، ہٹا کر اندر جا پاتا۔ وہ اسے وہاں موجود پا کر کتنے خوش ہوتے۔ خیر اب تو وہ آنے ہی والے ہوں گے...... وہ انہیں کبھی نہیں بتائے گا کہ وہ خود بھی تقریب میں شریک ہو چکا ہے۔

وہ گھر جانے کے لیے پلٹا۔ اُسے چند قدم دور ایک اپنے جیسا بوڑھا آدمی کھڑا نظر آیا۔ وہ سیاہ کوٹ میں ملبوس تھا۔ ہیٹ اس نے آنکھوں تک جھکا رکھا تھا اس کے انداز سے عیاں تھا کہ وہ بھی سردی محسوس کر رہا ہے یہ رات بوڑھے لوگوں کے لیے ہے ہی نہیں۔ ولیم نے سوچا پھر جب فاصلہ کم ہو گیا تو اسے بوڑھے شخص کی کلائی میں موجود نقرئی کنگن نظر آیا۔ ایک لمحے میں اُسے سب کچھ یاد آ گیا...... پہلی بار...... وہ سب کچھ سمجھ گیا اس کی نگاہوں کے سامنے فلم سی چل گئی۔ یہ کنگن اس نے کہاں

کہاں دیکھا تھا۔ آج پہلی بار اُسے سب کچھ یاد آیا۔ پلازا ہوٹل میں ایک ویٹر اس کی میز پر سروس کر رہا تھا...... اس کے ہاتھ میں یہ کنگن موجود تھا۔ پھر بورسٹن میں ایک شخص اس سے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کرنے کی درخواست کر رہا تھا...... پھر اُسے دھمکیاں دے رہا تھا۔ پھر جرمنی میں...... ایک کرنل اس کا اسٹریچر اُٹھا کر لا رہا تھا...... بھاری بھرکم جسم والا کرنل...... اُسے زندگی دے رہا تھا...... اور اب وہی شخص ففتھ ایونیو پر اس کے مقابل تھا۔ شاید وہ بھی اپنے ہاتھوں گنوائی ہوئی خوشیوں کی جستجو میں نکلا تھا۔

وہ بوڑھا شخص ولیم کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ بھی شاید بہت دیر سے وہاں کھڑا تھا، کیونکہ سردی کی شدت سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ پھر ولیم کو وہ جانی پہچانی، چمک دار گہری نیلی آنکھیں نظر آئیں۔ وہ بھی ولیم کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے پاس سے گزرے۔ ولیم نے ہیٹ اتار کر اُسے تعظیم دی۔ جواباً اس شخص نے بھی ایسا ہی کیا پھر وہ دونوں اپنے اپنے راستے پر آگے بڑھ گئے...... ایک دوسرے سے ایک لفظ بھی کہے بغیر۔

ولیم کو جلد از جلد گھر پہنچنا تھا۔ اُن سب کی آمد سے پہلے...... رچرڈ، فلورینا اور اپنے پوتے پوتی کو دیکھنے کی خوشی، ہیجان کی صورت میں اس کے جسم میں دوڑ رہی تھی۔ وہ فلورینا سے معافی مانگے گا...... اور وہ اسے معاف کر دے گی۔ وہ جانتی ہے کہ بڑھے لوگ کتنے ضدی احمق ہوتے ہیں۔ سب کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہوں گے کہ فلورینا بہت پیاری لڑکی ہے۔

گھر پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا۔ ''روشنیاں کر دو...... اور آتش داں دہکا دو۔'' اس نے خادمہ کو ہدایت دی۔ وہ بہت تھکا تھکا لیکن خوش نظر آ رہا تھا۔ ''پردے کھینچ دو اور ڈائننگ ٹیبل پر شمعیں روشن کر دو۔ آج ہم جشن منائیں گے۔'' اس نے خادمہ سے مزید کہا۔

''وہ آتش داں کے قریب کرسی ڈال کر بیٹھ گیا۔ انتظار کا ایک ایک لمحہ قیامت بن کر گزر رہا تھا...... وہ تصور میں کھو گیا۔ وہ پوتے پوتی کو تیار کر رہا تھا۔ اسے احساس تھا کہ ففتھ ایونیو تک آنے اور جانے میں، وہ تھک گیا ہے...... لیکن وہ سفر زندگی کا حاصل بھی تو تھا۔

چند منٹ بعد باہر سے ملی جلی آوازیں سنائی دیں۔ خادمہ نے آ کر ولیم کو بتایا کہ رچرڈ آ چکا ہے۔ وہ ہال میں اپنی ماں سے باتیں کر رہا ہے۔ ''میں نے اتنی خوبصورت لڑکی اور اتنے پیارے بچے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔'' خادمہ نے کہا۔ پھر وہ جلدی سے باہر بھاگ گئی تاکہ جلد از جلد کھانے کی میز تیار کر دے۔

رچرڈ کمرے میں داخل ہوا۔ فلورینا اس کے ساتھ تھی۔ فلورینا کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

''ڈیڈی...... میری بیوی سے ملیے۔'' رچرڈ نے اپنے باپ سے کہا۔ اس کے سامنے ولیم کی میت تھی۔

''ولیم کے بس میں ہوتا تو وہ پلٹ کر پُراشتیاق نگاہوں سے اپنی بہو کی طرف ضرور دیکھتا۔
لیکن یہ اس کے بس میں نہیں تھا۔

وہ مر چکا تھا۔

......❀......

ایبل نے لفافہ بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ آج کل وہ دیر تک سونے لگا تھا۔ اس نے گھٹنوں پر رکھی ہوئی ناشتہ کی ٹرے ہٹانے کی کوشش کی لیکن ٹرے نیچے گر گئی۔ اب اس کا جسم جواب دینے لگا تھا۔ اعضا میں لچک نہیں رہی تھی۔ اس نے لفافہ اُٹھایا اور خط کو دوبارہ پڑھنے لگا۔

کانٹی نینٹل ٹرسٹ کے منیجر آنجہانی کرٹس فینٹن نے ہمیں ہدایت کی تھی کہ ایک مخصوص صورتِ حال میں ہم یہ لفافہ آپ تک پہنچا دیں۔ اس خط کی رسید لفافے پر موجود پتے پر پوسٹ کر دیں۔ شکریہ،

ایبل نے لفافہ کھولا اور اس میں موجود خط نکال لیا خط خاصا طویل تھا۔

ڈیئر مسٹر رونسکی۔ یہ خط آپ کو آج میرے وکیل کی معرفت ملا ہے۔ آج کیوں ملا ہے۔ اس کی وجہ آپ کو خط پڑھ کر معلوم ہو جائے گی۔ 51ء میں آپ نے میرے بینک میں اپنا طویل کاروباری تعلق ختم کیا تو مجھے دُکھ ہوا۔ آپ کے خیال میں میں نے غداری کی تھی۔ میں اپنی صفائی پیش کر سکتا تھا...... لیکن جس شخص نے آپ کی مدد کی تھی، اس نے شرط عائد کر دی تھی کہ میں محض ایک مخصوص صورتِ حال میں آپ کو حقیقت سے آگاہ کر سکتا ہوں۔

29ء میں آپ نے مجھ سے رچمنڈ گروپ کے ہوٹلوں کے لیے کوئی خریدار تلاش کرنے کی استدعا کی تھی۔ لیکن اُن حالات میں اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا۔ تاہم میں نے کئی سرمایہ داروں کو آپ کی مالی اعانت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ مجھے آپ کی صلاحیتوں پر اعتماد تھا، اسی لیے میں نے اس معاملے میں ذاتی دلچسپی لی۔ مجھے خوشی ہے کہ آنے والے وقت نے میرا اعتماد درست ثابت کیا۔ بہرحال، میں کسی شخص کو آپ کی مالی اعانت کے لیے رضامند نہ کر سکا۔ شاید آپ کو بھی وہ صبح آج بھی یاد ہو... میں اس صبح بہت مایوس تھا۔ لیکن آپ سے ملاقات سے صرف نصف گھنٹہ پہلے مجھے ایک کال موصول ہوئی۔ ایک سرمایہ دار آپ کو سرمایہ فراہم کرنے کا خواہش مند تھا۔ میری طرح وہ بھی آپ کی کاروباری صلاحیتوں پر یقین رکھتا تھا۔ اس کی

شخصیت صیغہ راز میں رہے آپکو سرمایہ فراہم کرنا اس کا نجی فعل تھا...... جو اس کے پیشہ ورانہ فرائض سے متصادم تھا۔ اس کا اصول تھا کہ وہ اپنے عہدے اور ذاتی سرمائے کے درمیان فاصلہ رکھے۔ اس کی شرائط بے حد ہمدردانہ تھیں...... وہ منافع کمانے میں نہیں، بلکہ آپ کے مالی استحکام میں دلچسپی رکھتا تھا، یہی وجہ تھی کہ اس نے سرمایہ کاری کے باوجود بیرن گروپ کا واحد مالک بننے کا ہر مواقع فراہم کیا۔ آپ نہیں جانتے کہ جب آپ نے بیرن گروپ کا مکمل کنٹرول حاصل کیا تو وہ کتنا خوش تھا!

51ء کے بعد میرا آپ دونوں میں سے کسی ایک سے بھی رابطہ نہیں رہا۔ پھر میں نے اخبار میں آپ کو سرمایہ فراہم کرنے والے اس شخص کی پریشانیوں میں اور تباہی کے آغاز میں آپ کے ملوث ہونے کے بارے میں پڑھا تب میں نے یہ خط تحریر کیا کہ ممکن ہے، میں آپ دونوں سے پہلے مرجاؤں۔

اب میں اپنی صفائی پیش کرنا نہیں چاہتا کیونکہ جو ہو چکا ہے اسے مٹایا نہیں جاسکتا لیکن میں آپ کو اس فریب میں مبتلا رکھنا نہیں چاہتا کہ آنجہانی ڈیوڈ مارکسٹن آپ کا محسن تھا اور اسی نے آپ کی مالی اعانت کی تھی، جس شخص نے آپ کو بیرن گروپ کے خواب کی تعبیر دی تھی، اس کا نام ولیم کین ہے...... لیسٹرز کا چیئرمین۔

میں نے بار ہا مسٹر کین سے التجا کی کہ وہ آپ کو یہ اطلاع فراہم کرنے کی اجازت دے دیں لیکن انہوں نے سختی سے انکار کر دیا انہوں نے آپ کی مدد اپنے ذاتی ٹرسٹ سے کی تھی اور وہ بینک کے معاملات سے علیحدہ رکھنا چاہتے تھے پھر جب انہیں بیرن گروپ میں ہنری بورن کی شمولیت کا علم ہوا تو وہ اپنے موقف پر اور سخت ہو گئے۔

میں اپنے وکیل کو ہدایت کر رہا ہوں کہ اگر آپ مسٹر کین سے پہلے چل بسیں تو اس خط کو ضائع کر دیا جائے۔ اس صورت میں میرا دوسرا خط مسٹر کین کو ملے گا کہ آپ آخر دم تک اُن کی مہربانیوں سے لاعلم رہے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ آپ دونوں میں سے کس کو میرا خط ملے گا۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ میں نے آپ دونوں کی تہ دل سے خدمت کی ہے۔ ہمیشہ کی طرح آپ کا وفادار کرٹس فینٹن۔"

ابیل نے خط پڑھ کر ایک طرف رکھ دیا۔ پھر اُس نے فون اُٹھا کر آپریٹر سے کہا کہ جارج سے اس کی بات کرائے۔

ولیم کین کی تدفین میں شریک ہونے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیٹ کے ایک جانب رچرڈ اور فلورینا تھے اور دوسری جانب ورجینا اور لوسی۔ ان کے علاوہ معززین میں تین سینیٹر، پانچ کانگریس مین، دو بشپ اور تقریباً ہر بینک کا چیئرمین موجود تھا۔ لیسٹرز کے تمام ڈائریکٹر اور جیک تھامسن بھی وہاں موجود تھا۔

اُن دو بوڑھے افراد کی طرف کسی نے بھی توجہ نہ دی، جو الگ تھلگ کھڑے تھے۔ اُن کے سر جھکے ہوئے تھے وہ چند منٹ کی تاخیر سے آئے تھے اور تقریب کے اختتام سے کچھ پہلے رخصت ہوگئے تھے۔ فلورینا کو اُن میں سے ایک کا لگ جانا پہچانا معلوم ہوا تھا لیکن اس کے بڑھنے سے پہلے وہ دونوں جا چکے تھے۔ کیٹ نے رچرڈ کو بتایا...... لیکن ان دونوں نے کیٹ کو اپنے شکوک سے آگاہ نہیں کیا۔

چند روز بعد اُن میں سے ایک جو نسبتاً طویل القامت تھا۔ فلورینا کی بوتیک شاپ میں پہنچا۔ اس نے فلورینا سے گفتگو کی اور تجویز پیش کی...... فلورینا خاموشی اور توجہ سے سنتی رہی۔ پھر اس نے اس کی تجویز بخوشی قبول کر لی۔

رچرڈ اور فلورینا اگلے روز شام کے وقت بیرن ہوٹل پہنچے۔ جارج انہیں 42 ویں منزل پر لے گیا۔ فلورینا دس سال بعد ملنے والے اپنے باپ کو پہچان نہ سکی۔ ابیل کی مسکراہٹ اب بھی ویسی ہی تھی وہ ہر اعتبار سے بدل چکا تھا۔ وہ دونوں ساتھ گزرے ہوئے خوشگوار دنوں کو یاد کرتے قہقہے لگاتے اور روتے رہے۔

"رچرڈ ہمیں معاف کر دینا بیٹے" ابیل نے کہا۔ "ہم پولش لوگ بہت جذباتی ہوتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ میرے بچے بھی تو نصف پولش ہیں۔" رچرڈ نے کہا۔

اس رات انہوں نے کھانا ایک ساتھ کھایا پھر ابیل انہیں اپنے مستقبل کے منصوبوں کے بارے میں بتاتا رہا۔ ہر ہوٹل میں ایک فلورینا فیشن شاپ بھی ہونی چاہیے۔" ابیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

فلورینا متفق ہوگئی۔

بعد میں فلورینا نے رچرڈ کو بتایا کہ اس کا باپ ولیم کین کی موت سے کتنا دکھی ہے۔ اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تھا۔ اس کے ذہن میں کبھی ایک لمحے کے لیے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ اس کا محسن ولیم کین ہو سکتا ہے۔ اُسے افسوس تھا اُسے ذاتی طور پر ولیم کین سے مل کر اس کا شکریہ ادا کرنے کی مہلت نہیں ملی۔

"میں جانتا ہوں ڈیڈی انہیں معاف کر دیتے...... وہ بڑے فراغ دل انسان تھے۔"

"تمہیں معلوم ہے، جس دن اُن کا انتقال ہوا اس دن میری اُن سے ملاقات ہوئی تھی۔" ایبل نے مداخلت کی۔

فلورینا اور رچرڈ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں...... ففتھ ایونیو پر ہمارا آمنا سامنا ہوا...... وہ تمہاری دُکان کی افتتاحی تقریب دیکھنے کے لیے آئے تھے انہوں نے ہیٹ سر سے اتار کر مجھے تعظیم دی تھی۔ میرے لیے یہ بہت کافی ہے...... بہت زیادہ کافی ہے انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ ان کا اصول اور اس کی پاسداری ہی ہمارے درمیان وجہ نزاع ہے۔ انہوں نے مجھے معاف کر دیا تھا۔"

"نو ماہ بعد وارسا بیرن کا افتتاح ہونا تھا۔ ایبل نے درخواست کی فلورینا اور رچرڈ اس کے ساتھ چلیں۔ "ذرا سوچو تو...... وہ واحد بیرن ہوٹل ہے، جس کا افتتاح بیرن گروپ کے صدر کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔" ایبل نے ہیجانی لہجے میں کہا تھا۔



آئندہ چند ماہ میں رچرڈ اور فلورینا ایبل سے مسلسل ملتے رہے۔ فلورینا پھر اپنے باپ سے قریب ہو گئی تھی ایبل، رچرڈ کو سراہنے لگا تھا...... اس کی صلاحیتوں کو تسلیم کرنے لگا تھا۔ وہ اپنی نواسی اینا بل سے بہت محبت کرتا تھا۔ وہ زندگی میں اتنا خوش پہلے کبھی نہیں رہا تھا۔ اب وہ اپنے وطن میں اپنی فاتحانہ واپسی کا منتظر تھا...... وارسا بیرن اس کے خواب کی تعبیر تھا...... اس کی فتح کی دلیل تھا...... اس کی باعزت وطن واپسی کا دروازہ تھا۔

چھ ماہ کے بعد بیرن گروپ کے صدر نے وارسا بیرن کا افتتاح کیا۔ افتتاح شیڈول کے مطابق نہیں ہو سکا تھا بلکہ تاخیر ہو گئی تھی۔ اس کا سبب تعمیراتی کام میں تاخیر تھی۔

بیرن گروپ کے صدر کی حیثیت سے اپنی تقریر میں فلورینا نے ہوٹل کی خوبصورتی پر فخر کا اظہار کیا۔ وہ افسردہ اور دل گرفتہ تھی کہ اس کا آنجہانی باپ خود وارسا بیرن کا افتتاح نہ کر سکا۔ اس کا یہ خواب بھی ادھورا گیا تھا۔

اپنی وصیت میں ایک معمولی سی چیز کو چھوڑ کر ایبل نے سب کچھ فلورینا کے نام کر دیا تھا۔ اس نے اپنا نقرائی کنگن اپنے نواسے ولیم ایبل کے نام چھوڑا تھا...... وہ کنگن جو اس کے نزدیک خوش قسمتی کی علامت تھا۔ جس پر بیرن ایبل روسنکی کا نام کندہ تھا۔

